

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بفہم رومانی: حضور مہمور فی اعظم علامتہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا خان قادری بریلوی قدس

من یرد اللہ بہ خیراً یفقیہہ فی الدین (حدیث)

علوم و معارف اور تحقیقات نادرہ کا گنج گراں مایہ
المکرمۃ النبویۃ فی الفتاویٰ المصطفویۃ

مسمی بہ

فتاویٰ مفتی اعظم

جلد پنجم

تصنیف منیہ

امام الفقہاء والمشاخ تاجدار اہل سنت شہزادہ اعلیٰ حضرت

حضور مفتی اعظم ابوالبرکات محی الدین حضرت علامہ شاہ

محمد مصطفیٰ رضا خان قادری بریلوی قدس

(متوفی: ۱۳۰۲ھ/۱۹۸۱ء)

إمَامُ أَحْمَدُ بَصَاكِيْدِي

صالح نگر، بریلی شریف (یوہلی) - ۲۳۳۵۰۲

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں فری
حاصل کرنے کے لیے

ٹیلیگرام چینل لنک

<https://t.me/tehqiqat>

آرکائیو لنک

[https://archive.org/details
/@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

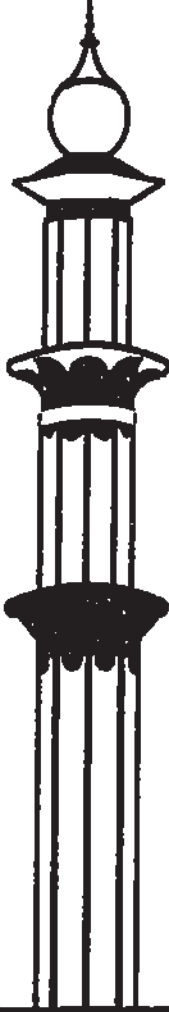
بلوگسپوٹ لنک

[https://ataunnabi.blogspot
.com/?m=1](https://ataunnabi.blogspot.com/?m=1)

طالب دعا - زوہیب حسن عطاری

(۸۰)

سلسلہ اشاعت



المکرمۃ النبویۃ فی الفتاوی المصطفویۃ

نام کتاب:

فتاویٰ مفتی اعظم

عرفی نام:

تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم حضرت علامہ

مصنف:

شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری قدس سرہ

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

تقدیم و ترتیب جدید:

صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

محمد حنیف خاں رضوی، مولانا محمد جابر خاں،

تخریج و ترجمہ:

مولانا محمد عرفان، مولانا اولیس قرنی، مولانا محمد ندیم

مولانا عبدالسلام صاحب رضوی، محمد حنیف خاں رضوی

تصحیح کتابت و فہرست:

محمد منیف رضا خاں برکاتی، مولوی محمد زاہد علی شاہدی

کمپوزنگ و سیٹنگ:

مولوی محمد نعیم نوری، محمد عقیف رضا برکاتی

گیارہ سو (۱۱۰۰)

تعداد اشاعت:

(۱۳۳۶ھ/۲۰۱۴ء)

سنہ اشاعت:

امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

باہتمام:

Rs: 3500/-

ہدیہ عام

E-mail: mohdhanif92@gmail.com

Web: www.imamahmadrazaacademy.com

.....﴿﴾ (ملنے کے پتے) ﴿﴾.....

☆ امام احمد رضا اکیڈمی، صاحب نگر رام پور روڈ بریلی شریف، پن 243502

☆ رضا اکیڈمی، ۵۲/۵ ڈاؤن ٹاؤ اسٹریٹ کھڑک، ممبئی پن 400009

☆ کتب خانہ امجدیہ ۳۲۵/۷ مینا گل جامع مسجد، دہلی ۶

☆ رضا دارالاشاعت، آندوہار بریلی شریف (یو۔ پی)

☆ قادری بک ڈپو، نواب چوک چھوٹی جامع مسجد اسٹیشن روڈ اسلام پور اتر دینا چپور (بنگال)

فہرست عنوانات

جلد پنجم

کتاب الوقف

- ۶.....وقف کا بیان
- ۶.....وقف کا متولی واقف کا وصی ہوگا ورنہ اس کی اولاد میں سے کوئی
- ۷.....وقف جائداد کی خرید و فروخت نہیں ہو سکتی
- ۸.....وقف مساکین کے لیے ہو تو واقف کا مسکین بیٹا بھی اس کا مصرف ہو سکتا ہے
- ۱۰.....وقف علی النفس صحیح اور واقف کا خود متولی ہونا جائز
- ۲۱.....اپنی ذاتی رقم سے مدرسہ کے لیے زمین خریدنے اور عمارت بنانے سے وقف ہونا ثابت نہیں ہوگا
- ۳۵.....وقف چیزوں کے کرایہ میں ٹھیکے کی ناجائز صورت
- ۳۶.....اوقاف میں خلاف شرع قوانین کا نفاذ ظلم ہے
- ۳۹.....واقف کی شرط کو بدلنے کا کسی کو اختیار نہیں
- ۴۱.....مشترکہ چیز جس کی تقسیم ہو سکے اس کا وقف درست ہے
- ۴۸.....مسجد اور اس سے متعلق زمین میں دفن میت جائز نہیں
- ۴۹.....وقف کی تبدیلی جائز نہیں

کتاب البیوع

- (۱) خرید و فروخت..... ۵۲
- آزاد عورت خریدنے سے باندی نہیں ہو سکتی بلکہ یہ خریداری ہی حرام ہے..... ۵۲
- ادھار خرید و فروخت میں بازار بھاؤ سے کم زیادہ پر خریدنا اور بیچنا جائز ہے..... ۵۲
- قیمت سے زیادہ پر ادھار خرید و فروخت جائز ہے..... ۵۲
- (۲) منفعت..... ۵۷
- بینک اور ڈاک خانہ کا نفع سود نہیں، اس کا لینا جائز ہے..... ۵۷
- جو سود نہیں وہ کسی کے کہنے یا لکھنے سے سود نہیں ہو سکتا..... ۶۰
- مسلمان اور کافر حربی کے درمیان قرض پر نفع سود نہیں..... ۶۷
- ہندوستان کی مسلم ریاستوں کے کفار ذمی و حربی دونوں طرح کے ہو سکتے ہیں..... ۶۹
- ہندوستان کے کفار بلاشبہ حربی ہیں..... ۶۹
- مسلمان کو خنزیر خریدنا جائز نہیں بلکہ یہ بیع گناہ ہے..... ۷۰
- ہندوستان دارالاسلام ہے..... ۷۱
- کافر کا مال بے عذر و بدعہدی اس کی رضا سے اصل سے زائد ملے تو جائز ہے..... ۷۲
- جائداد پر سودی قرض ہو جب بھی اس جائداد کی آمدنی جائز ہے..... ۷۵
- سود سے بچنے کا حیلہ شرعی..... ۷۶
- بینک اور ڈاک خانہ کے منافع کا حکم..... ۷۷
- (۳) سود..... ۷۸
- مدرسہ کی رقم کو تجارت کے لیے بانٹنا اور پھر اس پر زیادہ رقم وصول کرنا سود ہے..... ۷۸
- سود حرام قطعی ہے..... ۸۵
- سودی قرض لینا دینا حرام ہے..... ۸۵
- (۴) قرض..... ۸۶
- جس کا قرض ہے اگر وہ یا اس کے وارث نہ رہے تو اسی کی طرف سے مال صدقہ کر دے..... ۸۶

۸۸..... قرض لے کر واپس نہ دینا حرام ہے

کتاب الہبہ

۹۰..... ہبہ کا بیان

۹۰..... مرض موت میں مریض کا ہبہ وصیت ہے

کتاب الا جارہ

۹۳..... اجارہ کا بیان

۹۳..... طاعت پر اجرت ٹھہرانا حرام ہے

۱۰۰..... اجارہ کی مدت اور اجرت دونوں معلوم ہوں تو قبل از وقت فسخ کرنا جائز نہیں

۱۰۱..... علم نجوم حاجت سے زیادہ ہو تو اس کا سیکھنا حرام ہے

۱۰۴..... کفار و فساق کو مکان و دکان کرایہ پر دینا جائز ہے

کتاب الغصب

۱۰۶..... غصب کا بیان

۱۰۶..... غیر کی زمین پر قبضہ کر لینا ظلم اور سخت حرام ہے

کتاب الذبائح

۱۰۹..... ذبح کا بیان

۱۰۹..... مکروہ طبعی کا مطلب ہے طبیعت کو جو پسند نہ ہو

۱۰۹..... مردار جانور کی قیمت جائز نہیں

۱۰۹..... عورت کا ذبیحہ جائز ہے

۱۱۰..... بتوں کے نام پر چھوڑا گیا حلال جانور شرعی ذبح کے بعد کھانا جائز ہے

۱۱۱..... حلال پرندے اور جانوروں کا بیان

۱۱۲..... ذبح سے پہلے جانور کے سر میں گولی مارنا ظلم اور حرام ہے

- ۱۱۲..... جس بکری سے بد فعلی ہوئی اس کو ذبح کر دینا واجب نہیں
۱۱۶..... قربانی جانور کا خون بہانے سے ہی ادا ہو جاتی ہے

کتاب الحظر والا باحت

- ۱۱۸..... (۱) نمبر.....
۱۱۸..... گراموفون آلات لہو و لعب سے ایک آلہ ہے اس سے نعت وغیرہ نہ سنیں
۱۱۸..... شب براءت میں آتش بازی چھوڑنا مال ضائع کرنا ہے اور حرام ہے
۱۴۰..... فاسق کو سلام میں پہل نہ کرے جو اب دینا درست ہے
۱۴۱..... مردانی وضع کا جو تا عورت کے لیے درست نہیں
۱۴۱..... مرد کو مہندی لگانا جائز نہیں
۱۴۱..... سونے چاندی یا دوسری دھات کا استعمال جو توں میں ہو تو ان کا حکم
۱۴۲..... سیاہ لباس درست ہے مگر محرم میں نہ پہنے
۱۴۲..... چوڑیاں مرد کے لیے ناجائز مگر بعض مستثنیٰ ہیں
۱۴۲..... مجزوب کو بھی کوئی شخص بے ستر نہیں دیکھ سکتا
۱۴۳..... سونے کی انگٹھی ناجائز مگر جیب میں سونا چاندی رکھا تو نماز میں حرج نہیں
۱۴۳..... تاش کھیلنا ناجائز و حرام ہے
۱۴۳..... حربی کفار کو شیرینی دینا درست نہیں
۱۴۴..... تہبند پیچھے گھر سنا نہیں چاہیے
۱۴۴..... عورتوں کو نامحرموں کے سامنے ہونا حرام
۱۴۵..... مسلمان کی روح کو ناپاک نہ کہو
۱۴۵..... مرد سے سوالات صوری بھی حرام ہے
۱۴۷..... چھوت چھات اسلام میں نہیں مگر کفر سے نفرت اور کفار سے بوجہ نجاست باطنی پر ہی لازم
۱۴۹..... لڑکے کے سر پر چوٹی رکھنا ناجائز ہے
۱۳۳..... تعزیر بالمال ناجائز ہے مگر زجر کے لیے بعد اصلاح واپسی لازم

- ۱۳۴..... جتنا علم فرض عین ہے اس سے روکنا جائز نہیں
- ۱۳۷..... بچوں کا ختنہ ۹ رسال کی عمر تک ہو جانا چاہیے
- ۱۳۹..... فاسق معین کی بات پر بے تحقیق اعتماد جائز نہیں
- ۱۴۰..... عورت پر غیر محرم سے پردہ لازم ہے
- ۱۴۳..... نائی لگانا اشد حرام ہے
- ۱۴۴..... ساس کا ہاتھ چومنا جائز نہیں
- ۱۵۱..... ایمر جنسی دور کا یادگار فتویٰ
- ۱۵۱..... نس بندی ناجائز و حرام ہے
- ۱۵۳..... سوانگ یا تماشا کرانا اور دیکھنا سب اشد حرام ہے
- ۱۵۴..... عشرہ محرم کی بعض بے ہودی رسوم
- ۱۵۴..... وہابیوں سے میل جول رکھنے والے توبہ کریں
- ۱۵۵..... ہندوؤں کو ایمان دار کہنے والے پر توبہ و تجدید ایمان لازم
- ۱۵۵..... داڑھی منڈانا حرام ہے
- ۱۵۷..... جبریہ چندہ لینا گناہ ہے
- ۱۵۷..... وہابیہ کی ہمدردی کرنا حرام ہے
- ۱۵۸..... زنا کے بچے کو حرامی کہہ کر پکارنا غلط ہے
- ۱۵۹..... مسائل سماع
- ۱۶۸..... داڑھی منڈانا یا کتر وانا حرام و گناہ ہے
- ۱۶۸..... مزار کا اپنی ملک بنانا جائز نہیں
- ۱۶۹..... پیر کے لیے کیا لازم ہے
- ۱۷۱..... جاہل کو مفتی بنانا جائز نہیں
- ۱۷۲..... عورت کا بال کٹوانا جائز نہیں
- ۱۷۳..... کفار کے میلوں میں بے وجہ جانا جائز نہیں
- ۱۷۵..... کسی بندے کو اللہ میاں کہنا حرام ہے

- ۱۷۸..... دیوبندیوں سے خلط ملط رکھنے والا فاسق معطن ہے
- ۱۸۰..... بدگمانی حرام ہے
- ۱۸۲..... مردہ جانور کی کھال اتارنا جائز ہے
- ۱۸۳..... مینڈک کی بیج جائز نہیں
- ۱۸۳..... قوالی
- ۱۸۵..... قرآن سے فال نکالنے کا حکم
- ۱۸۷..... جھوٹ سے احتراز لازم ہے
- ۱۸۸..... ماں باپ کو ایذا دینے والے سے قطع تعلق کرو
- ۱۸۸..... کبیرہ گناہ کرنے والے کو کافر نہیں کہہ سکتے
- ۱۸۹..... کسی بھی مسلمان کو گالی دینا حرام ہے
- ۱۹۱..... بے تحقیق کبیرہ گناہ کی نسبت مسلمان کی طرف جائز نہیں
- ۱۹۴..... محفل سماع کا حکم
- ۲۰۳..... (۲) اباحت
- ۲۰۳..... یہ کہنا کہ جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، جائز ہے
- ۲۰۴..... گڑیوں میں کالے ڈورے سے جو نشان ہوتے ہیں وہ تصویر سازی نہیں
- ۲۰۴..... علما اور اولیا کی قدم بوسی جائز ہے
- ۲۰۶..... ذکر شہادت میں رقت طاری ہونا سوگ نہیں
- ۲۰۶..... عربی اردو کی خستہ کتابیں جلا کے راکھ محفوظ گوشہ میں دفن کرنے میں حرج نہیں
- ۲۰۶..... بیعت کے لیے شوہر کی اجازت درکار نہیں
- ۲۰۷..... بیعت ایک جگہ ہو مگر طلب فیض دوسرے سے بھی کرے تو حرج نہیں
- ۲۰۷..... حقے اور سگریٹ کا حکم
- ۲۰۸..... داڑھی کے بارے میں شرعی حکم
- ۲۰۹..... بانگ دینے والی مرغی کو ذبح کر سکتے ہیں
- ۲۰۹..... حسن معاشرت کا بیان

- ۲۱۰..... ریڈیو سننے کا کیا حکم ہے
- ۲۱۳..... (۳) میلاد و مجالس
- ۲۱۳..... منبر پر بسلسلہ ذکر رسول وہی حضرات بٹھائے جائیں جو عالم ہوں یا کم از کم صحیح روایات پڑھنے والے
- ۲۱۴..... عشرہ محرم میں مجالس حسنین کریمین کا انعقاد طریقہ اہل سنت اور محمود ہے
- ۲۱۶..... نعت اور میلاد پاک وغیرہ کی محافل میں دف بجانا بے ادبی اور ناجائز ہے
- ۲۱۹..... میلاد شریف کی محفل میں بیان ہونے والی ایک روایت تحقیق طلب
- ۲۲۰..... قیام مجلس میلاد وغیرہ مستحسن ہے
- ۲۲۱..... عورتوں کا میلاد شریف پڑھنا کہ آواز گھر میں رہے غیر محرم نہ سنیں تو حرج نہیں
- ۲۲۱..... وہابیوں سے میل جول رکھنے والے سے میلاد شریف نہ پڑھوائیں
- ۲۲۵..... شہادت نامہ جس میں روایات صحیح ہوں پڑھنا اچھا ہے
- ۲۲۷..... (۴) فاتحہ و ایصال ثواب
- ۲۲۷..... فاتحہ خاص مزار کے پاس ہی ضروری نہیں
- ۲۲۷..... ہندو کی لائی ہوئی شیرینی پر کس طرح فاتحہ پڑھے
- ۲۲۷..... فاتحہ جائز و مستحب ہے اور اصل اشیا میں اباحت ہے
- ۲۳۰..... تبارک ایصال ثواب ہے اور مستحب مستحسن
- ۲۳۱..... ایصال ثواب سنت ہے
- ۲۳۶..... (۵) معاملات
- ۲۳۶..... ہندوستان کے کفار سلطنت مغلیہ کے دور میں بھی حربی تھے
- ۲۳۷..... مرتدین سے معاملات بھی حرام ہیں
- ۲۴۱..... مسلم لیگ کے احوال
- ۲۴۳..... ہندوستان دارالاسلام ہے
- ۲۴۷..... (۶) ماکولات
- ۲۴۷..... سرکہ کھانا اچھا ہے
- ۲۴۷..... کھڑے ہو کر کون سا پانی پیئیں

- (۷) حقوق..... ۲۴۸
- اولاد پر والدین کا نفقہ کب واجب ہے..... ۲۴۸
- جو کام شریعت کے خلاف نہ ہو اس میں باپ کی اطاعت لازم ہے..... ۲۵۲
- اہل سنت کے حقوق کی حفاظت کے لیے فرق باطلہ کے ساتھ مجالست جائز ہے..... ۲۵۲
- شرعی جرم اور حقوق الہی کی خلاف ورزی میں توبہ لازم مسلمانوں کی معافی سے معاف نہیں ہوگا..... ۲۵۵
- ماں باپ کی نافرمانی اور افساق فاجر حرام کار مستحق نار مستوجب غضب قہار ہے..... ۲۵۶
- (۸) فضائل و مناقب..... ۲۶۰
- حضرت صدیق اکبر پورے قرآن کے حافظ تھے..... ۲۶۰
- لفظ ”اعلیٰ حضرت“ کے معنی و مطلب..... ۲۶۳
- قبر کے پاس ذکر خدا اور رسول سبب نزول رحمت ہے..... ۲۶۳
- ذکر حضور ذکر خدا ہے لہذا یاد حضور کی قسم درست ہے..... ۲۶۷
- صالحین کے جوار میں بخشش کی امید زیادہ ہوتی ہے..... ۲۷۲
- (۹) تقلید..... ۲۷۳
- امام اعظم کے تلامذہ کے اقوال بھی امام اعظم ہی کے اقوال ہیں..... ۲۷۳
- (۱۰) متفرق..... ۲۸۲
- مسلمان ہونا عزت اور کافر ہونا ذلت ہے..... ۲۸۲
- آیت سلام کا مطلب اور چند مبہم سوالات کے جواب..... ۲۸۷
- جزیہ کفر کی سزا ہے کہ دارالاسلام میں رہتے ہوئے قتل سے امان کا بدلہ ہے..... ۲۹۵
- چندہ کا روپیہ چندہ دینے والوں کی ملک ہے جب تک اسی کام میں جس کے لیے دیا خرچ نہ ہو..... ۳۰۱
- اسلام قبول کرنے والوں نے اس کو حق جان کر ہی قبول کیا نہ کہ محض تلوار کے خوف سے..... ۳۰۳
- مداریوں کے سلسلہ سوخت کے بارے میں سوال کی اصلاح..... ۳۰۵
- حضرت امام حسن مجتبیٰ کے قتل کی نسبت آپ کی بیوی جعدہ کی طرف بے سرو پا حکایت نہیں..... ۳۰۵

- ۳۱۰..... ہجرت اچھی چیز ہے مگر بوقت ضرورت و مناسب حال
- ۳۱۲..... مسلمان کو اسلام نے مسلح رہنے کا حکم دیا، اس کی تفصیل فتوے میں مذکور
- ۳۱۷..... جس کا کل مال خبیث ہے وہ کسی سے قرض لے کے خیرات کرے تو اس کا لینا درست..
- ۳۱۹..... حضور کی اولاد امجاد کے بارے میں چھ پر اتفاق ہے
- ۳۲۰..... شراب پیشاب کی طرح عین نجاست ہے
- ۳۲۳..... غیر محرم استاد اور پیر ہو جانے سے محرم نہیں ہو جاتا
- ۳۲۵..... بھلائی کا حکم اور برائی سے روکنا بقدر استطاعت فرض ہے
- ۳۳۹..... فاسق و فاجر پیر نہیں ہو سکتا
- ۳۴۳..... روز نامچہ میں لکھا ہونا شرعی ثبوت نہیں
- ۳۴۸..... حرام میں شفا نہیں، مگر طبیب حاذق غیر فاسق اسی کو آخری دوا بتائے تو استعمال میں حرج نہیں
- ۳۵۰..... حدائق بخشش حصہ سوم کے اشعار ام المؤمنین حضرت صدیقہ کے لیے نہیں
- ۳۵۵..... بعض غلط الفاظ کا حکم
- ۳۵۷..... بعض غلط الفاظ کا حکم
- ۳۵۸..... ڈاکٹر اقبال کے بعض اشعار کا حکم
- ۳۵۸..... تبلیغی جماعت و ہابیوں کی جماعت ہے
- ۳۶۲..... چند اشعار کے بارے میں سوال
- ۳۶۵..... جاہل پیروں سے دور رہو
- ۳۶۷..... جھوٹا مقدمہ قائم کرنا کیسا ہے
- ۳۶۸..... تائب گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے
- ۳۷۰..... مسلمان ہونا عزت

کتاب الوصایا

- ۳۷۵..... وصیت کا بیان
- ۳۷۵..... وصیت و ارث کے لیے جائز نہیں

۳۷۸..... ہر وصیت کا پورا کرنا لازم نہیں ہوتا.....

کتاب المیراث

۳۸۰..... وراثت کا بیان.....

۳۸۰..... وارثوں میں پوتے پوتیوں کے احوال.....

۳۸۲..... بیوی کی بدکاری وراثت سے محروم نہیں کرتی.....

۳۸۵..... والد کسی بچے کو عاق کر دے تو بھی وہ وارث ہوگا.....

۳۸۵..... عورت شوہر کو بغیر کسی صراحت کے روپیہ پیسہ دے تو بظاہر وہ ہبہ ہے.....

۳۸۶..... لڑکیوں کو میراث سے محروم کرنا گناہ ہے.....

۳۸۷..... مرتدہ عورت مہر کی حق دار ہے ترکہ کی نہیں.....

فہرست مسائل

جلد پنجم

وقف کا بیان

- ۶..... وقت کا متولی واقف، پھر وصی، وہ نہ ہو تو والد کی اولاد میں سے جو اس کا اہل ہو.....
- ۶..... واقف کی موت کے وقت واقف کی اولاد میں صغریٰ کی وجہ سے کوئی تولیت کا اہل نہ ہو تو کیا حکم ہے.....
- ۷..... واقف کی اولاد کو تولیت تو تولیت مدرسہ کارکن بھی نہ بنانا ممبران مدرسہ کا ظلم ہے.....
- ۷..... ان بلاد میں اعلم علمائے بلد قاضی کے حکم میں.....
- ۸..... وقف کی بیع جائز نہیں، تبدیلی وقف کی صورتیں.....
- ۹..... وقف فی سبیل اللہ ہو تو واقف کی محتاج اولاد بھی مصرف ہے.....
- ۱۰..... وقف علی النفس اور وقف علی الاولاد میں تسلیم شرط نہیں، ائمہ کے اختلاف کا بیان.....
- ۱۵..... فتویٰ مختلف ہو تو متون پر عمل ہوگا.....
- ۱۶..... جب ترجیح میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایہ کی طرف رجوع واجب ہے.....
- ۱۷..... مسائل وقف میں اکثر مفتی بہ مرنج قول امام ثانی ہے.....
- ۲۱..... جو جائیداد اپنی نہیں اس کا وقف مذہب صحیح میں درست نہیں.....
- جو زمین مدرسہ کے لیے وقف کر دی گئی اب کسی دوسرے کام کے لیے وقف نہیں ہو سکتی مولوی مختار احمد بنارس کے فتویٰ کی تردید.....
- ۲۶.....

وقف سے واقف کی ملکیت کے زوال سے متعلق ائمہ کلاشہ کے اقوال..... ۳۰

ٹھیکہ کی ایک صورت سے متعلق سوال کا جواب..... ۳۵

اوقاف کے لیے کسی بھی حکومت کا ایسے قوانین وضع کرنا جو املاک موقوفہ کے لیے مضر ہوں صریح ظلم

ہے اور حسب استطاعت ان کے خلاف آواز اٹھانا فرض ہے..... ۳۶

گورنمنٹ کا واقف کے مقرر کردہ متولی کو حق تولیت سے محروم کرنا اور اپنی مقرر کردہ کمیٹی یا بورڈ کو متولی

کے اختیار پر دینا اشد ظلم اور مداخلت فی الدین ہے..... ۳۹

مشترکہ چیز جس کی تقسیم ہو سکے اس کا وقف درست ہے یا نہیں..... ۴۱

مسجد اور اس سے متعلقہ زمین میں تدفین جائز نہیں..... ۴۸

کیا عید گاہ کی زمین بیچ کر عید گاہ کے لیے دوسری زمین خرید سکتے ہیں..... ۴۹

کسی نے کوئی عورت خریدی کیا وہ باندی کے حکم میں ہوگی، اگر نہیں تو کیا اس سے خریدنے والے کا

نکاح ہو سکتا ہے..... ۵۲

ایک شخص نے ضرورت مند آدمی سے کہا اگر تم گندم فی روپیہ سولہ سیر فروخت کرو تو میں خرید لوں گا

جب کہ بازاری نرخ فی روپیہ چودہ سیر تھا۔ مالک نے اپنی ضرورت کی وجہ سے گندم فروخت کر دیے

کیونکہ دوسرا گاہک بروقت نہیں مل رہا تھا اس بیع و شرا کا کیا حکم ہے..... ۵۳

ایک غریب کو ایک شخص نے ادھار گندم دیئے اور بازار کے بھاؤ سے زیادہ قیمت پر دیئے یہ کیا

ہے..... ۵۳

بازاری بھاؤ سے زائد پر ادھار خرید و فروخت کا حکم کیا ہے..... ۵۴

بینک اور ڈاک خانہ سے جو زائد رقم ملتی ہے اس کا لینا کیسا ہے..... ۵۷

اگر حربی کافر کو زیادہ لینے کی غرض سے قرض دیا جائے اور اس لین دین کی دستاویز میں اس زیادتی کو

سو د لکھا جائے تو کیا حکم ہے؟ کیونکہ وکلا کہتے ہیں کہ اگر اس طے شدہ زیادتی کو کاغذ میں سو د نہیں لکھا

جائے گا تو منازعت کی صورت میں یہ زیادتی نہ ملے گی بلکہ صرف اصل رقم ملے گی..... ۶۲

اگر حربی کافر سے کچھ روپیہ فی صد کی زیادتی پر قرض کا معاملہ ہو چکا ہے تو سو د کے برے نام کی وجہ

سے اس کے پاس نہ چھوڑے بلکہ مع زیادتی وصول کرے، رہا نیا معاملہ کرنا، اگر حال یہ ہے کہ عام

- مسلمانوں کو خبر ہو جائے گی اور وہ مسئلہ سے ناواقفیت کی بنا پر سود خوری کی تہمت لگائیں گے نفرت کریں گے تو ایسے معاملہ سے بچنا چاہیے ورنہ کوئی حرج نہیں..... ۶۴
- حربی کافر کا مال جس طرح بھی مسلمان کے ہاتھ آئے مباح ہے مگر اس کا لحاظ رہے کہ اپنی جان کی ہلاکت، اپنی عزت کی ہتک نہ ہو..... ۶۵
- دو وہابی مفتیوں کے فتاویٰ کی اغلاط کی نشان دہی..... ۶۵
- ہر کار فرحربی، سناتنی ہو یا آریہ یا چینی وغیرہ اس سے وہ معاملہ جو دو مسلمانوں یا مسلم و ذمی کے درمیان سود ہوتا ہے سود نہیں کہ مال حربی معصوم نہیں..... ۶۷
- رافضی یا وہابی و دیوبندی سے قرض پر نفع لینا کیسا ہے..... ۶۷
- یہاں کے پوسٹ آفس یا بینکوں سے جو زیادتی ملتی ہے وہ سود نہیں حلال ہے..... ۶۸
- ہر کافر کا مال مباح وغیر معصوم نہیں، حربی کافر کا مال غیر معصوم و مباح ہے، ذمی کا نہیں وہ اور اس کا مال حکم مسلم و مال مسلم میں ہے..... ۶۹
- ہندوستان کی مسلم ریاستوں کے کفار جو شرعاً صحیح طور پر ذمی ہوں، ذمی ہیں باقی سب حربی..... ۶۹
- کفار ہند کے حربی ہونے پر دلائل..... ۷۰
- کافر خاکروب سے اپنا قرض وصول کرنے کے لیے اس کے خنزیر لے لینا اور ان کو بکوانا یا خود بیچنا کیسا ہے..... ۷۱
- امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے ایک فتوے کی تفہیم..... ۷۲
- کافر کا روپیہ مار لینا یا بلا ٹکٹ سفر کرنا کیسا ہے..... ۷۵
- گورنمنٹ کے ملازم کو اپنی وضع شدہ رقم کے ساتھ زائد رقم بھی لینا درست ہے سود نہیں..... ۷۵
- جس کی جائیداد پر سودی قرض ہو اسے اس کی آمدنی کا کھانا پینا حرام نہیں نہ نماز روزہ میں اس سے فرق آئے..... ۷۵
- مسلمان آڑھیوں کے لیے ایک طریقہ کہ ان کو نفع بھی ہو اور سود سے بھی محفوظ رہیں..... ۷۶
- بینک اور ڈاک خانہ کے منافع کا حکم..... ۷۷
- مدرسہ کی رقم لوگوں کو تجارت کے لیے دینا اور اس پر زیادہ رقم وصول کرنا کیسا ہے..... ۷۸

- ۸۵..... مہر کی نالش میں سود لگانا حرام ہے۔
- ۸۵..... جائیداد پر سودی قرض لینا کیسا ہے؟ اور اس جائیداد کی آمدنی سے صدقہ خیرات کا کیا حکم ہے۔
- ۸۶..... امام ضامن باندھنا کیسا ہے۔
- ۸۶..... جس نے اپنا نتیجہ، چالیسواں کر لیا وہ دوسرے شخص کی فاتحہ کا کھانا کھا سکتا ہے یا نہیں۔
- ۸۶..... مزارات اولیا پر حاضر ہو کر اپنے مقاصد کے لیے دعا مانگنا کیسا ہے۔
- زید نے اپنے وطن سے دور ایک شہر میں وہاں کے کچھ لوگوں سے قرض لیا ادائیگی سے قبل ہی بیماری کی وجہ سے اپنے وطن آ کر وفات پا گیا، زید کے ورثہ کو یہ نہیں معلوم کہ قرض دینے والے کون لوگ ہیں دریں صورت زید کے وارثین کیا کریں۔
- ۸۷.....
- ۸۸..... قرض لے کر واپس نہ دینا حرام ہے۔

ہبہ کا بیان

- زید نے بمرض سرطان کل جائیداد کا ہبہ نامہ اپنی دختر کے حق میں تحریر کر دیا نو دس دن کے بعد وہ فوت ہو گیا تو اس ہبہ کا کیا حکم ہے۔
- ۹۰.....

اجارہ کا بیان

- ۹۳..... نماز جنازہ کی امامت کے لیے اجرت ٹھہرانا کیسا ہے۔
- ۱۰۰..... اجارہ کی مدت اور اجرت دونوں معلوم ہوں تو قبل از وقت اجارہ فسخ کرنا کیسا ہے۔
- ۱۰۱..... علم نجوم کے ذریعہ سوال کا جواب دینے پر اجرت لینا کیسا ہے اور خود علم نجوم سیکھنے کا کیا حکم ہے۔
- کرایہ پردی گئی زمین میں اگر لینے والا ناجائز افعال کرے تو یہ اجارہ درست ہے یا نہیں اور کرایہ لینے کا کیا حکم ہے۔
- ۱۰۲.....

غصب کا بیان

- ۱۰۶..... غیر کی زمین یا کوئی چیز غصب کر لینا، زبردستی اس پر قابض ہو جانا حرام ہے۔

ذبح کا بیان

- ۱۰۹..... طوطا، ہد ہد، بگلا، خرگوش کا کیا حکم ہے اور طبعی کا کیا مطلب ہے
- ۱۰۹..... مردار مرغی بیچ کر اس کی قیمت استعمال کرنا کیسا ہے
- ۱۱۰..... عورت کا ذبیحہ جائز ہے
- ۱۱۱..... بتوں کے نام پر چھوڑا گیا حلال جانور ذبح شرعی کے بعد حلال ہے
- ۱۱۱..... حلال پرندوں اور جانوروں کا بیان
- ۱۱۲..... ذبح سے پہلے جانور کے پستول وغیرہ سے گولی مارنا کیسا ہے
- ۱۱۳..... جس جانور سے بد فعلی کی گئی ہو اس کا کیا حکم ہے
- ۱۱۶..... قربانی کا گوشت کافر کو دینا کیسا ہے

> امر

- ۱۱۸..... کیا گراموفون سے نعت وغیرہ سن سکتے ہیں
- ۱۱۸..... آتش بازی چھوڑنا، فروخت کرنا اور دوسروں کو رغبت دلانا کیسا ہے
- ۱۲۰..... کن لوگوں کو سلام نہیں کرنا چاہیے
- ۱۲۱..... مردانہ وضع کا جوتا عورت کے لیے درست نہیں
- ۱۲۱..... دولہا کو مہندی لگانا کیسا ہے اور اگر دولہا زیور پہنے ہو کنگن باندھے ہو تو نکاح درست ہوگا یا نہیں
- ۱۲۲..... وہ جوتا استعمال نہ کریں جس میں جھوٹا کام ہو اور وہ سچا بھی جو مغرق ہو
- ۱۲۲..... سیاہ لباس جائز ہے مگر محرم میں درست نہیں کہ یہ روافض کا دستور ہے
- ۱۲۲..... چوڑیاں مرد کے لیے ناجائز، پہننے والے لگنے گار ہوتے ہیں مگر بعض اولیا
- مجزوب کو بھی برہنہ نہیں دیکھ سکتے، ہر کس و ناکس کو مجذوب نہیں سمجھ لینا چاہیے اور جو مجذوب ہو اس سے بھی دور رہنا چاہیے
- ۱۲۳..... سونے کی انگوٹھی مرد کے لیے ناجائز ہے، سونا چاندی جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں
- ۱۲۳..... تاش کھیلنا گناہ ہے اور اس میں بازی لگانا حرام و در حرام

- ۱۲۴..... حربی کفار کو فاتحہ کی شیرینی دینا درست نہ غیر فاتحہ کی
- ۱۲۴..... تہبند باندھ کر قبرستان میں جانا درست ہے
- ۱۲۴..... کیا رات میں عورتوں کو نامحرموں کے سامنے ہونا درست ہے
- ۱۲۴..... مسلمانوں کی روح نجاست کفر سے پاک ہے مگر عاصی کو آلائش معاصی سے پاک کرنے کے لیے اتنی
- ۱۲۵..... مدت جہنم میں رہنا ہوگا جس تک خدا چاہے گا
- ۱۲۵..... فونوگراف کا جانا اور سننا دونوں گناہ ہیں
- ۱۲۵..... کسی کافر سے دلی محبت و موالات جائز نہیں خصوصاً مرتد سے، رافضیہ مرتدہ ہے، اس سے محبت رکھنا تو
- ۱۲۶..... بہت سخت گناہ ہے
- ۱۲۷..... چاندی سونے کا خلال نا جائز ہے محض ملمع ہو تو جائز ہے
- ۱۲۷..... اگر کوئی اپنی زندگی میں اپنی فاتحہ کرے تو ثواب کس طرح پہنچائے
- ۱۲۷..... اگر ایک مسلمان کے پختہ برتنوں میں عیسائی پادری کھانا کھایا اس کے لیے کیا حکم ہے اور اس کا حقہ
- ۱۲۸..... پانی بند کرنا کیسا ہے
- ۱۲۸..... اگر کوئی کہے کہ یہ امر شریعت میں جائز ہے لیکن ہم روا جا اس کو رد کرتے ہیں اس قائل کے لیے کیا حکم
- ۱۲۹..... ہے
- ۱۲۹..... حضرت سیدنا مدار قدس سرہ کے نام کی لڑکے کے سر پر چوٹی رکھوانا اور یہ کہنا کہ مدار صاحب کا مرغا
- ۱۲۹..... چڑھاؤں گا۔ اور پھر مدار صاحب کے میلے میں جانا، بچے کی چوٹی منڈانا، مرغے ذبح کر کے گوشت
- ۱۲۹..... فقرا میں تقسیم کرنا، ان امور کا کیا حکم ہے
- ۱۳۳..... کیا تعزیر بالمال یعنی جرمانہ کرنا جائز ہے
- ۱۳۴..... زمانہ ماضی میں سلاطین رذیل قوموں کو ضرورت سے زائد علم نہیں دیتے تھے
- ۱۳۷..... اس بات کی وضاحت و تشریح
- ۱۳۹..... فاسق معلسن کی بات پر بے تحقیق اعتماد جائز نہیں
- ۱۳۹..... جو مرد اپنی عورت کے ساتھ بھائی کی خلوت روار کھے اس کے لیے کیا حکم ہے اور اس عورت کے لیے
- ۱۴۱..... کیا حکم ہے جو اپنی آبرو کی حفاظت کے لیے غیر محرم کے گھر میں پناہ لے

- ثانی باندھنا کیسا ہے، اور ایک عالم دین اس شخص کی شادی میں شریک ہوئے کھانا کھایا اور نکاح پڑھا یا جس کے چاروں بھائی ثانی باندھے نکاح میں شریک تھے جب کہ یہی عالم کہتے ہیں کہ ثانی باندھنا کفر ہے ان کے لیے کیا حکم ہے..... ۱۴۳
- ساس کا ہاتھ چومنا کیسا ہے؟ اور کیا عورت رضاعی بھائی سے پردہ کرے..... ۱۴۴
- ایمر جنسی دور کا یادگار فتویٰ کہ نس بندی ناجائز و حرام ہے..... ۱۵۲
- کیا جو شخص سوانگ کرائے اس پر اور جو دیکھیں ان پر کفر عائد ہوتا ہے..... ۱۵۴
- عشرہ محرم میں کچھ بے ہودہ رسمیں اور ان کے کہنے اور کرنے والوں کا حکم..... ۱۵۴
- جس سنی کے یہاں برات میں وہابی لوگ بھی آئیں، کھانا کھائیں اس کا اور اس کے یہاں کھانے والے سنیوں کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا یہ لوگ وہابی ہو جائیں گے جب کہ وہ شخص اپنے تایا وہابی کو برا کہتے ہیں..... ۱۵۵
- جو یہ کہے کہ ”ہم سے ہندوؤں کا ایمان زبردست ہے“ اس کے لیے کیا حکم ہے..... ۱۵۵
- جو لوگ خود نماز نہ پڑھیں، داڑھی منڈائیں اور دوسروں کو نماز کی تاکید کریں، تعزیہ داری کے لیے جبرا چندہ لیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟..... ۱۵۶
- کچھ لوگ ناپاکی کی حالت میں کنوئیں سے پانی بھر کر لوگوں کے گھروں میں ڈالتے ہیں اس پانی سے وضو غسل بھی کیا جاتا ہے، تو کیا یہ پانی لائق وضو غسل ہے؟..... ۱۵۶
- جبریہ چندہ لینے والوں، تہمت باندھنے والوں، ناحق مسلمان کو ایذا دینے والوں اور ناجائز طور پر حقہ پانی بند کرنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟..... ۱۵۷
- وہابیہ کی ہمدردی کرنا حرام ہے..... ۱۵۷
- جو بچہ زنا سے پیدا ہو وہ ضرور ولد الحرام ہے مگر اسے حرامی ہرگز نہیں کہنا چاہیے کہ اسے ایذا پہنچے گی جیسے کانے کو کانہ کہنا..... ۱۵۸

مسائل سماع

- کیا صوفیوں کو مزامیر کے ساتھ قوالی سننا جائز ہے..... ۱۶۰

- ۱۶۶..... کیا سلسلہ قادریہ کا مرید دوسرے سلسلہ میں بیعت نہیں ہو سکتا۔
ایک مجلس میں چند مسلمان بیٹھے ہوں ان میں بعض داڑھی والے بھی ہوں تو ان کو بے سلام کیے گذرنا
کیسا ہے اور فاسق معلن کو ابتدا بے سلام کا کیا حکم ہے..... ۱۶۸
۱۶۸..... مزار کو اپنی ملک بنانا جائز نہیں۔
۱۷۰..... پیر کے لیے کیا امور لازم ہیں.....
۱۷۰..... وہابی وغیرہ سے استفتانہ کیا جائے، جاہل اگر چہ سنی ہو اسے مفتی بنانا جائز نہیں اور جاہل اگر وہابی وغیرہ
بد عقیدہ ہو اسے مفتی بنانا اور اشدر حرام..... ۱۷۱
۱۷۲..... عورت کا بال کٹوانا جائز اور موجب لعنت ہے زید کا حدیث مسلم سے استدلال درست نہیں..... ۱۷۲
۱۷۲..... کفار کے مذہبی میلوں اور مجلسوں میں جانا کیسا ہے.....
عرف میں حکیم دوادینے والے کو کہتے ہیں اور حکیم اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے یہاں حکیم کا معنی ہے حکمت
والا، اللہ تعالیٰ کا ہر قول و فعل پر از حکمت ہے..... ۱۷۵
۱۷۵..... کسی کو ”اللہ میاں“ کہنا کیسا ہے.....
۱۷۸..... اس کے بارے میں دوسرا سوال و جواب.....
۱۷۸..... دیوبندیوں اور جماعت اسلامی کے عقائد کفریہ پر مطلع ہوتے ہوئے ان سے خلط ملط رکھنے والا ان
سے سلام کلام کرنے والا فاسق معلن ہے اسے امام بنانا گناہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ایسے شخص
کے عقائد کی جانچ بھی کی جائے..... ۱۷۹
۱۸۰..... بے ثبوت شرعی کسی پر الزام لگانے والے کے لیے کیا حکم ہے.....
۱۸۰..... مردہ جانور کی کھال اتارنا جائز ہے جو لوگ اس پر معترض ہیں اور کھال اتارنے والوں کے ساتھ کھانا
پینا برا سمجھتے ہیں خطا پر ہیں انہیں اس پر احترام لازم ہے..... ۱۸۲
۱۸۳..... مینڈک کی بیج جائز نہیں.....
۱۸۳..... خالی قوالی جائز ہے اور قوالی مع مزامیر حرام ہے۔ اور اسے جائز بتانا اور اشدر حرام اور اس کے سننے کا
الہام بزرگوں پر رکھنا اور اشدر حرام ہے..... ۱۸۵
۱۸۶..... قرآن مجید سے فال نکلنے کا کیا حکم ہے.....

- ۱۸۷..... متعلق ایک سوال کا جواب میراث سے
باپ کو ایذا دینے والے سخت گناہ گار ہیں ان پر توبہ فرض ہے اگر باز نہ آئیں تو ان سے قطع تعلق کیا
جائے..... ۱۸۸
۱۸۹..... مرتکب کبائر کو کافر کہنے والے کے لیے کیا حکم ہے
علماء تو علماء کسی مسلمان کو گالی دینا جائز نہیں سخت گناہ ہے لیکن گالی دینے والا کافر نہ ہوگا جس نے کافر کہا
وہ توبہ کرے..... ۱۹۰
اگر کوئی وہابیوں، دیوبندیوں کے کفریات قطعہ پر مطلع ہوتے ہو انہیں کافر کہنے سے روکے تو وہ بھی
انہی جیسا ہے..... ۱۹۰
حرام پیشہ کرنے والے کی لڑکی کی شادی کا کیا حکم ہے..... ۱۹۱
بے تحقیق وثبوت گناہ کبیرہ کی نسبت مسلمان کی طرف جائز نہیں..... ۱۹۲
محفل سماع کے بارے میں محقق و مفصل بحث..... ۱۹۲
کیا غیر محرم عورت کو بے پردہ مرید کرنا درست ہے یا نہیں..... ۲۰۰

اباحت

- ۲۰۱..... یہ کہنا کہ یہ جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، جائز ہے
یہ گڑیا تصویر کے حکم میں ہے اور بچوں کا اس سے کھیلنا کیسا ہے..... ۲۰۲
علماء اور اولیا کی قدم بوسی جائز ہے..... ۲۰۵
پیر کو خدا کہنا یا اس کی صورت کو خدا بتانا کفر خالص ہے..... ۲۰۵
ذکر شہادت میں رقت طاری ہونا سوگ منانا نہیں..... ۲۰۶
عربی اردو کی خستہ کتابیں جلا کر رکھ محفوظ گوشہ میں دفن کرنے میں کوئی گناہ نہیں..... ۲۰۶
بیعت کے لیے شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں..... ۲۰۷
جو ہوئی کو پاک تیوہار بتائے وہ توبہ و تجدید ایمان کرے..... ۲۰۷
عورت جو پاک کمائی کرنے اس کی وہی مالک ہے لیکن اگر اس کی شئی کے لیے شوہر کی واجب

- ۲۰۷..... خدمت ترک کرے گی تو گنہ گار ہوگی۔
- بیعت ایک جگہ ہو طلب فیض دوسروں سے بھی کر سکتا ہے بایزید بسطامی جگہ یا اس سے زائد مرید ہوئے.....
- ۲۰۷.....
- ۲۰۸..... حقہ سگریٹ پینا جائز ہے یا نہیں۔
- ۲۰۸..... داڑھی کے احکام۔
- ۲۰۹..... کیا بانگ دینے والی مرغی کو جلد از جلد ذبح کر دینا چاہیے۔
- ۲۰۹..... مہدی اور انار کے پیڑ کو بخش سمجھنا جاہلانہ خیال ہے اس سے باز آنا لازم ہے۔
- جو ڈاکٹر کے ذریعہ بیوی کی بچہ دانی نکلوا دے اور اس کو گھر سے نکال دے اور نان نفقہ نہ دے سخت ظالم اور گنہ گار ہے اس پر واجب ہے کہ بیوی کو بھلائی سے رکھے یا اسے آزاد کرے.....
- ۲۱۰..... ریڈیو سننے کا کیا حکم ہے۔
- ۲۱۰..... بستی میں مسلمانوں کی دو پارٹیاں ہیں امام صاحب نے ایک پارٹی کے ایک شخص سے کہا کیا خالی ہاتھ آتے ہوںٹھی لے کر آؤ یہ کیسا ہے۔
- ۲۱۱..... کسی مسلمان کی غیبت کرنا حرام ہے۔
- ۲۱۱..... محفل میلاد میں بچھائے گئے منبر کے علما مستحق ہیں اور وہ غیر عالم بھی جو مستند کتابوں سے پڑھ کر سنائیں جو فاسق و فاجر ہو اس کو منبر پر نہ بٹھایا جائے۔
- ۲۱۳..... عشرہ محرم میں حسنین کریمین کے ذکر مبارک کی مجالس کا انعقاد طریقہ اہل سنت اور پسندیدہ ہے۔
- ۲۱۷..... دف بجا کر نعت شریف پڑھنا کیسا ہے۔
- ۲۱۷..... کسی بزرگ کے قدیم جھنڈے پر سوال چڑھانا کیسا ہے۔
- ۲۱۷..... کسی درویش کے خیر مقدم میں ان کی راہ میں بکرے ذبح کرنا اور بکروں کا فوٹو لینا کیسا ہے۔
- ۲۱۹..... میلاد شریف میں پڑھی جانے والی ایک روایت کی تحقیق۔
- ۲۲۰..... مجلس میلاد میں سلام کے لیے قیام جائز و مندوب ہے۔
- ۲۲۰..... کھانا شیرینی سامنے رکھ کر فاتحہ دینا جائز ہے۔
- ۲۲۱..... اگر خواتین اس طرح میلاد شریف پڑھیں کہ غیر محرم تک ان کی آواز نہ جائے اس میں حرج نہیں۔

- ۲۲۱..... وہابیوں سے میل جول رکھنے والے سے ہرگز میلاد شریف نہ پڑھوائیں
- ۲۲۲..... ایک روایت کی تحقیق
- شہادت نامہ جس میں تمام صحیح روایات ہوں پڑھنا اچھا ہے داستان امیر حمزہ کا پڑھنا حرام ہے چنگ
- ۲۲۶..... نامہ اور نور نامہ میں اگر غلط روایات ہوں تو ان کا پڑھنا بھی جائز نہیں

فاتحہ و ایصال ثواب

- فاتحہ مستحب ہے خواہ جہاں ہو اور قریب مزار اور اچھی کہ ایصال ثواب ہوگا اور تلاوت قرآن سے میت کو فرح و سرور بھی ہوگا..... ۲۲۷
- ہندو کی چیز پر فاتحہ نہیں ہو سکتی، اس کی لائی ہوئی شیرینی کو اپنی کر کے اور فاتحہ کر اپنی سمجھ کر تقسیم کریں..... ۲۲۷
- مروجہ فاتحہ کے جواز و استحباب پر دلائل..... ۲۲۸
- حضرت ابو ذر غفاری حضرت سیدنا ابراہیم کی وفات کے تیسرے دن اونٹنی کا دودھ، جو کی روٹی اور کھجور لائے اور اس کے سامنے رکھیں، آپ نے ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھی پھر ان اشیاء کو تقسیم کر دیا یہ حدیث حضرت مجیب کی نظر میں ثابت نہیں..... ۲۳۰
- تبارک کرنا کیسا ہے؟ اور اس بات کا جواب کہ کیا رسول مقبول یا صحابہ کرام یا امام ابوحنیفہ نے کرنے کا حکم دیا ہے..... ۲۳۰
- جو پوری عمر باوجود قدرت کے نہ محفل میلاد شریف کرائے، نہ گیارہویں شریف، نہ اپنے آباؤ اجداد کی فاتحہ کرائے اور صوم و صلوة کا پابند ہو اس کے لیے کیا حکم ہے..... ۲۳۳
- مزار پر چادر چڑھانا کیسا ہے..... ۲۳۴

معاملات

- ۲۳۶..... کیا ہندوستان کے کفار حربی ہیں
- مرتدین کے ساتھ معاملات کرنا، ان کے ساتھ کھانے پینے کا کیا حکم ہے؟ اگر ان سے قطع تعلق کرنے میں ان بات کا خوف ہو کہ وہ ستائیں گے اور یہ متحمل نہ ہو سکے گا تو کیا کرے..... ۲۳۷

- ۲۴۰..... کیا حنفی بوقت ضرورت دوسرے امام کے مسئلہ پر عمل کر سکتا ہے
- ۲۴۲..... مسلم لیگ میں شرکت اور اس کی اعانت کے تعلق سے ایک سوال اور اس کا جواب
- ۲۴۴..... ہندوستان دارالاسلام ہے دارالحرہ نہیں یہاں شہر و قصبات میں جمعہ فرض ہے
- ۲۴۴..... ”حج“ نام کی فلم دیکھنے کے بارے میں سوال اور اس کا جواب
- ۲۴۷..... سرکہ کھانا کیسا ہے
- ۲۴۷..... جھوٹا پانی، سبیل کا پانی، وضو کا بچا ہوا پانی، آب زمزم، کیا یہ پانی کھڑے ہو کر پینے چاہئیں؟
- ۲۴۸..... والدین اگر بے دین یا مرتد ہوں تو کیا ان کا نفقہ لڑکے پر واجب ہے
- ۲۵۳..... جو امر خلاف شرع نہ ہو اس میں باپ کی اطاعت لازم ورنہ ضرور عاق ہے
- ماں باپ دونوں کی اطاعت لازم ہے اور جہاں دونوں کی نہ ہو سکے وہاں والد کی اطاعت مرتجع ہے
- ۲۵۴..... کیا ایسی انجمن میں سنی مسلمان شرکت کر سکتا ہے جو صرف مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا کام کرے اور اس میں بلا قید ہر فرقہ کے لوگ شریک ہوں
- ۲۵۵..... زید غیر مقلد نے نیاز کو حرام بتایا، عمر وغیر مقلد نے شراب پینے کو نیاز کھانے سے بہتر کہا۔ سنیوں کے حقہ پانی بند کرنے پر معافی مانگتے ہیں ان کی معافی کی کیا صورت ہے
- ۲۵۵..... جو لڑکا باپ کی توہین کرے، اسے ایذا دے سخت فاسق و فاجر شدید ہے اس پر توبہ لازم اور باپ کو راضی کرنا ضروری ہے لیکن وہ اس جرم عظیم کے سبب جب تک مسلمان ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ باپ کے بعد اس کا وارث نہ ہو
- ۲۵۷..... حضرت صدیق اکبر پورے قرآن کے حافظ تھے۔ اور پہلے جامع قرآن بھی آپ ہی ہیں
- ۲۶۳..... لفظ اعلیٰ حضرت کا معنی کیا ہے
- ۲۶۴..... قبر کے پاس ذکر خدا اور رسول سبب نزول رحمت ہے لیکن وہاں عورتوں کی شرکت نہ چاہیے
- جس نے کہا خانہ کعبہ میں بھی زنا ہوتا ہے، شراب پی جاتی بد معاشیاں ہوتی ہیں (معاذ اللہ) اس کا کیا حکم ہے
- ۲۶۴..... اگر کوئی یہ کہے کہ خواب میں حضور نے فرمایا: عورتیں جہاں چاہیں جانے دو کیوں روکتے ہو ایسے آدمی

- ۲۶۵..... کا کیا حکم ہے.....
- ۲۶۷..... اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک شعر پر پیدا ہونے والے ایک شبہ کا جواب.....
- ۲۷۲..... اعلیٰ حضرت کے دستخط کے بارے میں ایک سوال کا جواب.....
- ۲۷۲..... صالحین کے جوار میں بخشش کی امید زیادہ ہوتی ہے.....
- اولیا سے فیض مزار ہی پر نہیں دور سے بھی ملتا ہے مگر دور اور نزدیک میں زیادت توجہ کا فرق ہو سکتا ہے.....
- ۲۷۲..... امام اعظم کے تلامذہ کے اقوال بھی امام اعظم ہی کے اقوال ہیں.....
- ۲۷۳..... مسلمانوں کی کون تو میں رذیل ہیں، اصل اور کم اصل کی تعریف کیا ہے، جنہوں نے فرق باطلہ کی بنیادیں ڈالیں یا ان کی تبلیغ کی یہ سب رذیل ہیں یا نہیں، کیا اصل طیب کے اکثر یا چند افراد بد مذہب ہو جائیں تو ان کی تو میں رذیل ہو جائیں گی، ان تمام امور کے تسلی بخش جوابات.....
- ۲۸۲..... آیت سلام کا مطلب اور اس کے ذریعہ فریب دینے والوں کا رد اور چند مبہم سوالات کے جوابات.....
- ۲۸۸..... جزیہ جو اسلامی حکومت میں غیر مسلم اقوام سے لیا جاتا تھا وہ کیا تھا اور کیوں لیا جاتا تھا اس کا مفصل جواب.....
- ۲۹۵..... چندہ کاروپہ جس کا خیر کے لیے جمع کیا گیا اگر اس سے بچ جائے تو اس کا کیا حکم ہے.....
- ۳۰۱..... اسلام اپنی حقانیت ہی سے پھیلا یہ غلط ہے کہ تلوار کے زور سے پھیلا.....
- ۳۰۳..... مدار یوں کا سلسلہ سوخت ہونے کے بارے میں سوال اور لوگوں کے اس معاملہ میں نہ پڑنے اور ان سے تعرض نہ کرنے کے بارے میں تشبیہ.....
- ۳۰۵..... اس پر دلائل کہ امام حسن مجتبیٰ کو جعدہ ہی نے زہر دیا تھا لیکن جو اس کے مخالف ہیں ان پر طعن نہیں کیا جائے گا.....
- ۳۰۶..... مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے کے بارے میں ایک سوال اور اس کا جواب.....
- ۳۱۱..... قرآن حکیم نے اہل اسلام کو قوت تیار رکھنے کا حکم دیا جس کی قدرت ہو قوت سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے جنگ میں طاقت حاصل کی جائے.....
- ۳۱۳.....

- ۳۱۷..... تو اس کا استعمال نمازی یا متعلم کو کیسا ہے۔
- ۳۱۹..... حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے کتنے تھے۔
- ۳۲۰..... پینا حلال ہے۔
- ۳۲۳..... غیر محرم شخص استاد یا پیر ہو جانے سے عورت کا محرم نہیں ہو جاتا عورت پر اس سے پردہ فرض ہے پہلے کی طرح۔
- ۳۲۵..... امر بالمعروف وازالہ منکر بقدر استطاعت فرض ہے اور جو برے طریقے ریاست میں جاری کیے گئے ان کے خلاف احتجاج ضروری۔
- ۳۲۶..... جو داڑھی منڈاتا ہو، بے عذر تارک جماعت ہو اس سے بیعت ہونا کیسا ہے۔
- ۳۲۷..... محض روزنامچہ میں کسی کے ذمہ روپیہ لکھا ہونا ثبوت شرعی نہیں جب کہ مدعا علیہ منکر ہو۔
- ۳۲۸..... ڈاکٹروں کی تجویز پر علاج کے لیے مادہ خرد کا دودھ پینا جائز ہے یا نہیں۔
- ۳۵۵..... جب حدائق بخشش سوم کے متنازع اشعار کے شہاں متعلق حضرت مرتب نے اپنے مشاہل کو خطا مانکر توبہ کر لی، شائع کر دی، اس کے بعد ان پر طعن تشنیع کا کیا حکم ہے۔
- ۳۵۶..... جو کہے کہ اعلیٰ حضرت اپنی کتابوں میں مطابق قرآن و حدیث لکھ گئے ہیں اس کو قدرت بھی کم و بیش نہیں کر سکتی۔ اس کے لیے کیا حکم ہے؟
- ۳۵۶..... پٹھان قوم کو حرام کہنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟
- ۳۵۷..... ایک شخص نے ایک مولانا صاحب سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ”ملا کی ماری حلال ہے“ اس کے لیے کیا حکم ہے۔
- ۳۵۸..... ڈاکٹر اقبال جنہوں نے شکوہ اور جواب شکوہ میں کفریات بکے کیا ان کی تو عہدہ کا کوئی ثبوت ہے۔
- ۳۵۹..... تبلیغی جماعت اس کے بانی کے کچھ حالات اور تبلیغی جماعت کے اجتماع میں شرکت ان کی کتابیں پڑھنے کا حکم۔
- حضور سیدنا غوث اعظم اور اس کا غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو طائر لا ہوتی اور شہباز لا مکاں کہنا

- کیسا ہے..... ۳۶۴
- محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہنا کہ آپ بے میم کے احمد ہیں، کیسا ہے..... ۳۶۵
- اگر شیخ مرید کو ایسی بات کا حکم دے جو خلاف شرع ہو تو مرید کو کیا کرنا چاہیے..... ۳۶۶
- کیا روحانیت اور حرام کاری جمع ہو سکتی ہیں..... ۳۶۵
- دست غیب کے لیے دعا کرنا کیسا ہے..... ۳۶۶
- کیسا کا کیا حکم ہے..... ۳۶۶
- جھوٹا مقدمہ قائم کرنا، وہ بھی اپنے پیر پر کیسا ہے؟..... ۳۶۷
- اگو کوئی شخص لوگوں کے کہنے سے اپنے گناہ سے تائب نہ ہو اور فتویٰ دیکھ کر توبہ کرے اب جو لوگ یہ کہیں کہ اس نے ہمارے کہنے پر توبہ نہیں کی ہم اس کی توبہ نہیں مانتے اور اس کا بائیکاٹ کریں ان کے لیے کیا حکم ہے..... ۳۶۹
- اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ارشاد کی وضاحت اور لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ..... ۳۷۰

وصیت کا بیان

- ایک وصیت نامہ کے بارے میں سوال و جواب..... ۳۷۵
- ہر وصیت کا پورا کرنا لازم نہیں ہوتا..... ۳۷۸
- وارثین میں پوتے پوتیوں کے احوال..... ۳۸۰
- بیوی کی بدکاری اس کو وراثت سے محروم نہیں کرتی..... ۳۸۵
- عاق کیا گیا لڑکا بھی وراثت ہوگا..... ۳۸۵
- زید کی بیوی نے زید کو اپنے ذاتی مال سے ایک ہزار روپے دیئے زید نے اس کو تجارت میں لگا دیا اور تجارت جاری ہے اب زید کی بیوی کی وفات ہو گئی تو اس رقم کے لیے کیا حکم ہے یہ بہہ ہے یا قرض ہے..... ۳۸۶
- لڑکیوں کو میراث سے محروم کرنا گناہ ہے..... ۳۸۷
- مرتبہ عورت مہر کی حقدار ہے ترکہ کی نہیں..... ۳۸۸

امام احمد رضا اکیڈمی کی دواہم مطبوعات

فتاویٰ بحر العلوم مکمل چھ جلدیں

شیخ الاساتذہ بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی علیہ الرحمہ کے تقریباً پانچ ہزار (۵۰۰۰) فتاویٰ کا مجموعہ، ساڑھے تین ہزار سے زیادہ صفحات پر پھیلا ہوا علمی شاہکار۔

☆ پانچ سو سے زیادہ آیات قرآنیہ سے مزین فتاویٰ

☆ تقریباً ایک ہزار احادیث و آثار سے مستدل فتاویٰ

☆ ڈھائی سو سے زیادہ مبسوط اور ضخیم کتابوں کے حوالہ جات

☆ عمدہ کاغذ و طباعت، مضبوط اور خوبصورت سنہری جلدوں سے مزین

ترتیب و تقدیم:

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

سائز: 8=30x20

صفحات: 3600

مکمل سیٹ کا عام ہدیہ: 3500

حاشیہ بیضاوی شریف عربی مکمل تین جلدیں

شیخ المشائخ حضرت علامہ شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ کی مایہ ناز

تصنیف، بارہ سو صفحات پر پھیلی ہوئی علمی دستاویز

☆ چار سو سالہ قدیم مخطوطہ کی تہیض و تحقیق

☆ مدرسین و طلبہ کے لیے انمول تحفہ

☆ تفسیری مباحث پر تحقیقی حاشیہ

☆ زیور طباعت سے مزین ہو کر پہلی بار منظر عام پر

☆ عمدہ کاغذ، خوبصورت سنہری جلدیں

تہیض و تحقیق:

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

سائز: 20×30=8

صفحات: 1248

مکمل سیٹ کا عام ہدیہ: 1500

اس جلد کا اجمالی تعارف

اس جلد کے عنوانات و ابواب حسب ذیل ہیں:

- (۱) کتاب الوقف ص (۵)
- (۲) کتاب البیوع ص (۵۱)
- (۳) کتاب الہبہ ص (۸۹)
- (۴) کتاب الاجارہ ص (۹۳)
- (۵) کتاب الغصب ص (۱۰۵)
- (۶) کتاب الذبائح ص (۱۰۸)
- (۷) کتاب الحظر والاباحہ ص (۱۱۷)
- (۸) کتاب الوصایا ص (۳۷۴)
- (۹) کتاب المیراث ص (۳۷۹)

(۱) کتاب الوقف کے تحت چار ابواب اور گیارہ فتاویٰ ہیں:

وقف کا بیان ثبوت وقف اجارہ وقف تبدیلی وقف

(۲) کتاب البیوع کے تحت بھی چار ابواب اور بائیس فتاویٰ ہیں:

خرید و فروخت منفعت سود قرض

(۳) کتاب الہبہ کے تحت صرف ایک باب ہے۔

ہبہ کا بیان

- (۴) کتاب الاجارہ کے تحت دو ابواب اور چار فتاویٰ ہیں:
- (۵) کتاب الغصب کے تحت صرف ایک باب اور ایک فتویٰ ہے۔
- (۶) کتاب الذبائح کے تحت دو ابواب اور آٹھ فتاویٰ ہیں۔

ذبح کا بیان قربانی

(۷) کتاب الحظر والاباحہ کے تحت مندرجہ ذیل دس ابواب اور ایک سو تیس فتاویٰ ہیں:

- | | |
|-------|-----------------------|
| (۱۱۸) | ۱۔ حظر |
| (۲۰۳) | ۲۔ اباحت |
| (۲۱۳) | ۳۔ میلاد و مجالس |
| (۲۲۷) | ۴۔ فاتحہ و ایصال ثواب |
| (۲۳۶) | ۵۔ معاملات |
| (۲۴۷) | ۶۔ ماکولات |
| (۲۴۸) | ۷۔ حقوق |
| (۲۶۰) | ۸۔ فضائل و مناقب |
| (۲۷۳) | ۹۔ تقلید |
| (۲۸۲) | ۱۰۔ متفرق |

(۸-۹) کتاب الوصایا اور کتاب المیراث کے تحت تین ابواب اور چھ فتاویٰ ہیں۔

کتاب الوقف

ابواب

- | | |
|------|----------------|
| (۶) | ۱۔ وقف کا بیان |
| (۲۱) | ۲۔ ثبوت وقف |
| (۳۵) | ۳۔ اجارہ وقف |
| (۳۹) | ۴۔ تبدیلی وقف |



وقف کا بیان

وقف کا متولی واقف کا وصی ہوگا ورنہ اس کی اولاد میں سے کوئی

(۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک شخص نے اپنی حمیت اور قوت دینی سے ایک مدرسہ دینی اپنے مکان پر قائم کیا اور وہ ہمیشہ اس مدرسہ کی ترقی کی کوشش اور نگرانی کرتا رہا، اس نے یہ بھی کیا کہ شہر کے چند متدین اور عمائد کی ایک کمیٹی بنائی جو مدرسہ کے انتظام اور اس کی ترقی کے لیے مشورہ دے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مدرسہ کے قائم اور برقرار رکھنے کے لیے کافی جائیداد موقوفہ کا انتظام ہو گیا، لیکن پرانے ممبران جب یکے بعد دیگرے مر گئے تو اس شخص نے جدید ممبر اور قائم کئے اور خود بھی مر گیا۔ اب اس شخص کے مرنے کے بعد مدرسہ کی ترقی میں چند ممبران کی وجہ سے صورت زوال پیدا ہو گئی جس سے بانی مدرسہ کی اولاد نے یہ چاہا کہ یہ مدرسہ ہمارے باپ کا قائم کیا ہوا ہے۔ لہذا ہم کو اس کی اعانت اور نگرانی کرنا چاہیے تاکہ کل کو یہ ایک مفید سلسلہ تعلیم دینیات کا ٹوٹ نہ جائے، لیکن یہ موجودہ ممبر اس بانی مدرسہ کی اولاد کو نہ تو مدرسہ کی نگرانی کرنے دیتے ہیں اور نہ ان کو مدرسہ کی منظمہ کمیٹی میں شامل کرنا چاہتے ہیں، اس لیے کہ ان لوگوں نے مدرسہ کو اپنی ملکیت سمجھ رکھا ہے اور اس کی اولاد کا دخل ہونا برا جانتے ہیں، لہذا بانی مدرسہ کی اولاد کو حق تولیت اور حفاظت مدرسہ شرعاً حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

از بریلی شریف محلہ گلاب نگر، مرسلہ جناب محمود حسن صاحب

الجواب

وقف کا متولی واقف کے بعد اس کا وصی ہوگا، اور جب کہ اس نے کسی کو وصی نہ بنایا تو اس کی اولاد سے جو اس کا اہل ہووے، یہاں تک کہ اگر وقت موت اس کی اولاد بوجہ صغر سن مثلاً تولیت کے قابل نہ تھی تو

قاضی کسی صالح تولیت اجنبی کو اس وقت تک کار وقف سپرد کرے گا جب تک واقف کی اولاد سے کوئی تولیت کا اہل ہو۔ ممبران کا یہ ظلم ہے کہ تولیت تو تولیت مدرسہ کارکن بھی اولاد واقف کو نہیں بنانا چاہتے۔

اسعافی احکام الاوقاف میں ہے:

”إن مات ولم يجعل ولايته إلى أحد جعل القاضي له قيمًا ولا يجعله من الأجنب مادام يجد من أهل بيت الواقف ممن يصلح لذلك إما ؛ لأنه أشفق أولان من قصد الواقف نسبة الوقف إليه وذلك فيما ذكرنا، فإن لم يجد فمن الأجنب ممن يصلح فإن أقام أجنبياً ثم صار من ولده من يصلح صرفه إليه.“ (۱)

واقف کسی کو متولی کیے بغیر انتقال کر گیا تو قاضی کسی صالح تولیت اجنبی کو اس وقت تک کے لیے کار وقف سپرد کر دے گا جب تک واقف کی اولاد سے کوئی تولیت کا اہل ہو۔ کیوں کہ واقف کا قریبی رشتہ دار وقف کا زیادہ خیال رکھے گا، یا اس لیے کہ واقف کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ وقف اس کی طرف منسوب رہے، اور یہ ہماری مذکورہ صورت میں ہی ہو سکتا ہے، اگر اولاد سے کوئی اہل نہ ہو تو بے گانوں میں سے کسی اہل کو مقرر کر دے، اگر کسی بے گانے کو مقرر کر دیا پھر اس کی اولاد میں سے کوئی اہل ہو گیا تو مذکورہ تولیت اسی کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ (مترجم)

ان بلاد میں قاضی کہاں یہاں ایسے امور سنی اعلم علمائے اہل بلد کے سپرد ہیں جو اس شہر کا سنی عالم اعلم وافقہ ہو اس کے یہاں معاملہ رجوع کریں۔ اسے چاہیے کہ اولاد واقف سے جو صالح تولیت ہو اسے متولی وقف کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وقف جائداد کی خرید و فروخت نہیں ہو سکتی

(۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
کیا کسی متولی کو یہ حق حاصل ہے کہ ہزاروں کی جائداد موقوفہ کے عوض دو تین سو روپیہ مقصد خیر کے واسطے لے کر شخص واحد کی ملکیت بنا دے؟ بینوا تو جروا۔

از آنولہ ضلع بریلی مسؤلہ
کیم رجب المرجب ۵۲ھ

(۱) [البحر الرائق شرح كنز الدقائق : باب الناظر بالشرط في الوقف: ۲۵۱/۵]

الجواب

نامتولی کونا خود واقف کو کسی کو یہ اختیار نہیں۔ ”فبان الوقف لا یباع ولا یرهن۔“ نہ ہزاروں کی جائداد دو تین سو کے عوض کسی کو دی جاسکتی ہے۔ نہ سینکڑوں کی جائداد ہزاروں لاکھوں کے عوض۔ جس مقصد کے لیے واقف نے وقف کی ہے جائداد اسی کے لیے رہے گی، مگر یہ اس صورت میں ہے کہ واقف نے تبدیل کی شرط نہ رکھی ہو اور اگر تبدیل کی شرط رکھی ہو تو برائے نفع واقعی اس جائداد کو فروخت کر کے دوسری خرید سکتا ہے، اور اگر اپنے قائم مقام کے لیے بھی اس نے یہ شرط رکھی ہے تو اس کا قائم مقام بھی یہ کر سکتا ہے جو اسی مقصد کے لیے وقف ہوگی جو واقف نے مقرر کیا ہے۔ یہ کسی کو بھی جائز نہیں کہ جائداد وقف کو کچھ روپیہ کے عوض بیچ ڈالے، اور ان روپیوں کو کسی کار خیر میں صرف کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وقف مساکین کے لیے ہو تو واقف کا مسکین بیٹا

بھی اس کا مصرف ہو سکتا ہے

(۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
 ایک شخص نے اپنی کچھ جائداد اللہ واسطے وقف کی اور اس وقف نامہ میں یہ لکھ دیا کہ اس کی آمدنی سے کچھ آمدنی مساکینوں کو دی جائے، بقیہ آمدنی سے غربا کے کپڑے دکھانے سے امداد کی جائے۔ اگر آمدنی وقف کی بڑھ جائے تو غربا کے کپڑے دکھانے میں ترقی کر دی جائے، اور کمی آمدنی ہونے پر اس میں کمی کر دی جائے۔ وہ شخص اپنی حیات میں اپنے انتظام سے اس کام کو انجام دیتا رہا، بعد انتقال کے اس کی اولاد میں ایک اولاد برابر اسی طرح کام انجام دیتی رہی، اس وقف شدہ جائداد کی آمدنی گذشتہ آمدنی سے اس وقت چار گنی زیادہ ہے۔ اب اس کی اولاد میں سے ایک کی جائداد گردش ایام سے ختم ہو گئی اور وہ بہت مقروض ہے پریشان حال ہے، کوئی سلسلہ آمدنی خورد و نوش کا بھی نہیں رکھتا ہے، نہ بسبب ضعیفی کے کسی قابل ہے۔ یہ وقف نامہ رجسٹری شدہ ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس وقف شدہ آمدنی سے یہ شخص روپیہ لے کر اپنی بی بی و بچوں کی پرورش کر سکتا ہے یا نہیں؟ یا اپنا قرض اس وقف شدہ جائداد کی آمدنی سے ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ جس کا کہ اس کے اوپر بہت زیادہ بار ہے۔ لہذا اس بارے میں جو شرعی احکام ہوں ان سے آگاہ فرمایا جاوے۔ فقط

از بریلی محلہ گندہ نالیہ مسئولہ جناب سوداگر محمد خلیل صاحب ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۵۳ھ

الجواب

اگر ولد واقف واقعی محتاج ہو گیا ہے تو وہ اس رقم وقف کا مصرف ہو سکتا ہے، اور جب کہ یہ وقف بحالت صحت کیا اور ظاہر سوال سے یہی ہے کہ: ”مضاف الیٰ ما بعد الموت“ نہیں تو اس صورت میں اس مد کا صرف جو غربا و مساکین کو نقد دینے اور ان کے کھانے پینے میں صرف کرنے کے لیے تحریر ہے اس پر زیادہ بہتر ہے۔ قدر حاجت اسے دی جائے جو بچے وہ اجانب پر نقد و طعام و ثياب کی صورت میں حسب تحریر وقف نامہ صرف کی جائے۔ اس کا لحاظ رکھا جائے کہ دو سو درہم بیک وقت نہ دیئے جائیں اس سے کم دیا جائے۔

فتاویٰ خلاصہ میں ہے: ”في الفتاوى: إذا جعل أرضه صدقة موقوفة على الفقراء والمساکين فاحتاج بعض قرابته، أو احتاج الواقف. إن احتاج الواقف لا يعطى له من تلك الغلة شيء عند الكل، ولو احتاج ولده ذكر النخسف رحمه الله تعالى أنه يعطى. وإن كان الوقف في الصحة ولم يكن مضافاً إلى ما بعد الموت الصرف إلى ولد الواقف أفضل. كذا ذكر الناطقي في واقعاته وهلال رحمه الله تعالى في وقفه غير أنه يعطى أقل من مائتي درهم ولا يصرف إليه كل الغلة، وإن صرف الكل لا يصرف في كل الأزمان اه. مختصراً والله تعالى أعلم.“ (۱)

فتاویٰ میں مذکور ہے، جب اپنی زمین فقرا و مساکین پر وقف کر دی، واقف کے قریبی رشتہ دار یا واقف تنگ دست ہو گئے، اگر واقف تنگ دست ہو تو اسے اس آمدنی سے کچھ نہ دیا جائے گا تمام علما کے نزدیک۔ اگر واقف کا لڑکا محتاج ہو تو امام خصاص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اسے دیا جائے گا، اگر وقف بحالت صحت کیا، ما بعد الموت کی طرف منسوب نہیں تو واقف کے ولد پر صرف کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اسی طرح ناطقی نے ”واقعات“ میں اور ہلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب الوقف میں بیان کیا ہے۔ ہاں اس کا لحاظ رکھا جائے کہ دو سو درہم بیک وقت نہ دیئے جائیں، اور نہ کل آمدنی صرف کی جائے، اور اگر کل آمدنی اس پر صرف کر دی تو ہر زمانے میں صرف نہ کی جائے گی۔ عبارت اختصار کے ساتھ ختم ہوئی۔ اللہ خوب جانتا ہے۔ (مترجم)

وقف علی النفس صحیح اور واقف کا خود متولی ہونا جائز

(۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) واقف کسی جائیداد کو وقف علی الاولاد و علی النفس کرے اور خود ہی اس کا متولی بنے تو وقف صحیح ہوگا یا نہیں؟ امام محمد کے نزدیک قبضہ متولی کی صحت وقف کے لیے جو شرط ہے اس کا عمل در آمد اس صورت میں کیوں کر ہوگا، امام ابو یوسف کا قول اس مسئلہ میں کیا ہے اور حنفی مذہب والا اس مسئلہ میں امام ابو یوسف کا قول لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) مسائل وقف میں حنفی علما کی رائے کیا ہے، آیا انہوں نے ان مسائل میں امام ابو یوسف کے قول کو امام محمد اور امام ابو حنیفہ کے اقوال پر ترجیح دی ہے یا نہیں؟

(۳) جائیداد غیر منقسمہ کا وقف قول امام ابو یوسف کے مطابق جائز ہے اور صحیح اور قابل نفاذ ہے

یا نہیں؟

(۴) جائیداد غیر اگر شامل وقف ہو جائے تو مذہب امام ابو یوسف کے رو سے وقف جائز ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر بتائیے کہ حنفی علما بالخصوص حضرت امام اہل سنت بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا و مقتدانا حضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیقات جس کے ہم اہل سنت بریلی متبع ہیں کیا ہیں؟

از شہر بریلی محلہ کسگران مسئلہ جناب مولوی حکیم عزیز غوث صاحب ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ

الجواب

(۱) وقف علی النفس صحیح اور واقف کے خود متولی ہونے کی شرط جائز، وقف صحیح ہوگا، اور حسب شرط وہی متولی رہے گا، یہی مذہب امام ابو یوسف ہے، اور یہی معتمد و مرجع و مختار للفتویٰ ہے، اور یہی ایک روایت میں امام محمد سے ہے۔ ان سے دوسری روایت وہ ہے جس میں اسی لیے کہ ان کے نزدیک تسلیم شرط ہے۔ عدم صحت ہے۔ اور اسے بھی بہ بفتی کہا گیا ہے، مگر مرجع وہی ہے۔ امام محمد سے اس پہلی روایت ہی کی بنا پر امام فخر الدین زیلعی و صاحب در مختار علامہ علاء الدین حصکفی وغیرہما علمائے اس وقف کو بالاجماع جائز و صحیح فرمایا۔ ہستانی نے کہا: اگر واقف خود اپنے آپ کو متولی کرے تو لیت اپنی رکھے تو تسلیم شرط نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ وقف علی النفس و علی الاولاد ہو یا کوئی اور وقف، واقف جس وقف کا بھی متولی

خود ہوگا تو لیت اپنی رکھے گا تو تسلیم شرط نہ ہوگی۔

قہستانی پھر ردالمحتار میں ہے:

”إن التسليم ليس بشرط إذا جعل الواقف نفسه قيماً.“ (۱)

واقف جس وقف کا بھی متولی خود ہوگا تو تسلیم شرط نہ ہوگی۔ (مترجم)

تنویر الابصار ودرمختار میں ہے:

”جعل الواقف الولاية لنفسه جاز بالإجماع، وكذا لو لم يشترط لأحد

فالولاية له عند الثاني، وهو ظاهر المذهب نهر خلافاً لما نقله المصنف.“ (۲)

واقف کا خود متولی ہونا بالاتفاق جائز ہے، یوں ہی اگر کسی کے لیے شرط نہیں لگائی تب بھی ولایت

امام ابو یوسف کے نزدیک اس کو حاصل ہوگی، یہی ظاہر مذہب ہے ”نہر“ اس کے برخلاف جس کو مصنف

نے نقل فرمایا۔ (مترجم)

ردالمحتار میں ہے:

”قوله: جاز بالإجماع كذا ذكره الزيلعي وقال: لأن شرط الواقف معتبر

فیراعی لکن الذی فی القدری أنه يجوز علی قول أبي يوسف وهو قول هلال

أيضاً، وفي الهداية أنه ظاهر الرواية، وقد رد العلامة قاسم علی الزيلعي دعواه

الإجماع بأن المنقول أن اشتراطها يفسد الوقف عند محمد كما في الذخيرة

ونازعه في النهر وأطال وأطاب.“ (۳)

مصنف کا قول: ”جاز بالإجماع“ ایسا ہی امام زیلعی نے ذکر کیا ہے۔ اور فرمایا: اس لیے کہ

واقف کی شرط معتبر ہے، تو لحاظ کیا جائے گا لیکن قدوری میں ہے: امام ابو یوسف کے قول پر جائز

ہے، یہی ”ہلال“ کا قول ہے۔ ہدایہ میں ہے: یہ ظاہر الروایہ ہے۔ علامہ قاسم نے امام زیلعی کے دعویٰ

اجماع کو رد فرمایا ہے۔ منقول ہے کہ ولایت کی شرط سے وقف فاسد ہو جائے گا، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے

نزدیک، جیسا کہ ذخیرہ میں مذکور ہے، اور ان سے نہر میں نزاع فرمایا۔ بحث لمبی اور عمدہ فرمائی

(۱) [ردالمحتار کتاب الوقف: ۶/۱۸۴۔ مطلب شروط الوقف علی قولہما]

(۲) [تنویر الأبصار ودرمختار کتاب الوقف: ۶/۴۵۱-۴۵۲]

(۳) [ردالمحتار کتاب الوقف: ۶/۴۵۱۔ مطلب فی اشتراط الواقف الولاية لنفسه]

ہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”قولہ: ”خلافاً لما نقله المصنف“ أي: عن السراجية من أنه لا يصح هذا

الوقف عند محمد وبه يفتى. (۱)

مصنف کا قول: ”خلافاً لما نقله المصنف“ یعنی سراجیہ سے منقول ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ

عالیٰ علیہ کے نزدیک یہ وقف صحیح نہ ہوگا، اور یہی مفتی بہ ہے۔ (مترجم)

نیز تنویر و در مختار میں ہے:

”جواز جعل غلة الوقف) أو الولاية (لنفسه عند الثاني) وعلیه الفتوى۔“ (۲)

اپنے لیے وقف کی آمدنی یا تولیت امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے، اور اسی پر فتویٰ

ہے۔ (مترجم)

ردالمحتار میں ہے:

”لو وقف علی نفسه، قيل: لا يجوز، وعن أبي وسف جوازه وهو المعتمد۔

وما في الخانية من أنه لو وقف علی نفسه وعلی فلان صح نصفه وهو حصه فلان

وبطل حصه نفسه۔ ولو قال: ثم علی فلان لا يصح شيء منه مبني علی القول

الضعيف بحر. (۳)

اگر وقف علی النفس کیا، ایک قول یہ ہے: جائز نہیں۔ امام ابو یوسف سے مروی ہے: جائز ہے، یہی

معمتد ہے۔ وہ جو خانہ میں لکھا ہے، قول ضعیف پر مبنی ہے، وہ یہ ہے: اگر اپنے اور ”فلاں“ کے لیے وقف

کیا، نصف صحیح ہے، اور وہ ”فلاں“ کا حصہ ہے اور اپنا حصہ باطل ہے، اگر کہا: ”ثم علی فلان“ (پھر

فلاں پر) اس کی طرف سے کچھ بھی صحیح نہ ہوگا، اس مسئلہ کی بنیاد قول ضعیف پر ہے۔ بحر۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”قولہ: أو الولاية مفاده أن فيه خلاف محمد مع أنه قدم أن اشتراط الولاية

(۱) [ردالمحتار کتاب الوقف: ۶/۴۵۲۔ مطلب فی ترمۃ ہلال الرائي البصري]

(۲) [تنویر الأبصار ودر مختار کتاب الوقف: ۶/۴۵۶]

(۳) [ردالمحتار کتاب الوقف: ۶/۴۵۶۔ مطلب فی اشتراط الغلة لنفسه]

لنفسه جائز بالإجماع لكن لما كان في دعوى الإجماع نزاع كما قدمناه مع التوفيق بأن عن محمد روايتين: أحدهما: توافق قول أبي يوسف والأخرى: تخالفه. فدعوى الإجماع مبنية على الرواية الأولى، ودعوى الخلاف على الثانية فلا خلل في النقلين. (۱)

مصنف کا قول: ”أو الولاية“ اس کا مفاد یہ ہے کہ اس بارے میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اختلاف ہے حالاں کہ وہ کچھ پہلے لکھ چکے ہیں کہ اپنے لیے تولیت کی شرط بالاجماع جائز ہے۔ لیکن جب دعویٰ اجماع میں نزاع واقع ہو گیا جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا دونوں میں توفیق ممکن ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دو روایتیں ہیں، ایک تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے موافق ہے، جب کہ دوسری خلاف ہے۔ تو دعویٰ اجماع پہلی روایت پر موقوف ہے اور دعویٰ خلاف دوسری روایت پر، تو دونوں نقلوں میں کوئی خلل نہیں۔ (مترجم)

تسلیم بے شک شرط ہے مگر اس صورت میں یہ وقف علی النفس ہو یا وقف کا متولی خود واقف ہی رہے تولیت کی شرط تا حیات خود اپنے لیے کرے۔ تسلیم کا شرط ہونا یہ امام محمد کا قول علما نے اختیار کیا، اور وقف علی النفس و تولیت واقف کی صحت یہ مذہب امام ابو یوسف اختیار فرمایا، چونکہ مذہب ایک ہی ہے اس لیے اس تلفیق میں کچھ حرج نہیں، تسلیم کی شرط سے اس صورت کو برہنہ مذہب امام ابو یوسف مستثنیٰ فرمادیا۔ قہستانی کا وہ قول اوپر گذرا کہ: اس صورت میں تسلیم شرط نہیں، علامہ شامی نے زیر قول درمختار:

”وفي غيره بنصب المتولي.“ (۲)

قہستانی کا وہ قول نقل کر کے اس میں نظر کر دی اور تامل فرما کر اظہار تامل کیا تھا کہ فرمایا:

”لكن نبه أن من شرط التسليم وهو محمد لم يصح تولية الواقف نفسه

ومن صححها وهو أبو يوسف لم يشترطه تأمل.“ (۳)

لیکن تسلیم کا شرط ہونا یہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے واقف کا خود متولی ہونا صحیح نہیں۔ اور

(۱) [ردالمحتار کتاب الوقف: ۶/۴۵۶۔ مطلب في الوقف على نفس الواقف]

(۲) [الدر المختار کتاب الوقف: ۶/۴۱۸]

(۳) [ردالمحتار کتاب الوقف۔ مطلب شروط الواقف على قولهما: ۶/۴۱۸]

تولیت واقف کی صحت یہ امام ابو یوسف کا اختیار کردہ مذہب ہے، تسلیم شرط نہیں غور کرو۔ (مترجم)

اس پر اعلیٰ حضرت سیدنا الوالد الماجد قدس سرہ نے جد الممتار حاشیہ ردالمحتار میں فرمایا:

”أقول: سیأتي ص: ۵۹۸ إن في مسألة تولية الواقف نفسه الفتوى على قول أبي يوسف وقد حقق المحشي - رحمه الله تعالى - إن التلفيق من أقوال أئمتنا الثلاثة ليس من التلفيق الباطل فإن الكل مذهب واحد، فمن اختار في اشتراط التسليم قول محمد ثم جعل الواقف نفسه متولياً مغنياً عنه بناء على قول أبي يوسف المفتى به فلا مؤاخذه عليه. والله تعالى اعلم.“ (۱)

میں کہتا ہوں: تفصیل عنقریب ص: ۵۹۸ پر آرہی ہے: واقف کے خود متولی ہونے کے مسئلہ میں فتویٰ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر ہے۔ محشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحقیق فرمائی ہے: ”ہمارے ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے اقوال میں تلفیق باطل نہیں ہے۔ چوں کہ مذہب ایک ہی ہے۔ تو جس نے تسلیم کی شرط لگانے میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول اختیار کیا پھر واقف کے خود متولی کا فی ہونے کو جائز قرار دیا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول مفتی بہ کی بنیاد پر، تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

بلکہ خود علامہ شامی نے عقود الدررۃ میں فرمایا:

”التلفيق من أقوال أصحاب المذهب ليس تلفيقاً باطلاً.“

ہمارے اصحاب مذہب کے اقوال میں تلفیق ناجائز و باطل نہیں۔ (مترجم)

امام محمد کی روایت عدم صحت کو بھی اگرچہ مفتی بہ کہا گیا ہے مگر امام ابو یوسف کا قول ہی مختار للفتویٰ ہے۔ اول تو وہ امام ابو یوسف کا قول ہے۔

اور علما فرماتے ہیں:

”قول محمد لا يفتى به ما وجد قول أبي يوسف إلا أن يصحح أو يقوى

وجهه كذا في شئى.“

قول امام محمد پر فتویٰ نہ ہوگا، جب تک قول امام ابو یوسف ملے گا، مگر اس صورت میں کہ قول امام محمد کو اصحاب تصحیح سے کسی نے صحیح کہا ہو یا اس کی دلیل قوی ہو۔ ایسا ہی فتاویٰ شامی میں ہے۔ یہاں جب

دونوں پر فتویٰ ہوا تو پھر وہی ہوا کہ قول محمد: ”لا یفتی بہ ما وجد قول ابي یوسف.“ پھر قول امام ثانی ہی خصوصاً اس صورت میں کہ وہی: ”اسهل وأرفق.“ ہے تو وہی مختار ہوگا کہ شرع کو رفق و تیسیر پسند ہے۔

ردالمحتار میں ایک دوسری جگہ ایسے ہی اختلاف پر ترجیح کے موقع پر فرمایا:

”اختلف الترجیح والأخذ بقول الثانی أحوط وأسهل۔ بحر، وفي

الدرر۔ و صدر الشریعة به یفتی۔“ (۱)

اختلاف ہو جائے، تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر عمل و ترجیح احوط و اسهل

ہے۔ ”بحر“ در میں ہے: صدر الشریعة اسی پر فتویٰ دیتے ہیں۔ (مترجم)

ردالمحتار میں فرمایا:

”اختلف الترجیح مع التصریح فی کل منها بأن الفتویٰ علیہ.“ (۲)

اقوال میں تصریح کے باوجود ترجیح مختلف ہو جائے تو فتویٰ قول امام ثانی پر ہوگا۔ (مترجم)

وہی ظاہر الروایۃ ہے، اسی پر متون مذہب ہیں۔ اسی پر اکثر مشائخ ہیں وہی معتمد ہے۔

ردالمحتار سے اوپر گزرا:

”وفي الهدایة أنه (أي: جواز جعل الواقف والولاية لنفسه). ظاهر

الروایة.“ (۳)

ہدایہ میں ہے: (واقف کا خود کو متولی قرار دینا جائز ہے) یہی ظاہر الروایہ ہے۔ (مترجم)

یوں ہی اسی سے اوپر مذکور ہو چکا:

”عن ابي یوسف جوازہ (أي: جواز جعل الواقف الغلة والولاية لنفسه) وهو

المعتمد.“ (۴)

امام ابو یوسف سے مروی ہے: واقف کا اپنے لیے آمدنی و تولیت قرار دینا جائز ہے۔ وہی معتمد

(۱) [الدرالمختار. کتاب الوقف: ۶/۴۲۰]

(۲) [ردالمحتار کتاب الوقف: ۶/۴۲۰]

(۳) [ردالمختار کتاب الوقف: ۶/۴۵۱]

(۴) [ردالمختار، کتاب الوقف مطلب فی اشتراط الغلة لنفسه: ۶/۴۵۶]

ہے۔ (مترجم)

نہر سے گزرا:

”وہو ظاهر المذہب.“ (۱)

یہی ظاہر الروایہ ہے۔ (مترجم)

صاحب درمختار نے فرمایا تھا:

”وعلیہ الفتوی.“ (۳)

اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (مترجم)

اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں:

”کذا قالہ الصدر الشہید: وهو مختار أصحاب المتون ورجحہ فی الفتح

واختارہ مشایخ بلخ، وفي البحر عن الحاوي أنه المختار للفتوى ترغيباً للناس في

الوقف وتكثيراً للخير.“ (۳)

اسی طرح صدر الشہید نے فرمایا: یہی اصحاب متون کا مختار مذہب ہے، فتح میں اسی کو ترجیح دی

ہے، اسی کو مشایخ بلخ نے اختیار فرمایا۔ بحر میں حاوی سے ہے: یہی مختار للفتویٰ ہے خیر میں تکثیر اور وقف میں

لوگوں کی رغبت پیدا کرنے کے لیے۔ (مترجم)

ردالمحتار میں ہے:

”الواجب الرجوع إلى ظاهر الرواية عند اختلاف الترجيح.“ (۴)

جب ترجیح میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایہ کی طرف رجوع واجب ہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”إذا اختلف الفتوى فالعمل بما في المتون أولى وإن كان لفظ التصحيح

في الجانب الأخرى أقوى.“ (۵)

(۱) [الدرالمختار كتاب الوقف: ۶/۴۵۲]

(۲) [الدرالمختار كتاب الوقف: ۶/۴۵۶]

(۳) [ردالمحتار، كتاب الوقف: ۶/۴۵۶]

(۴) [ردالمحتار: ۱/۵۳] (۵) [ردالمحتار: ۱/۵۳]

جب فتویٰ میں اختلاف ہو جائے تو متون پر عمل کرنا اولیٰ ہے اگرچہ لفظ صحیح دوسری جانب اقویٰ ہو۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”ماکان أوجه وأرفق واعتمده المتأخرون وحب التعويل عليه وإن قالوا إن الفتوى على غيره.“ (۱)

جو اوجہ، ارفق اور متاخرین کا معتمد ہو اسی پر اعتماد واجب ہے، اگرچہ فقہا کہیں کہ فتویٰ اس کے غیر پر ہے۔ (مترجم)

ابن علی علامہ شامی کی عبارت مسطورہ بالا میں گزرا:

”رجحه فی الفتح.“ (۲)

اسی کو فتح میں راجح قرار دیا۔ (مترجم)

یعنی امام ابو یوسف کے قول کو امام ابن الہمام، بالغ مرتبہ اجتہاد، محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں مرجح فرمایا۔

یہ تو امام ابو یوسف کا قول ہے جس قول امام زفر کو امام ابن الہمام نے ترجیح دی علامہ شامی اس کی نسبت فرماتے ہیں:

”یفتی ہہنا بقول زفر؛ لأن المحقق علی الإطلاق رجحه.“

یہاں امام زفر کے قول پر فتویٰ ہے کیوں کہ محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام نے اسی کو راجح قرار دیا۔ (مترجم)

بحر الرائق میں فرمایا:

”التصحيح قد اختلف، فالأحسن الافتاء بما عليه الأكثر (۳). واللہ تعالیٰ اعلم.“

تصحیح مختلف ہو جائے تو اس قول پر فتویٰ دینا احسن ہے جس پر اکثر علما ہوں۔ (مترجم)

(۲) مسائل وقف وقضا میں اکثر مفتی بہ و مرجح قول امام ثانی ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے

(۱) [رد المحتار: ۱/۵۳]

(۲) [رد المحتار، کتاب الوقف مطلب فی الوقف علی نفس الواقف: ۶/۴۵۶]

(۳) [البحر الرائق شرح كنز الدقائق: باب الاوليا والاکفاء، ۳/۱۳۵]

اپنے فتاویٰ میں فرمایا: علمائے مسائل وقف و قضا کی نسبت بے شک فرمایا کہ: وہاں غالباً قول ثانی پر فتویٰ ہے، اس سے ہر وہ امر کہ زیر قضا اس کے مراد نہیں، لاکھوں مسائل معاملات میں بھی قول امام ہی پر فتویٰ ہے، اگرچہ رائے امام ابو یوسف سے امام محمد بھی موافق ہوں، بلکہ یہ امر خاص ان مسائل میں اکثری طور پر ہے جنہیں فقہا کتاب القضا و کتاب الوقف میں لکھتے ہیں اہ مختصراً۔ الاشباه والنظائر میں ہے:

”وسع أبو يوسف - رحمه الله تعالى - في القضاء والوقف والفتوى على قوله فيما يتعلق بهما.“ (۱)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قضا و وقف کے باب میں توسیع فرمائی، تو قضا و وقف سے متعلق امور میں فتویٰ آپ ہی کے قول پر ہے۔ (مترجم)
در منقہ پھر شامی میں ہے:

”قول أبي يوسف علمت أرجحيته في الوقف والقضاء. والله تعالى أعلم.“ (۲)
آپ کو معلوم ہے کہ امور وقف و قضا میں زیادہ ترجیح امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کو حاصل ہے۔ (مترجم)

(۳) وقف مشاع مطلق امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز و نافذ ہے۔ وقف غیر محتمل قسمت مشاعاً امام محمد کے نزدیک بھی جائز ہے۔ محتمل قسمت میں انہیں خلاف ہے۔
اب عامہ متاخرین کا مختار و مفتی یہ بھی ہے کہ وقف مشاع مطلقاً جائز ہے۔ متقدمین مشائخ میں بعض قول امام ابو یوسف اختیار فرماتے ہیں، بعض کا مختار قول امام محمد تھا، وہ اس پر فتویٰ دیتے تھے۔ مشائخ خراسان و بلخ قول امام ثانی اختیار کرتے، اور مشائخ بخارا قول امام محمد۔
عالمگیری میں سراجیہ و خزائنہ المفتین سے ہے:

”وقف المشاع المحتمل للقسمة لا يجوز عند محمد - رحمه الله تعالى - وبه أخذ مشايخ بخارا، وعليه الفتوى. والمتأخرون افتوا بقول أبي يوسف - رحمه الله تعالى - أنه يجوز وهو المختار.“ (۳)

(۱) [الأشباه والنظائر: ۸۱]

(۲) [رد المحتار على الدر المختار: فرع أرا أهل المحلة نقض، ۴/۳۵۷]

(۳) [الفتاوى الهندية، كتاب الوقف، فصل في وقف المشاع: ۲/۴۲۷]

وقف مشاع محتمل قسمت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جائز نہیں۔ مشائخ بخاری نے اسی کو اختیار کیا، اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور متاخرین نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے، کہ وقف مشاع محتمل قسمت جائز ہے۔ یہی مختار ہے۔ (مترجم)

درر پھر مجمع الانہر میں ہے:

”بعض مشایخ زماننا افتوا بقول أبي يوسف وبه يفتى.“ (۱)

ہمارے زمانے کے بعض مشائخ امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں، اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ (مترجم)

شرح نقایہ برجندی میں ہے:

”في الخزانة: إن مشايخ بخارا أخذوا بقول محمد وأفتوا به ومشايخ خراسان أخذوا بقول أبي يوسف والمتأخرون أفتوا بقوله: وهو المختار.“ (۲)

”خزانہ“ میں مذکور ہے: مشائخ بخاری نے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کو اختیار کیا، اور اسی پر فتویٰ دیا اور مشائخ خراسان نے امام ابو یوسف کے قول کو اختیار کیا۔ اور متاخرین آپ ہی کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں، یہی مختار ہے۔ (مترجم)

خلاصہ میں ہے:

”وقف المشاع لا يجوز عند محمد وبه يفتى۔ قول أبي يوسف اختيار مشايخ بلخ وقول محمد اختيار مشايخ بخارا۔ اه مختصراً.“ (۳)

وقف مشاع امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جائز نہیں، یہی مفتی بہ ہے۔ مشائخ بلخ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کو اور مشائخ بخاری امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کو اختیار کرتے ہیں۔ اہ۔ مختصراً۔ (مترجم)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

”الشيوع فيما لا يحتمل القسمة لا يمنع صحته بلا خلاف وفيما يحتملها

(۱) [مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: باب شروط تمام الوقف، ۱/۷۳۵]

(۲) [البحر الرائق شرح كنز الدقائق باب وقف في مرض موته: ۵/۲۱۲]

(۳) [خلاصة الفتاوى: ۲/۵۶۸-۵۶۹]

الخلاف على قول الثاني لا يمنع، كان القسمة من تمام القبض وأصل القبض عنده ليس بشرط فكذا تمامه۔ ومشايخ بلخ أخذوا بقول الثاني۔ رحمه الله تعالى۔ وبخارا أخذوا بقول محمد۔ رحمه الله تعالى اه مختصراً۔“ (۱)

وقف مشاع غیر محتمل قسمت بلا اختلاف صحت کو مانع نہیں (جائز ہے) اور محتمل قسمت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر اختلاف کے ساتھ صحت کو مانع نہیں (جائز ہے) قسمت تمام قبض سے ہے اور اصل قبض ہی ان کے نزدیک شرط نہیں، تو اسی طرح تمام قبض بھی شرط نہ ہوگا۔ مشائخ بلخ قول امام ثانی اور مشائخ بخاری قول امام محمد اختیار کرتے ہیں۔ (مترجم)

فتاویٰ خانہ میں امام فقیہ النفس قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”أرض بين شريكين، وقف أحدهما نصيبه مشاعاً جاز في قول أبي يوسف۔

وبه أخذ مشايخ بلخ۔ ولا يجوز في قول محمد وبه أخذ مشايخنا وأفتوا به۔“ (۲)

ایک زمین دو لوگوں میں مشترک ہے، ان میں سے ایک نے بہ طور مشاع اپنا حصہ وقف کر دیا تو یہ وقف مشاع امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول میں جائز ہے، اور اسی کو مشائخ بلخ نے اختیار فرمایا۔ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول میں جائز نہیں، اسی کو ہمارے مشائخ نے اختیار فرمایا، اور اسی پر فتویٰ دیا۔ (مترجم)

حاشیۃ المولوی عبدالحلیم الرومی علی الدر میں ہے:

”وقول محمد أقرب إلى موافقة الآثار وقول أبي يوسف ترغيباً للناس في

الوقف، أقول: وقد عرفت أن الرجحان لقول أبي يوسف (۳) والله تعالى أعلم۔“

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول آثار و احادیث کی موافقت کے زیادہ قریب ہے، اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول وقف میں لوگوں کی رغبت پیدا کرنے کے لیے ہے، اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ترجیح امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہی قول کو حاصل ہوگی۔ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

(۱) [الفتاویٰ البزازیہ برہامش عالم گیری: ۶/۳۸]

(۲) [الفتاویٰ الخانیہ برہامش عالم گیری: ۳/۲۸۲]

(۳) [اللباب فی شرح الكتاب: کتاب الوقف: ۲/۱۸۱]

(۴) صحیح ہے اس کی جائداد وقف ہوگی، ملک غیر وقف نہ ہوگی۔

بزاز یہ میں ہے:

”وقف ملکہ و ملک غیرہ یصح فی ملکہ. واللہ تعالیٰ أعلم.“ (۱)
اس کی جائداد وقف ہوگی، ملک غیر وقف نہ ہوگی۔ (مترجم)

اپنی ذاتی رقم سے مدرسہ کے لیے زمین خریدنے اور

عمارت بنانے سے وقف ہونا ثابت نہیں ہوگا

(۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے ایک مسجد میں ایک مدرسہ بنام مدرسہ عربیہ قائم کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک عمارت کی ضرورت پیش آئی اس پر مدرسہ کے خیر خواہ بکرنے زید سے کہا کہ میں تمہارے مدرسہ کے لیے عمرو سے ایک عمارت اور مسجد بنوادوں گا کیوں کہ وہ بہت مالدار آدمی ہے، اور ہر سال ہزاروں روپیہ مختلف کاموں میں صرف کر دیتا ہے، اور آئندہ کوئی اس کا والی وارث بھی نہیں۔ لہذا میں عمرو سے تمہارے مدرسہ کے لیے تحریک کروں گا، چنانچہ حسب وعدہ بکرنے عمرو سے مدرسہ کے لیے تحریک کی اور وہ اس پر آمادہ ہو گیا، پھر بکرنے زید کو بلا کر کہا کہ بھئی رہنا تو تمہیں ہے، لہذا اپرومنٹ ٹرسٹ کی زمینوں میں سے کوئی موقع کی زمین پسند کر لو۔ چنانچہ زید نے اپرومنٹ ٹرسٹ کی زمینوں کا معائنہ کر کے چھ پلاٹ زمین مدرسہ کی عمارت کے لیے پسند کر لی اور جتنی زمین زید نے پسند کی تھی اس کی خریداری عمرو نے منظور کر لی، پھر زید نے یہ کوشش کی کہ زمین رعایتی قیمت پر مل جائے، اور اس کے لیے زید نے حکام تک رسائی حاصل کرنے میں بڑی دواوش کی اور متعدد سفر کیے، سفارشیں بہم پہنچائیں، اور ان مساعی میں مدرسہ کی رقم بھی صرف کی بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی مساعی کو کامیاب کیا اور ساڑھے دس ہزار کی زمین ایک ٹلٹ قیمت میں یعنی ساڑھے تین ہزار میں مل گئی۔

چنانچہ اس کا بیع نامہ اس طرح لکھا گیا کہ اپرومنٹ ٹرسٹ اس زمین کو رعایتی قیمت پر عمرو متولی مدرسہ عربیہ کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتا ہے کہ اس میں مدرسہ ہی قائم کیا جائے، اور اگر یہ زمین

کسی اور مصرف میں لائی گئی، تو امپرومنٹ ٹرسٹ نے جو رعایت کی ہے وہ بقدر اس کے بقیہ قیمت زمین بھی لینے کا حق دار ہوگا، اور اس میں بمصلحت عمر و کو متولی لکھوادیا گیا۔ چنانچہ جب اس بیع نامہ کی رجسٹری ہو رہی تھی تو عمرو نے زید سے فیس رجسٹری وغیرہ کے لیے کچھری میں دس روپے بھی لے لیے جو مدرسہ کی تحویل سے دیئے گئے۔ اور اس کے بعد عمارت کا نقشہ بھی زید نے مدرسہ کی تحویل سے بنوایا، اور دوران تعمیر میں عمرو کے مشورہ سے معماروں کی نگرانی بھی کرتا رہا، اور تعمیر کے بعد پھانگ میں لوہے کی پڑی وغیرہ بھی زید نے مدرسہ کی تحویل سے ڈلوائی اور جب یہ عمارت مکمل ہو گئی صرف کمروں میں دروازہ لگنا باقی رہ گئے تو زید نے عمرو کی اجازت سے اس میں مدرسہ کے فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کا جلسہ بھی کیا جس کا اشتہار چھپوا کر شائع کیا گیا، اور اس میں یہ مضمون چھاپا گیا کہ: فلاں محلہ کے مدرسہ عربیہ کے طلبہ فارغ التحصیل کی دستار بندی کا جلسہ مدرسہ ہذا کی جدید عمارت میں ہونا قرار پایا ہے، جو عمرو نے مدرسہ مذکورہ کے لیے تعمیر کرائی ہے۔

اس اشتہار کا مسودہ اور مطبوعہ اشتہار بھی عمرو کی نظر سے گذرا مگر اس نے اس مضمون کی تردید نہیں کی البتہ اتنا ضرور کہا کہ میں نے یہ کام اپنے نام کے لیے نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کیا ہے، اس لیے اس میں میری تعریف نہ کرو۔ چنانچہ مسودہ میں سے اس کی تعریف کا مضمون نکال کر بقیہ چھپوادیا گیا، اس کے بعد عمرو علیٰ ہوا، اور اس پر دیوانی میں ایک نالاش دائر ہو گئی جس سے متاثر ہو کر اس نے بکر سے کہا کہ زید سے کہئے کہ مدرسہ جدید کی عمارت میں تعلیم شروع کر دے، چنانچہ زید مدرسہ میں منتقل ہو گیا سامان لے جانے اور بور یہ وغیرہ لے جانے میں مدرسہ کا روپیہ بھی خرچ کیا، چنانچہ اس کے تین ہی چار روز کے بعد عمرو نے خالد کو درمیان ڈال کر زید سے بذریعہ بکر یہ کہلوا یا کہ زید مدرسہ خالی کر دے۔ اس پر زید نے تامل کیا، مگر جب بکر نے اصرار کیا تو زید نے مدرسہ خالی کر دیا، اور انہی واقعات کو عرضی دعویٰ میں لکھ کر عمرو کے خلاف نالاش کر دی لیکن کورٹ فیس کے لیے مدرسہ میں رقم نہیں تھی اس لیے زید نے مفلسی میں نالاش کی تھی بہر حال نالاش دائر ہے اس کے بعد خالد نے کافی دوا دوش کے بعد عمرو سے اس عمارت کو بحق یتیم خانہ وقف کرادیا، جس کی رجسٹری ہو گئی، اور بکر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ زید سے یہ کہے کہ زید دو ہزار روپیہ بشرائط خاص لے کر اپنے مقدمہ کو خارج کرادے، مگر زید نے یہ سوچ کر کہ اگر یہ عمارت مدرسہ عربیہ کی ہو چکی تب اسے کیا حق ہے کہ وہ ایسے غبن فاحش کے ساتھ جو خباثت کی حد تک پہنچتا ہے صلح کر لے، اور اگر یہ مدرسہ کی نہیں ہوئی تو محض نالاش کے جبر و اکراہ سے یہ رقم محض رشوت ہوئی اس لیے زید نے اس صلح اور بدل صلح سے قطعاً انکار کر دیا۔

زید نے اسی زمین کے متصل اتنی ہی زمین اپر و منٹ ٹرسٹ سے اور بھی لی تھی جس کی قیمت میں زید تقریباً تیرہ سو روپے ادا کر چکا تھا اور دو ہزار سے کچھ زائد اب اسے دینا ہے۔ لہذا زید کے سامنے یہ صورت پیش کی گئی کہ یہ بقیہ قیمت عمر و ادا کر دے گا مگر شرط یہ ہوگی کہ متولی کوئی اور شخص بنایا جائے گا، اور زیادہ سے زیادہ دوسرے متولی کے ساتھ اسے بھی متولی کر دیا جائے گا، جس کا حاصل یہ تھا کہ جو تعمیر مدرسہ کے لیے ہوئی جس میں زید نے اپنی جانی و مالی بے دریغ قربانیاں پیش کیں نہ صرف اسی سے اس کو محروم کیا جائے گا، بلکہ اس کے مطالبہ کی پاداش میں جو زمین اس نے بلا شرکت غیرے مہیا کی ہے وہ بھی اس سے چھین لی جائے گی، چونکہ اس میں صریح ظلم و زلت اور چالاکی تھی اس لیے زید نے اسے قبول نہیں کیا، اب اس کے بعد زید کو مجبور کرنے کے لیے اسی جماعت نے اپر و منٹ ٹرسٹ سے زید کو ایک بہت ہی قلیل میعاد کا نوٹس دلوادیا جس زمین کا اس نے بیع نامہ کیا ہے، اس مدت کے اندر اندر اس کی قیمت بھی داخل کر دے ورنہ یہ معاہدہ منسوخ کر دیا جائے گا، مگر زید ایسے بستر علالت پر ہے کہ جنبش کرنے کی بھی طاقت نہیں تو وہ ایسی با اثر اور جرار جماعت کے مقابلہ میں بھلا کیا دوا دوش کر سکے گا، اس لیے صبر کرتا ہے اور یہ جس کی امانت ہے اس کے سپرد کرتا ہے۔

- (۱) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا صورت بالا میں یہ زمین اور تعمیر جس میں عمر و کی رقم کثیر اور تحویل مدرسہ رقم قلیل صرف ہوئی یہ مدرسہ عربیہ کے حق میں وقف ہوگی یا نہیں؟
- (۲) یہ وقف نامہ جو یتیم خانہ کے حق میں لکھا گیا یہ شرعاً صحیح ہے یا باطل؟
- (۳) یہ صلح جو پیش کی گئی آیا اس کے قبول کرنے کا بحیثیت متولی و مہتمم مدرسہ زید کو حق ہے یا نہیں؟
- (۴) یہ جماعت جس نے مدرسہ عربیہ کی مخالفت میں سرگرم کوششیں کیں یہ ظالم ہیں یا عادل؟
- (۵) اور یہ عمارت مدرسہ عربیہ کی ہوگئی تو آیا اس کی تولیت یا اور کوئی حق عمر و کو رہا، یا مدرسہ کی مخالفت کی وجہ سے اس کا یہ حق بھی جاتا رہا۔ بینوا تو جر واد۔

نقل جواب: تھانہ بھون محررہ مولوی مختار بنارسی مصدقہ مولوی اشرف علی تھانوی۔

ازکان پورا نور گنج متصل مکان جناب احمد حسین صاحب مختار مرسلہ محمد معین الدین صاحب مالک

مشرقی دواخانہ۔

الجواب

چونکہ یہ زمین جس کا سوال میں ذکر ہے مدرسہ عربیہ کے لیے خریدی گئی ہے، بیع نامہ میں اس کی تصریح موجود ہے پھر عمر و نے اس میں مدرسہ کا سامان اور طلبہ کو لے آنے کی اجازت دی اور اس میں تعلیم کا

سلسلہ بھی جاری ہو گیا اور اشتہار عام کے ساتھ اس زمین اور عمارت کو مدرسہ عربیہ کی جدید عمارت کے نام سے موسوم کیا گیا اس میں مدرسہ کا جلسہ بھی کیا گیا، تو اب اس میں شک نہیں کہ یہ عمارت مدرسہ عربیہ کی عمارت ہے اور مدرسہ مذکورہ کے لیے وقف ہو چکی۔

قال فی العالمگیریة:

”من بنى سقاية للمسلمين أو خاناً يسكنه بنو السبيل أو رباطاً أو جعل أرضه مقبرة لم يزل ملكه عن ذلك حتى يحكم به الحاكم عند أبي حنيفة وعند أبي يوسف يزول ملكه بالقول كما هو أصله، وعند محمد إذا استقى الناس من السقاية وسكنوا الخان والرباط ودفنوا في المقبرة زال الملك، ويكتفي بالواحد لتعذر فعل الجنس كله اه. وفيه أيضاً: (۱م) ذكر في المبسوط: إن الفتوى على قولهما في هذه المسائل، عليه إجماع الأمة كذا في المضمرة اه قلت ولا بد من الإفتاء به في ديار لا يوجد فيها قضاة الإسلام، فإن المراد بالحاكم هو القاضي المسلم في كلام الفقهاء وصرح به في رسم المفتى.“ (۱)

کسی نے مسلمانوں کے لیے سقایہ (سبیل) یا مسافروں کے رہنے کے لیے سرائے بنائی، یا اصطبل تعمیر کیا، یا اپنی زمین کو قبرستان کر دیا تو ابھی اس کی ملکیت ختم نہ ہوئی یہاں تک کہ حاکم فیصلہ کر دے، یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک کہہ دینے سے ہی ملکیت ختم ہو جائے گی، جیسا کہ یہ وقف کی اصل ہے۔ جب لوگ سقایہ سے پینے کے لیے پانی لیں، سرائے اور مسافر خانہ میں رہنے لگیں، قبرستان میں تدفین کرنے لگیں تو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ملکیت ختم ہو جائے گی، اور ایک پر اکتفا کیا جائے گا، کیوں کہ تمام جنس کا نفل معتذر ہے۔ نیز اسی میں مذکور ہے: مبسوط میں لکھا ہے: فتویٰ ان مسائل میں صاحبین کے قول پر ہے، اسی پر امت کا اجماع ہے۔ ایسا ہی مضمرة میں لکھا ہے، اور میں کہتا ہوں: اس چیز کا فتویٰ دینا ان علاقوں میں ضروری ہے جہاں قاضیان اسلام نہیں ہیں، کیوں کہ فقہاء کے کلام میں حاکم سے مسلمان قاضی ہی مراد ہوتا ہے، اس کی صراحت رسم المفتی میں کی گئی ہے۔ (مترجم)

(۲) جب یہ زمین و عمارت مدرسہ عربیہ کے لیے وقف ہو چکی ہے۔ تو اب یتیم خانہ کے لیے اس

(۱) [الفتاویٰ الہندیة. کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر: ۲/۵۰۵]

کا وقف بالکل باطل ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس عمارت وزمین کو مدرسہ ہی کے واسطے بحالہا باقی رکھیں، جو شخص وقف بدلنے کی کوشش کرے گا گنہ گار ہوگا۔

قال فی العالمگیریہ:

”لا یجوز تغیر الوقف عن ہیئته فلا یجعل الدار بستاناً ولا الخان حماماً ولا الرباط دکاناً إلا إذا جعل الواقف إلى الناظر ما یرى فیہ مصلحة الوقف کذا فی السراج الوہاج۔“ (۱)

وقف جائداد کی ہیئت تبدیل نہیں کی جاسکتی، لہذا مکان کو باغ۔ سرائے کو حمام اور اصطبل کو دکان نہیں بنایا جائے گا، ہاں اگر واقف نے خود متولی کو مصلحت وقف کے لیے تبدیلی کا اختیار دیا ہو تو جائز ہے۔ یوں ہی سراج و ہاج میں لکھا ہے۔ (مترجم)

قلت: ولم یقید الواقف ولا المتولی وقف هذه العمارۃ والأرض بشی من مثل ذلك بل عیناه لمدرسة معینة كما هو ظاهر۔

میں کہتا ہوں: واقف اور متولی نے اس عمارت اور زمین کے وقف کو اس جیسی کسی چیز کے ساتھ مقید نہیں کیا، بلکہ اسے ایک خاص مدرسہ کے لیے متعین کر دیا ہے، جیسا کہ ظاہر ہے۔ (مترجم)

وقال فی العالمگیریہ:

”ولو كان الوقف مرسلًا لم یذكر فیہ شرط الاستبدال لم یکن له أن یبعتها ویستبدل بها اه۔“ (۲)

اگر وقف مرسل ہو جس میں تبدیلی کی شرط نہ ذکر کی گئی ہو، تو نہ اس کا فروخت کرنا جائز اور نہ تبدیل جائز ہے۔ (مترجم)

(۳) یہ صلح ہرگز جائز نہیں:

”قال النبئی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ((المسلمون علی شروطهم إلا شرطاً حرم حلالاً أو حللاً حراماً)) (۳)

(۱) [الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الوقف: ۵۱۶/۲]

(۲) [الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الوقف باب الرابع فیما یتعلق بالشرط فی الوقف: ۴۵۴/۲]

(۳) [رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح. أبواب الأحکام: ۱۶۱/۱]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں پر اپنی شرطوں کی پابندی لازم ہے، مگر ایسی شرط جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال ٹھہرا دے۔ (اس کا نقض لازم ہے) (مترجم) پس مہتمم کو یہ صلح ہرگز قبول نہ کرنا چاہیے۔

(۴) یہ جماعت سراسر ناحق پر ہے اور عدل و انصاف، عقل و شرع کے خلاف عمل کر رہی ہے، اس لیے یقیناً ظالم ہے۔

(۵) یہ عمارت اور زمین مدرسہ عربیہ کے لیے وقف ہو چکی ہے تو اگر متولی اس کو دوسرے مصرف میں منتقل کرنا چاہتا ہے تو وہ خیانت کی وجہ سے تولیت سے معزول ہو جائے گا، حکومت وقت کا فرض ہے کہ اس کو تولیت سے الگ کر دے۔

صرح به الفقهاء فی شروط الناظر و المتولی و هو معروف . واللہ تعالیٰ اعلم
و علمہ اتم و أحکم . کتبہ الاحقر مختار احمد بناری۔

الجواب

مدرسہ کی بنا کی نیت سے کوئی زمین خریدنا، اس پر کوئی تعمیر کرنا اس زمین کو وقف نہیں کر دیتا ہے۔ یوں ہی بیع نامہ میں بائع کا یہ شرط کر دینا کہ امپرومنٹ ٹرسٹ اس زمین کو رعایتی قیمت پر عمر و متولی مدرسہ عربیہ کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتا ہے کہ اس میں مدرسہ ہی قائم کیا جائے، اور اگر یہ زمین کسی اور مصرف میں لائی گئی تو امپرومنٹ ٹرسٹ نے جو رعایت کی ہے وہ بقدر اس کے بقیہ قیمت بھی لینے کا حق دار ہوگا اسے وقف نہیں بناتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ بائع کی اس شرط کو وقف سے کوئی علاقہ نہیں کہ وقف کرے گا تو مشتری کرے گا نہ اس شرط کی بنا پر مشتری کو وقف کرنا لازم۔ اور ہوتا بھی تو جب تک وہ وقف نہ کرتا وقف کیسے ہو جاتا، بلکہ اس شرط بائع نے تو بیع ہی کو ناروا کر دیا، اور ایک قول پر یہ زمین مشتری کے ہاتھ امانت ٹھہری جس میں وہ تصرف سے ممنوع ہے۔ عمر و متولی بھی نہیں جیسا خود سوال میں مذکور ہے کہ اسے بمصلحت متولی لکھوادیا گیا تو وہ اپنے روپیہ سے جو زمین خرید رہا ہے اگرچہ بہ نیت تعمیر مکان برائے مدرسہ تو محض اس سے وقف ہونا کیا معنی رکھتا ہے، وقف تو وقف اسے جائیداد متعلق وقف بھی نہیں کیا جاسکتا، محض نیت سے نہ وقف ہوتا ہے نہ ہبہ۔ اگر کوئی یہ خیال کرے عمر و نے زمین کی خریداری کے لیے جو روپیہ دیا وہ مدرسہ کا ہو گیا لہذا اس روپیہ سے جو زمین خریدی گئی وہ مدرسہ کی ہوگئی تو یہ بھی صحیح نہیں۔ اول تو روپیہ زمین کی خریداری کے لیے کسی اپنے ایسے معروف کو جو کہ مدرسہ کا بھی رکن یا معین ہو دینا مدرسہ کو ہبہ دینا کچھ ضرور نہیں بلکہ ظاہر یہی ہے کہ ہرگز وہ روپیہ بہ نیت ہبہ مدرسہ کو نہیں دیا گیا کہ زمین خرید کر مکان بنا کر مدرسہ کو دینے کی

نیت ہے نہ فقط بطور چندہ روپیہ دینا۔ خود عمر و یعنی عبداللطیف کو یہ مسلم نہیں کہ اس نے وہ روپیہ مدرسہ کو ہبہ کیا اور نیت ہونے نہ ہونے میں اسی کا قول معتبر، یہ تو محض زبردستی ہے کہ خواہ مخواہ اس روپے کو مدرسہ کا محض اس لیے ٹھہرایا جاتا ہے کہ اس نے زمین خریدنے کے لیے مدرسہ کے کسی رکن یا معین کو دے دیا، چاہے مدرسہ کو روپیہ دینے کی نیت تھی یا نہ تھی۔

اور اگر بفرض غلط یہ مانا بھی جائے تو بائع نے بیع تو عمر و یعنی عبداللطیف کے ہاتھ کی، روپیہ مدرسہ ہی کا دیا گیا سہی جب بھی مالک وہی ہوا۔ مدرسہ مالک نہیں ہو سکتا بلکہ اگر خود مدرسہ کے روپیہ سے خریدتا اور متولی بھی ہوتا جب بھی قطعاً اسے ملک مدرسہ اس وقت ٹھہرایا جاتا جب عمر و یعنی عبداللطیف اسے مدرسہ کے لیے خریدنا بتاتا کہ اگر وہ اپنے لیے زر مدرسہ سے خریدنا بتائے تو مالک یہ ہوگا، اور زر مدرسہ کا ضامن، بلکہ اگر کسی زمین وقف پر عمر و یعنی عبداللطیف کوئی تعمیر کر لیتا تو بھی بہر حال وقف کی نہیں ٹھہرتی اگر عمر و یعنی عبداللطیف اس زمین وقف کا متولی ہوتا اور مال وقف سے بنانا یا اپنے مال سے مگر وقف کے لیے ان دونوں صورتوں میں وہ عمارت وقف کی ٹھہرتی اور اگر اپنے مال سے اپنے لیے بناتا اور اس کا اظہار کر دیتا تو اسی کی ہوتی وقف کی نہ ہوتی، یا وقف میں بنانا اور کوئی خاص نیت نہ ہوتی تو بھی وقف کی ٹھہرتی اور اگر عمر و یعنی عبداللطیف اجنبی ہوتا وقف کا متولی نہ ہوتا۔ تو صرف اس صورت میں کہ وقف کے لیے بنانا وقف کی ہوتی جب باذن متولی بنانا باقی صورتوں میں اس کی اپنی ہوتی، عمر و یعنی عبداللطیف جب کہ متولی نہیں تو اگر اس زمین کو بفرض غلط محض ان امور کی بنا پر وقف علی المدرسہ یا ملک مدرسہ زبردستی تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی عمارت کو وقف نہیں مانا جاسکتا، نہ اس تعمیر کو ملک مدرسہ ٹھہرایا جاسکتا ہے، امپرومنٹ ٹرسٹ کی وہ شرط بتاتی ہے تو صرف اتنا بتاتی ہے کہ: اس سے مدرسہ کا ذکر کیا گیا ہو تو محض یہ نیت اگر واقعی بھی ہو تو نہ وقف کر دیتی ہے نہ جائداد کو متعلق وقف کر سکتی ہے، اور کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جس طرح عمر و یعنی عبداللطیف کو بمصلحت متولی لکھوادیا اسی طرح محض اس مصلحت سے کہ دس ہزار کی زمین ساڑھے تین ہزار کو مل سکے عمر و یعنی عبداللطیف نے کسی کار خیر مثلاً مدرسہ کا نام لگا دیا واقع میں مدرسہ کو دینے کی نیت ہی نہ تھی اور یہی عمر و یعنی عبداللطیف کی بعد کی کاروائی سے ظاہر ہے۔

اگر گواہان شرعی کے بیان سے یہ سب باتیں ثابت بھی ہوں کہ عمر و یعنی عبداللطیف نے وقت رجسٹری زید یعنی مولوی عثمان سے دس روپیہ تحویل مدرسہ کے لیے اس کی عمارت کا نقشہ تحویل مدرسہ سے بنوایا معماروں کی نگرانی کا کام زید یعنی مولوی عثمان سے لیا، پچانگ میں لوہے کی پٹری بھی مدرسہ کی تحویل سے ڈلوائی۔ تو ان سب سے بہت سے بہت اتنا ثابت ہو سکتا ہے کہ مدرسہ کو دینے کی نیت تھی جلسہ کی

اجازت دے دینا اگر ثابت ہو یوں ہی اہالیان مدرسہ کا وہ پوسٹر جس میں انہوں نے یہ لکھا کہ فلاں مدرسہ کا جلسہ اس مدرسہ کے جدید مکان میں ہوگا، اگر ثابت بھی ہو جائے کہ عمر و یعنی عبداللطیف نے دیکھا اور خاموش رہا، یونہی اگر ثابت ہو کہ اس مکان کے دو کمروں میں طلبہ کو رہنے کے لیے اجازت دے دی تو ان امور میں سے کوئی امر بھی نہ تو وقف ثابت کرتا ہے نہ اس جائداد کو متعلق مدرسہ کر دینا بتاتا ہے، بلکہ اگر یہ ثابت ہو کہ عمر و یعنی عبداللطیف نے لوگوں سے یہ کہا کہ اس میں تعلیم شروع کر دو جب بھی اتنے سے نہ وقف ثابت ہوگا نہ وہ مکان جائداد مدرسہ ٹھہرایا جائے گا، ہمارے پاس اس معاملہ سے متعلق ایک دوسرا سوال بھی کان پور سے آیا ہے جن کے ساتھ بیان زید یعنی مولوی عثمان اور بیان عمر و یعنی عبداللطیف اور بیان بکر یعنی حاجی دلدار خان سب ہیں۔ عمر و یعنی عبداللطیف کے بیان میں ان تمام امور سے انکار کیا گیا ہے جو اس سوال میں مذکور ہیں، بلکہ بکر یعنی حاجی دلدار خان جس کے بیان سے ظاہر ہے کہ وہ مدرسہ کا حاجی ہے۔ عمر و یعنی عبداللطیف کے بعض بیان کی تائید ہوتی ہے۔

نقل بیان عمر و یعنی عبداللطیف:

بکر حاجی دلدار کے بیان کے وہ فقرے جو عمر و یعنی عبداللطیف کی تائید کرتے ہیں:

(۱) عمر و یعنی عبداللطیف نے کچھ روپیہ بطور بیع نامہ کے دیا اور زید نے وہاں جا کر جمع کیا اور بقایا جب رجسٹری کا وقت آیا تو عمر و یعنی عبداللطیف نے روپیہ میری معرفت دیا۔

(۲) مجھے علم ہے کہ عمارت میں مرتضیٰ حسن صاحب کا وعظ ہوا مجھے یاد نہیں کہ میں شریک ہو یا نہیں۔ اس فقرے سے یوں تائید ہوتی ہے کہ مدرسہ کے فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کا جلسہ اگر ہوتا تو بکر یعنی حاجی دلدار خان وہی بیان کرتا محض کسی کے وعظ کا ذکر نہ کرتا اور وہ بھی ایسا کہ اپنے شریک ہونے نہ ہونے کے متعلق یاد نہ ہونا کہہ دیا۔

(۳) عمر و یعنی عبداللطیف نے مجھ سے کہا کہ اگر کچھ لڑکے وہاں آ کر اللہ اللہ کریں تو مجھے کچھ فائدہ ہوگا میں نے زید یعنی عثمان کو بلا کر کہا کہ لڑکوں کو وہاں بھیج دو۔ عمر و یعنی عبداللطیف نے چابی دینے میں کچھ ٹال مٹول کی تو میں نے زید یعنی مولوی عثمان سے کہا کہ تم تالا کھول کر داخل ہو جاؤ۔ زید یعنی مولوی عثمان مع کچھ طلبہ داخل ہو گئے۔ اس کے چار دن بعد عمر و یعنی عبداللطیف نے مجھے خالد یعنی ڈاکٹر عبدالصمد کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ زید یعنی مولوی عثمان تالا توڑ کر داخل ہوئے ہیں، اس لیے مدرسہ خالی کروا دیجیے۔ اور میں نے زید یعنی مولوی عثمان کو بلا کر کہہ دیا اور مدرسہ خالی ہو گیا اور مدرسہ بند کر کے چابی عمر و یعنی عبداللطیف کے پاس بھیج دی گئی۔

(۴) زید یعنی مولوی عثمان کی زمین کی بابت کوئی تحریک کسی نے نہیں کی میں اس کا ممبر ہوں اور جانتا ہوں جو نوٹس ان کے پاس آیا وہ ضابطہ کا تھا اور یہی وہاں کا قاعدہ ہے۔ بکر یعنی حاجی دلدار خاں کے اس بیان سے واضح ہوا کہ روپیہ بطور بیع نامہ دیا گیا تھا اور باقی وقت رجسٹری روپیہ مدرسہ کو نہیں دیا گیا۔ بائع عمر و یعنی عبداللطیف کے ہاتھ بیچتا ہے اور عمر و یعنی عبداللطیف خریدتا ہے۔ وہ بجائے اس کے اپنے سر سے بائع کا بار اتارے روپیہ مدرسہ کو ہبہ کر دیتا ہے شاید ہی کوئی ایسا حتم ہو جو اس بات کو تسلیم کرے، صرف اس لیے کہ جس شخص کے ہاتھ اس نے زر ثمن بھیجا وہ اس کا معتمد اور مدرسہ کا بھی حامی تھا اور بیچا نہ جو زید یعنی مولوی عثمان کے ہاتھ جو مدرسہ کا مہتمم کہا جاتا ہے بھیج اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔ حکم شریعت ایسے افسانوں سے نہیں ثابت ہوتا۔

نیز بکر یعنی حاجی دلدار خاں نے اپنے بیان میں جو ایک وعظ کا ذکر کیا جلسہ دستار بندی کا ذکر نہ کیا اس سے واضح ہوا کہ عمر و یعنی عبداللطیف کا یہ بیان کہ ”فارغ التحصیل لڑکوں کا جلسہ بالکل غلط ہے“ بالکل صحیح ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو بکر یعنی حاجی دلدار خاں ایک وعظ کا ہونا بیان نہ کرتا جس کے متعلق اتنا بھی نہیں کہ مدرسہ والوں نے کہلوا یا تھا۔ نیز فقرہ (۳) سے واضح ہے کہ عمر و یعنی عبداللطیف نے چابی نہیں دی اور زید یعنی مولوی عثمان تالا توڑ کر داخل ہوا۔ بکر یعنی حاجی دلدار خاں نے خود ہی یہ کہا کہ عمر و یعنی عبداللطیف نے چابی دینے میں ٹال مٹول کی تو میں نے کہا کہ تالا کھول کر داخل ہو جاؤ زید یعنی مولوی عثمان مع کچھ طلبہ داخل ہو گئے، اور خود ہی اخیر میں کہتا ہے کہ چابی عمر و یعنی عبداللطیف کے پاس بھیج دی گئی جو چابی عمر و یعنی عبداللطیف سے حاصل نہیں کی گئی تھی تو اس کے پاس کیوں واپس کی گئی۔ اور بکر یعنی حاجی دلدار خاں عمر و یعنی عبداللطیف کے اس فقرہ کا بھی انکار نہیں کرتا کہ زید یعنی مولوی عثمان تالا توڑ کر داخل ہوا۔ فقرہ (۳) از اول تا آخر سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ عمر و یعنی عبداللطیف نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ وہاں تعلیم شروع کر دی جائے، اور اگر وہ ایسا کہتا تو چابی دینے سے انکار نہیں کرتا اور تالا توڑ کر داخل ہونا نہ پڑتا، ہمارے ائمہ ثلاثہ۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ سے کسی ایک کے قول پر بھی وقف کا حکم نہیں ہو سکتا اور اس مکان کا مدرسہ کا ملک ہو جانا کسی کے نزدیک ثابت نہیں ہو سکتا، جب عمر و یعنی عبداللطیف نے اب اپنی اس زمین پر مکان تعمیر کرا کر یتیم خانہ کے لیے وقف کر دیا تو یہ وقف صحیح ہو گیا جب کہ صحیح طور پر کیا ہو۔

عبارات کتب معتبرہ معتمدہ فقہیہ:

عالمگیر یہ میں ہے:

”من بنی سقایة للمسلمین أو خاناً یسکنه بنو السبیل أو رباطاً أو جعل

أرضه مقبرة لم يزل ملكه عن ذلك حتى يحكم به الحاكم عند أبي حنيفة - رحمه الله تعالى. (۱)

مسلمانوں کے لیے سقاییہ، یا مسافروں کے رہنے کو سرائے بنائی یا اصطبل تعمیر کیا یا اپنی زمین کو قبرستان کر دیا تو اس کی ملکیت ختم نہ ہوئی یہاں تک کہ قاضی فیصلہ کر دے، یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”وعند أبي يوسف رحمه الله تعالى يزول ملكه بالقول كما هو أصله وعند محمد رحمه الله تعالى إذا استقى الناس من السقاية وسكنوا الخان والرباط ودفنوا في المقبرة زال الملك ويكتفى بالواحد لتعذر فعل الجنس كله.“ (۲)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس کی ملک کہنے سے زائل ہو جائے گی، جیسا کہ یہ وقف کی اصل ہے۔ جب لوگ سقاییہ سے پینے کے لیے پانی لیں، سرائے اور قیام گاہ میں رہیں، قبرستان میں تدفین کریں تو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ملکیت ختم ہو جائے گی۔ اور ایک پراکتفا کیا جائے گا، کیوں کہ تمام جنس کا فعل متعذر ہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”وإنما يزول ملك الواقف عن الوقف عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى بالقضاء إذا كان الملك يزول عندهما يزول بالقول عند أبي يوسف رحمه الله تعالى وهو قول الأئمة الثلاثة وهو قول أكثر أهل العلم - وعلى هذا مشايخ بلخ وفي المنية وعليه الفتوى كذا في فتح القدير، وعليه الفتوى كذا في السراج الوهاج، وقال محمد رحمه الله تعالى: لا يزول حتى يجعل للوقف ولياً ويسلم إليه وعليه الفتوى كذا في السراجية، وبقول محمد رحمه الله تعالى يفتى كذا في الخلاصة.“ (۳)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وقف سے واقف کی ملک قضاء قاضی سے

(۱) [الفتاوى الهندية، كتاب الوقف الباب الثاني عشر في رباطات: ۵۰۵/۲]

(۲) [الفتاوى الهندية، كتاب الوقف الباب الثاني عشر في رباطات: ۵۰۵/۲]

(۳) [الفتاوى الهندية، كتاب الوقف، الباب الأول: ۴۱۶/۲-۴۱۷]

زائل ہوگی، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ”قول“ سے یہی ائمہ ثلاثہ اور اکثر اہل علم کا قول ہے۔ اور اسی پر مشائخ بلخ ہیں۔ منیہ میں ہے: اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ایسا ہی فتح القدیر میں ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، ایسا ہی سراج و ہاج میں ہے، امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ملک زائل نہ ہوگی، یہاں تک کہ واقف وقف کا متولی بنا کر اس کے سپرد کر دے، اسی پر فتویٰ ہے، ایسا ہی سراجیہ میں ہے، امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے، ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔ (مترجم)

ملتنقی الأبحر اور اس کی شرح مجمع الأنهر میں ہے:

”لا يزول ملكه إلا أن يحكم به حاكم وعندهما يزول ملكه بمجرد القول) أي: يلزم ويزول ملكه بمجرد قوله وقفت داري هذه مثلاً ولا يحتاج إلى القضاء ولا إلى التسليم) عند أبي يوسف رحمه الله تعالى) (وعند محمد لا) يلزم ولا يزول ملكه) (مالم يسلمه إلى ولي فلو وقف على الفقراء أو بنى سقاية أو خاناً أو رباطاً لبني السبيل، أو جعل أرضه مقبرة، لا يزول ملكه عنه إلا بالحكم عند الإمام۔ وعند أبي يوسف رحمه الله تعالى يزول بمجرد القول۔ وعند محمد رحمه الله تعالى يزول إذا سلمه إلى متول كما هو الأصل عنده۔ وفي الغاية وعند محمد رحمه الله تعالى لا بد من التسليم ولكن في كل باب يعتبر بما يليق به الخ)“ (۱)

واقف کی ملک قضائے قاضی سے ہی زائل ہوتی ہے، صاحبین کے نزدیک محض کہہ دینے سے ہی زائل یعنی لازم ہو جاتی ہے۔ مثلاً: واقف کا محض ”وقف داری هذه“ (میں نے یہ گھر وقف کر دیا) کہہ دینے سے ملک زائل ہو جائے گی، نہ قضائے قاضی کی حاجت اور نہ تسلیم کی۔ یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جب تک واقف متولی کو سپرد نہ کرے ملک لازم نہ ہوگی۔ اگر واقف نے فقرا پر وقف کیا، یا سقایہ، سرائے اور مسافروں کے لیے مسافر خانہ تعمیر کیا، یا اپنی زمین قبرستان قرار دے دی، تو اس کی ملک اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک قاضی فیصلہ نہ کر دے۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک محض قول سے زائل ہو جائے گی، جب کہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس وقت زائل ہوگی جب واقف متولی کے حوالہ کر دے۔ جیسا کہ یہی اصل ہے ان کے نزدیک۔ غایہ میں ہے: امام محمد رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ کے نزدیک تسلیم ضروری ہے، لیکن ہر باب میں اسی کا اعتبار کیا جائے گا، جو اس کے مناسب ہو۔ (مترجم)

یہاں نہ حکم حاکم، نہ قول حقیقی یا حکمی، تو وقف ہو جانا کیا معنی؟ وقف کرنے کی نیت سے اگر مقبرہ، خان، رباط غیر میں فن و سکونت وغیرہ کی عام اجازت ہو ایسی اجازت سے مسلمان اگر اس میں کوئی مردہ فن کریں یا کوئی ایک مسلمان خان یا رباط میں ساکن ہو جائے تو وقف صحیح و لازم ہو جائے گا۔ یہ نہیں کہ وقف کرنے کی نیت ہی نہ ہو اور بانی کی اجازت سے کوئی اس زمین میں کسی کو فن کرے یا رباط وغیرہ میں ساکن ہو جائے اور وقف ہو گیا۔ یہاں صورت ایسی ہی ہے، اول تو عمر و یعنی عبداللطیف کو اجازت وغیرہ سے صاف انکار ہے، اور اگر ثابت بھی ہو تو وقف کرنے کی نیت کہاں سے ثابت ہوگی اور مدرسہ کو دینے کے لیے خریدنے اور مکان بنانے سے مدرسہ کی ملک نہ ہونا ظاہر ہے۔

نیز خلاصہ میں فرمایا:

”المتولي إذا بنى في عرصة الوقف إن كان من مال الوقف ، يكون للوقف وكذا من مال نفسه ، لكن بنى للوقف ، فإن بنى لنفسه أن أشهد كان له ذلك ، وإن بنى ولم يذكر شيئاً ، كان للوقف بخلاف الأجنبي.“ (۱)

متولی نے وقف کی خالی جگہ میں عمارت بنا دی، اگر یہ وقف کے مال سے ہے تو وہ عمارت بھی وقف ہو جائے گی، ایسے ہی اپنے مال سے لیکن وقف کے لیے تعمیر کرے تو وقف ہوگی۔ اگر اپنے لیے عمارت بنائے تو اسے اس پر گواہ بنا لینا چاہیے۔ عمارت بنائی اور ذکر کچھ نہیں کیا تو عمارت وقف مانی جائے گی۔ برخلاف اجنبی شخص کے۔ (مترجم)

مجمع الانہر میں ہے:

”متول بنى في عرصة الوقف ، فهو أي : البناء يكون للوقف إن بناه من مال الوقف ، أو من مال نفسه ونواه للوقف ، أو لم ينو شيئاً ، وإن بنى لنفسه وأشهد عليه كان له أي : للمتولي نفسه ، والأجنبي إذا بنى ولم ينو شيئاً فله ذلك ، وإن نوى كونه للوقف كان وقفاً كذا الغرس والغرس ، في المسجد للمسجد مطلقاً هذا إذا كان بإذن المتولي ، أما إذا أحدث رجل عمارة في الوقف بغير إذن۔ فللمتولي أن يأمره بالرفع

إذن لم يضر رفعه بالبناء القديم وإلا فهو الذي ضيع ماله فليتربص إلى أن يتخلص ماله من تحت البناء ثم يأخذه. (۱)

وقف کی خالی جگہ میں متولی نے عمارت قائم کی تو وہ عمارت وقف کے لیے ہوگی، وقف کے مال سے تعمیر کرے یا اپنے مال سے اور وقف کے لیے ہونے کی نیت کرے یا کچھ نیت نہ کرے۔ اور اگر اپنے لیے تعمیر کی اور اس پر گواہ بنا لیا تو وہ عمارت خاص متولی کی ہوگی، اور اجنبی نے عمارت بنائی اور نیت کچھ نہ کی تو وہ اسی کے لیے ہوگی۔ اگر اس کے وقف کے لیے ہونے کی نیت کرے، تو وقف ہوگی، یہی حکم ”غرس“ (درخت) کا ہے۔ جب کے متولی کی اجازت سے ہو۔ لیکن جب کوئی شخص وقف کی جگہ میں عمارت بنا دے بلا اذن، تو متولی کو چاہیے کہ اسے وہ عمارت ختم کرنے کا حکم کرے، اگرچہ یہ چیز قدیم عمارت کو ضرر نہ پہنچائے۔ ورنہ تو یہ اپنا مال ضائع کرنے والا ہوگا، لہذا وہ انتظار کرے یہاں تک کہ اس کا مال عمارت کے ذریعے خالی ہو جائے، پھر اسے یہ لے لے گا۔ (مترجم)

عالمگیری میں ہے:

”البيع نوعان: باطل و فاسد۔ فالباطل ما لم يكن محله مالا متقوماً كما لو اشترى خمراً أو خنزيراً أو صيداً لحرم أو الميتة أو دماً مسفوحاً لا يفيد الملك، وأما الفاسد وهو أن يكون بدلا له مالا كما لو اشترى بخمر أو خنزير أو أدخل فيه شرطاً فاسداً أو نحوه فإنه ينعقد البيع بقسمة المبيع ويملك عند القبض كذا في محيط السرخسي، واختلف المشايخ أنه مضمون أم أمانة؟ قال بعضهم هو أمانة، وقال بعضهم، يكون مضموناً عليه كذا في شرح الطحاوي.“ (۲)

بیع دو طرح کی ہے: باطل۔ فاسد۔ بیع باطل وہ ہے جس کا محل مال متقوم نہ ہو، جیسے اگر شراب، خنزیر، حرام کا شکار، مردار یا بہتا خون خریدے تو یہ بیع ملک کا فائدہ نہ دے گی، اور بیع فاسد وہ ہے جس کے دونوں بدل مال ہوں۔ جیسے خمر یا خنزیر کے بدلے خریدے، یا اس میں کوئی شرط فاسد لگا دے، تو بیع قیمت بیع کے ساتھ منعقد ہو جائے گی، اور جب قبضہ کرے مالک ہو جائے گا۔ ایسا ہی محیط سرخسی میں ہے۔ مشائخ کا اختلاف ہے کہ یہ بیع بہ طور ضمانت ہے، یا بہ طور امانت۔ بعض نے فرمایا: وہ بہ طور امانت

(۱) [مجمع الأنهر کتاب الوقف، فصل في [ذا بنی مسجد]: ۲/۳۸۶-۳۸۷]

(۲) [الفتاویٰ الہندیة، کتاب البیوع، باب في أحكام الغير الجائز: ۳/۱۷۵]

ہے، جب کہ بعض فرماتے ہیں: بہ طور ضمانت ہے۔ ایسا ہی شرح طحاوی میں ہے۔ (مترجم)
اسی میں ہے:

”ثبت الملك قياساً واستحساناً إلا أن هذا الملك يستحق النقص ويكره للمشتري، أن يتصرف فيما اشترى شراءً فاسداً بتمليك أو انتفاع لكن مع هذا لو تصرف فيه تصرفاً نفذ تصرفه ولا ينقض تصرفه ويبطل به حق البائع في الاسترداد سواء كان تصرفاً يحتمل النقص بعد ثبوته كالبيع واشباهه أولاً الخ.“ (۱)

ملک قیاساً استحساناً ثابت ہو جائے گی مگر یہ ملک جو بیع فاسد سے حاصل ہوئی فسخ کرنا ضروری ہے، بیع فاسد سے خریدی ہوئی چیز میں مشتری کو تصرف کرنا مکروہ ہے، یہ تصرف خواہ کسی کو مالک بنا کر ہو یا فائدہ اٹھا کر۔ اس کے باوجود اگر مشتری اس میں تصرف کر دے، تصرف نافذ ہوگا، باطل نہ ہوگا، پھر بائع کو واپس لینے کا حق نہیں رہے گا، خواہ ایسا تصرف ہو جو محتمل فسخ ہو جیسے بیع اور اس جیسی چیزیں، یا محتمل فسخ نہ ہو۔ (مترجم)

عالمگیری میں ہے:

”لو باع داراً على أن يتخذها مسجداً للمسلمين فسد البيع.... وكذا لو باع بشرط أن يجعلها سقاية أو مقبرة للمسلمين فسد البيع.“ (۲)

اگر ”دار“ (گھر) اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اسے مسجد بنا دے گا، تو بیع فاسد ہوگی۔ اسی طرح اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اسے سقاییہ یا مسلمانوں کا قبرستان کر دے گا۔ تو بیع فاسد ہوگی۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”لو اشترى رجل داراً شراءً فاسداً و قبضها، ثم وقفها على الفقراء والمساكين جاز، وتصير وقفاً على ما وقفت عليه، وعليه قيمتها للبائع كذا في فتاوى قاضي خان الخ.“ (۳)

کسی نے بیع فاسد کے ذریعہ گھر خریدا، اس پر قبضہ بھی کر لیا، پھر فقرا و مساکین پر وقف کر دیا، تو یہ

(۱) [الفتاوى الهندية كتاب البيوع، الباب الحادي العاشر في أحكام البيع: ۱۷۵/۳]

(۲) [الفتاوى الهندية، كتاب البيوع: ۱۶۳/۳]

(۳) [الفتاوى الهندية، كتاب الوقف: ۴۱۸/۳]

جائز ہے، اور وہ ”دار“ موقوف علیہ پر وقف ہو جائے گا، مشتری پر بائع کو قیمت دینا لازم ہوگا۔ ایسا ہی فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے۔ (مترجم)

(۱) عبارت مذکورہ بالا سے روشن کہ وہ زمین اور تعمیر مدرسہ کے حق میں ہرگز وقف نہیں نہ مدرسہ کو بہہ ہو کر اس کی ملک ٹھہری۔

(۲) یتیم خانہ کے حق میں وقف کرنا صحیح ہے۔

(۳) زید یعنی مولوی عثمان اور اس کے حامیان کو جائز نہیں کہ وہ خواہ مخواہ زبردستی مدرسہ کے لیے ایک غیر موقوف شی کو موقوف بتائیں، اور طرح طرح کے مکائد سے اسے وقف ٹھہرائیں یا ملک وقف بنائیں، اور حق اللہ اور حق العبد میں اپنی گردنیں پھنسائیں، ان پر فرض ہے کہ اپنے جھوٹے باطل دعویٰ سے باز آئیں، عمر و یعنی عبداللطیف مجبور ہو کر روپیہ دے کر صلح کرنا اور اپنی جائداد بچانا اور کچھری کی کشاکش سے اپنی جان چھڑانا چاہتا ہے، زید یعنی مولوی عثمان اور اس کے حامیان کید پر لازم کہ صلح کر لیں، صلح یہی ہے کہ وہ دعویٰ واپس لیں اور ایسا روپیہ جو مجبور ہو کر دیا جا رہا ہے لینے سے بچیں۔

(۴) وہ جماعت جس نے وقف کی حمایت کی اور مدرسہ والوں کے جھوٹے دعویٰ کی مخالفت کی راہ حق و صواب پر ہے اور وہ جماعت جس نے طرح طرح مکائد سے غیر وقف کو وقف ٹھہرا کر زبردستی چھیننا چاہا ظالم جاہل ہے۔

(۵) یہ عمارت نہ مدرسہ کے لیے وقف ہوئی نہ مدرسہ کی ملک ہوئی اور تولیت عمر و یعنی عبداللطیف کا سوال محض فضول ہے عمر و یعنی عبداللطیف مدعی تولیت ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

وقف چیزوں کے کرایہ میں ٹھیکے کی ناجائز صورت

(۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ... ایک شخص نے اپنی دوکانات وقف علی الاولاد کر کے اپنے بیٹے کو متولی کیا۔ منجملہ دوکانات وقف شدہ کے ایک دوکان پندرہ روپے ماہوار کرایہ پر اٹھی ہوئی ہے، اب متولی اس دوکان کو جو پندرہ روپے ماہوار کرایہ پر اٹھی ہوئی ہے ایک مسلمان کو سات روپے ماہوار پر سات برس کے ٹھیکہ میں دیتا ہے، ٹھیکیدار کرایہ دار سے ۱۵ روپے ماہوار کرایہ وصول کرے گا اس طرح ٹھیکیدار کو مع [۸ روپے] ماہوار

زیادہ ملیں گے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح جو ٹھیکہ لیا جا رہا ہے وہ شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ ٹھیکدار جو [۱۵/روپے] کرایہ دار سے وصول کرے گا جس میں اس کو ۸ ماہوار زیادہ ملیں گے تو یہ رقم جو ٹھیکدار کرایہ دار سے وصول کرے گا کیا شرعاً سود ہوگی۔ متولی ٹھیکدار سے سات برس کا زر پیشگی لیتا ہے جو سات برس میں سات روپیہ ماہوار کے حساب سے ادا ہو جائے گا، اگر متولی ٹھیکہ نہ دے تو کرایہ دار سے ۱۵ روپے وصول ہوں گے مگر ماہ بمہا ہوں گے یکمشت نہیں۔

الجواب

یہ ناجائز و گناہ ہے، نہ اسے دینا جائز نہ اسے لینا حلال۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اوقاف میں خلاف شرع قوانین کا نفاذ ظلم ہے

(۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اوقاف اور جائیداد موقوفہ میں کسی مسلم یا غیر مسلم حکومت کا مندرجہ ذیل قوانین وضع کرنا جائز ہے

یا نہیں؟

(۱) ایسا قانون جو بقا اور استحکام وقف کے خلاف ہو۔

(۲) ایسا قانون جس سے مزارعین کو حقیقت انتقال آراضی حاصل ہو۔

(۳) ایسا قانون جس سے آمدنی پر ایسا اثر واقع ہو جس سے مدت مقرر کردہ واقف میں خلل

واقع ہو۔

(۴) مصارف مصرحہ واقف کے خلاف کسی مصرف کا اضافہ کرنا (جیسا کہ فیس ایڈٹ یا ۴ فیصد

کی رقم کا کمشنر اوقاف کو دیا جانا وقف بل کے ذریعہ سے پاس کیا گیا ہے۔)

(۵) بوقت ضرورت حکومت غیر مسلم کا تحویل محفوظہ موقوفہ میں سے قرض لینا۔

از خان بہادر نواب حاجی غلام محمد خاں صاحب حانظی متولی وقف مدرسہ اسلامیہ سعیدیہ دادوں

حافظ منزل خیر آباد۔ جناب نواب مولوی ظہیر احمد صاحب متولی و مہجر مدرسہ اسلامیہ نیاز یہ خیر آباد، اوڈھ۔

الجواب

یہ قوانین ظلم مبین، صریح جور، فحشاء، قبیح، مداخلت فی الدین ہیں۔ ان کا وضع مستحق عذاب

مہین۔ حکومت مسلمہ ہو یا غیر مسلمہ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ ظلم کبھی کسی کے نزدیک جائز نہیں ہو سکتا۔ ایسے قوانین بنانے والا، انہیں جاری کرنے والا، ان پر راضی ہونے والا، انہیں بخوشی مان لینے والا سخت اشد ظالم جفا کار گنہگار ٹھہرے گا، ان اشد ناجائز قوانین کے خلاف جو جس طرح آواز اٹھا سکتا ہو فرض ہے کہ پوری قوت سے اس کے خلاف آواز اٹھائے، بعض قوانین ان میں وہ ہیں جن سے وقف وقف ہی نہیں رہتا، اور بعض وہ جن سے املاک موقوفہ کو شدید صدمہ پہنچتا صریح نقصان ہوتا ہے، بعض وہ ہیں جن کا آمدنی اوقاف پر بدترین اثر پڑتا ہے، غرض کہ یہ قوانین اوقاف پر نہایت ظلم مبین ہے۔ کسی کا ظلم بخوشی انگیز کرنا اس کے خلاف جو کچھ کہہ سکتا کر سکتا ہے، وہ نہ کہنا نہ کرنا ظلم پر راضی ہونا ہے۔ ان قوانین پر ساکت رہنا حرام ہے۔ ان کے منسوخی کی کوشش انتہا تک پہنچانا لازم۔

”قال عليه الصلاة والسلام: من رضی عمل قوم كان شريك من عمل به.“ (۱)

جو کسی قوم کا کوئی کام پسند کرے وہ اس کام کرنے والوں کا شریک ہے۔ (مترجم)
باوجود قدرت و استطاعت خاموش رہنے والے، اس ظلم صریح پر آہ بھی نہ کرنے والے ظالموں میں شمار، ظالمین کی رسی میں بجکم حدیث گرفتار ہوں گے۔
یہ منکر ہے اور ازالہ منکر طاقت و قوت فرض:
قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

((من رأى منكم منكراً فليغيره بيده ، فإن لم يستطع فبلسانه ، فإن لم يستطع فبقلبه ، وذلك أضعف الإيمان.)) (۲)

جو کسی ناجائز بات کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے منع کرے، اگر اس کی طاقت نہیں تو دل سے برا جانے، اور یہ ایمان کا کمزور حصہ ہے۔ (مترجم)
ہاتھ نہیں اٹھ سکتا؟ کیا اس ظلم کو ظلم بھی نہیں کہا جا سکتا؟ یہ بھی فرض کیجیے تو اس سے اظہار ناراضی پر بھی کیا زبان بندی ہے؟ دفعہ ۱۳۴ نافذ کر دی گئی ہے۔ وقف تو ابداً تا قیام قیامت باقی رہنے ہی کے لیے ہے، تو جو قانون اس کی بقا کے خلاف ہو وہ سرے سے وقف ہی کو باطل کرنے کا قانون ہے، پھر یارب مداخلت فی الدین کے سر کیا سینگ ہوتے ہیں، وقف میں شرط واقف سے کمی بیشی حرام ہے کہ شرط واقف

(۱) [تفسیر الرازی: ۱۲/۱۲-سورة المائدة: ۸۱]

(۲) [مشكاة: باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول ۴۳۶]

کا اتباع ایسا ہی لازم جیسا کہ خود نص شارع کا (وقف میں) بے اجازت خاصہ شرعیہ تغیر و تبدل یقیناً ناجائز۔

الاشباہ والنظائر میں فرمایا:

”شرط الواقف كنص الشارع أي: في وجوب العمل به.“ (۱)

شرط واقف نص شارع کی طرح ہے، وجوب عمل میں۔ (مترجم)

وقف کے منافع کے لیے بھی مصارف مشروطہ پر زیادت ناجائز ہے،

امام محقق علی الاطلاق، بالغ مرتبہ اجتہاد، امام کمال الدین ابن الہمام نے فتح القدر میں ارشاد فرمایا: ایسی ہی جگہ جہاں منافع وقف کے لیے مصارف مشروطہ پر زیادت کی جائے:

”الواجب إلقاء الوقف على ما كان.“ (۲)

ہمیں حکم ہے جس چیز پر وقف ہو اسی پر باقی رکھیں۔ (مترجم)

جن اوقاف کے واقفین کی شرائط کا پتہ نہ چلتا ہو وہاں کے لیے حکم ہے کہ قدیم الایام سے

جو مصارف متولیان یکے بعد دیگرے کرتے چلے آئے ہیں وہی کئے جائیں گے.... جدید تصرف، اس میں بھی اضافہ نہیں ہو سکتا۔

فتاویٰ خیریہ میں فرمایا:

”إذا وجد شرط الواقف فلا سبيل إلى مخالفته ، وإذا فقد عمل بالاستفاضة

والاستیمارات العادیة المستمرة من تقادم الزمان إلى هذا الوقت. واللہ تعالیٰ

أعلم.“ (۳)

جب واقف کی شرط کا پتہ چل جائے تو اب اس کے خلاف کی کوئی صورت نہیں، اور جب پتہ نہ

چلے تو جو مسلسل زمانہ قدیم سے اب تک چلا آ رہا ہے اسی پر عمل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا

ہے۔ (مترجم)

(۱) [الدر المختار. کتاب الوقف: ۶/۵۰۸]

(۲) [فتح القدر لابن الہمام: کتاب الوقف، ۶/۲۲۸]

(۱) [الفتاویٰ الخیریہ: ۱/۱۲۳]

وقف کی شرط کو بدلنے کا کسی کو اختیار نہیں

(۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) مسلمانوں کے اوقاف میں کسی حاکم یا غیر حاکم کو اختیار ہے یا نہیں، کہ وہ شرائط و اوقاف کا منشاے واقف کے خلاف مخالفت میں کرے۔ یا واقف کے مقرر کردہ متولی کے خلاف کوئی جدید قانون بنانے کی اسکیم پیش کرے جب کہ واقف اپنے منشا کے مطابق اپنے مقرر کردہ متولی کے سپرد کئے، اور اس اختیار پائے ہوئے متولی نے اپنے بعد کے لیے اپنا جانشین متولی مقرر کیا جس کا اس کے سوا اختیارات یکے بعد دیگرے جانشین متولی کو سپرد ہونا چلا آیا۔ دراصل حالے کہ واقف نے وقف کے اختیارات اپنے منشا کے خلاف نہ تو کسی کمیٹی کے سپرد کئے نہ کسی بورڈ کے مگر گورنمنٹ یہ چاہتی ہے کہ متولی کے اختیارات اپنے مقرر کردہ کسی کمیٹی یا بورڈ کو دے کر حق تولیت سے متولی کو محروم کر دے، تو زبردستی ایسا کرنا مداخلت فی الدین ہے یا نہیں؟

(۲) وقف کی جائداد کی سابق مقرر کردہ لگان میں کمی کر دینا جس سے آمدنی کم ہو کر امور خیر میں حسب منشاے واقف صرف نہ ہو سکے یا وقف کی آمدنی جو صرف امور خیر کے لیے تھی اس میں سے ایک معقول رقم لے کر نیا دفتر کوئی کمیٹی یا کوئی بورڈ قائم کر کے اس میں صرف کرنا یا کسی قسم کا کوئی ٹیکس لگانا اس میں سے بطور چندہ وصول کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ جواب باصواب جلد عنایت ہو۔

الجواب

جناب محترم۔ علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

نامہ گرامی مع استفتا موصول ہوا، فقیر مکان پر موجود نہ تھا۔ اس لیے جواب میں تاخیر ہوئی۔ تکلیف انتظار ہوئی معافی کا خواست گار ہوں۔

مظالم کے خوگر، جفا پیشہ ستم گر، ظلم پرور، جور کے عادی جو مظالم کریں کم ہیں۔ بندگان خدا کو اوروں کے مظالم سے محافظت کے بلند بانگ دعاوی کرنے والے خود جو کچھ قوانین گڑھتے پاس کرتے ہیں اور جیسی کچھ داد عدل و انصاف دیتے دلاتے ہیں کسے معلوم نہیں۔ ان کے املاک پر جیسی جیسی چہرہ دستیاں قانون کی آڑ میں ہوتی ہیں ظاہر ہے وہی اب اور ترقی کر کے خاص املاک الہی پر دست تعدی دراز کرنا چاہتے ہیں مگر از نام حفاظت۔ وہی جو املاک بندگان پر شب و روز طرح طرح تعدیاں کرتے بے

اذن مالکان زبردستی تصرف حکومت کے بل بوتے پر نشہ حکومت سے مخمور ہو کر کرتے ہیں، اب اوقاف پر ہاتھ پھیرنا مشق ستم کرنا چاہتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ملک غیر میں تصرف ظلم ہے اور ظلم کس کے نزدیک حرام اور اشد جرم نہیں، پھر کیا کچھ ہوتا ہے، اس سے کون واقف نہیں۔ مگر اس کا کیا علاج کہ خود جو کچھ کیا جائے وہ ظلم نہیں۔ یوں ہی کون نہیں جانتا کہ وقف میں منشا و غرض و شرط واقف کے خلاف عمل خاص ملک الہی میں تصرف محض بے جا ظلم ناروا جو رو جفا ہے، مقصد وقف ہی کا صریح ابطال ہے شرعاً، نہ صرف شرعاً ہی بلکہ عقلاً بھی۔

وہ امور جو سوال میں مذکور ہوئے سخت ناجائز و قبیح۔ جو و ظلم صریح ہیں اور دین میں کھلی مداخلت فصیح۔ غیر حکام۔ اور یہ حکام کیسے؟ خود شرعی حکام بھی وقف میں ایسے امور نہیں کر سکتے یا دخل نہیں دے سکتے، جو ایسا کرے گا وہ جائز جاہر ستم گر ظالم ٹھہرے گا۔
علماء ارشاد فرماتے ہیں:

”شرط الواقف کنص الشارع في وجوب العمل به اه مختصراً. الاشباه:“ (۱)

شرط واقف نص شارع کی طرح ہے وجوب عمل میں۔ (مترجم)

”صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة.“ (۲)

علمائے نے صراحت فرمائی ہے: واقفین کی غرض کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ (مترجم)

”الواجب إلقاء الوقف على ما كان.“ (۳)

ہمیں حکم ہے جس چیز پر وقف ہوا اسی پر باقی رکھیں۔ (مترجم)

”لا يملك القاضي التصرف في الوقف مع وجود ناظر.“ (۴)

”ليس للقاضي أن يقرر وظيفة في الوقف بغير شرط الواقف.“ (۵)

متولی کے ہوتے ہوئے قاضی کو وقف میں تصرف کرنے کا اختیار نہیں، بلا شرط واقف قاضی کو

(۱) [درالمختار کتاب الوقف: ۶/۵۰۸]

(۲) [ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة: ۶/۵۲۱]

(۳) [فتح القدير لابن الهمام کتاب الوقف: ۶/۲۲۸۔ فتح القدير: ۵/۴۴۰]

(۴) [رد المحتار، کتاب الوقف مطلب لا يملك القاضي التصرف: ۶/۴۴۶]

(۵) [الدرالمختار، کتاب الوقف: ۶/۵۱۰]

وقف میں وظیفہ مقرر کرنے کا حق نہیں۔ (مترجم)

”إذا وجد شرط الواقف فلا سبيل إلى مخالفة الخ.“ (۱)
جب واقف کی شرط کا پتہ چل جائے تو اب اس کے خلاف کی کوئی صورت نہیں۔ (فتاویٰ
خیرہ) (مترجم)

مسلمانوں پر لازم کہ تاحد استطاعت پوری قوت سے اس وقف بل کے خلاف آواز
اٹھائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشترکہ چیز جس کی تقسیم ہو سکے اس کا وقف درست ہے

(۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے بعد وفات ایک معقول جائداد اور ایک والدہ ایک زوجہ ثانیہ اور تین لڑکے اور ایک
لڑکی۔ ایک لڑکی اور لڑکا زوجہ اول سے اور دو لڑکے زوجہ ثانیہ سے وارث اپنے چھوڑے۔ چونکہ لڑکے تینوں
نابالغ تھے ان کی دادی اور والدہ کی ناتجربہ کاری و پردہ نشینی کی وجہ سے عدالت سے ایک تیسرا شخص غیر
وارث (اجنبی) ان کا ولی منتظم جائداد و کاروبار مقرر ہو گیا جس نے بہت کچھ تغلب و اپنی اغراض کے لیے
بہت سے امور نقصان رسانی کا ارتکاب کیا اور نابالغ ورثہ کو نقصان پہنچا، اس دوران میں زوجہ اول کا
ایک لڑکا بالغ ہوا لیکن چوں کہ وہ لڑکا نہایت سادہ لوح اور ناتجربہ کار تھا اس پر ولی مذکور نے اپنی چالاکیوں
سے اپنے اختیارات اور قبضہ جائداد قائم رکھنے کے لیے اس لڑکے پر اپنے اثرات قائم کرنے شروع کئے
اور ایک خفیہ وقف نامہ اس کے حصہ جائداد اور کاروبار اس طرح مرتب کر دیا کہ وقف علی الاولاد کراتے
ہوے ورثہ موجودہ کو بالکل محروم کر دیا، اور صرف بعد وفات واقف اس کی بیوی فرضی اب تک منگنی و نسبت
بھی نہیں ہوئی تھی اور اولاد کو صرف فائدہ اٹھانے کے اختیارات رکھے اور ان کے نہ ہونے پر سب بصرہ
خیرات لکھ دیا، نیز اس کے بالغ ہو کر وقف نامہ کی تکمیل رجسٹری سے تقریباً ایک سال بعد بلا شادی کے
لڑکے مذکور کا انتقال ہو گیا۔

ولی مذکور کی زیادتیوں کی وجہ سے تنگ آ کر دیگر ورثہ ثانی نے اپنے حصہ کی تقسیم عدالت سے کرا لی

جو تقریباً ایک سال مقدمہ بازی کے ختم ہوئی۔ اس مقدمہ تقسیم تک بھی کسی شخص کو اس وقف نامہ کا علم نہ ہو سکا اور یہ خفیہ رکھا گیا۔ باوجودیکہ وہ حصہ دیگر ورثہ جائز پر تقسیم ہو گیا، اب جب کہ حصہ داران نے اپنے اپنے حصے پر اس سے حساب نہیں کیا تو ایک سازش کر کے تیسرے شخص کو متولی وقف اپنی برادری سے تجویز کر کے اپنے اوپر ایک نالاش متولی مذکور سے عدالتی مصلحتوں کی بنا پر دائر کرائی تب ورثہ موجودہ کو وقف نامہ کا علم ہوا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ: جائیداد مشترکہ کا ایسے طریقے پر وقف علی الاولاد کرنا کہ جس کے ورثہ موجودہ محروم کر دیئے ہوں اور وہ بھی ایسے وقت کہ ان کے سواے اس وقت ان کا اور کوئی وارث بھی نہ ہو اور وہ بھی اس طرح کہ خفیہ اور پوشیدہ۔ آیا شرعاً جائز ہے یا نہیں، اور ایسا وقف نامہ موجودہ ورثہ کے لیے قابل پابندی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ فقط

الجواب

صحت وقف مشاع محتمل القسمة مختلف فیہ ہے، ہر دو جانب فتویٰ ہے۔ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی صحت کے قائل ہیں۔ اور امام محمد عدم صحت کے۔ مشائخ بخارا کا ماخوذ قول امام محمد ہے اور سراجیہ میں اس پر فتویٰ بتایا۔ مگر متاخرین قول امام ابو یوسف اختیار کرتے ہیں۔ اور جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”وقف المشاع المحتمل للقسمة لا يجوز عند محمد رحمه الله تعالى، وبه أخذ مشايخ بخاري وعليه الفتوى كذا في السراجية. والمتأخرون أفتوا بقول أبي يوسف رحمه الله تعالى: أنه يجوز وهو المختار كذا في خزانة المفتين.“ (۱)

مشاع محتمل قسمت کا وقف امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جائز نہیں، یہی مشائخ بخاری کا ماخوذ ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، ایسا ہی سراجیہ میں مذکور ہے، اور متاخرین قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اختیار کرتے ہیں، اور جواز کا فتویٰ دیتے ہیں، یہی مختار ہے، ایسا ہی خزانۃ المفتین میں ہے۔ (ترجم)

اب کہ مختار قول امام ابو یوسف ہے کہ مشاع محتمل قسمت کا وقف جائز ہے، یہی ماننا ہوگا۔ تو یہ بات کہ جائیداد مشترکہ وقف کی عدم صحت وقف کے لیے کوئی حیلہ نہیں ہو سکتی نہ وقف کی صحت کے لیے یہ ضروری کہ وقف کی شہرت کرے، لوگوں پر ظاہر کرے ہاں غیر وقف کو دعویٰ وقفیت کے اثبات کے لیے بینہ

(۱) [الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الوقف، فصل فی وقف المشاع: ۲/۴۲۷]

پیش کرنا ہوگا تو ثبوت وقف کے لیے شہادت ضروری ہے۔ نہ کہ صحت وقف کے لیے۔ اگر اسی لڑکے نے بعد بلوغ کل جائیداد مشترکہ وقف کی تو اس سے جتنے حصہ کا وہ مالک تھا اس حصہ سے وقف متعلق ہوا، اور وہ حصہ وقف نہ ہوا، اور اپنا ہی حصہ وقف کیا ہو تو بھی، اور کل وقف کی ہو جب بھی، اس سے جو اس کا حصہ ہے وہی وقف ہوا، جب کہ بحالت صحت وقف صحیح کیا ہو۔ اور بحالت مرض موت کیا تو اس کے حصہ کے ایک ثلث سے وقف متعلق ہوگا۔ باقی دو ثلث اس کے ان ورثہ پر تقسیم ہوں گے اگر ان میں سے وقف نہ کریں گے۔ پھر وہ ثلث موقوف سے بھی چونکہ اس کے اولاد نہیں اور اس حالت میں کہ اولاد نہیں اس کے مستحق فقراء مسلمین ہیں، ان ورثہ میں جو فقرا ہوں گے وہ بھی منتفع ہو سکیں گے، اور وہی احق ہوں گے۔

اس صورت میں جب کہ ان لوگوں کو اس کا وقف کرنا معلوم نہیں، جو قابض ہے وہ مدعی وقفیت ہے ان پر محض اس کے اس دعویٰ کی وجہ سے لازم نہیں کہ وہ اسے وقف تسلیم کر لیں، اگرچہ یہ شخص کوئی ایسا کاغذ انگریزی دکھاتا ہو جسے اس لڑکے کی طرف منسوب کرتا ہو۔ اگرچہ اسے اسی لڑکے کا لکھا جاتا ہو، بلکہ اس کاغذ کا خط لڑکے کا خط سمجھا جاتا ہو۔ کہ: الخط یشبه الخط. خط خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ کاغذ رجسٹری شدہ ہو۔ جب تک شاہد جن کی شہادت قابل قبول شرع ہو وہ شہادت شرعی اس کے وقف ہونے کی نہ ادا کریں محض کاغذ سے وہ انگریزی رجسٹری شدہ ہو، غیر رجسٹری شدہ وقف ثابت نہ ہوگا۔ یہ ورثہ اس بارے میں اس سے جائز خصوصیت کریں گے تو ملزم نہ ہوں گے۔

عالمگیری میں ہے:

”لو قال أرضي هذه صدقة موقوفة على من يحدث لي من الولد وليس له ولد، يصح هذا الوقف فإذا أدركت الغلة، تقسم على الفقراء، فإن حدث له ولد بعد القسمة تصرف الغلة التي توجد بعد ذلك إلى هذا الولد ما يبقى هذا الولد، فإن لم يبق له ولد صرفت الغلة إلى الفقراء، كذا في فتاویٰ قاضی خان.“ (۱)

اگر کہے: میری یہ زمین میرے پیدا ہونے والے ولد پر وقف ہے۔ اور اب اس کا کوئی ولد نہیں تو یہ وقف صحیح ہوگا، تو جب آمدنی حاصل ہو جائے تو وہ فقرا پر تقسیم کر دی جائے، اس تقسیم کے بعد اس کا کوئی ولد پیدا ہوا، تو اب اس کے بعد جو بھی آمدنی آئے گی اس ولد پر صرف کر دی جائے گی، جب تک کہ یہ ولد

(۱) [الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الوقف الباب الثالث فی المصارف، الفصل الثانی فی

الوقف علی نفسہ و اولادہ و نسلہ: ۴۳۲/۲]

رہے۔ اگر نہ رہے تو اب کل آمدنی فقرا پر صرف کر دی جائے گی۔ ایسا ہی فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے۔ صورت مسئلہ میں قول ورثہ مانا جائے گا جب تک بشہادت شرعیہ وہ شخص اس کا وقف ہونا ثابت نہ کر دے۔

عالمگیری میں ہے:

”رجل جاء إلى قاضي بلدة ، وقال : إني كنت أميناً للقاضي ، الذي كان قبلك هنا ، وفي يدي صدقة كانت لرجل يقال له فلان فلان وقفها على قوم معلومين سماهم قبل قوله : إذالم تكن للواقف ورثة ولم يعلم من أمر هذه الصدقة غير ما أقربه هذا الرجل ، وإن كانت له ورثة فقالوا: هو ميراث بيننا وليس بوقف فالقول قولهم ويكون ميراثاً بينهم.“ (۱)

ایک شخص شہر قاضی کے پاس آیا، کہا: میں اس قاضی کا امین ہوں جو یہاں آپ کے پہلے تھے، میرے پاس فلاں نام کے شخص کا صدقہ ہے، فلاں نے متعین لوگوں پر نام کی تعیین کے ساتھ وقف کیا ہے، تو قاضی اس کی یہ بات تسلیم کرے گا جب کہ واقف کے ورثہ نہ ہوں، اور اس صدقہ کے تعلق سے اس شخص کے اقرار کردہ بات کے علاوہ اسے کچھ اور علم نہ ہو۔ اور اگر اس کے ورثہ ہوں اور وہ کہیں یہ تو ہماری میراث ہے، وقف نہیں، تو ان کی بات مانی جائے گی، اور وہ مال ان کے درمیان میراث قرار دیا جائے گا۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”إن قال في الصحة أرضي صدقة موقوفة على الفقراء بعدي وهو يخرج من الثلث أو كان ذلك في المرض إلى قوله: فإن احتاج بعض قرابته أو بعض ولده إلى ذلك والوقف في الصحة (فهنا أحكام) أحدها: أن صرف الغلة إلى فقراء القرابة أولى ، فإن فضل منها شيء يصرف إلى الأجنبي، إلى قوله: هذا إذا وقف على الفقراء واحتاج إليه بعض قرابته الخ.“ (۲)

اگر بحالت صحت کہا: میری یہ زمین میرے بعد فقرا پر وقف ہے تو یہ ثلث مال سے شمار ہوگا، یا اس

(۱) [الفتاوى الهندية، كتاب الوقف: ۲/۴۸۳]

(۲) [الفتاوى الهندية، كتاب الوقف الفصل الثامن: ۲/۴۵۰]

نے وہ بات بحالت مرض کہی، تو اگر اس کے قرابت دار اور اولاد میں سے بعض اس کے حاجت مند ہیں اور وقف حالت صحت میں کیا تھا (تو یہاں چند احکام ہیں) ایک حکم یہ ہے کہ قرابت دار فقرا پر آمدنی صرف کرنا زیادہ بہتر ہے۔ پھر اگر کچھ بیچ جائے تو دوسرے لوگوں پر صرف کی جائے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب وقف فقرا پر کیا ہو اور اس کے کچھ قرابت دار اس کے حاجت مند ہوں۔ (مترجم) اسی میں ہے:

”مريض وقف داراً في مرض موته فهو جائز اذا كان يخرج من ثلث المال، وإن كان لم يخرج فاجازت الورثة فكذلك، وإن لم يجيزوا بطل فيما زاد على الثلث الخ.“ (۱)

مريض نے ”دار“ بحالت مرض موت وقف کیا تو یہ جائز ہے جب کہ وقف ثلث مال سے متعلق ہو، اور اگر زیادہ سے متعلق ہو تو اجازت ورثہ پر موقوف ہوگا، اور اگر جائز قرار نہ دیں تو ثلث مال سے زیادہ میں وقف باطل ہوگا۔ (مترجم)

اسی کے باب فی وقف المريض میں ہے:

”إذا جعل أرضه صدقة موقوفة لله تعالى أبداً على ولده وولد ولده ونسله أبدأ ماتنا سلوا ومن بعدهم على المساكين فإن كانت هذه الأرض تخرج من الثلث صارت موقوفة تستغل ثم تقسم غلتها على جميع ورثته على سهام الميراث، إلى قوله: وإن كانت هذه الأرض لا تخرج من الثلث فإن أجازت الورثة الوقف جاز، إلى قوله: وإن لم يجيزوا الوقف جاز الوقف من الثلث فصار ثلث الرقبة وقفاً للفقراء، إلى قوله: فإن مات الوارث الموقوف عليه كانت الغلة للفقراء.“ (۲)

واقف اپنی زمین فی سبیل اللہ، اپنی اولاد، اولاد کی اولاد اور نسل پر ہمیشہ کے لیے وقف کر دے اور ان کے بعد فقرا و مساکین پر، تو اگر یہ زمین ثلث کے موافق ہے تو موقوف ہو جائے گی پھر اس کی آمدنی تمام ورثہ پر میراث کے حصوں کے مطابق تقسیم کی جائے گی، اگر یہ زمین ثلث سے زیادہ ہو تو اجازت ورثہ پر وقف صحیح ہوگا، اور اگر جائز قرار نہ دیں تو بقدر ثلث وقف نافذ ہوگا، لہذا ثلث رقبہ فقرا پر وقف ہوگا، اگر

(۱) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف، الباب العاشر في وقف المريض: ۴۹۴/۲]

(۲) [الفتاویٰ الهندية كتاب الوقف الباب العاشر في وقف المريض: ۴۹۴/۲، ۴۹۵]

وارث موقوف علیہ فوت ہو جائے تو آمدنی فقرا کے لیے ہوگی۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”لوقال المريض: أرضي هذه صدقة موقوفة على من احتاج من ولدي ونسلي، يعطى كل واحد ما يسع نفقته، إن لم يكن في ولده ونسله فقيراً فالغلة كلها للفقراء.“ (۱)

واقف نے بحالت مرض کہا: میری یہ زمین میری محتاج اولاد و نسل پر صدقہ موقوفہ ہے، تو ہر ایک کو اس کے خرچ بھر دیا جائے گا، اگر اس کی اولاد میں کوئی تنگ دست نہ ہو، ورنہ تو کل آمدنی فقرا پر صرف ہوگی۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”رجل في يده ضيعة، جاء رجل وادعى أنها وقف وجاء بصك فيه خطوط عدول وقضاة قد انقضوا وطلب من القاضي القضاء به ليس للقاضي أن يقضي بذلك الصك كذا في الخلاصة، وكذلك لو كان لوح مضروب على باب دار ينطق بالوقف لا يقضي به مالم يشهد الشهود بالوقف كذا في المحيط.“ (۲)

ایک شخص کے قبضہ میں جائداد ہے، اس پر کسی نے وقف ہونے کا دعویٰ کیا اور ثبوت میں ایک دستاویز پیش کیا، جس پر چند عادل شخصوں اور گزشتہ قاضیوں کی تحریریں بھی ہیں، قاضی سے قضا کا مطالبہ کیا، قاضی کو جائز نہیں کہ اس دستاویز کی بنا پر فیصلہ کر دے۔ ایسا ہی خلاصہ میں مذکور ہے، یوں ہی کسی مکان کے دروازے پر وقف کی تختی لگی ہونے سے بھی قاضی وقف کا حکم نہیں دے گا جب تک کہ گواہ وقف کی گواہی نہ دے دیں۔ ایسا ہی محیط میں لکھا ہے۔ (مترجم)

خانہ میں فرمایا:

”رجل ادعى على رجل مالا وأخرج خطأ وادعى أنه خط المدعي عليه فأنكر المدعي عليه أن يكون الخط خطه، فاستكتب، فكتب و كان بين الخطين مشابهة ظاهرة تدل على أنها خط كاتب واحد اختلف المشايخ رحمهم الله تعالى فيه،

(۱) [الفتاوى الهندية، كتاب الوقف الباب العاشر في وقف المريض: ۲/۴۹۵]

(۲) [الفتاوى الهندية، كتاب الوقف الباب السابع: ۲/۴۸۶]

والصحيح أنه لا يقضي بذلك. (۱)

کسی نے ایک شخص کے اوپر مال ہونے کا دعویٰ کیا اور ایک تحریر پیش کی، اور دعویٰ کیا کہ یہ مدعی علیہ کی تحریر ہے، مدعی علیہ نے اپنی تحریر ہونے کا انکار کیا، اس سے لکھوایا تو اس نے لکھ دیا، دونوں تحریروں میں یکسانیت ظاہر تھی جو بتا رہی تھی کہ کسی ایک شخص کی تحریر ہے، مشائخ عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس بنیاد پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ (مترجم)

ردالمحتار میں ہے:

”تنبیه ذکر فی الخانیة والإسعاف: ادعی علی رجل فی یدہ ضیعة أنها وقف وأحضر صکاً فیہ خطوط العدول والقضاة الماضین، وطلب من القاضي القضاء بذلك الصک قالوا: ليس للقاضي ذلك؛ لأن القاضي إنما يقضي بالحجة، والحجة إنما هي البينة أو الإقرار، أما الصک فلا يصلح حجة؛ لأن الخط، يشبه الخط وكذا لو كان علی باب الدار لوح مضروب ينطق بالوقف لا يجوز للقاضي أن يقضي مالم تشهد الشهود اه. قلت وهذا بظاهره ینافی ما هنا من العلم بما فی دواوین القضاة۔ والجواب أن العمل بما فیها استحسان كما فی ”الإسعاف“ وغيره (إلی قوله: إلی أن قال: فلو وجد فی الدفاتر أن المكان الفلانی وقف علی المدرسة الفلانیة مثلاً يعمل به من غیر بینة) إلی قوله: لكن افتی فی ”الخیریة“ بأنه لا یثبت الوقف بمجرد وجوده فی الدفتر السلطانی لعدم الاعتماد علی الخط فتأمل. (۲)

تنبیہ: خانیہ و اسعاف میں مذکور ہے: ایک شخص کے قبضہ میں جائداد ہے، اس پر کسی نے وقف ہونے کا دعویٰ کیا، اور ایک دستاویز پیش کی جس پر عادل شخصوں اور گزشتہ قاضیوں کی تحریریں بھی ہیں، اور اس دستاویز کو بنیاد بنا کر قاضی سے فیصلہ کا مطالبہ کیا، فقہا فرماتے ہیں: قاضی کو جائز نہیں کہ اس دستاویز کی بنا پر فیصلہ صادر کر دے۔ قاضی صرف دلیل کے ہوتے فیصلہ کرے گا، اور وہ بینہ یا مدعی کا اقرار ہے، صرف دستاویز دلیل نہیں بن سکتی، کیوں کہ تحریر تحریر کے مانند ہوتی ہے، یوں ہی کسی کے مکان کے دروازے پر وقف کی تختی ہونے سے بھی قاضی وقف کا حکم نہیں دے گا، جب تک کہ گواہ وقف پر گواہی نہ دے دیں

(۱) [الفتاویٰ الخانیة: ۲/۴۴۲]

(۲) [ردالمحتار، کتاب الوقف: ۶/۴۸۶، ۴۸۷]

گے۔ میں کہتا ہوں: یہ بظاہر قاضیوں کے دفتروں پر عمل کے خلاف ہے۔ جواب یہ ہے کہ ان پر عمل بطور استحسان ہے، جیسا کہ اسعاف وغیرہ میں مذکور ہے۔ (السی قولہ:) فرمایا: اگر دفتروں میں پایا جائے کہ فلاں جگہ فلاں مدرسے پر موقوف ہے، مثال کے طور پر۔ تو اس پر عمل درآمد ہوگا، نیت کی حاجت نہیں (السی قولہ:) خیر یہ میں فتویٰ مذکور ہے: محض سلطانی میں پائے جانے سے وقف کا ثبوت نہ ہوگا، کیوں کہ تحریر پر اعتماد و بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ غور کرو۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”و كذا لو كان أحدهما أنفع للوقف لما سيأتي في الوقف والاجارات أنه يفتى بكل ما هو أنفع للوقف فيما اختلف العلماء فيه، والحاصل أنه إذا كان لأحد القولين مرجح على الآخر ثم صحح المشايخ كلا من القولين ينبغي أن يكون المأخوذ به ما كان له مرجح؛ لأن ذلك المرجح لم يزل بعد التصحيح فيبقى فيه زيادة قوة لم توجد في الآخر. والله تعالى أعلم.“ (۱)

اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک وقف کے لیے زیادہ نافع ہے جیسا کہ عنقریب کتاب الوقف و کتاب الاجارت میں آئے گا، تو فتویٰ اسی قول پر دیا جائے گا جو وقف کے لیے زیادہ نافع ہے۔ علما کا اس بارے میں اختلاف نہیں ہے۔ حاصل یہ کہ جب کسی ایک قول کو دوسرے قول پر ترجیح حاصل ہو، پھر مشائخ نے دونوں اقوال کی تصحیح بھی کر دی ہو تو قابل عمل ترجیح شدہ قول ہونا چاہیے، کیوں کہ وہ مرجح کے بعد بھی موجود ہے، تو اس میں ایک گونہ قوت زیادہ رہے گی، جو دوسرے میں موجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

مسجد اور اس سے متعلق زمین میں دفن میت جائز نہیں

(۱۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

متولی مسجد کی قبر مسجد میں بنانا جائز ہے؟ جب کہ امام اجازت دے اور اس کی اجازت سے قبر کھودی جائے اور اپنی موجودگی میں قبر کھدوائے، اور لوگ اعتراض کریں تو وہ اپنی روزی برقرار رکھنے کے

لیے کہے کہ مجھے روکنے کا کیا حق ہے۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے امام کے ساتھ نمازیوں اور عام لوگوں کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟
مبارک حسین بازار نصر اللہ خاں رام پور۔

الجواب

مسجد کا صحن تو صحن۔ مسجد بمعنی موضع صلاۃ کے علاوہ بھی مسجد کے متعلق کسی زمین میں قبر بنانا یا اور کوئی تصرف کرنا ناجائز ہے۔ امام نے غلط کہا کہ مجھے روکنے کا کیا حق ہے۔ ناجائز امر کے روکنے کا ہر مسلمان کو حق جتنا اسے ہے جیسے انکار کر سکے نبی عن المنکر فرض ہے، اس کو لازم تھا کہ وہ اس کو ناجائز بتاتا اور جو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا تو جو روک سکتے تھے انہیں اطلاع اور حکومت سے چارہ جوئی کرنا کراتا۔ اس نے نہ روکا یہ گناہ کیا، بلکہ اس نے اجازت دی یہ اور بڑھ کر گناہ ہوا، جب تک وہ توبہ نہ کرے اسے ہرگز امام نہ بنائیں، وہ توبہ نہ کرے تو اسے خود معزول کر سکتے ہوں تو معزول کر دیں، ورنہ جو معزول کر سکتا ہو اس سے کہہ کر معزول کرائیں۔ واللہ تعالیٰ هو الہادی و هو تعالیٰ اعلم۔

وقف کی تبدیلی جائز نہیں

(۱۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
انارسی کی عید گاہ بالکل آبادی میں آگئی ہے، اس کے گرد نواح میں غیر اقوام کی آبادی زیادہ ہے، لوگ وہاں غلاظت بھی پھینک دیتے ہیں، اور بچے اس میں ٹٹی پیشاب بھی کر دیتے ہیں، اس لیے انجمن کمیٹی کا یہ ارادہ ہے کہ اسے دوسری جگہ شہر سے باہر متصل کر دیا جائے، اور جگہ بھی نمازیوں کے لیے کم پڑتی ہے۔ آپ از روئے شریعت تحریر فرمادیں کہ کیا یہ عید گاہ کی زمین فروخت کر کے، اس کی قیمت میں دوسری جگہ عید گاہ کے لیے زمین خرید سکتے ہیں یا نہیں، کیوں کہ یہاں کے مسلمان اتنے خوش حال نہیں ہیں کہ وہ چندہ کر کے عید گاہ کے لیے زمین خرید سکیں، جواب کے لیے لفافہ ارسال خدمت ہے، جواب اس کی پشت پر تحریر فرمادیں۔

امیر حمزہ انجمن نور الاسلام کمیٹی انارسی مدھ پردیش

الجواب

اگر عید گاہ کسی کی مملوک زمین میں ہے، تو اس کی اجازت سے فروخت کر کے شہر سے باہر عید گاہ

فتاویٰ مفتی اعظم / جلد پنجم ۵۰ کتاب الوقف

کے لیے زمین خرید سکتے ہیں، یا وقف ہو اور اس میں تبدیلی کی اجازت ہو تو وقف ورنہ متولی یا کمیٹی فروخت کر سکتی ہے، اور اس رقم سے عید گاہ کے لیے شہر سے باہر مناسب جگہ خرید سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ محمد طاہر حسین نوری غفرلہ

الجواب صحیح:

اگر وہ زمین وقف ہو اور تبدیلی کا وقف نامہ میں صریح بیان نہ ہو تو اس جگہ کی حفاظت کا بندوبست لازم، ورنہ اسے فروخت کسی مسلمان کے ہاتھ کیا جائے جو اس جگہ اس کے بعد کچھ ملحوظ رکھ کر مکان بنائے۔
فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ ۲۳/۲۳/۱۴۲۲ھ

کتاب البيوع

ابواب

(۵۲)

۱- خرید و فروخت

(۵۷)

۲- منفعت

(۷۸)

۳- سود

(۸۶)

۴- قرض



(۱) خرید و فروخت

آزاد عورت خریدنے سے باندی نہیں ہو سکتی بلکہ یہ خریداری ہی حرام ہے

(۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
زید نے ایک عورت خریدی۔ بکر کہتا ہے کہ بغیر نکاح کے جائز نہیں ہے۔ علمائے دین اس مسئلہ
میں کیا فرماتے ہیں؟ از ملوک پور بریلی۔ مسئلہ شفاعت احمد خاں ۱۱/شوال ۱۳۵۶ھ

الجواب

یہاں جواری (کنیزان شرعی) کہاں؟ حرائر کا بیچنا خریدنا حرام اور وہ ہزار بار اگر بکلیں تو جواری
نہیں ہو سکتیں۔ اگر وہ عورت غیر منکوحہ ہے تو اس کی رضا سے اس کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے، جب کہ یہ اس
کا کفو ہو اور اگر کفو نہیں تو اس کے ولی کے اذن صریح کے بغیر کہ وہ اسے غیر کفو جانتے ہوئے اس کے ساتھ
نکاح کی اجازت دے محض عورت کی رضا سے نکاح نہیں ہو سکتا، اور اگر وہ منکوحہ غیر ہے اور اکثر پست
اقوام کے لوگ ایسی ہی عورتوں کو بیچتے ہیں۔ خود شوہر فروخت کرتے ہیں، تو جب تک شوہر اسے طلاق نہ
دے دے اور اس طلاق کی عدت نہ گزرے ہرگز اس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (۱) اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں۔

ادھار خرید و فروخت میں بازار بھاؤ سے کم زیادہ پر خریدنا اور بیچنا جائز ہے

(۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
آج اس وقت غلہ گندم کا عام نرخ چودہ سیر فی روپیہ ہے لیکن زید معاملہ سرکاری ادا کرتا ہے

اور گندم کا کوئی گا ہک بروقت نہیں ملتا تا کہ فروخت کر کے معاملہ ادا کرے۔ بکرنے زید کو کہا کہ مرے پاس بحساب سولہ سیر گندم فی روپیہ کے حساب سے فروخت کر دو۔ تو میں تم سے غلہ گندم خرید لوں گا۔ زید نے بوجہ مجبوری سولہ سیر گندم فروخت کر کے معاملہ ادا کیا۔ یہ بیع و شرا جائز ہے کہ نہیں؟ جواب باصواب ہو۔

(۲) فی الوقت گندم کا نرخ عام دست بدستی بارہ سیر فی روپیہ فروخت ہو رہا ہے، یا کم و بیش۔ مگر زید غریب آدمی ہے اس کے پاس نقد قیمت موجود نہیں ہے اگر بکر سے گندم بطور قیمتی مانگتا ہے۔ بکر دس سیر فی روپیہ کے حساب زید کو گندم قرض دیتا ہے اور قیمت ماہ مہنگر میں لینے کا وعدہ ہوتا ہے۔ زید اپنی غربت اور ضرورت کی وجہ سے مذکورہ نرخ پر گندم لے لیتا ہے۔ جواب مکمل ہو۔ فقط۔

از چھبلا ضلع پونچھ پنجاب مرسلہ جناب صدر الدین صاحب معرفت جناب مولوی اکبر علی صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۱۲ رجب ۱۳۵۷ھ

الجواب

قنیه و در مختار میں اسے جائز مع الکراہت بتایا۔

قنیه میں ہے: "شراء الشيء اليسير بثمان غال إذا كان له حاجة إلى القرض يجوز ويكره." (۱)

گراں قیمت کے بدلے معمولی چیز کی خریداری جب کہ مشتری قرض کا حاجت مند ہو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ (مترجم)
در مختار میں فرمایا:

"شراء الشيء اليسير بثمان غال لحاجة القرض يجوز ويكره وأقره المصنف." (۲)

گراں قیمت کے بدلے معمولی چیز کی خریداری جب کہ مشتری قرض کا حاجت مند ہو، کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ مصنف نے اسے برقرار رکھا ہے۔ (مترجم)
فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی میں بھی ایسا ہی لکھا۔

(۱) [الدر المختار، کتاب البيوع . فصل في القرض: ۳۰۰/۷]

(۲) [الدر المختار . کتاب البيوع . فصل في القرض: ۳۰۰/۷]

قیمت سے زیادہ پرادھار خرید و فروخت جائز ہے

(۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
اگر در بازار نرخ بحساب فی روپیہ بست آثار گندم ست و شخص بقرض بحساب فی روپیہ ہیودہ آثار
می فروشد ایس بیج راست ست یا نہ۔

الجواب

بیج مذکور نافذست اما مکروہ است۔ در قنیه می آرد۔

شراء الشی الیسیر بثمان غال الخ۔ (۱)

معمولی چیز گراں ثمن کے عوض خریدنا، مگر کراہت بہر صورت نہیں جیسا کہ ان عبارات سے ظاہر
ہے بلکہ یہاں تفصیل ہے۔

ردالمحتار میں زیر قول در مختار یجوز و یکرہ ہے:

”أی: یصح مع الکراہة، وهذا لو الشراء بعد القرض لما فی الذخیرة، وإن لم
یکن النفع مشروطاً فی القرض ولكن اشتری المستقرض من المقرض بعد القرض
متاعاً بثمان غال، فعلى قول الکرخي لا بأس به، وقال: الخصاف ما أحب له ذلك۔
وذكر الحلواني أنه حرام، لأنه يقول لو لم أکن اشتريته منه طالبني بالقرض في
الحال. ومحمد لم ير بذلك بأساً، وقال خواهرزاده ما نقل عن السلف محمول علی
ما إذا كانت المنفعة مشروطة وذلك مکروه بلا خلاف، وما ذکره محمد محمول
علی ما إذا كانت غیر مشروطة وذلك غیر مکروه بلا خلاف، هذا إذا تقدم الإقراض
علی البيع، فإن تقدم البيع بأن باع المطلوب منه المعاملة من الطالب ثوباً قيمته
عشرون ديناراً بأربعين ديناراً ذکر الخصاف انه جائز وهذا مذهب محمد بن سلمة
إمام بلخ، وكثير من مشايخ بلخ كانوا یكروهونه ويقولون إنه قرض جر منفعة، إذ
لولا له لم يتحمل المستقرض غلاء الثمن. ومن المشايخ من قال یکره لو كانا فی

(۱) [الدر المختار كتاب البيوع: فصل فی الوقف، ۷/۳۰۰]

مجلس واحد وإلا فلا بأس به، لأن المجلس الواحد يجمع الكلمات المتفرقة فكأنهما وجدا معا فكانت المنفعة مشروطة في القرض۔ و كان شمس الأئمة الحلواني يفتي بقول الخصاف وابن سلمة ويقول هذا ليس بقرض جر منفعة بل هذا بيع جر منفعة وهي القرض اه ملخصاً۔“ (۱)

یعنی کراہت کے ساتھ بیع صحیح ہے، یہ حکم قرض کے بعد خریداری کی صورت میں ہے، جیسا کہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر نفع قرض میں مشروط نہ ہو، لیکن قرض دار قرض خواہ سے قرض کے بعد گراں قیمت پر کوئی سامان خریدے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ امام کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہے۔ امام خصاف فرماتے ہیں: مجھے یہ بیع پسند نہیں۔ امام حلوانی کے نزدیک حرام ہے۔ وہ فرماتے ہیں: اگر میں اس سے اس چیز کو نہ خریدوں تو وہ فوراً قرض کا مطالبہ کر دے گا، امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ خواہر زادہ فرماتے ہیں: جو اسلاف کرام سے منقول ہے یہ بیع محمول ہے اس صورت پر جب کہ قرض نفع سے مشروط ہو، تو یہ بیع بلا اختلاف مکروہ ہوگی۔ اور وہ جو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا محمول ہے اس صورت پر جب کہ قرض غیر مشروط ہو، تو یہ بیع بلا اختلاف مکروہ نہ ہوگی، مذکورہ احکام اس تقدیر پر ہیں جب کہ قرض بیع پر مقدم ہو، لیکن اگر بیع مقدم ہو اس طرح کہ مطلوب منہ (جس سے عقد معاملہ کا مطالبہ کیا گیا) طالب سے ایک تھان جس کی قیمت بیس دینار ہے چالیس دینار میں فروخت کرے۔

امام خصاف فرماتے ہیں: یہ بیع جائز ہے، یہی مذہب محمد بن مسلمہ امام بلخ کا ہے، اور کثیر مشائخ بلخ اس بیع کو مکروہ قرار دیتے ہیں، اور کہتے ہیں: یہ ایسا قرض ہے جو حصول منفعت کا سبب ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو قرض دار کو کوئی شرم کی گرائی نہ جھیلنا پڑتی، بعض مشائخ فرماتے ہیں: یہ بیع مکروہ ہے جب کہ متعاقدین ایک مجلس میں ہوں ورنہ کوئی حرج نہیں، کیوں کہ مجلس واحد کلمات متفرقہ کو جامع ہے، گویا کہ دونوں ایک ساتھ موجود ہوئے، تو اب منفعت قرض میں مشروط ہوئی، شمس الأئمة حلوانی، امام خصاف اور ابن سلمہ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں، اور فرماتے ہیں: یہ وہ قرض نہیں جس نے نفع کمایا، بلکہ یہ بیع ہے جس نے نفع کمایا اور وہ قرض ہے۔ اہ ملخصاً۔ (مترجم)

جب یہاں صورت مستفسرہ میں قرض کا سابقاً نہ لاحقاً کہیں قدم در میان میں نہیں تو اس کے بلا خلاف جائز بے کراہت ہونے میں کیا کلام۔ اور وہ مضطر بھی نہیں کہ مضطر ہوتا تو اوسطاً بیع و شراء فاسد ٹھہرتا

جب کہ یقین ہوتا۔

ردالمحتار میں ہے:

”قوله: بيع المضطر و شراؤه فاسد، هو أن يضطر الرجل إلى طعام أو شراب أو لباس أو غيرها ولا يبيعها البائع إلا بأكثر من ثمنها بكثير وكذلك في الشراء منه كذا في ”المنح“ اه ح. وكذا في الشراء منه مثال لبيع المضطر أي بأن اضطر إلى بيع شيء من ماله ولم يرض المشتري إلا بشرائه بدون ثمن المثل بغبن فاحش، ومثاله مالو ألزمه القاضي بيع ماله لا يفاء دينه أو ألزم الذمي بيع مصحف أو عبد مسلم ونحو ذلك لكن سيذكر المصنف في الإكراه لو صادره السلطان أمره بالبيع مع أنه بدون أمر مضطر إلى البيع حيث لا يمكنه غيره، وقد يجاب بأنه هذا ليس فيه أنه باع بغبن فاحش عن ثمن المثل، نعم العبارة مطلقة فيمكن تقييدها بأنه إنما يصح لو باع بثمان المثل أو غبن يسير توفيقاً بين العبارتين فتأمل. والله تعالى أعلم.“ (۱)

(مضطر کی خرید و فروخت فاسد ہے) کوئی شخص طعام، مشروب یا لباس وغیرہ کے لیے مضطر ہو جائے اور بائع اصل ثمن سے زیادہ پر ہی فروخت کرتا ہو، یہی حکم مضطر سے خریدنے کا ہے۔ ایسا ہی منہج میں ہے۔ مضطر کی طرف سے بیع کی مثال یہ ہے کہ وہ اپنے مال کا کوئی حصہ فروخت کرنے پر مجبور ہو جائے، اور مشتری ثمن مثل کے علاوہ غبن فاحش سے ہی خریدنے پر راضی ہو۔ اور مضطر کی مثال: جب قاضی اسے اپنا مال فروخت کرنا لازم قرار دے دے، لیکن مصنف عنقریب کتاب الاکراه میں ذکر کریں گے، اگر غلام فروخت کرنے پر ضروری قرار دے دے، لیکن مصنف عنقریب کتاب الاکراه میں ذکر کریں گے، اگر حاکم اس سے مطالبہ کرے۔ اس شخص کو اپنا مال فروخت کرنے کا حکم دے حالانکہ وہ امر (حکم) کے بغیر ہی فروخت کرنے کے لیے مجبور ہے، اس کے علاوہ کچھ کرنا اس کے لیے ممکن نہیں۔

جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس میں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ وہ ثمن مثل سے غبن فاحش کے ساتھ فروخت کرے، ہاں عبارت مطلق ہے تو اسے مقید کیا جاسکتا ہے اس طرح کہ یہ بیع صحیح ہوگی، اگر ثمن مثل سے یا غبن یسیر کے بدلے (معمولی سے غبن کے ساتھ) فروخت کرے۔ تو اب دونوں عبارتوں میں توفیق تطبیق ہو جائے گی۔ غور کرو۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

(۱) [ردالمحتار، کتاب البيوع، مطلب في البيع الفاسد: ۱۸۱/۷]

(۲) اس کا جواب بھی اوپر کے جواب سے ظاہر کہ مشتری غیر مضطر ہے اور بائع کا مقروض نہیں تو بے دغدغہ جائز ہے، اور اگر مضطر ہے تو مضطر کا بیع و شرا فاسد۔ کما فی الدر المختار وحاشیة رد المحتار للعلامة السيد الشامي قدس سره السامي. والله تعالى اعلم۔

(۲) منفعت

بینک اور ڈاک خانہ کا نفع سود نہیں، اس کا لینا جائز ہے

(۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ... ایک شخص کے پاس تیس روپیہ ہیں۔ کچھ ان میں سے ڈاک خانہ سرکاری میں بغرض..... سود جمع کر دیئے ہیں، اور خود ایک آنہ روپیہ کا سود ہندو اور مسلمان سب سے لیتا ہے، اور نوٹ لیتا ہے اور روپیہ دیتا ہے، اور کبھی نوٹ دیتا ہے اور روپیہ لیتا ہے، اور یہ سنا لاتا ہے کہ جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جائز رکھا ہے۔ اگر جائز ہے تو فرمان باری تعالیٰ کا کیا مطلب ہے اور کیا معنی ہیں:

قوله تعالى: ﴿أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ (۱) اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔

لہذا اس مسئلہ کو جلد از جلد حل کر کے جواب سے مشرف فرمائیے، تمام لوگ اس میں مقلد ہیں، آپ عند اللہ ماجور ہوں گے اور ایسے شخص سے اہل محلہ دستی کو کیا کرنا چاہیے۔ اور تین نقشے آداب مسجد روانہ فرمائیے اور اس کے اندر ایک ٹکٹ رکھ دیا گیا۔ مکرر یہ کہ دار الحرب میں سود کس سے لینا جائز ہے، ہندو و مسلمان دونوں سے؟ دنیا میں دار الحرب کون کون جگہ ہے، اس کی بھی تشریح فرما دیجیے۔ پتہ یہ ہے۔

شہر پبلی بھیت محلہ شیر محمد متصل مارکیٹ مولوی عبدالرب صاحب۔

الجواب

سود بھنص قطعی قرآنی حرام ہے۔

قال تعالى: ﴿حَرَّمَ الرِّبَا﴾ (۲) اللہ تعالیٰ حرام کیا سود۔

(۱) [سورة البقرة: ۲۷۵]

(۲) [سورة البقرة: ۲۷۵]

کسی سے حلال نہیں اور کہیں حلال نہیں، نہ مسلم سے نہ کافر سے، نہ دارالاسلام میں نہ دارالحرب میں، جو سود نہیں وہ کسی سے حرام نہیں کہیں حرام نہیں۔ خنزیر دارالاسلام میں ہی حرام نہیں کہ دارالحرب میں جا کر اس کا کھانا جائز ہو، دارالاسلام میں آ کر حرام ہو جائے۔ یوں ہی بکری جب حلال ہے تو اس کا گوشت اگر سوڑ کا بچہ سمجھ کر کھائے، تو حرام گوشت نہ کھائے گا حلال ہی کھائے گا۔ ہاں حرام سمجھ کر کھائے گا گناہ ہوگا۔ یہ بات اور ہے۔ گورنمنٹ سے جو روپیہ زائد ملتا ہے سود نہیں کہ سود ہونے کے لیے مال معصوم ہونا ضروری ہے۔

”وما ل الحربی لیس بمعصوم۔“

اور مال حربی معصوم نہیں، جب گورنمنٹ ایک رقم اپنی رضا سے خود زائد دیتی ہے اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں، کہ وہ سود نہیں مگر سود سمجھ کر لینا ضرور گناہ ہوگا، اس سمجھنے سے وہ سود نہ ہو جائے گا جو زائد مال اخذ کیا مال حلال ہے، مگر حرام سمجھ کر لیا اس کا گناہ ہوا، اگر اسے سود جانتا ہے اور لیتا ہے تو گنہگار ہے۔ زکاۃ نہیں دیتا سخت شدید گناہ کا مرتکب، فرض کا تارک مستحق عذاب شدید مدید ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور حساب کر کے جس قدر زکاۃ کاروپیا تک اس پر دینا فرض ہو چکا ہے سب دے، اور اگر اس وقت سب ادا کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو جتنا ادا کر سکے کرے باقی پھر حسب مقدرت ادا کرتا رہے، اور جو واجب ہوتا جائے اسے بھی۔ زکاۃ نہ دینے والوں کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ. يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كُنْتُمْ لَا تُفْسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ﴾ (۱)

وہ کہ جو جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوش خبری سناؤ دردناک عذاب کی، جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پٹھیں، یہ ہے وہ جو تم نے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزہ اس جوڑنے کا۔ جلالین میں ہے: ”ای لا یؤدون منها من الزکاۃ والخیر“ (۲)

(۱) [سورة التوبة: ۳۴]

(۲) [تفسیر الجلالین: ۱/۲۴۵ - سورة التوبة: ۳۴] [فتاویٰ عزیز: ۱/۴۳]

یعنی نہ وہ اس مال سے زکاۃ نکالتے ہیں اور نہ خیر کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ (مترجم)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرض دے کر اس پر نفع لینا زاسود ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ((کل قرض جر منفعة فهو ربا.)) (۱)

ہر وہ قرض جو نفع کمائے، سود ہے۔ (مترجم)

چاہے نوٹ دے کر روپیہ، یا روپیہ دے کر نوٹ۔ وہ اس کے جواز کا اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر افترا کرتا ہے۔ ہرگز انہوں نے اس کے جواز کا فتویٰ نہ دیا، ان کے فتاویٰ میں ایک دو نہیں بہت فتوے ایسے ملیں گے جس میں یہی فرمایا: کہ قرض پر نفع لینا حرام اور سود ہے، دس کا نوٹ بارہ یا کم و بیش کو بیچنا اسے حلال بتایا ہے۔

حدیث میں ہے: ((إذا اختلف الجنسان فبیعوا کیف شئتم)) (۲)

جب جنس تبدیل ہو جائے تو جس طرح چاہو فروخت کرو۔ (مترجم)

نیز صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ کے ارشاد سے اس کا ثبوت پیش فرمایا ہے کہ انہوں نے تصریح کی

کہ: ”لرباع قطعة كاغذة بألف جاز. أو كما قال.“ (۳)

کاغذ کا ایک ٹکڑا ایک ہزار کے بدلے فروخت کیا جائز ہے۔ او کما قال (مترجم)

تو بیع کو حلال فرمایا ہے نہ کہ سود کو، جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ نے ہنڈوی میں ربا سے بچنے کو جو حیلہ جواز بتایا اس میں بتایا کہ ”دو کم صدر روپیہ بسا ہو کار بد ہر دو روپیہ رفلوس بکناندر عوض دو از وہ روپیہ فروخت نماید کہ بسبب غیر جنس بودن فلوس دو روپیہ حلال می شود الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ سود کسی سے لینا جائز نہیں۔ حربی کا فرسے وہ معاملہ جو درمیان مسلم و مسلم یا مسلم و کافر ذمی سود ہوتا حربی سے سود نہیں۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ((لا ربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب.)) (۴)

دار الحرب میں مسلم و حربی کے درمیان سود نہیں۔ (مترجم)

(۱) [کنز العمال، کتاب الدین والسلم، حدیث: ۱۵۵۱۲]

(۲) [ہدایہ آخرین، باب الربا: ۶۷/۳]

(۳) [فتح القدیر، باب الکفالة: ۴۱۵/۵]

(۴) [نصب الرایة لأحادیث الهدایة: ۴/۴۴]

اور اس کی علت وہی عدم عصمت۔ دار الحرب وہ جگہ جہاں کبھی مسلمانوں کا تسلط نہ ہو یا پناہ بخدا تسلط ہو پھر جاتا رہا اور وہاں بغلبہ کفار شعار اسلام قطعاً مسدود ہو گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو سود نہیں وہ کسی کے کہنے یا لکھنے سے سود نہیں ہو سکتا

(۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
بخدمت شریف منبع فضل و کرم، مشعل انوار ہدایت، غواص دریاے معانی، جامع شریعت و طریقت، حضرت مولانا دام ظلکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف بہت مدت کے بعد حضور کا خط آیا ہے۔ الحمد للہ! جواب سے تسکین ہوئی۔ یہ مسئلہ آج تک میری سمجھ میں نہ آتا تھا حضور نے پورے طور پر واضح کر دیا بتلا دیا۔ اس مسئلہ کے متعلق ایک ضروری بات دریافت طلب اور پیدا ہو گئی ہے، وہ یہ ہے کہ ہندو دلال ہم سے سودی روپیہ مانگتے ہیں، روپیہ یا ڈیڑھ روپیہ سیکڑہ پر، اور ہم ان سے کہتے ہیں کہ ہم تم کو سو روپیہ یا دو سو روپیہ ایک روپیہ یا ڈیڑھ روپیہ فیصدی منافع پر دیتے ہیں کیوں کہ اعلیٰ حضرت کے خط میں لکھا ہوا تھا ”پھر بھی جس طرح برے کام سے بچنا ضروری ہے برے نام سے بھی بچنا مناسب ہے الخ“ مگر جب وکیلوں سے دریافت کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ جب تک کاغذ میں لفظ سود ایک روپیہ یا دو روپیہ سیکڑہ نہ لکھا جائے گا تب تک یہ کاغذ لکھا ہوا جائز نہ ہوگا اور اس کی مدیون پر ڈگری مع سود نہیں کرا سکتے ہو، ہاں خالی روپیہ کی ڈگری ہوگی کیوں کہ نقد روپیہ یا نوٹ پر سرکار منافع نہیں دیتی اور سود دیتی ہے منافع وغیرہ کچھ نہیں ملے گا۔ اگر ہندوؤں سے کاغذ میں لفظ سود لکھا جائے تو سود بمع حرجہ و خرچہ وصول کر سکتے ہو، ورنہ نہیں، عالی جاہا اس پر کیا کیا جائے ہم تو دل میں اسی لفظ سود کو برا سمجھتے ہیں اور ہندو بھی کہتے ہیں کہ ہم پیچھے اسی طرح سے کاغذ لکھ کر دیتے آئے ہیں، اگر وہ اپنی غرض کی خاطر وہی ہمارا کہا منظور کریں، تو وہ کاغذ کورٹ میں منظور نہیں ہوتا۔ امید ہے کہ حضور اس لفظ کی بابت بھی شرح کر دیں گے۔

دوسرے سوال کے جواب میں پچاس روپیہ کی بیع بعوض ترونجر روپیہ کے کریمانہ کے جس میں تانبے سفید کی اکینیاں دونیاں چونیاں یا پیسے سرخ تانبہ کے پانچ چھ ماہ کی میعاد پر کسی مسلمان یا ہندو سے جائز ہے یا نہ، اور اس سے روزانہ آنہ آنہ یا جو یومیہ مقرر کر کے لے سکتا ہے اس کا جواب حضور نے یہ لکھا تھا نہ معلوم کہ حضور کو ایک لفظ پر غلطی ہو گئی یا وہ درست ہے اس لفظ پر نشان چمکھڑی کا ہے جواب یہ ہے جائز

ہے:

قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ((إذا اختلف الجنسان فبيعوا كيف شئتم.)) (۱)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جنس تبدیل ہو تو جس طرح چاہو فروخت کرو۔ (مترجم)

فتاویٰ عزیز یہ میں حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں: ”دو روپیہ را فلوس بکناند در عوض دوازده روپیہ فروخت نماید بسبب غیر جنس بودن فلوس حلال می شود“ قرض بیچنا، اس کی کوئی میعاد مقرر کرنا، اسقاط پر ثمن لینا، سب حلال ہے، اسے سود کر دینے میں کوئی دخل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ لفظ اسقاط ہے تو میعاد مقرر ناجائز ہوگی اور اگر کچھ اور ہے تو اس کی تشریح کر دی جائے۔

سوال (۳) نوٹ کا منافع پر قرض بیچنا اور اس کے عوض روپیہ لینا چاہیے یا کریانہ اور اس کو ایک میعاد معین تک بیچ سکتا ہے یا نہ، اور اس سے روزانہ روپیہ یا دو روپیہ جو اس سے مقرر کر لے لے سکتا ہے یا نہ، اور اگر سو روپیہ کا نوٹ دس روپیہ منافع پر قرض دس ماہ کی مدت پر بیچے اور دس روپیہ کا نوٹ اسی وقت دس نوٹوں میں سے رکھ لے اور نوٹ لے جا تیری طرف سو روپیہ ہوا، اور مجھ کو اسقاط پر ماہ بمہ ماہ دس روپیہ دیئے جا، اور اس نے بعد گزرنے کل میعاد کے وہی نوٹ دیئے۔ یا پانچ نوٹ دیئے اور پچاس روپیہ دیئے یہ بیچ درست ہوگی یا نہ، اور کیا یہ بیچ قرض پر کسی مسلمان سے بھی کر سکتا ہے یا نہ۔ پہلے جو خط حضور کی طرف لکھا تھا اس کے جواب کے دیر ہونے پر میں نے ایک خط مولوی انور شاہ صاحب کو لکھا تھا، اس خط کے جواب کے دس پندرہ یوم کے بعد وہ فوت ہو گئے تھے، اور ایک خط مدرسہ امینیہ دہلی بھی لکھا تھا، دونوں کا جواب حضور کو بیع سوال لکھتا ہوں۔ وہی سوال جو اعلیٰ حضرت کو کسی نے لکھا تھا جس کا جواب حضور نے مجھ کو لکھا ہے، میں نے ذرا لفظ الٹ کر ان صاحبوں کو لکھے تھے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا تعالیٰ ان کو جنت میں درجہ مقررین کا عطا فرمائے، لفظ سود سے بچنے کی کوشش فرماتے ہیں، اور جوان صاحبوں نے لکھا ملاحظہ ہو۔ جو سوال میں نے مولوی انور شاہ صاحب کو لکھا:

سوال (۱)۔ کیا پچاس روپیہ کی بیع بعوض تر و نجر روپیہ کے کریانہ کے جس میں تانبے سفید کی چوٹیاں دوٹیاں اکنیاں اور پیسے سوائے چاندی کے کریانہ کے ہوں ایک مدت معین تک کسی مسلمان یا ہندو

سے جائز ہے۔

سوال (۲)۔ جب سود مطلقاً حرام ہے تو اس ملک میں بینک میں روپیہ رکھے ہوئے پر یا کسی ہندو ساہوکار کو روپیہ دیئے ہوئے پر منافع لینا کیسا ہے جب کہ منافع کی بھی ایک رقم کثیر ہو۔ جو جواب اس کا مولوی انور شاہ صاحب نے بھیجا تھا ملاحظہ ہو:

جواب سوال (۱)۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پہلا خط مجھے نہیں ملا دوسرے کا جواب اپنے لفظوں میں دوسرے قلم سے لکھواتا ہوں، اگر یک جنس کا دوسری جنس سے معاوضہ ہے تو وہ سود نہیں، ہم جنس ہونا سود میں شرط ہے۔ چاندی سونے اور اکنیوں کا کریانہ کے ساتھ معاوضہ جائز ہے کی بیشی کا لحاظ نہیں جب ہم جنس نہ ہوں۔

جواب سوال (۲)۔ جس ملک میں عمل داری مسلمانوں کی نہ ہو، اور فیصلہ مقدمات کا شریعت پر نہ ہو اس ملک کو حنفی مذہب میں دار الحرب کہتے ہیں۔ اور یہ دار الحرب قانون شریعت سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک خارج ہے۔ دار الحرب میں مسلم اگر غیر مسلم سے سود لے تو حنفی مذہب میں جائز ہے۔ امام احمد سے بھی ایک روایت جواز کی آئی ہے، اور ائمہ ناجائز کہتے ہیں، منشا اختلاف یہ ہے اور ائمہ یہ فرماتے ہیں کہ: عام قانون قرآنی مسلمانوں پر ہر جگہ حاوی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: جب اسلامی حکومت نہیں ہے تو قانون چلا نہیں سکتے ان کے نزدیک دار الحرب ایسا ہے کہ جیسے سلطنت کے باہر خود مختار کوئی علاقہ ہو، اس بحث کا فیصلہ ہم جیسوں کے بس میں نہیں۔

لوگوں سے کہتے ہیں کہ بینک میں سے سود لے لو اور غریبوں پر صدقہ کر دو تا کہ پادریوں کے مشن میں خرچ نہ ہو۔ والسلام: احقر محمد انور شاہ کشمیری عفا اللہ عنہ

دہلی میں جو سوال بھیجے تھے انہیں اوپر کے دو سوالوں میں ایک میں مدت معین کی جگہ پانچ چھ ماہ کی مدت معین تھی اور دوسرے کی عبارت یہ تھی کہ: سود مطلقاً حرام ہے تو اس ملک میں بینک میں رکھے ہوئے پر یا کسی حربی کافر کو روپیہ دیئے ہوئے پر منافع لینا کیسا ہے جب کہ منافع کی ایک رقم کثیر ہے اور بینک نصاریٰ میں کوئی مسلمان حصہ دار ہے تو ان کا کیا حکم ہے۔

جواب سوال (۱) از دہلی، فلوس اور گلٹ کی اکنیاں اور دونیاں وغیرہ اگر روپیوں کے معاوضہ میں خریدی جائیں تو کمی و بیشی سود میں داخل نہیں۔ پانچ چھ ماہ کی مدت تو بہت ہے ایک گھنٹہ کا ادھار بھی کیا جائے گا تو یہ بیع ناجائز ہوگی، بشرطیکہ تقابض احد الجانبین کا موجود ہو جائے، اگر دونوں جانب سے تقابض نہ ہوگا تو معاملہ ناجائز ہوگا۔

ردالمحتار فتاویٰ شامی میں لکھا ہے:

”کما فی البزازیة : لو اشترى مائة فلس بدرهم یکفی التقابض ، ولو من أحد الجانبین قال : ومثله مالو باع فضة أو ذهباً بفلوس كما فی البحر عن المحيط .“ (۱)
جیسا کہ بزازیہ میں مذکور ہے: اگر سو پیسے ایک درہم کے عوض خریدے تو تقابض گرچہ احد الجانبین کا ہو، کافی ہے، فرمایا: اور یوں ہی اس صورت میں: چاندی یا سونا ”فلوس“ کے عوض فروخت کرے جیسا کہ بحر میں محیط سے منقول ہے۔ (مترجم)

فقط واللہ اعلم حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔

جواب سوال (۲) ہند کے علاقہ میں سود کا لینا مطلق ناجائز ہے ہندو سے ہو خواہ مسلم سے ہو خواہ حربی سے ہو، مگر غیر مسلم کی بینک میں سود کی رقم چھوڑنی نہیں چاہیے بلکہ ان سے لے کر ایسے محتاجوں پر صرف کرنی چاہیے کہ جن کا ذریعہ بظاہر کچھ بھی نہ ہو، اور بنظن غالب یہ بات ثابت ہو اگر یہ مال محتاج نہیں کھائیں گے تو ان کی جان تلف ہوگی۔ فقط واللہ اعلم حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی عفی عنہ۔
یہ صاحب سب سے کڑی شرطوں پر تلے ہیں اور حربی کافر تک نہیں مانتے، اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ بینک میں سود کی رقم چھوڑنی نہیں چاہیے۔ شاید نام چن کر رکھا ہے اس لیے کہ مرسلون کے پیارے ہیں۔ اور پھر ایسے آدمی ڈھونڈھو جو مرنے والے ہوں بھوک کے باعث تاکہ یہ حرام مال انہیں دیں۔ ایسا حرام مال کون لے گا، ایسے مرنے والے اول تو تلاش سے ملیں گے نہیں، اور اگر ان کو کہا جائے کہ یہ مال حرام ہے تو وہ لیں گے نہیں، اور موت کو بھوک پر ترجیح دیں گے، بریں عقل و دانش بہاید گریست فقط حاجی غلام محمد امرتسر دروازہ ہاتھی۔

از امرتسر ہاتھی دروازہ کٹرہ پرچہ مرسلہ حاجی غلام محمد عطا محمد صاحبان ۱۹ شوال ۱۳۵۲ھ

الجواب

مکرنا محترم زید کریم علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب بہت تاخیر سے بھیج رہا ہوں، تکلیف انتظار کی معافی کا خواست گار ہوں۔ دوسرا عنایت نامہ آیا ہے میں مکان میں موجود نہ تھا۔ ۱۵ رمضان المبارک کو جب مکان واپس آیا تو ملا۔ وہ بھائی صاحب سے متعلق تھا انہیں بھیج دیا اور جواب کے لیے بتا کید کہلا بھیجا۔ غالباً اس نقش کی ترکیب انہوں نے

(۱) [رد المحتار علی الدر المختار مطلب فی استقراض الدراہم : ۱۸۰/۵]

لکھ بھیجی ہوگی۔ کل انشاء اللہ تعالیٰ پھر ان سے دریافت کر لوں گا۔ والسلام

سوال میں جو لفظ قلم زد کر دیئے ہیں ان سے رجوع فرمائیے اور آئندہ احتیاط رکھیے۔ جب وہ معاملہ کافر حربی سے کیا گیا شرعاً سود نہیں۔ تو اسے کافر یا کچھری کے کہے سے حقیقتاً سود نہیں ہو سکتا تو کاغذ میں اگر وہ کافر اسے سود لکھے کچھری اسے سود کہہ کر ڈگری دے اس سے وہ حلال حرام نہ ہو جائے گا، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی بکری کا گوشت دے اور کہے لو سو رکھا تو اگرچہ مسلمان جانتا ہے کہ وہ گوشت بکری کا ہے اور حلال طیب ہے مگر برنام لے کر جو کہا گیا ہے اس نام سے کراہت کرتا ہے۔ یوں ہی سود کا نام مکروہ ہے اور اس سے جہاں تک بچنے کی کوشش ہو سکے کی جائے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے الفاظ شریفہ بھی یہی ہیں کہ برے نام سے بچنا مناسب۔ مسلمان کاروپیا اگر سو اس کے نہیں ملتا ہے اور کافر کے پاس رہا جاتا ہے تو یہ اس نام کی کراہت سے کہیں زیادہ اشد ہے، لہذا وہ اپنا مطالبہ کافر سے وصول کر لے اور اس نام کی کراہت کا لحاظ نہ کرے، یہاں تو کچھ ایسا ابتلا بھی نہیں، جہاں واقعی دو بلاؤں میں معاذ اللہ مبتلا ہو رہا ہے۔ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہ واصحابہ اجمعین کی شریعت نے اختیار اہون کا امر فرمایا ہے کہ:

”من ابتلی ببلیتین فلیختر أھونھما۔“ (۱)

جو دو بلاؤں میں مبتلا ہو رہا ہو، تو اہون کو اختیار کرے۔ (مترجم)

رہا نیا معاملہ کرنا تو اگر موقع ایسا ہو کہ تہمت کا اندیشہ نہیں کہ عوام مسلمین کو اس معاملہ کی خبر ہی نہ ہوگی۔ یا ہوگی مگر وہ مسئلہ سے واقف کر دیئے گئے ہیں تو کچھ بھی حرج نہیں کہ برے نام سے انہی کی خاطر بچنا تھا کہ انہیں نفرت ہو۔ اگر موضع موضع تہمت و نفرت ہو تو بچنا چاہیے۔

حدیث میں فرمایا: ((اتقوا مواقع التہم)) (۲)

تہمت کی جگہوں سے بچو۔ (مترجم)

اور فرمایا: ((بشروا ولا تنفروا۔)) (۳)

بشارت دو اور وہ کام نہ کرو جس سے لوگوں کو نفرت پیدا ہو۔ (مترجم)

حربی کا مال معصوم نہیں اور وہ مسلمان کے ہاتھ جس طرح بھی آئے مال مباح ہی ہے۔

(۱) [الأشباه والنظائر: ۹۸]

(۲) [اتحاف السادة المتقين: ۲۸۳/۷]

(۳) [کنز العمال: ۷ کتاب الشمائل، حدیث: ۱۸۱۲۳]

ہدایہ میں فرمایا: ”فبأي طريق أخذه المسلم أخذ مالا مباحاً.“ (۱)

کافر حربی کا مال، مسلمان کے ہاتھ جس طرح بھی آئے، مباح ہی ہے۔ (مترجم)

مگر اس کا لحاظ کرنا چاہیے کہ اپنی جان کی ہلاکت اپنی عزت کی ہتک نہ ہو۔

قال تعالى: ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (۲)

اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ (مترجم)

عزت و آبرو گنوا کر کچھ مال حاصل کرنا عاقل کا کام نہیں۔ اگر کوئی یوں بھی حاصل کرے گا تو وہ

مال مباح ہوگا، حرام نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) وہ لفظ اسقاط نہیں اسقاط ہے، سبق قلم کاتب سے اسقاط لکھا گیا۔ تصحیح کے وقت اس پر صحیح نے

چوپارہ اس لیے بنا دیا تھا کہ اسے چھیل کر اسقاط بنا دے گا مگر پھر خیال نہ رہا۔ چوپارہ برائے یادداشت بنایا

گیا تھا، جیسے فتاویٰ شاہ عبدالعزیز صاحب میں:

”يجب إكفار الروافض في قولهم يرجع الأموات.“ (۳)

کی بجائے سبق قلم کاتب سے ”يجب إكفار الروافض الخ.“ واقع ہوا۔ ثمن قسطوں پر لے

اسے سود کرنے میں کوئی دخل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) کا جواب اوپر کے جواب سے واضح ہے کہ لفظ اسقاط غلط لکھا گیا ہے صحیح اسقاط ہے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم۔

(۴) نوٹ کا قرض بیچنا اور جو ثمن ٹھہرا روپیہ خواہ کریا نہ لینا ایک ساتھ یا اسقاط سب حلال ہے۔

(۵) یہ بھی جائز ہے کچھ حرج نہیں۔ نوٹ کم یا زیادہ کو شرعاً مسلمان کے ہاتھ بھی نقد یا قرض

ہر طرح بیچ سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) وہابیوں سے مسائل پوچھنا حرام ہے۔ پہلے نے حنفی مذہب میں بعض جگہ سود کی حلت بتائی۔

والعیاذ باللہ۔ لا اله الا الله محمد رسول الله۔ جل جلاله۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سود حرام قطعی جو ہرگز کہیں مسلمان کے نزدیک حلال نہیں، جسے اللہ عزوجل نے مطلقاً حرام فرمایا

(۱) [الهدایہ، الجزء ان الاخيران، کتاب الربا: ۳/۷۰]

(۲) [سورة البقرة: ۱۹۵]

(۳) [الفتاویٰ الہندیة مطلب فی موجبات الکفر انواع: ۲/۲۶۴]

کہ ارشاد فرمایا:

﴿حَرَّمَ الرَّبُّوا﴾ (۱) اللہ تعالیٰ نے حرام کیا سود۔

کون کہیں حلال کہہ سکتا ہے؟ حنفی مذہب پر یہ کھلا افتراء ہے، سود کو حلال بتا کر اللہ کے حرام قطعی کو حلال کہہ کر کوئی مسلمان بھی رہ سکتا ہے؟ حنفی شافعی مالکی حنبلی تو بعد کو ہوگا۔ حنفی مذہب تو مذہب کوئی ایک شخص حنفی کہہ کر حنفی کیسا؟ مسلمان نہیں رہ سکتا۔ کیسا شدید افتراء ہے جس سے مذہب مہذب حنفی ہی باطل ٹھہرا۔ پر لطف یہ کہ ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلم کا غیر مسلم سے قرض پر نفع لینا (جسے سود کہا) عند الحنفیہ جائز بتا کر کہا جاتا ہے کہ لے لے اور اپنے صرف میں نہ لائے غربا کو دے دے۔ جب اس کا اخذ جائز ہے تو اپنے اوپر اس کا صرف کس نے حرام کر دیا، باوجود دعوائے حنفیت حنفیہ کے مسلک سے الگ جا رہے ہیں کہ ”حنفیہ تو حلال کہتے ہیں اور ائمہ حرام کہتے ہیں، چونکہ اس بحث کا فیصلہ ہم جیسوں کے بس میں نہیں لہذا من وجہ حلال اور من وجہ حرام“ کی راہ پہ چلتے ہیں، اسے سود مان کر اس کا اخذ جائز ٹھہراتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔

جب وہ سود ہے تو اس کا اخذ کیسے جائز مانا؟ شراب اپنے پینے کے لیے نہ لے دوسروں کے پلانے کے لیے لے تو ان کے نزدیک جائز مگر جب کہ مفت ملے کوئی کافر کسی مسلمان کو شراب دے تو ان کے نزدیک اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے، لے لے خود نہ پئے ان غریب مسلمانوں کو پلا دے جو کافروں کی بھٹی سے خرید کر پیتے ہیں، اور اپنا پیسہ کافروں کے حوالہ کرتے ہیں، یا یوں کہیے کہ ایسی بھٹی سے خریدتے ہوں جس کا روپیہ کسی مشن کے لیے ہو یا مشن ہی کی تجارتی دوکان شراب سے۔ ولا حول ولا قوۃ۔

إلا باللہ العلی العظیم۔

دوسرے نے پہلے سوال کا جواب بھی غلط دیا کہ ایک گھنٹہ کا ادھار بھی کیا جائے گا تو بیع ناجائز ہوگی، اسے بیع صرف سمجھا، حالانکہ یہ بیع بیع صرف نہیں۔ تماشا یہ کہ اپنی مخالف عبارت اپنے موافق سمجھ کر نقل کر ڈالی اور اپنے منہ ہی اپنے خلاف بولا کہ بشرطیکہ تقابض احد الجانبین کا موجود ہو جائے۔ سمجھ کا یہ حال، مگر فتویٰ لکھنا ضرور۔ ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ العلی العظیم۔

دوسرے کا جواب بھی محض بے ہودہ ہے اور اس پر بھی وہی مواخذات ہیں جو پہلے شخص کے جواب پر بلکہ اس سے زائد، آپ نے جو اس پر تنقید کی ہے وہ بھی صحیح ہے۔ ایسوں سے فتویٰ لینا حرام حرام ہے خصوصاً ایسی حالت میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسلمان اور کافر حربی کے درمیان قرض پر نفع سود نہیں

(۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
سناتی یا آریہ دھرم والا اگر کسی مسلمان سے کچھ قرض لینا چاہے کچھ عرصہ کے لیے اور دس کے بارہ
دینے پر آمادہ ہو تو مسلمان دس کے بارہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

ہر کافر حربی سناتی یا آریہ، جینی ہو یا رام مارگی، مجوسی ہو یا یہودی نصرانی کوئی ہو، اس سے وہ
معاملہ جو درمیان دو مسلم یا مسلم و ذمی سود ہوتا ہے سود نہیں کہ مال حربی معصوم نہیں۔ والربوا لا یجری إلا
فیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور سود صورت مذکورہ ہی میں جاری ہوگا۔ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

(۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
روافض اور وہابی دیوبندی جن پر علمائے عرب و عجم نے ان کے اقوال کفریہ کی بنا پر کفر و ارتداد کا
فتویٰ دیا ہے، اگر کچھ قرضہ لینا چاہیں تو ان کو بھی کسی منافع پر قرضہ دے سکتا ہے یا نہیں اور یہ نفع لینا جائز ہوگا
یا ناجائز؟

الجواب

مرتد سے کوئی معاملت جائز نہیں، مرتد کے لیے شرعاً نہیں مگر اسلام ورنہ سیف، اس کا نہیں اس کا
وہ مال جو حالت اسلام کا ہے وہ اس کے مسلم ورثہ کا ہے اور زمانہ ردت کا مکسوب بیت مال کا ہے، فسیء
للمسلمین ہے۔ جس مرتد کے ورثہ مسلم ہوں اس میں یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کے پاس زمانہ اسلام کا مال
ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اس سے اگر اس حیلہ سے اخذ کیا جاسکے تو سود نہ ہونا چاہیے۔ اور اگر ہو تو احتراز
چاہیے مگر جب کہ معلوم ہو کہ جو زیادہ ہے وہ زمانہ ردت کے کسب سے ہے۔

ملتقى الابحار و مجمع الانهر میں ہے:

”و کسب اسلامه لو ارثه المسلم اتفاقاً، ولا یکون فياً عندنا، و کسب

ردته فئ للمسلمین فیوضع فی بیت المال عند الإمام.

انہیں میں ہے: يقضي دين رده من كسبها.

مجمع الانهر میں ہے: ”كسبه (أي: الإسلام) حق الورثة بخلاف كسبها.

اسی میں ہے: إن المرتد زالت عصمة نفسه بالردة فكذا عصمة ماله ؛ لأنها

تابعة للنفس۔ هذا عندي والعلم بالحق عند ربي والله تعالى أعلم.“ (۱)

وہ مال جو حالتِ اسلام کا ہے وہ بالاتفاق اس کے مسلم ورثہ کا ہے، ہمارے نزدیک مال غنیمت نہ

ہوگا، اور وہ مال جو اس کے زمانہ ردت کا ہے مسلمانوں کے لیے مالِ غنیمت ہے، بیت المال میں جمع کر دیا

جائے گا، یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہے۔ زمانہ ردت کا دین حالتِ ارتداد کے

مکسوب سے ادا کیا جائے گا، حالتِ اسلام کا مکسوب ورثہ کا حق ہے، برخلاف حالتِ ردت کا مکسوب کہ

ارتداد کی وجہ سے مرتد کی عصمت نفس زائل ہو جاتی ہے، اسی طرح عصمتِ ماں ہی نہ رہے گی کہ یہ نفس

کے تابع ہے، یہ میرے نزدیک ہے اور صحیح علم میرے پروردگار کے پاس ہے، اللہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

(۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

پوسٹ آفس وغیرہ کافروں کے بینکوں میں اگر کوئی مسلمان روپیہ جمع کرے نفع لینے کے خیال

سے یا حفاظت کے خیال سے اور ان سے جو زیادتی ملتی ہو وہ لینا جائز و حلال ہے یا نہیں؟

الجواب

وہ سود نہیں حلال و طیب ہے۔ ہدایہ وغیرہ میں فرمایا:

”فبأي طريق أخذه المسلم أخذ مالا مباحاً. والله تعالى أعلم.“ (۲)

کافر حربی کا مال مسلمان کے ہاتھ جس طرح بھی آئے مباح ہی ہے۔ (مترجم)

(۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کا یہ کہنا کہ مال معصوم میں جو زیادتی لی جائے وہ سود ہے اور مال معصوم مسلمان کا مال ہے صحیح

ہے یا غلط، نیز مال مباح کی زیادتی کو سود نہیں بتاتا اور مال مباح کافروں کے مال کو کہتا ہے۔ آیا یہ کہنا بھی

(۱) [ملتنقی الأبحر ومجمع الأنهر، کتاب السیر والجهاد، باب المرتد: ۲/۳۱۹]

(۲) [الهدایہ، الجزء ان الأخيران، کتاب الربا: ۳/۷۰]

اس کا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

ہر کافر کا مال مباح نہیں، ہر غیر مسلم کا مال غیر معصوم نہیں۔ کافر حربی کا مال غیر معصوم و مباح ہے ذمی کا نہیں وہ اور اس کا مال حکم مسلم و مال مسلم میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہندوستان کی مسلم ریاستوں کے کفار ذمی و حربی دونوں طرح کے ہو سکتے ہیں

(۱۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
ہندوستان میں جتنے فرقے کافروں کے پائے جاتے ہیں وہ کافر حربی ہیں یا کچھ اور؟

الجواب

ہندوستان کی مسلم ریاستوں کے کفار جو شرعاً صحیح طور پر ذمی ہوں ذمی ہیں باقی سب حربی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہندوستان کے کفار بلاشبہ حربی ہیں

(۱۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
ہادی شریعت، پیشوائے طریقت، حامی دین و ملت، ماتئی شرک و بدعت، حضرت مولانا مفتی مصطفیٰ رضا خان صاحب دام ظلکم بعد ہدیہ سلام مسنون
معروض اس مسئلہ کی سخت ضرورت ہے لہذا عرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو دوسرے مسکلوں پر
مقدم کریں عین نوازش ہوگی۔

سیونگ بینک میں روپیہ رکھ کر زیادہ لینا کیسا ہے، یہ زیادتی سود ہے یا نہیں؟ روپیہ بینک میں رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ روپیہ رکھنے والے یہ حیلہ کرتے ہیں کہ اگر میں سود نہ لوں تو وہ سود عیسائیوں کے گرجے میں جمع ہوتا ہے اور اس روپیہ سے اس کی تعلیم کا انتظام ہوتا ہے۔ یہ حیلہ صحیح و درست ہے یا نہیں، ہندوستان کے کافر حربی ہیں یا کہ نہیں؟ جواب مفصل و مدلل عنایت فرمائیں تاکہ کسی قسم کا شک و شبہہ باقی نہ رہے۔ بینواتوجروا۔

از بدایوں مولوی محلہ مدرسہ قادریہ مدرسہ قاضی محمد امین الدین خیری ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۵۴ھ

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کا خط کل دوپہر ملا، کل جمعہ تھا، میں نے چاہا تھا کہ بعد جمعہ فوراً جواب لکھ کر ڈاک کے وقت کے اندر ڈاک میں ڈال دوں مگر بعد جمعہ لوگ آئے اور سلسلہ ڈاک کے وقت جانے کے بعد بھی دیر تک رہا۔ ادھر بمبئی کے آئے ہوئے استفتا کا جواب نقل کر رہا تھا شب کو اور پھر صبح کو اس کی نقل سے فرصت کر کے اب دوپہر کو آپ کا جواب لکھنے بیٹھا ہوں۔ آپ کے فرمانے سے اسے سب پر مقدم کر دیا یہاں تک کہ بمبئی کے جواب کا مقابلہ تھیج بھی موخر کر دی گئی۔

ہندوستان کے کفار ضرور حربی ہیں ان کے حربی ہونے میں کیا شک ہے۔ یہاں نہ سلطان اسلام رہا نہ اس کا عہد ذمہ، پھر یہاں کے کفار نے خود اپنے ہاتھوں طرح طرح اس عہد کو توڑا جو خود ہی ٹوٹ چکا تھا، قربانی گاؤں شعار اسلام پر کیا کچھ جھگڑے نہ اٹھائے۔ گائے کا ذبیحہ چاہنے والے مسلمانوں کو ظلم و ستم کی کند چھری سے جب موقع پایا ذبح کیا۔ مٹی کا تیل ڈال کر جلایا پھونکا۔ دوسرے شعار اسلام مساجد پر بھی شور و شر، فتنہ و فساد برپا کیا، تیسرے شعار اعظم اذان پر جگہ جگہ جھگڑے بکھیڑے کیے۔ غرض طرح طرح مسلمانوں اور اسلام سے برسر پیکار ہوا کیے، طرح طرح ظاہر کر دیا کہ مسلمان جہاں سے آئے ہیں وہاں چلے جائیں، انہیں ہندوستان میں رہنے کا کوئی حق نہیں، ہندوستان ہندوؤں کا ہے۔ نہ سلطان باقی، نہ عہد ذمہ و استیمان باقی، نہ کفار اپنے اس عہد پر قائم بلکہ ان کی اسلام دشمنی مسلمانوں سے گہری عداوت ہر ہر موقع پر ہر بد سے بد طریقہ پر ظاہر ہو چکی۔ اور وہ ہنوز مستامن و ذمی؟۔ والعیاذ باللہ۔ ان کے حربی ہونے میں ہرگز کوئی شبہ نہیں ہو سکتا، کسی عاقل کو ادنیٰ تا مل کا موقع نہیں۔

مسلمان کو خنزیر خریدنا جائز نہیں بلکہ یہ بیع گناہ ہے

(۱۲) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے ایک خاکروب کو کچھ روپیہ بابت خرید کرنے رس نیشکر قرض دیا جو کہ خاکروب ادا نہ کر سکا۔ زید نے اس پر سود لگالیا اور اس کل رقم کے عوض میں زید نے اس خاکروب سے خنزیر لے لیے اور ان کو دوسرے خاکروب کی سپردگی میں دے دیا اور زید نے اس خاکروب سے باہمی یہ تصفیہ کر لیا کہ خنزیر فروخت کر کے منافع نصف ہمارا تمہارا تقسیم ہو جائے گا۔

از شہر بریلی معرفت حاجی احمد بخش صاحب رضوی سوداگر بازار کلاں بریلی ۳ جمادی الاولیٰ

۱۳۵۶ھ

الجواب

اگر اس شخص نے خاکروب کے خنزیر اپنے مطالبہ میں اس سے خرید لیے تو گناہ کیا اور وہ بیع ناجائز۔ اس پر توبہ لازم۔ اور اگر خریدے نہیں مستقرض کو اس نے اس پر راضی کر لیا کہ سوڑ بکوا کر اپنے مطالبہ کا روپیہ لے لے، یا وہ سوڑ خود لے گیا کہ انہیں بکوا کر اپنا روپیہ لے لے، اور اس نے دوسرے کافر کو بیچنے کو کہا، تو یہ صورت بھی شدید کراہت سے خالی نہیں۔ خاکروب سوڑ خود بیچے یا دوسرے خاکروب کو وہ وکیل کر دے، اور وہ بیچے، اور اس کا مطالبہ کر دے، تو اس میں حرج نہیں۔ کافر حرجی سے جو زیادہ ملے وہ سود نہیں اسے سود سمجھنا غلطی ہے۔ هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ وہ ہے جو مجھ پر منکشف ہوا اور حق کا علم میرے پروردگار کے ہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

ہندوستان دارالاسلام ہے

(۱۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بخدمت شریف علامہ دوران مشعل انوار ہدایت، جامع شریعت و طریقت، غواص دریائے معانی، حضرت مولانا دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف۔ ”اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام“ دیکھا جس میں ہندوستان دارالحرب نہیں دارالاسلام ہے۔ اس کے بعد میں نے ایک خط اعلیٰ حضرت کا قلمی مولوی سید احمد صاحب ناظم حزب الاحناف کے پاس دیکھا جس میں کسی صاحب نے سوال کیا ہے وہ سوال بیع جواب جو اعلیٰ حضرت کا لکھا ہوا ہے درج کرتا ہوں ازراہ بندہ نوازی امید ہے کہ حضور میری تسکین خاطر فرمادیں گے، اگر جائز ہے تو ان بد مذہبوں حربی کافروں سے کیوں روپیہ منافع چھوڑا جائے، مگر جواب کچھ ایسا پیچیدہ ہے جو ہمارے جیسے طالب علموں کی سمجھ میں نہیں، آتا حضور زراوضاحت سے لکھیے گا۔

سوال یہ ہے: اس ملک میں اہل ہندو سے سود لینا جائز ہے یا نہیں، بعض کہتے ہیں کہ نصاریٰ سے بوجہ اہل کتاب ہونے بیان لینا درست ہے۔

جواب۔ سود مطلقاً حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿حَرَّمَ الرَّبُّوا﴾ (۱)

اور حرام کیا سو۔

ہاں جو مال غیر مسلم سے کہ نہ ذمی ہونہ مستامن بغیر اپنی طرف سے کسی غدر و بد عہدی کے ملے اگرچہ عقود فاسدہ کے نام سے، اسے اسی نیت سے نہ نیت ربا وغیرہ محرمات سے لینا جائز ہے، اگرچہ وہ دینے والا کچھ کہے یا سمجھے کہ اس کے لیے اس کی نیت معتبر ہے نہ دوسرے کی۔

”لکل امریٰ مانویٰ“ (۲)

پھر بھی جس طرح برے کام سے بچنا ضروری ہے برے نام سے بھی بچنا مناسب ہے۔

”إياك وما يسوء الأذن.“ (۳)

ان تمام احکام میں مشرک و مجوس و کتابی سب برابر ہیں جب کہ نہ ذمی و مستامن ہونہ غدر کیا جاوے، بلکہ یہی شرط کافی ہے کہ ان دونوں کو بھی حاوی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسرا سوال۔ کیا پچاس روپیہ کی بیع بعوض تر و نجر روپیہ کے کریانہ کے جس میں تانبے سفید کی چوٹیاں دو نیاں اکنیاں اور پیسے سرخ تانبے کے ہوں پانچ چھ ماہ کی میعاد پر کسی ہندو یا مسلمان سے جائز ہے اور اس سے روزانہ آٹھ آنہ یا جو یومیہ مقرر کر لے لے سکتا ہے یا نہیں؟

گزشتہ رمضان شریف میں میں نے تین چار خط مولانا حامد رضا خاں صاحب کی خدمت میں لکھے مگر جواب نہیں آیا، پھر مولوی عبدالحفیظ نے حضور کا پتہ دیا کہ خط ان کے نام سے لکھو وہ جواب دیں گے، بڑے صاحب گھر میں کم رہتے ہیں۔

مسئلہ:- ازام ترس بیرون دروازہ ہاتھی متصل شفا خانہ حیوانات حاجی غلام محمد ٹال والا۔

الجواب

بے شک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مسلک یہی ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ وہذا هو الحق۔ اور بے شک سود مطلقاً حرام ہے، مسلم سے ہو، یا ذمی یا حربی، دنیا میں کسی سے، دارالاسلام میں ہو یا دارالحرب میں، کہیں ہو۔

(۱) [سورة البقرة: ۲۷۵]

(۲) [صحیح البخاری، کتاب بدء الوحي، باب کیف کان بدء الوحي، حدیث ۱: ج ۱/۱۷]

(۳) [مجمع الزوائد، باب فیما یجنب من الکلام: ۸/۹۵]

قال تعالى:

﴿أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ (۱)

اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔

جیسے بیع صحیح مطلقاً حلال ہے کہیں ہو۔ یوں ہی ربا مطلقاً حرام۔ ہندوستان اگرچہ دارالاسلام ہے مگر یہاں کے کفار سب حربی ہو گئے، تو یہاں کے ان حربی کفار سے وہ معاملہ جو درمیان مسلم و مسلم، یا مسلم و ذمی سود ہوتا ہے سود نہیں، کہ کافر حربی کا مال معصوم نہیں اور ربا نہیں ہوتا مگر مال معصوم میں۔

”فبأي طريق أخذه المسلم أخذ ما لا مباحاً.“ (۲)

کافر حربی کا مال مسلمان کے ہاتھ جس طرح بھی آئے مباح ہی ہے۔ (مترجم)

نبی کریم۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ فرماتے ہیں:

”لا ربوا بين المسلم و الحربي في دار الحرب.“ (۳)

دارالحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان سود نہیں۔ (مترجم)

دارالحرب کی قید احترامی نہیں وہ اس واقع کے لحاظ سے ہے کہ ایسی صورت اس وقت تھی ہی نہیں کہ دارالاسلام ہو اور کفار حربی۔ جو سود نہیں اسے کوئی سود سمجھے یا کہے تو اس کے سمجھنے یا کہنے سے وہ سود نہ ہو جائے گا، جیسے شربت کو کوئی شراب سمجھ کے شراب کہے، بکری کو سوڑ سمجھ کر سوڑ کہے تو اس کہنے اور ایسا سمجھنے سے وہ شراب و سوڑ نہ ہو جائیں گے۔ ہاں ایسا سمجھ کر پھر انہیں کھانا پینا جائز نہ ہوگا اور اگر کھاپی لے گا تو گنہ گار ہوگا مگر اس پر شراب پینے اور سوڑ کھانے کا الزام نہ ہوگا۔ کہ درحقیقت اس نے شربت پیا ہے، بکری کا گوشت کھایا ہے، گنہ گار وہ اپنی اس بدنیت کی وجہ سے ہوا ہے۔

”فانما الأعمال بالنيات.“ (۴)

یہ ہی وجہ ہے وہ جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ: جو مال غیر مسلم سے کہ نہ ذمی ہونہ متامن الخ مگر سائل نے سوال لفظ سود سے کیا تھا اس لیے پہلے یہ ارشاد فرمایا گیا کہ سود مطلقاً حرام ہے“ کہ کہیں

(۱) [سورة البقرة: ۲۷۵]

(۲) [هدایہ آخرین، کتاب الوقف: ۷۰/۳]

(۳) [نصب الراية لأحاديث الهداية: ۴/۴۴]

(۴) [صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي، حديث ۱: ۱۷/۱]

سائل جو اس صورت کو سود سمجھ رہا ہے یہ نہ سمجھ لے کہ بعض صورت میں سود حلال ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

(۲) جائز ہے۔ قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

((إذا اختلفت هذه الأصناف فبیعوا کیف شئتم.)) (۱)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب یہ اقسام تبدیل ہو جائیں، تو جس طرح چاہو فروخت کرو۔ (مترجم)

فتاویٰ عزیزیہ میں ہے حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”دو روپیہ رافلوس بکناندر عوض دوازدہ روپیہ فروخت نماید کہ بسبب غیر جنس بودن فلوس حلال می شود۔“
قرض بیچنا کوئی میعاد مقرر کرانا اقساط پر نشن لینا سب حلال ہے اسے سود کر دینے میں کوئی دخل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کافر کا مال بے عذر و بد عہدی اس کی رضا سے اصل سے زائد ملے تو جائز ہے
(۱۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) اکثر مشہور ہے کہ کفار کا روپیہ مار لینے، ریل پر بلا ٹکٹ سفر کرنے، ڈاک خانہ وغیرہ سے بے جا فائدہ اٹھانے میں مواخذہ نہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟

(۲) مسلمان یا کافر سے بچبوری سود پر روپیہ قرض لیا اور یہ نیت کی کہ اصل ادا کروں گا جس طرح سے بھی ہو سکے گا سود ہرگز نہ دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کیا اس پر اس روپیہ کی گرفت ہے؟

(۳) مدرسین کو پنشن انعام نہیں ملتی بلکہ انعام کی یہ صورت رکھی ہے کہ بیس روپیہ ماہوار یا اس سے زائد تنخواہ والوں سے ارنی روپیہ وضع کر کے ارنی روپیہ اس کے نام جمع کرتے رہتے ہیں۔ اس صورت میں بیس روپیہ ماہوار والے مدرس کے ۱۲/۱، کے ۱۲/۲، جمع ہوتے رہتے اور پھر اس پر ۲/۳، سیکرہ سالانہ سود بھی دیا جاتا ہے تو ۱۲/۴، جو اس کی اصل رقم تھی اس کے علاوہ مزید رقم ۱۰/۱ اور سود ۲/۳، سیکرہ سب وصول کرنا کیسا ہے؟ بینواتو جروا۔ فقط رقم الحراف خاکسار مرزا علی بیگ قصبہ بہیڑی ضلع بریلی مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۳۷ء

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الربا، باب تحريم بيع الخمر: ۲/۲۵]

الجواب

(۱) حق تو کسی کا مارنا جائز نہیں۔ اور یہاں کفار اگرچہ حربی ہیں مگر بلا ٹکٹ سفر کرنا اپنے کو اہانت کے لیے پیش کرنا ہے، اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہے کہ خلاف قانون ہے۔ مستوجب سزا ہوگا۔ لہذا ایسی حرکت سے احتراز لازم جو موجب ذلت و رسوائی ہو۔ ڈاک خانے یا حربی کفار کے کسی بینک سے جو زیادہ ملتا ہے سو نہیں۔

”فبان الربوا لا یجری إلا فی المال المعصوم، و مال حربی لیس بمعصوم،
ہكذا فی الهدایة و غیرها من الکتب الفقہیة.“

سو، صرف مال معصوم میں جاری ہوتا ہے، اور حربی کا مال معصوم نہیں، ایسا ہی ہدایہ وغیرہ کتب فقہیہ میں مذکور ہے۔ (مترجم)

اس لیے لینے میں کوئی حرج نہیں کہ کافر کا مال بے غدر و بدعہدی اس کی رضا سے مل رہا ہے جو خلاف قانون بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) یہ سو نہیں ہے اسے سو سمجھنا غلطی ہے..... ہاں سو سمجھ کر اخذ کرنا گناہ ہے جیسے شربت کو شراب سمجھ کر پینا اس کی نا فہمی شربت کو شراب نہ کرے گی۔ بری نیت سے پینا گناہ ہوگا۔ یوں ہی جو سو نہیں اسے سو سمجھنے سے وہ سو نہ ہوگا، مگر بری نیت سے لینے کا گناہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جائداد پر سودی قرض ہو جب بھی اس جائداد کی آمدنی جائز ہے

(۱۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
اگر کسی شخص کی جائداد پر قرض ہے سودی لہذا اس کی آمدنی کھانے سے روزہ یا نماز میں فرق تو نہیں آتا ہے، ایسی صورت میں نماز روزہ قبول ہو جائے گا؟ اس کے علاوہ اگر کوئی شخص نماز یا روزہ کے لیے کچھ خیرات کرتا ہے اس آمدنی میں سے تو وہ قبول ہو جائے گی؟
از مصطفیٰ علی خاں۔ بارہ دری۔

الجواب

جس کی جائداد پر سودی قرض ہو تو اس سے اس کی آمدنی کا کھانا پینا حرام نہیں نہ روزہ نماز میں اس سے کوئی فرق ہو، نماز روزہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمانے والا ہے۔ اس آمدنی سے خیرات بھی جائز

ہے مگر جب کہ اس پر قرض ہے تو قرض کا ادا کرنا واجب ہے اور خیرات دینا نفل ہے، واجب کو چھوڑ کر نفل کرنا عاقل کا کام نہیں۔ پہلے واجب قرض ادا کرے پھر نفل کام کرے، قبول کا مالک اللہ ہے، مگر جب تک قرض ذمہ پر ہوتا ہے واجب سے عہدہ برآ نہیں ہوتا، اس وقت تک قبول نفل موقوف رہتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سود سے بچنے کا حیلہ شرعی

(۱۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
مسلمان آڑھت کی دوکان کھولنا چاہتے ہیں جس میں مال لانے والوں کو روپیہ پیشگی دیا جاتا ہے، جب مال ان کا فروخت ہوتا ہے تو وہ روپیہ وصول ہوتا ہے، ہندو آڑھتی روپیہ پر سود لے لیتے ہیں، مسلمان سود نہیں لے سکتے۔ ایسی حالت میں مسلمان کس طرح منافع لیں جو سود نہ ہو اور اگر منافع نہیں لیتے ہیں تو نقصان ہوتا ہے۔ لہذا ایسی صورت بتائی جائے کہ منافع بھی مل جائے اور سود بھی نہ ہو۔ فقط بینوا توجروا۔
از حبیب احمد رضوی قادری پبلی بھیتی۔

الجواب

کسی مسلمان کو یا کافر ذمی کو قرض دے کر اس پر کوئی نفع لینا سود ہے۔ مسلمان یا اس کافر سے جو ذمی ہو اور اب ذمی یہاں کہاں؟ قرض پر نفع ہرگز نہ لیا جائے۔ کافر حربی سے لیا جائے تو سود نہ ہوگا۔

”لأن مالہ غیر معصوم فبأي طریق أخذہ المسلم أخذ مالاً مباحاً کما فی

الهدایة وغیرہا۔“ (۱)

کیوں کہ حربی کا مال معصوم نہیں، کافر حربی کا مال مسلمان کے ہاتھ جس طرح بھی آئے مباح ہی ہے۔ (مترجم)

مسلمان اپنا مال اس کی دوکان پر بیچنے کے لیے آئے تو یا تو اس سے دوکان کا کرایہ طے کر کے کہ جتنے دن تم مال یہاں رکھو گے فی روز اتنا کرایہ دینا ہوگا۔ یا اپنا حق محنت ٹھہرا لے کہ ہم تمہارا مال فروخت

کردیں گے ہمیں نفع میں شریک کر لو فی روپیہ اتنا۔ مثلاً سو روپے کو جو مال فروخت کر دینا طے ہو اس میں پچیس روپے یا پچیس آنے یا پیسے جو طے کر لیے جائیں وہ اس مضارب کے ہوں گے۔

هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي وهو تعالى اعلم۔

یہ وہ جو مجھ پر منکشف ہوا اور حق کا علم میرے پروردگار کے ہاں ہے، اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا

ہے۔ (مترجم)

بینک اور ڈاک خانہ کے منافع کا حکم

(۱۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

سوال: (۱) ایک شخص ہے اس کے پاس کوئی تجارت نہیں ہے، اس لیے تجارت کا کوئی سامان نہیں، مگر یہ صاحب کے پاس اتنا روپیہ ہے کہ وہ روپیہ بینک میں جمع کروادے تو اس کے سود سے اس کا گزارہ ہو سکتا ہے، یہ صاحب ضعیف ہیں، محنت مزدوری ہو نہیں سکتی۔ الحمد للہ دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور آمدنی کی کوئی صورت نہیں۔ تو ان کے بارے میں جو سود آئے اور اس سے اپنے گزارہ کا نبھاؤ کرے تو کیا یہ سود ان کے لیے جائز ہے یا ناجائز؟۔ یا حرام ہے یا حلال؟۔

سوال دوسرا: (۲) یہ ہے کہ کون سی صورت میں سود لینا حلال ہو سکتا ہے۔ فقط والسلام

الجواب

(۱) جب اس کے پاس اتنا روپیہ ہے تو روپیہ کسی ایمان دار معتمد شخص کو مضاربت پر دے دے۔ یا ڈاک خانہ یا خالص غیر مسلموں کے بینک میں جمع کرے، ڈاک خانہ اور غیر مسلموں کے بینک سے جو زائد رقم ملے گی وہ سود نہیں، نفع حلال ہے۔

ہدایہ میں ہے: ((مالهم مباح في دارهم فبأي طريق اخذه المسلم اخذ مالا مباحاً إذا لم يكن فيه غدر)) (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) سود لینا کسی سے کسی حال میں جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ، ۲/ربیع الاول ۱۴۰۹ھ، الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سود حرام قطعی ہے، سود لینا حرام، حرام، حرام۔ سود پر قرض لینا اس صورت میں جائز ہوگا جب کہ قرض لینے والا اس کے لیے حفیظ ہو تو بہ قدر ضرورت قرض لے سکے گا، جب کہ کسی اور سے بے سود قرض نہ مل سکے۔
فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

(۳) سود

مدرسہ کی رقم کو تجارت کے لیے بانٹنا اور پھر اس پر زیادہ رقم وصول کرنا سود ہے
(۱۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حضرات و ارثان علوم سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسائل ذیل میں:

(۱) کچھ روپیہ مدرسہ اسلامیہ کے واسطے وقف ہے اور قوم کے لوگوں میں بطور قرض لفظ نفع کے نام سے تقسیم ہے، کسی کے پاس پچاس، کسی کے پاس دس، کسی کے پاس پانچ ہیں اور شرح مقررہ مثلاً دس روپیہ سیکڑہ قوم نفع دیتی ہے، اور اگر نفس مال تجارت میں قوم کو گھٹی ہو تو قوم مدرسہ کو گھٹی کی زیر باری سے بچاتی ہے، کہتے ہیں کہ مدرسہ ٹوٹ جائے گا دینی نقصان ہوگا، اس واسطے ہم گھٹی بھی اوڑھے لیتے ہیں، اور نفع بحساب مقررہ مذکورہ بغیر کمی و بیشی کے دیتے رہیں گے، کیا یہ جائز و مباح ہے یا گناہ کبیرہ؟

(۲) آمدنی مذکورہ سے جو تنخواہیں مدرسین کو دی جاتی ہیں وہ ان کے واسطے جائز ہیں یا نہیں؟
(۳) اس کی کتابت کے واسطے ایک رجسٹر بھی ہے، کیا اس کا لکھنا پڑھنا حساب منہی کرنا کسی مدرس یا مسلمان کو جائز ہے؟

(۴) ایسا روپیہ مدرسہ اسلامیہ میں صرف کر کے نیکی کی امید رکھنا سبب نجات ہے یا باعث عذاب نار؟

(۵) اگر فی روپیہ دو آنے یا ایک آنہ یا چار آنے مثلاً ماہوار نفع مقرر کیا جائے اور گھٹی اور نفع دونوں کی ذمہ داری ہو تو یہ نفع محمود و طیب ہوگا یا نہیں؟

(۶) نوٹ کو بیع کر کے مثلاً دس کا نوٹ ساڑھے بارہ میں بیچ دیا جائے اور قرض کیونکر کون لے گا، پھر ۴ ماہوار نفع لیا جائے اور اصل جب تک ادا نہ ہو یوں ہی نفع لیتا رہے یہ جائز ہے یا اس میں تعین

میعاد کی جائے تو صورت جواز نکل سکتی ہے؟

(۷) سو روپیہ کا نوٹ ایک سو پچیس روپے میں بیچ کر دیا جائے اور پختہ کاغذ پر ایک سو پچیس لکھوائے مگر مقررہ میعاد پر اور اس یک سو پچیس کے بدلے ایسی شی بھی لکھوائے جو بیچ کر روپیہ وصول کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۸) کیا مشرکین موجودہ حربی نہیں؟ کیا حربی جب دارالاسلام میں آباد ہوں تو ان سے سود لیا جاسکتا ہے، یا کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی ڈاک خانہ یا بینک یا حکومت میں روپیہ جمع کرے تو اس کا جو سود ملتا ہے وہ لے سکتا ہے اور لینے کی کیا صورت ہے؟

از بسواں ضلع سیتا پور مدرسہ اسلامیہ مدرسہ جناب مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب محمود آبادی
صدر مدرس مدرسہ مذکورہ۔ ۷/ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

الجواب

کچھ روپیہ مدرسہ اسلامیہ کے لیے وقف ہے، اس کا مطلب ظاہر تو یہی ہے کہ کسی نے خود روپیہ وقف کیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مدرسہ پر کوئی جائداد وقف ہے، اس کا روپیہ۔ یا یہ کہ مدرسہ کے چندوں کا روپیہ۔ اگر مطلب وہی ہے جو اس عبارت کا ظاہر ہے تو یہاں روپے کا وقف بوجہ عدم عرف و تعامل صحیح نہیں۔ کہ منقول کا قصد وقف اگرچہ مختلف فیہ ہے اور صحیح و مفتی بہ مذہب جواز ہی ہے مگر جن کے نزدیک جائز ہے ان کے نزدیک بھی جب ہی جب کہ اس شی منقول کا وقف عرفاً رائج و معمول بہ ہو۔ قیاس کا مقتضی تو یہی ہے کہ شی منقول کا وقف صحیح ہی نہ ہو۔ ”لان من شرط الوقف التابید والمنقول لا یدوم۔“ وقف کی شرط ہمیشگی ہے اور شی منقول کو دوام حاصل نہیں، (مترجم) مگر جو حضرات تعامل کے سبب اس کے جواز کا قول کرتے ہیں وہ بوجہ حدیث:

((مارآہ المسلمون حسنا فهو عند اللہ حسن)) (۱)

جس کام کو مسلمان اچھا جائیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے۔

فرماتے ہیں کہ تعامل سے قیاس متروک ہو جاتا ہے۔ اور ہندوستان میں خود درہم و دنانیر کے وقف پر تعامل نہیں۔ تو یہاں اس کے جواز کا قول کسی طرح نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں اگر بعض اقطار ہند میں اس کا وقف آج کل رائج و معروف ہو تو ان اقطار میں جب تک ایسا رائج و معروف رہے اس کے جواز کا فتویٰ دیا جائے گا۔

تنویر الابصار و در مختار میں اختیار سے ہے:

”صح وقف کل منقول قصداً فیہ تعامل کفأس و قدوم بل و دراهم و دنانیر و مکیل و موزون و قدر و جنازة و ثيابها و مصحف و کتب ؛ لأن التعامل یتربک به القیاس لحدیث ((ما رآه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن)) بخلاف ما لا تعامل فیہ و هذا قول محمد و علیہ الفتوی ، اختیار . اه . “ مختصراً۔ (۱)

ہر شی منقول کا قصداً وقف صحیح و نافذ ہے جس میں لوگوں کا عرف و تعامل ہو، مثلاً: کلہاڑی، بسولہا، بلکہ درہم و دینار بھی، اور کیلی و وزن والی چیز، دیگ، میت کی چارپائی اور اس کے کپڑے وغیرہ (جس سے میت کو ڈھانپا جاتا ہے) قرآن عظیم اور کتابیں، اس لیے کہ تعامل سے قیاس متروک ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے: جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے، ہاں جن چیزوں میں تعامل نہیں، ان کا وقف صحیح نہ ہوگا، یہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے، اسی پر فتویٰ ہے۔ اختیار۔ اہ۔ مختصراً۔ (مترجم)

ردالمحتار میں ہدایہ امام برہان الدین سے اسی کو مختار اکثر فقہاء اور اسعاف فی احکام الاوقاف سے اسی کو صحیح اور فتاویٰ ظہیریہ امام ظہیر الدین مرغینانی سے اسی قول کو اکثر مشائخ نے نقل فرمایا۔ ردالمحتار میں زیر قول شارح: ”کل منقول قصداً فرمایا:

”عند محمد يجوز ما فيه تعامل من المنقولات واختاره أكثر فقهاء الأمصار كما في الهداية وهو الصحيح كما في الإسعاف وهو قول أكثر المشايخ كما في الظهيرية ؛ لأن القياس قد يترك بالتعامل.“ (۲)

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک منقولہ چیزوں میں جن پر لوگوں کا عرف و تعامل ہے، وقف جائز ہے، اسی کو اکثر فقہاء نے اختیار فرمایا، جیسا کہ ہدایہ میں ہے، اور یہی صحیح ہے، جیسا کہ ”اسعاف“ میں مذکور ہے، یہی اکثر مشائخ کا قول ہے، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے، کیوں کہ تعامل سے قیاس متروک ہو جاتا ہے۔ (مترجم)

اس صورت میں وہ روپیہ جس نے وقف کیا اس کی ملک ہے، مدرسہ میں چندے کے روپے کی

(۱) [تنویر الابصار و الدر المختار، کتاب الوقف: ۶/۴۳۴، ۴۳۵]

(۲) [ردالمحتار، کتاب الوقف: ۶/۴۳۴]

طرح ہے اس سے دریافت کریں جو جائزبات وہ بتائے، اس طرح خرچ کریں۔ اور اگر ان دیار میں درہم و دینار کا وقف رائج و معمول ہو تو البتہ وقف مانا جائے گا۔ اگر وقف ہے، تو اس صورت میں اسے مضاربت پر دینا جائز۔ اسے مضاربت پر دیں اور نفع کو مدرسہ پر صرف کریں۔ یوں ہی لوٹ پھیر کرتے رہیں اور نفع مدرسہ پر خرچ کریں۔

مجمع الانہر و عامہ کتب میں ہے:

”واللفظ للمجمع: أجل وقف الدراهم أو الطعام أو ما يكال أو يوزون يجوز ويدفع الدراهم مضاربة ثم يتصدق بفضلها في الوجه الذي وقف عليه اه. مختصراً.“ (۱)

الفاظ ”مجمع“ کے ہیں۔ ہاں درہم، طعام یا کیلی اور وزنی چیز کا وقف کرنا جائز ہے، درہم کو مضاربت پر دینا جائز ہے، پھر اس کی آمدنی موقوف علیہ پر صرف کریں۔ اہ۔ مختصراً (مترجم) مگر قوم نے جب اسے قرض دیا لیا ہے تو یہ حرام و ناجائز لیا ہے، یہ معاملہ نراسود کا ہے۔ ولاحول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم۔

اور اگر مدرسہ کی کسی قفی جائداد کا روپیہ ہے تو بھی اگر تجارت قوم کی ہے روپیہ قرض لیا ہے یہی حکم ہے، کہ محض ناجائز و ناروا ہے۔ مدرسہ کی پاک آمدنی کو سود کی نجاست سے ناپاک کیا ہے، اور اگر وہ تجارت مدرسہ کی مدرسہ کے روپے سے کرتے تو بھی جائز نہ ہوتا کہ تجارت میں نفع و نقصان سود و زیان دونوں کا احتمال یکساں۔ انہیں مدرسہ کے روپے سے تجارت کا کوئی حق نہیں۔ خصوصاً اس صورت میں جب کہ واقف کی شرط کے خلاف یہ تجارتی کاروائی ہو۔ ایک اس کی شرط کا خلاف یہ ناروا کام ناجائز و حرام۔

”لأن شرط الواقف كنص الشارع في وجوب الاتباع والعمل به كما نصوا عليه قاطبة.“ (۲)

اس لیے کہ شرط واقف نص شارع کی طرح ہے وجوب عمل میں۔ جیسا کہ تمام فقہانے صراحت فرمائی ہے۔ (مترجم)

دوسرے مدرسہ کی آمدنی کو معرض ہلاک میں ڈالنا۔ اس صورت میں جب کہ نقصان ہو تو جتنا

(۱) [مجمع الأنهر. كتاب الوقف: ۲/۳۷۹]

(۲) [رد المحتار: ۳/۴۱۷]

نقصان ہوگا، اس کا تاوان ان کے ذمہ لازم ہوگا، دو روپیہ سیکڑا گھٹے یا چار یا دس یا بیس جو گھٹے۔ جو گھٹی ہوگی اس کی ادا ان کے ذمہ لازم ہوگی، اور اگر چندوں کا روپیہ ہے تو اس صورت کا حکم بھی تقریر بالا سے ظاہر۔

”وقال شيخنا وملاذنا وأستاذنا المجدد سيدنا الوالد الماجد رحمه الله تعالى وقد سنا بأسراره الشريفة في فتاوه المنيفة، العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية:“

ہمارے شیخ، پناہ گاہ، استاذ، مجدد، والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے عظیم الشان فتاویٰ ”العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية“ میں ارشاد فرمایا:

چندہ کے روپے چندہ دینے والوں کی ملک پر رہتے ہیں، ان سے اجازت لی جائے جو جائز بات وہ بتائیں اس پر عمل کیا جائے۔

وبیان المسئلة وتحقیقہا فی کتاب الوقف من فتاوانا۔
ایسی کمپنی میں جو سود کا لین دین کرنی ہو شامل کر کے بڑھانا حرام ہے اگرچہ چندہ دہندہ اجازت دیں۔

”فليس لأحد أن يحل ما حرم الله، وقال في جوابه السؤال الآخر“
”اوقاف میں شرط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہوتی ہے اس میں بلا شرط واقف یا اجازت خاصہ شرعیہ کوئی تغیر تبدیل جائز نہیں۔ مدرسہ کے مال سے مسجد کا قرض نہیں ادا کیا جاسکتا، جو ادا کرے گا تاوان اس پر ہے۔“ (۱)

وقال في موضع آخر في جواب هذا السؤال۔
مسجد کا جو پیسہ جمع ہے اسے کسی منفعت پر خرید و فروخت، تجارت کر سکتے ہیں؟ مسجد کے جمع مال کی افزود کے لیے؟

الجواب، تجارت میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہے اور کارکنوں میں امین و خائن دونوں طرح کے ہوتے ہیں، اور مال وقف میں شرط واقف سے زیادت کی اجازت نہیں الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس صورت میں جب کہ وہ زیادت سود ہو اگر خاص اس سودی روپیہ سے تنخواہیں دی جائیں تو کسی کو اس خاص زحرام کا اخذ جائز نہیں۔ نہ مدرس نہ کسی اجیر کو، نہ کسی مسلمان کو، وہ مال حرام لینا حلال

نہیں اور اگر آمدنی سے مخلوط کر دیا جاتا ہے وہ سودی روپیہ علاحدہ نہیں رکھا جاتا تو امام اعظم کے نزدیک اخذ جائز ہے، مگر مکروہ اور صاحبین کے نزدیک اب بھی ناجائز، ایسی صورت میں اگر تنخواہیں پاک روپے قرض لے کر ادا کی جائیں تو مدرسین ارتکاب حرام یا مکروہ سے محفوظ رہیں گے۔

فتاویٰ خانیہ میں ہے:

”إن كان السلطان خلط الدراهم بعضها ببعض فإنه لا بأس به، وإن دفع عين الغصبة من غير خلط لم يجز أخذه، قال الفقيه أبو الليث: هذا الجواب يستقيم على قول أبي حنيفة -رضي الله تعالى عنه؛ لأن عنده إذا غصب الدراهم من قوم و خلط بعضها ببعض يملكها الغاصب أما على قول أبي يوسف ومحمد فإنه لا يملكها وتكون على ملك صاحبها. والله تعالى أعلم.“ (۱)

سلطان دراهم کو خلط ملط کر دے تو اس میں حرج نہیں، اور اگر بے خلط معین شی مغصوب دے، اس کا لینا جائز نہ ہوگا، فقیہ ابو الیث فرماتے ہیں: یہ جواب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مطابق تو ٹھیک ہے، کیوں کہ ان کے نزدیک دراهم غصب کر کے خلط ملط کر دینے سے غاصب دراهم کا مالک ہو جاتا ہے، لیکن صاحبین کے قول پر غاصب مالک نہ ہوگا، صاحب دراهم ہی مالک رہے گا۔

(۳) اگر صورت سود کی ہے اور اس رجسٹر میں سود کا حساب بھی لکھا جاتا ہے تو حدیث میں سود کے کاتب و محاسب و شاہد سب پر لعنت فرمائی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ جسے حساب فقہی زردرسہ مقصود ہو اور اس میں سود کا حساب بھی درج ہے تو زردرسہ کی حساب فقہی میں حرج نہیں۔

”لأن الأعمال بالنیات وإنما لكل امرئ ما نوى.“ (۲)

سود کا حساب اس کا مقصود نہیں۔ جیسے کوئی مدرسہ یا مسجد جائے اور راہ میں کوئی منکر پائے جب تک اس منکر کی طرف بالقصد ملتفت نہ ہوگا اس پر کوئی الزام نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) مدرسہ یا کسی دینی کام میں زر حرام کا صرف حرام اور اس پر امید ثواب حرام بر حرام ولا

حول ولا قوة الا بالله. واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) اس کا جواب بھی اوپر کے جواب سے واضح، دو آنے چار آنے اور دو روپے چار روپے اور

(۱) [الفتاویٰ الہندیہ: الباب الثانی عشر فی الہدایا، ۳۴۲/۵]

(۲) [صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ: ۶/۱]

ماہوار اور سالانہ اور روزانہ سے حکم نہیں بدلتا، جائز مطالبہ باقسط لینے سے سود نہیں ہو جاتا۔ جیسی صورت ہوگی ویسا حکم ہوگا۔ اگر سود کی صورت ہے اور جب قوم مدرسہ سے قرض لے کر نفع دیتی ہے تو یہی صورت۔ تو چاہے پیسہ دے یا آنہ یا روپیہ روز دے یا ماہانہ یا سالانہ حرام حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۶) جب تک اصل ادا نہ ہو برابر ۴ یا ایک پیسہ نفع لیے جانا سود ہے، دس کانوٹ ساڑھے بارہ یا سو کو بیچنا حلال۔

”کما نص علیٰ بیع قطعة الكاغذ بألف في فتح القدير.“ (۱)
جیسا کہ فتح القدير میں کاغذ کے قطعہ کو ہزار کے عوض فروخت کرنے کی تصریح فرمائی ہے۔
(مترجم)

قرضوں بیچے یا نقد۔ جتنے میں بیچا اس سے ایک پیسہ زائد نفع لیا وہ سود۔ باقسط لے یا ایک مشت جس قدر کو بیچا ہے اتنے ہی لے خواہ یک مشت یا باقسط، اب یا جب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۷) نوٹ کی جو قیمت لینے والے پر ہی اس میں اگر اس کی کوئی شے مستغرق کر لے کہ اگر وہ اس کا مطالبہ نہ ادا کرے تو اس شے سے وصول کیا جاسکے اس میں حرج نہیں جب کہ اس شے سے یہ کچھ انتفاع نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) سود حرام قطعی ہے، نہ مسلمان سے لینا حلال، نہ کافر سے، نہ ذمی سے، نہ حربی سے۔ سود ہونے کے لیے مال معصوم درکار ہے جس کا مال معصوم ہو، اس سے زائد لینا سود ہوگا۔ کہیں لے۔ اور جس کا مال معصوم نہیں اس سے جو کچھ ملے وہ حرام و سود نہیں۔ ہاں غدر بد عہدی نہ کرے کہ حرام ہے۔ یہ حکومت جو نفع دیتی ہے وہ درحقیقت سود ہی نہیں۔ یوں ہی یہاں کے کفار کہ سب حربی ہی ہیں۔ وما لهم ليس بمعصوم۔ اور ان کا مال معصوم نہیں، سود سمجھ کر لینا گناہ ہے، مگر جوشی یہ سمجھتے ہوئے کہ سود ہے لی وہ سود نہیں۔ بکری کو سوز سمجھ کر کھانا گناہ، مگر جو کھایا وہ سوز نہیں بکری ہی تھا۔

”قال۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لا ربا بین المسلم والحربي في دار الحرب۔“ (۲)

دار الحرب کی قید اتفاق ہے احترازی نہیں کہ دار دون دار کی کوئی تخصیص نہیں۔ ”فی دار الحرب“

(۱) [فتح القدير، باب الكفالة: ۴۱۵/۵]

(۲) [نصب الرایة لأحادیث الهدایة: ۴/۴۴]

بجسب واقع ارشاد ہوا کہ اس زمان برکت نشان میں کوئی ایسی صورت ہی نہ تھی کہ دار، دارالاسلام ہو اور کفار حربی۔ اصل علت وہی عدم عصمت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سود حرام قطعی ہے

(۱۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
مہر کی نالش میں سود لگانا جائز ہے یا نہیں؟
از محمد علی ذہبی وضع گرورہ ڈاک خانہ خان پور ضلع بلند شہر۔

الجواب

حرام حرام حرام ہے، مہر کی نالش میں ہو یا کسی اور نالش میں۔ سود حرام قطعی ہے۔ قال تعالیٰ: ﴿حرم الربوا﴾ (۱) اللہ نے حرام کیا سود۔ (مترجم)
یہ غلط مشہور ہے کہ بے سود لگانے نالش نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سودی قرض لینا دینا حرام ہے

(۲۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
(۱) کسی شخص کی جائداد پر قرضہ سودی ہے تو اس شکل میں اس جائداد کی آمدنی کا روپیہ خواہ خود کھائے یا اولاد کھائے یا خدا کی راہ پر دے اس کا کچھ ثواب ہے یا نہیں، اور اس کا نماز یا روزہ قبول ہوگا یا نہیں؟

(۲) امام ضامن باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کوئی شخص اپنا نتیجہ اور چالیسواں کا کھانا کر چکے تو دوسرے شخص کی فاتحہ کا کھانا کھا سکتا ہے یا نہیں؟

(۴) لوگ زیارتوں پر جاتے ہیں اور دین و دنیا کی باتوں کے لیے دعا مانگتے ہیں۔ خواجہ صاحب یا اور کسی کی زیارت پر اس صورت میں ان کی مراد پوری ہو جاتی ہے۔ تو ایسی صورت میں دعا مانگنا جائز ہے

یا نہیں، یا نیاز ماننا جائز ہے یا نہیں، یا خود نیاز دلوانا جائز ہے یا نہیں؟ از شہر کہنہ از مکان مصطفیٰ علی خاں بریلی

الجواب

سودی قرض لینا دینا حرام ہے۔ زراصلی کا ادا کرنا لازم، جتنا جتنا دے سکے دے۔ جتنی کی ادا پر قادر ہوا تباہے وجہ شرعی (نہ دینا) گناہ و حرام اور زرا ظلم ہے۔

حدیث میں فرمایا: ((مطل الغنی ظلم۔))

جس کے پاس مال ہے اس کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

اپنے اور اس کے ذمہ جن کا نفقہ ہے وہ تو مصارف ضرور یہ سے ہیں۔ خدا کی راہ میں دینا ہی ہے تو پہلے قرض اور فرض ادا کرے، قرض ادا نہ کرے اور فقیر کو دے دے یہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) امام ضامن کا روپیہ کپڑے میں باندھا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ: یہ شخص بفضلہ تعالیٰ بخیر و خوبی واپس آئے گا تو حضرت کی فاتحہ دلائی جائے گی، اس میں حرج نہیں اور اگر سونے چاندی کا تعویذ سبنا کر باندھے تو یہ ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) کھا سکتا ہے۔

(۴) اللہ عزوجل سے دعا بوسیلہ بزرگان مانگنے میں کچھ حرج نہیں اور یہی ہوتا ہے بزرگوں سے

بھی یہی عرض کیا جاتا ہے کہ حضرت بھی دعا کریں۔ فاتحہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) قرض

جس کا قرض ہے اگر وہ یا اس کے وارث کوشش کے باوجود نہ ملیں

تو ان کی طرف سے مال صدقہ کر دے

(۲۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید بسبب ملازمت اپنے وطن سے کچھ دور ایک شہر میں مقیم تھا۔ یہاں اس نے بکرو عمر سے کچھ روپیہ قرض لیا اس امید پر کہ جلد ہی واپس کر دے گا مگر یکا یک وہ بیمار پڑ گیا اور اپنے وطن کو چلا گیا جہاں اس کی موت ہو گئی۔ زید کے ورثہ چاہتے ہیں کہ اس کا قرض ادا کر دیں، لیکن ان کو یہ نہیں معلوم کہ جن سے

قرض لیا گیا تھا ان کے ورثہ کون ہیں، اور کہاں ہیں اور اس لیے وہ لوگ بذریعہ منی آرڈر روپیہ روانہ کرنے سے مجبور ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ لوگ اس شہر میں جا کر قرض دینے والوں کے ورثہ کو تلاش کریں تو یہ ان کے لیے نہایت مشکل ہے۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ زید کے مال و اسباب کو جسے زید چھوڑ آیا تھا جا کر نہیں لاسکے اور وہیں سب تلف ہو گیا اگر جاتے تو اسے فروخت کر کے زید کا قرض ادا کر دیتے۔ اب ایسی حالت میں اگر قرض ادا کرنا چاہیں تو اس روپے کا کون سا بہتر مصرف ہو سکتا ہے جس کے اختیار کرنے سے زید کا قرض ادا ہو جائے۔ بینوا تو جروا از کلکتہ ڈاک خانہ علی پور بنگال گورنمنٹ پریس مرسلہ وجیہ اللہ صاحب

الجواب

جن سے زید نے قرض لیا تھا غالباً وہ بھی نہ رہے، مرچکے اسی لیے سوال میں یہ ہے کہ ”جن سے قرض لیا گیا تھا ان کے ورثہ کون ہیں اور کہاں ہیں یہ نہیں معلوم“ مگر سوال میں ان کا مرنا صراحتاً مذکور نہیں۔ اگر وہ لوگ زندہ ہیں تو ان کے ورثہ کی تلاش لغو بے معنی ہے جن کا روپیہ ہے انہی کو واپس دینا ہے۔ ہاں اگر وہ مرچکے ہوں تو بے شک اس صورت میں ان کے وارثوں کی تلاش ضرور ہے۔ کسی مصرف میں صرف نہیں کیا جاسکتا جس طرح ممکن ہو معلوم کریں، اور قرض ادا کریں۔ جہاں کے وہ لوگ رہنے والے ہوں وہاں کے آنے جانے والوں سے یا جو لوگ اس جگہ کے ان ورثہ زید کے معروف ہوں ان سے بذریعہ خط پتہ چلا کر کہ وہ خود جانتے ہوں تو خود بتائیں نہ جانتے ہوں تو وہاں کے لوگوں سے دریافت کر کے پتا چلا کر بتائیں، یا اخباروں کے ذریعہ ان کا پتہ نشان دریافت کریں۔ جو جو ممکن طریقہ ہو اس سے پتا چلائیں۔

اس وقت تک برابر تلاش جاری رکھیں جب تک ان کے پتہ چلنے کی امید رہے، چند سال برابر تلاش کریں۔ جب تک ان کا پتہ نہ چلے، ان کا روپیہ امانت رکھیں۔ کسی معتبر جگہ۔ یا ڈاک خانہ میں جمع کر دیں، جب ان کا پتہ لگے وہاں سے حاصل کر کے انہیں بقدر ان کے حصص کے تقسیم کر دیں۔ جب کسی طرح پتہ نہ چلے اور ان کے پتے سے مایوسی ہو جائے اس وقت اس روپے کو ان کی جانب سے مسلمان محتاجوں کو صدقہ دے دیں کہ ان کا روپیہ انہیں نہ پہنچا سکے تو اس کا ثواب انہیں پہنچ جائے۔

ردالمحتار میں ہے: ”إن علم الوارث دین مورثه فعلیه أن یقضیه من المتروکة - وإن لم یقض فهو مؤاخذ به فی الآخرة، وإن لم یجد صاحب الدین ولا وارثه فتصدق عن صاحب الدین بری فی الآخرة. اه مختصراً“ (۱)

اگر وارث کو اپنے مورث کے دین کا پتہ ہو تو اسے اس کے متروکہ سے ادا کر دینا لازم ہوگا، اگر ادا نہ کرے تو آخرت میں اس کی پکڑ ہوگی، اور اگر دائن نہ مل پائے اور نہ اس کا وارث تو وہ دائن کی طرف سے صدقہ کر دے، آخرت میں بری الذمہ ہوگا۔ اھ، مختصراً (مترجم)

اور اگر یہ معلوم ہو کہ نہ دائن باقی رہے نہ ان کے ورثہ میں سے کوئی جب بھی ہر دائن کی جانب سے صدقہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرض لے کر واپس نہ دینا حرام ہے

(۲۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
ہنود وغیرہ کافرین سے اگر کسی مسلمان نے تکلیف کے وقت کچھ قرضہ لیا تھا اور اداے گی کی کوئی صورت نہیں ہوئی اور یہ لوگ کچھ کر بھی نہیں سکتے یعنی کوئی ثبوت نہیں قرض دینے کا، تو دعویٰ دھکا بھی نہیں ہو سکتا۔ تو اس صورت میں پرایا قرض نہ دینے کی وجہ سے وہ مسلمان گناہ گار ہوگا یا نہیں مولیٰ تعالیٰ کے یہاں۔ یا یہ کہ مسلمان قرضہ تو ادا کر سکتا ہے مگر جان بوجھ کر نہ ادا کرے کیوں کہ وہ کسی طرح وصول نہیں کر سکتے اور اس کی عزت و آبرو پر یقیناً کوئی آفت نہیں ہو سکتی، تو ایسی صورت میں یہ مسلمان مال موذی نصیب غازی سمجھ کر نہ ادا کرے تو گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

الجواب

وفاے عہد مسلمان پر فرض ہے، قرض لے کر واپس نہ دینا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

كتاب الهبة

البواب

(۹۰)

۱- ہبہ کا بیان



ہبہ کا بیان

مرض موت میں مریض کا ہبہ وصیت ہے

(۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
 زید بمرض سرطان ایک ماہ سے مبتلا تھا اس وقت بدرتی ہوش و حواس ہبہ نامہ اپنی کل جائداد کا
 بحق اپنی دختر کیا جب کہ اور کوئی اولاد حیات نہ تھی اور نو، دس روز بعد تکمیل و تحریر ہبہ فوت ہوا۔
 تب زید کے عصبہ ہبہ نامہ کو ناجائز بوجہ مرض الموت قرار دیتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں اور وقت تحریر ہبہ
 نامہ مذکور بلحاظ مدت و قسم بیماری مرض الموت شمار کیا جائے گا یا نہیں اور ہبہ نامہ جائز رہے گا یا نہیں؟
 از نور شاہ خاں ولد احمد شاہ خاں صاحب ساکن شہر کہنہ رو ہیلی ٹولہ بریلی۔

الجواب

ہبہ مریض بمرض موت حکم وصیت میں ہے۔ اجنبی کے لیے بے اجازت وراثت میں نافذ ہوتا
 مگر یہاں ہبہ دختر کو کرا ہے تو یہ اجازت وراثت پر ہے۔
 ردالمحتار میں ہے:

”إن مات من ذلك المرض فإن كان الموصی له وارثه لا تجوز إجازته إلا
 أن تجیزه ورثة المريض بعد موته . وإن كان أجنبياً تجوز إجازته ويعتبر ذلك من
 الثلث.“ (۱)

اگر وہ اس مرض میں فوت ہو جائے، تو اگر موصیٰ لہ اس کا وارث ہے، اس کی اجازت کافی نہ
 ہوگی، ہاں اگر مریض کے ورثہ اس کی موت کے بعد اجازت دے دیں تو جائز و صحیح ہے اور اگر وہ اجنبی ہو تو
 اس کی اجازت کافی ہے، اور یہ وصیت ثلث مال میں معتبر ہوگی۔ (مترجم)
 در مختار میں ہے:

”وتجوز بالثلث للأجنبي وإن لم يحز الوارث ذلك لا الزيادة عليه إلا أن تجيز وراثته بعد موته.“ (۱)

اجنبی کے لیے ثلث مال تک کی وصیت جائز ہے، اگرچہ وارث اس کو جائز قرار نہ دے، ثلث مال سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں، ہاں اگر ورثہ اس کی موت کے بعد جائز قرار دے دیں تو جائز و نافذ ہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”لا لوارثه إلا باجازة وراثته لقوله عليه الصلاة والسلام: لا وصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة. یعنی: عند وجود وارث آخر كما يفيدہ آخر الحديث.“ (۲)

(وارث کے لیے وصیت جائز نہیں جب تک کہ ورثہ اجازت نہ دیں) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: وارث کے لیے وصیت نہیں، ہاں اگر ورثہ اجازت دے دیں تو جائز ہے، یعنی دوسرے وارث کی موجودگی کے وقت، جیسا کہ اس بات کا افادہ دوسری حدیث کر رہی ہے۔ (مترجم)

سرطان امراض قاتلہ سے ہے کہ موت اس میں غالب ہے، امراض مزمنہ سے نہیں جو طوالت اختیار کرتے ہیں۔ مرض سرطان کو مدت اگر دراز بھی ہو تو اس سے موت کا خوف پھر بھی ہے وقت ہوتا ہے، تو اس صورت میں بھی وہ امراض مزمنہ کی طرح نہ ہوگا، کہ امراض مزمنہ کا مریض بمنزلہ صحیح ہے۔ درمختار میں ہے:

”وهبة مقعد ومفلوج وأشل ومسلول من كل ماله إن طالت مدته سنة ولم يخف موته منه لا قاتلة.“ (۳)

اپاج، فالج زدہ، لنجا (خشک ہاتھ یا خشک عضو والا) اور مرض سل میں مبتلا شخص، جب کہ ان کے امراض کو دراز مدت مثلاً ایک سال گزر جائے اور ان مرحلوں کی وجہ سے موت کا اندیشہ نہ رہے، اگر یہ اپنا تمام مال ہبہ کر دیں تو یہ ہبہ کرنا صحیح ہے، یہ مرض امراض قاتلہ سے نہیں۔ (مترجم)

ردالمختار میں ہے:

(۱) [الدر المختار، کتاب الوصایا: ۲۷۹/۱۰]

(۲) [الدر المختار، کتاب الوصایا: ۲۸۵/۱۰]

(۳) [الدر المختار، کتاب الوصایا: ۲۹۱، ۲۹۰/۱۰]

”عبارة القهستاني وإلا يكن واحد منهما بأن لم تطل مدته بأن مات قبل سنة أو خيف موته۔ ومقتضى عبارة ”القهستاني“ أنه من الثلث أيضاً وهو المفهوم من تقييد المصنف ما يكون من كل المال بقوله: ولم يخف موته.“ (۱)

قہستانی کے الفاظ یہ ہیں: اگر ان دو چیزوں میں سے کوئی نہ ہو نہ تو مدت دراز ہو اس طرح کہ سال سے پہلے ہی وفات کر جائے یا اس کی موت کا اندیشہ رہے (تو ثلث مال میں بہت صحیح ہے) قہستانی کے الفاظ کا مقتضی یہ ہے کہ: یہ بہت ثلث مال میں بھی صحیح ہو اور یہ اس بات سے سمجھا جا رہا ہے کہ مصنف نے تمام مال ہبہ کرنے کو اپنے قول ”و لم يخف موته“ اس کی موت کا اندیشہ نہ رہے، سے مقید فرمایا۔ (مترجم)

مرض الموت کے بارے میں اقوال بہت ہیں، مختار یہ ہے کہ وہ مرض جس سے موت غالب ہو اگرچہ مریض صاحب فراش نہ ہو۔

در مختار میں ہے:

”المختار أنه ما كان الغلب منه الموت وإن لم يكن صاحب فراش. واللہ تعالیٰ أعلم.“ (۲)

مختار یہ ہے کہ وہ مرض جس سے موت غالب ہو اگرچہ مریض صاحب فراش نہ ہو، مرض الموت ہے۔ (مترجم)

عالمگیریہ میں ہے: ”مريضة وهبت صداقها من زوجها، فإن برأت من مرضها صح، وإن ماتت من ذلك المرض فإن كانت مريضة غير مرض الموت فكذلك الجواب، وإن كانت قال أبو الليث رحمه الله تعالى هو أن لا يقدر أن يصلي قائماً وهو أحب وبه نأخذ كذا في الجوهرة النيرة الخ. واللہ تعالیٰ أعلم.“ (۳)

مريضہ نے اپنا مہر ہبہ کر دیا، اگر وہ اپنے مرض سے صحت یاب ہوگئی تو یہ بہت صحیح ہے، اور اگر ہبہ کرنے کے بعد اس مرض میں وفات کر جائے لیکن وہ مرض مرض الموت نہ ہو تب بھی یہی حکم ہوگا (بہت صحیح ہوگا) اور اگر وہ مرض مرض الموت ہو تو اب بے اجازت و رشیح نہ ہوگا، قاضی ابواللیث فرماتے ہیں: مرض الموت کی تعریف یہ ہے کہ مریض کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے (اور اسی مرض سے موت ہو جائے) یہ تعریف زیادہ پسندیدہ ہے، اسی پر ہم عمل کرتے ہیں، ایسا ہی جو ہرہ میں مذکور ہے۔ اھ۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

(۱) [ردالمحتار، کتاب الوصایا: ۲۹۱/۱۰]

(۲) [الدرالمختار، کتاب الوصایا: ۲۹۱/۱۰]

(۳) [الفتاویٰ الہندیة، کتاب الہیة، الباب العاشر فی ہبۃ المریض: ۵۴۸/۴]

كتاب الاجارة

ابواب

(۹۴)

۱- اجاره کا بیان

(۹۴)

۲- اجاره طاعت



اجارہ کا بیان

طاعت پر اجرت ٹھہرانا حرام ہے

(۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...
(۱) ایک شخص جنازہ کی نماز پڑھنا جانتا ہے پھر نہیں پڑھاتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ گاؤں کی نکاح خوانی کے حقوق مجھے دیئے جائیں اور لوگ میری زمین کا لگان میری جانب سے اپنی جیب سے ادا کریں تو پڑھاؤں گا، ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟
(۲) ایک شخص ظہر کی سنتیں پڑھنے کھڑا ہوا، پڑھ چکا تو معلوم ہوا کہ اس نے فرضوں کی نیت باندھی تھی، سو اسیسا ہوا تو اس کے فرض ادا ہوئے یا نہیں؟
زقصبہ بہیڑی ضلع بریلی، مسؤلہ مرزا علی بیگ، مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۳۷ء۔

الجواب

طاعت پر اجرت ٹھہرانا حرام ہے، یہی اصل مذہب ہے، متاخرین نے بخوف ضیاع بعض طاعات کا استثناء فرمایا، وہ وہی ہیں جن میں ضرورت ظاہرہ ہے۔ پھر خاص طاعت ہی پر عقد کرنا تو برا ہی ہے، کسی کے نزدیک بھی نہ چاہیے، امامت صلاۃ جنازہ ان طاعات میں نہیں جن کا متاخرین کرام نے استثناء کیا۔ کہ اس میں جماعت شرط و واجب نہیں۔ ایک کے ادا کر لینے سے نماز ادا ہو جائے گی، اور کوئی واجب ترک نہ ہوگا۔

خلاصہ میں فرمایا: ”إن كان الإمام على طهارة والقوم على غير طهارة صحت صلاة الإمام ولا تعاد الصلاة عليه - في التجريد هذا دليل على أن الجماعة ليست بشرط لصلاة الجنازة.“ (۱)

(۱) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع: فصل بیان ما تصح به صلاة الجنازة، ۱/۳۱۵

اگر امام طاہر اور مقتدی غیر طاہر ہوں تو امام کی نماز درست اسے لوٹانے کی حاجت نہیں، تجرید میں ہے کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جماعت نماز جنازہ کے لیے شرط نہیں ہے۔ (مترجم)

بزاز یہ میں فرمایا:

”لأن الجماعة ليست بشرط فيها.“ (۱)

اس لیے کہ جماعت اس میں شرط نہیں ہے۔ (مترجم)

حلیہ میں ہے:

”الجماعة فيها ليست بشرط حتى لو صلى الإمام بجماعة فيها و كان على طهارة دونهم لا تعاد ؛ لأن حق الميت تأدى بصلاة الإمام وبالعكس تعاد ؛ لأن صلاته غير جائزة فكذا صلاتهم ؛ لأنها بناء على صلاته.“ (۲)

جماعت اس میں شرط نہیں، یہاں تک کہ امام نے جماعت سے پڑھی اور وہ طہارت پر تھا، البتہ مقتدی غیر طاہر تھے، تو نماز کا اعادہ نہ ہوگا، اس لیے کہ امام کی نماز سے حق میت ادا ہو گیا، لیکن اس کے برعکس صورت میں (امام غیر طاہر اور مقتدی طاہر ہوں) نماز کا اعادہ ضروری ہوگا، اس لیے کہ امام کی نماز جائز نہ ہوئی، لہذا ان کی بھی نہ ہوگی اس لیے کہ ان کی نماز کی بنا امام کی نماز پر ہے۔ (مترجم)

ہندیہ میں ہے:

”الصلاة على الجنزة تأدى بأداء الإمام وحده ؛ لأن الجماعة ليست

بشرط الصلاة على الجنزة كذا في النهاية“ (۳)

نماز جنازہ تھا امام کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے گی، اس لیے کہ جماعت نماز جنازہ کے لیے شرط نہیں ہے، یوں ہی نہایہ میں ہے۔ (مترجم)

یہاں تک کہ عورت اگرچہ جاریہ ہو امامت کرے جب بھی نماز کا اعادہ نہ ہوگا۔ مردوں کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی، مگر اس کی اپنی ہو جائے گی، اور وہ اداے فرض کو کفایت کرے گی۔ برہان صاحب الحیظ نے ارشاد فرمایا:

(۱) [الفتاویٰ البزازية مع الهندية: ۸۰/۱]

(۲) [بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع: فصل في بيان ما تصح به صلاة الجنزة: ۳۱۵/۱]

(۳) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة الفصل الخامس في الصلاة على الميت: ۲۰۵/۱]

”أمت امرأة في صلاة الجنازة لا تعاد.“ (۱)

نماز جنازہ کی امامت اگر عورت نے کی تو نماز نہ لوٹائی جائے گی۔ (مترجم)

اشباہ میں ہے:

”لا تؤم في الجنازة ولو فعلت لسقط الفرض بصلاتها.“ (۲)

عورت جنازہ میں امامت نہیں کرے گی، اور اگر اس نے امامت کی تو اس کی نماز سے فرض ساقط

ہو جائے گا۔ (مترجم)

علامہ حموی نے فرمایا:

”وإن بطلت صلاة الرجال خلفها.“ (۳)

اگرچہ لوگوں کی نماز اس کے پیچھے باطل ہوگئی۔ (مترجم)

درمختار میں فرمایا:

”لو أم بلا طهارة والقوم بها أعيدت، وبعكسه لا، كما لو أمت امرأة ولو

أمة لسقوط فرضها بواحد“ (۴)

اگر امام نے بغیر طہارت امامت کی جب کہ مقتدی طاہر تھے تو نماز کا اعادہ کیا جائے گا، اور معاملہ

برعکس ہوتا ہے، جیسا کہ عورت گو کہ باندی ہو امامت کرے تو اعادہ نہ کیا جائے گا، اس لیے کہ اس کا

فرض ایک شخص سے ساقط ہو جاتا ہے۔ (مترجم)

اس پر علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا:

”أي بشخص واحد رجلاً كان أو امرأة، فهو تعليل لمسألة العكس

ومسئلة المرأة قال في البحر والحلية: وبهذا تبين أنه لا تجب صلاة الجماعة فيها.

۵. ومثله في البدائع“ (۵)

(۱) [الدر المختار: باب صلاة الجنازة، ۲/۲۰۸]

(۲) [الاشباہ والنظائر: ۳۸۵]

(۳) [الحموی: ۳/۳۸۶]

(۴) [رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۳/۹۸]

(۵) [رد المحتار کتاب الصلاة باب صلاة الجنائز مطلب في صلاة الجنائز: ۳/۹۸]

یعنی ایک شخص کے ساتھ مرد ہو یا عورت، تو یہ علت ہے مسئلہ عکس اور مسئلہ عورت کی، بحر اور حلیہ میں یہ کہا ہے، اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ جنازہ میں جماعت کی نماز کا اعادہ نہ ہوگا، اور یوں ہی بدائع میں ہے۔ (مترجم)

در بارۃ اجرت بر طاعت شامی میں فرمایا:

”قد اتفقت کلمتہم جمیعاً علی التصریح بأصل المذہب من عدم الجواز، ثم استثنوا بعدہ ما علمتہ، فہذا دلیل قاطع وبرہان ساطع علی أن المفتی بہ لیس ہو جواز الاستحجار علی کل طاعة بل علی ما ذکرہ فقط مما فیہ ضرورة ظاهرة تبیح الخروج عن أصل المذہب من طرؤ المنع، فإن مفاہیم الکتب حجة اہ“ (۱) تمام فقہاء کے ارشادات اصل مذہب کی تصریح یعنی جواز پر متحد ہیں، پھر بعض چیزوں کا فقہانے استثناء کیا، جسے تم نے جان لیا، پس یہ دلیل قاطع اور روشن برہان ہے اس امر پر کہ ہر طاعت پر اجارہ کے جواز کا قول مفتی بہ نہیں ہے بلکہ فتویٰ اس پر جو ائمہ نے ذکر کر دیا کہ جس میں ضرورت ظاہر ہو اس میں اصل مذہب سے خروج جائز ہوگا۔ اس لیے کہ کتابوں کے مفاہیم حجت ہیں۔ (مترجم) اسی میں ہے:

”وقد اغتر بما فی الجوہرۃ صاحب البحر فی کتاب الوقف وتبعہ الشارع فی کتاب الوصایا حیث یشعر کلامہما بجواز الاستحجار علی کل الطاعات، ومنها القراءة“ وقد ردّہ الشیخ خیر الدین الرملي فی حاشیة البحر فی کتاب الوقف حیث قال:

أقول: ”المفتی بہ جواز الأخذ استحساناً علی تعلیم القرآن، لا علی القراءة المجردة كما صرح بہ فی التاتارخانیة حیث قال: لا معنی هذه الوصیة ولصلة القاري بقراءتہ؛ لأنه هذا بمنزلة الأجرة، والإجارة فی ذلك باطلة، وهي بدعة ولم یفعلها أحد من الخلفاء۔ وقد ذکرنا مسئلة تعلیم القرآن علی استحسان اہ یعنی للضرورة ولا ضرورة فی الاستحجار علی القراءة علی القبر، اہ“ (۲) اور بے شک صاحب بحر کو جو ہرہ کی اس عبارت سے دھوکا ہوا جو کتاب الوقف میں ہے، اور

(۱) [ردالمحتار، کتاب الاجارۃ مطلب تحریر فہم فی عدم الجواز الاستحجار: ۶۶/۹]

(۲) [ردالمحتار، کتاب الاجارۃ: ۶۶/۹، ۶۷]

شارح نے بھی کتاب الوصایات میں اسی کی اتباع کی، کیوں کہ ان کا کلام ہر طاعت پر اجارہ کے جواز کا پتہ دیتا ہے، جس میں سے قراءت بھی ہے، اور شیخ خیر الدین ربلی نے اسی کو ثابت رکھا حاشیہ بحر کتاب الوقف میں۔ وہ فرماتے ہیں: مفتی بہ قول ہے کہ استحساناً تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے، تاکہ محض تلاوت قرآن پر، جیسا کہ تاتارخانیہ میں اس کی صراحت ہے، فرماتے ہیں: کہ اس وصیت اور تلاوت پر قاری کے بدلہ اور معاوضہ لینے کا کوئی مطلب نہیں ہے کیوں کہ یہ اجرت کے درجہ میں ہے، اور اس پر اجارہ باطل ہے، یہ ایسی بدعت ہے کہ جس کو کسی بھی خلیفہ نے نہ کیا اور ہم نے تعلیم قرآن کا مسئلہ استحساناً ذکر کیا یعنی ضرورت کے تحت، اور قبر پر تلاوت کے اجارہ میں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (مترجم)

پھر اجرت بھی کیسی معقول کہ نکاح خوانی کے حقوق مجھے دیئے جائیں۔

نیز فتاویٰ عزیز یہ میں ہے:

قاعدہ اجارہ آں ست کہ برواجب و مندوب منعقد نمی شود و تعلیم القرآن فرض بالکفایۃ و مندوب علی العین پس محل اجارہ نیست، تعلیم قرآن را متاخرین جائز داشته اند کہ باجرت بقرآن کرد اما مراد ایشان ہمیں تعلیم ست کہ دروے افعال دیگر و رائے تعلیم مشروط باشند کہ محل اجارہ تو انہیں نہ محض تعلیم، مثلاً شخصے بیاید کہ مرا فلاں آیت تعلیم کنی و ایں ازوے مزدوری خواهد کہ ایں اجرت بالا جماع بین المتمدین و المتاخرین حرام ست. ۱۰۰۔

مختصر اسی میں فرمایا:

نکتہ درآں کہ اجارہ اداے بر طاعت خواہ فرض باشد خواہ نفل جائز نیست، آنست کہ شخصے مباشرت طاعت شدہ است بحکم وعدہ الہی مستحق اجرت اخروی گشتہ، پس اگر اجدنیوی را از مخلوق برآں طلب نماید اجتماع اجرین و عوضین در حق یک کس بیک فعل لازم خواهد آمد، مثل آنکہ شخصے اجیر خاص یک کس قرار افتہ اور انمی رسد کہ اجیر خاص شخص دیگر شود در ہاں ساعت۔ کذا فی الہدایۃ۔

اجارہ کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ واجب و مندوب پر منعقد ہی نہیں ہوتا، اور تعلیم قرآن فرض کفایہ اور مستحب عین ہے، لہذا وہ محل اجارہ نہیں ہو سکتا ہے، لیکن متاخرین نے تعلیم پر اجرت لینا جائز قرار دیا ہے۔ ان کی مراد تعلیم سے یہ ہے کہ اس میں کچھ ایسے افعال تعلیم کے علاوہ مشروط ہوں جس میں محل اجارہ بننے کی صلاحیت ہو، نہ کہ محض تعلیم، مثلاً: کوئی شخص کسی سے کہے کہ مجھے فلاں آیت کی تعلیم دے دو، اور یہ شخص (معلم) اس سے مزدوری مانگے تو یہ اجرت با تفاق متقدمین و متاخرین حرام ہے۔ اجارہ طاعت خواہ وہ طاعت فرض ہو یا نفل جائز نہ ہونے میں نکتہ یہ ہے کہ جو شخص طاعت پر کار بند ہے۔ یعنی طاعت میں لگا ہوا

ہے وہ بحکم الہی اخروی اجر کا مستحق ہو گیا، اب اگر وہ دنیا والوں سے بھی اس پر اجر کا مطالبہ کرے تو ایک شخص کے حق میں ایک فعل پر دو اجر اور دو عوضوں کو جمع ہونا لازم آئے گا، مثلاً ایک شخص جو کسی کا اجیر خاص مقرر ہوا اس کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اسی وقت میں دوسرے کا اجیر خاص ہو جائے۔ (مترجم)

فتاویٰ بزازیہ میں فرمایا:

”لا یحل أخذ الأجرة علی الإمامة والتأذین بالشرط. ۵۱۔“ (۱)

امامت و آذان پر شرط لگا کر اجرت لینا جائز نہیں۔ (مترجم)

یہاں امامت صلاۃ جنازہ پر وہ اجرت ٹھہرا رہا ہے، اور اجرت بھی کیا نکاح خوانی کے حقوق تو یہ ناجائز درنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس صورت میں وہ فرض ہوے کہ کھڑا اگرچہ سنتوں کے ارادہ سے ہوا تھا مگر تکبیر بہ نیت فرض کہی، اور اعتبار اسی نیت کا ہے جو مقارن تکبیر ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لو افتتح الظهر ثم نوى التطوع أو العصر أو الفائتة أو الجنائز و کبر ینخرج عن الأول، و یشرع فی الثانی، والنية بدون التکبیر لیس بمنخرج کذا فی التاتارخانیة ناقلاً عن العتابة“ (۲)

تکبیر تحریمہ کہی پھر نفل یا عصر یا فوت شدہ نماز یا جنازہ کی نیت کر لی اور تکبیر کہی تو وہ اول نماز کے باہر ہو جائے گا، اور دوسری کا شروع کرنے والا ہوگا، محض نیت بغیر تکبیر کے نماز اول سے نکالنے والی نہ ہوگی، ایسا ہی عتابیہ سے تاتارخانیہ میں ہے۔ (مترجم)

ظاہر ہوا کہ یہ تو محض کھڑا ہوا ہے کہ اگر سنتیں شروع بھی کر دیتا پھر بھی فرضوں کی نیت سے دوسری تکبیر کہتا تو نیت تطوع باطل ہو جاتی، اور وہ شارع فی الفرض ٹھہرتا۔

نیز غنیمتہ میں فرمایا: ”لو کبر بنوی التطوع، ثم کبر بنوی الفرض یصیر شارعاً فی الفرض و تبطل نية التطوع؛ لأن النية من الأفعال یصح تبديلها إذ قارنتها. واللہ تعالیٰ اعلم.“ (۳)

(۱) [الفتاویٰ البزازیة مع الہندیة: ۱/۲۴]

(۲) [الفتاویٰ الہندیة، کتاب الصلاة، الفصل الرابع فی النية: ۱/۸۶]

(۳) [غنیة المستملی شرح منیة المصلی: ص ۲۴۷]

اگر نفل کی نیت سے تکبیر کہی، پھر فرض کی نیت سے تکبیر کہہ دی تو اب فرض کو شروع کرنے والا ہوگا، اور تطوع کی نیت باطل ہو جائے گی، اس لیے کہ نیت ان افعال سے ہے جس کی تبدیلی جائز ہے، جب کہ یہ افعال سے متصل ہو۔ (مترجم)

اجارہ کی مدت اور اجرت دونوں معلوم ہوں

تو قبل از وقت فسخ کرنا جائز نہیں

(۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

عرض یہ ہے کہ دوکان مسجد محلہ حسین باغ ہے، اس دوکان میں پیشتر سیف اللہ بیٹھے تھے اور مبلغ ۸ کرایہ دیتے تھے، اس پر امیر احمد نے کہا یہ دوکان ہمیں دے دو تو اس سے کہا گیا تم سے دو روپے کرایہ کے لیے جائیں گے، اس پر امیر احمد نے کہا کہ میں پونے دو روپیہ دوں گا۔ انعام اللہ جو مسجد کا انتظام کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ لکھے دو روپے ہی جائیں گے چار آنہ ہم اپنی جیب سے دیں گے، امیر احمد نے اس پر کہا کہ تم اپنی جیب سے کیوں دو گے اللہ ہمیں دے گا تو ہم ہی دے دیں گے، تو اس دوکان میں امیر احمد نے چھ مہینے گزارے اور سیف اللہ نے اپنی دوکان اٹھا بیٹھک میں رکھ لی، اب امیر احمد نے مجبور ہو کر مسجد کی دوکان سے اٹھالی جب کہ آٹھ آنے پیسے بھی نہ بک سکے تو اٹھالی۔ اور چھ ماہ کے مبلغ ۱۲ روپیہ ادا کیے، اب وہ چھ مہینہ سے دوکان خالی پڑی ہے، اب اس خالی پڑی ہوئی کا کرایہ یعنی ایک سال کا کاغذ امیر احمد سے لکھایا گیا تھا، اس میں چھ مہینے بیٹھے وہ چھ مہینہ سے دوکان خالی پڑی ہوئی ہے، اس خالی پڑی ہوئی کا کرایہ کسی دباؤ سے امیر احمد سے وصول کیا جائے تو وہ پیسہ مسجد میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟ از امیر احمد ولد کریم بخش حسین باغ بریلی

الجواب

جب امیر احمد نے ایک سال کے لیے ہر ماہ پونے دو روپے پر دوکان لی تھی تو بے عذر شرعی اس عقد اجارہ کو فسخ قبل تمام سال نہیں کر سکتا۔

عالمگیری میں ہے: "لو قال آجرتك هذه الدار سنة كل شهر بدرهم جاز بالإجماع؛ لأن المدة معلومة والأجرة معلومة، فتجوز فلا يملك أحدهما الفسخ قبل تمام السنة من غير عذر كذا في البدائع." (۱)

اگر کہا: میں نے یہ مکان ایک سال تک ہر ماہ ایک درہم کے بدلے کرائے پر دیا، تو بالاتفاق جائز ہے، کیوں کہ مدت معلوم ہے اور اجرت بھی معلوم ہے، لہذا جائز ہے، بلا عذر شرعی سال تمام ہونے سے قبل کوئی بھی اس اجارے کو فسخ نہیں کر سکتا۔ ایسا ہی بدائع میں مذکور ہے۔ (مترجم)

پونے دور و پیہ اس پر ہر ماہ کے لازم، چار آنہ جو زیادہ دیے وہ اپنا وعدہ وفا کیا، اگر نہ دیتا تو وہ لازم نہ تھے، خالی پڑی رہنے دے، یا اس سے کام لے پونے دور و پیہ اس کے ذمہ ہر ماہ کے لازم ہوں گے، مگر جب کہ اس نے کسی ایسے عذر سے جو قابل قبول شرع ہو اس عقد کو فسخ کیا ہو۔ تو اس صورت میں جب کہ اس نے فسخ کیا اس وقت کرایہ اس کے ذمے نہیں اور اس سے وصول کرنا جائز نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آٹھ آنے پیسہ بھی نہ بک سکتا یہ عذر قابل قبول شرع ہوگا یا نہیں مجھے اس میں تامل ہے کساد بازار تو عذر ہوتا ہے۔

عالمگیر یہ میں ہے:

”استأجر حانوتاً ليتجر في السوق ثم كسد السوق حتى لا يمكنه التجارة
فله فسخ الإجارة؛ لأنه عذر كذا في القنية.“ (۱)

ایک دکان کرائے پر لی تاکہ بازار میں تجارت کرے، پھر بازار مندا ہو گیا یہاں تک کہ تجارت ممکن نہ رہی، تو وہ عقد اجارہ فسخ کر سکتا ہے، کیوں کہ یہ عذر شرعی ہے، یوں ہی قنیہ میں مذکور ہے۔ (مترجم)
مگر کوئی خاص دوکان کسی کی نہ چلنا ظاہر ایہ عذر نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علم نجوم حاجت سے زیادہ ہو تو اس کا سیکھنا حرام ہے

(۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از روئے علم نجوم یعنی دلائل گردش فلکی کی رو سے سوالات کے جوابات جو استخراج کر کے دیئے جاتے ہیں اس میں کافی محنت اور وقت صرف ہوتا ہے، ایسی حالت میں اپنی محنت کی اجرت لینا کیسا ہے؟ نیز جوابات زبانی دیے جاویں یا تحریری دونوں حالتوں میں جو حکم شرع شریف کا ہو تحریر فرمایے جب

کہ جواب سے پہلے یہ لفظ تحریر کر دیا جاتا ہے: ”الغیب عند اللہ“ اس کے بعد لکھا جاتا ہے از روے گردش فلکی ایسا ظاہر ہوتا ہے اور جواب کے بعد آخر میں یہ لفظ تحریر کیا جاتا ہے: واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقط بینوا تو جروا۔

از شہر محلہ سوداگران مسئلہ جناب نبیہ احمد صاحب شوال ۱۵۷ھ

الجواب

علماء تعلیم و تعلم علم نجوم فوق الحاجة کو حرام فرماتے ہیں۔ اتنی مقدار کو جائز بتاتے ہیں جس سے وقت، جہت قبلہ، حساب اوقات، مہینوں اور برسوں کا حساب معلوم ہو۔ اس سے زائد کو جائز نہیں بتاتے۔ طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے:

”قال في الخلاصة: وتعلم علم النجوم إن كان قدر ما يعلم به مواقيت الصلاة الخمسة ويعلم جهة القبلة لا بأس به والزيادة على ذلك حرام.“ (۱)

خلاصہ میں فرمایا: علم نجوم اس قدر سیکھنا کہ جس سے نماز بیچ گانہ اور جہت قبلہ کی معرفت ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، اس سے زیادہ حرام ہے۔ (مترجم)

بستان العارفين میں امام ابواللیث سمرقندی نے فرمایا:

”لو تعلم من علم النجوم مقدار ما تعرف به جهة القبلة ويعرف به أمر الحساب أي: حساب الأوقات والشهور والسنين فلا بأس به وهو أمر مباح ولا يزيد عليه.“ (۲)

علم نجوم اس قدر سیکھنا کہ جس سے سمت قبلہ اور اوقات، ماہ و سن کے حساب کی معرفت ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، اتنا سیکھنا مباح ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ (مترجم)

تعلیم المسلم میں ہے:

”علم النجوم بمنزلة المرض لمن تعلمه؛ لأنه كمرض القلب في الإيمان بالغيب، فيبقى العبد إذا تعلمه يزعم في نفسه علم ما كان قبل ذلك بكل علمه إلى الله تعالى من الأمور المغيبات فتعلمه حرام؛ لأنه يضر بعالمه في دينه؛ لأنه ينقله بالإيمان المغيب إلى الإيمان بالكذب الموهوم ولا ينفع أصلاً الخ.“

(۱) [الحديقة النديه: ۱/۳۳۲]

(۲) [اتحاف الخيرة المهرة بذوائد باب ۱۷ في ذم الدعوى في العلم: ۲۵۰/۸]

علم نجوم سیکھنے والے کے لیے یہ علم بمنزلہ مرض ہے کہ یہ ایمان بالغیب میں دل کے مرض کی طرح ہے، بندہ یہ علم سیکھ کر اپنے دل میں یہ خیال جمالیتا ہے کہ اسے تمام گزشتہ چیزوں اور امور غیبیہ کا علم ہے، لہذا اس کا سیکھنا حرام ہوگا، کیوں کہ یہ اس کے دین میں نقصان و بگاڑ کا باعث ہے، اس لیے کہ یہ ایمان بالغیب کے بجائے، جھوٹی اور موہوم باتوں کو یقین کا درجہ دے دے گا، اسے سوائے مضرت کے کوئی نفع حاصل نہ ہوگا۔ (مترجم)

اگر کسی کا قلب محفوظ بھی رہے، علم نجوم سے مریض نہ ہو تو بھی باعتبار اکثر حکم ہونا چاہیے، اگر خود کوئی محفوظ رہا تو ہر کوئی محفوظ نہ رہے گا، جیسے وہ زہر جو کسی طرح ایک شخص نے استعمال کیا اور کسی وجہ سے وہ محفوظ رہا، تو اسے یہ حلال نہیں ہے کہ دوسروں کو بھی استعمال کرائے۔ تعلم علم نجوم کیا ہی، تعلیم بھی کرے یا اس کا پیشہ کر کے بیٹھے کہ لوگ سوال کریں یہ جواب بتائے اور ان لوگوں کے قلوب کو مریض کرے۔
اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حاشیہ حدیقہ ندیہ میں فرمایا:

”قوله يزعم في نفسه الخ هذا إن جزم جزماً هو حرام بل كفر۔ أما إذا استدلال كاستدلال طيبب بالنبض والتفسرة فلا شك أن لكل علمه الان أيضاً علم إلى الله تعالى ولما يزعم أنه حق ما ادعى إليه نظره فهذا لا يحرم لذاته كما أفاده الإمام حجة الإسلام۔ نعم إن أدى إلى مفسدة وهو الأكثر فيحرم لغيره.“

مصنف کا قول: ”يزعم في نفسه“ (اپنے دل میں سمجھتا ہے)۔ اگر جزم و یقین رکھے تو حرام بلکہ کفر تک ہوگا، لیکن جس طرح طیبب نبض اور قارورہ سے رہ نمائی حاصل کرتا ہے اسی طرح یہ بھی اس علم سے رہ نمائی حاصل کرتا ہے تو کوئی شک نہیں کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے علم کی طرف نسبت رکھتا ہے۔ (اسی کے فیضان کا نتیجہ ہے) اور جب یہ گمان کرتا ہے کہ جہاں تک اس کی نظر پہنچی وہ حق ہے تو یہ بالذات حرام نہیں، جیسا کہ امام حجة الاسلام نے اس کا افادہ فرمایا ہے، ہاں اگر کسی مفسدہ کی طرف مؤدی ہو اور یہی اکثر ہے تو حرام لغيره ہے۔ (مترجم)

ہاں اگر یہ شخص جس طرح خود جزم نہیں کرتا دوسروں کو بھی اس سے روکے اور طرح طرح سے برابر یہ ظاہر کرتا رہے کہ یہ باعتبار ان دلائل کے حکم کیا جاتا ہے، جو میں نے نظر کی اور کچھ ضرور نہیں کہ ان دلائل سے میں جس نتیجے پر پہنچا وہ صحیح ہی ہو، اس پر یقین کرنا حرام ہے اگرچہ ہزار بار جو نجومی بتائے اس کے مطابق ہی واقع ہو تو اس صورت میں حرام نہ ہونا چاہیے۔ هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي وهو تعالى اعلم۔

کفار و فساق کو مکان و مکان کرایہ پر دینا جائز ہے

(۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
اگر کوئی زمین موقوفہ کسی ہندو کو کرایہ پر دی گئی ہو وہ اس میں ناجائز افعال کرے، مثلاً ٹھہر و سینما وغیرہ تو
ایسی حالت میں اس زمین کا کرایہ لینا حرام ہے؟ یہ اجارہ صحیح ہے اور کرایہ حلال اور جائز ہے؟ بینوا تو جو روا۔

الجواب

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ جب ہندو کو زمین و مکان کرایہ پر دیئے گئے اس وقت اس نے یہ نہ کہا
تھا کہ وہ اس میں ٹھہر اور سینما بنائے گا اس لیے لیتا ہے۔ اس نے کرایہ پر لینے کے بعد مکان، یا زمین میں
ٹھہر اور سینما قائم کر لیا اس صورت میں وہ زمین اسے کرایہ پر دینے والوں پر کوئی الزام نہیں، نہ کرایہ پر دینا
حرام ہوا، نہ کرایہ لینا حرام، نہ اجارہ کی صحت میں کوئی کلام۔ کفار و فساق و فجار مکان کرایہ پر لیتے ہیں اس میں
بود و باش کرتے ہیں۔ کافر اس میں کفر کرتا ہے، پوجا پاٹ کرتا ہے، کلمات کفر بکتا ہے، فساق و فجار شراب پیتے
ہیں، بناتے ہیں، زنا و غنا ہوتا ہے، اس سب کا وبال ان پر ہے۔ مکان والے پر اس کا الزام نہیں ہوگا کہ اس
نے مکان اس لیے نہیں دیا ہے کہ کافر اس میں کفر کرے اور فسق و فاجر اس میں فسق و فجور۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے: "استاجر الذمی داراً من مسلم لیسکنها لا بأس به وإن

شرب فیہ الخمر أو عبد الصلیب لا یأثم المسلم به." (۱)

ذمی نے کسی مسلمان کا مکان رہنے کے لیے کرائے پر لیا تو اس میں کوئی حرج نہیں اگرچہ وہ اس
میں شراب نوشی یا صلیب کی پرستش کرے، اس کے سبب مسلمان گنہ گار نہ ہوگا۔ (مترجم)

بلکہ اسی میں ہے: "إذا آجر منزله لیتخذہ بیعة أو کنیسة أو بیت نار یطیب له۔ واللہ

تعالیٰ أعلم." (۲)

مسلمان نے اپنا مکان کرائے پر دیا تاکہ ذمی اسے کلیسا، گرجا گھر یا آتش کدہ بنا لے تو اس کے
لیے یہ جائز ہے۔ (مترجم)

(۱) [الفتاویٰ البزازیہ برہامش عالم گیریہ: ۱۲۶/۵]

(۲) [الفتاویٰ البزازیہ برہامش عالم گیریہ: ۱۲۵/۵]

كتاب الغضب

ابواب

(۱۰۶)

ا- غضب کا بیان



غصب کا بیان

غیر کی زمین پر قبضہ کر لینا ظلم اور سخت حرام ہے

(۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ... ایک مسلمان پابند شرع سالہا سال زکاۃ وغیرہ بھی ادا کرتا ہے، اس کی ایک آراضی جو برابر قبرستان کے ہے اس کو خرید کیے ہوئے چودہ پندرہ سال کے ہوئے چند عرصہ سے چند مسلمان جو بڑے ہیں وہ اس کو جبراً گرفت میں لا کر قبرستان میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ شرع شریف میں جائز ہے؟ جس کی آراضی ہے مطلق نہیں چاہتا ہے کہ قبرستان میں جبراً آراضی دوں۔

عزیز اللہ باشندہ پرانے شہر ٹولہ بریلی بتاریخ ۱۶ رجب ۱۳۵۷ھ

الجواب

غیر کی زمین یا کوئی چیز غصب کر لینا، جبراً دبا لینا، زبردستی اس پر قابض ہو جانا ظلم ہے، حرام سخت اشد اجنبی اشنع کام ہے خود اپنے لیے لے یاد با کر کسی وقف میں شامل کرے۔ جو پرانی زمین ظلماً دبا لے اس کی نسبت حدیث میں فرمایا:

((من ظلم قید شبر من الأرض طوقه من سبع أرضین)) (۱)

جو کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً لے گا روز قیامت ساتوں زمینوں سے طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ جو لوگ جانتے ہوئے ظلم میں ظالم کے ساتھ ہوں گے وہ جب تک توبہ نہ کریں گے قہر الہی میں رہیں گے۔

حدیث میں ہے: ((من أعتان علیٰ خصومة بظلم لم یزل فی سخط اللہ حی ینزع)) (۲)

(۱) [الترغیب والترہیب: ۱۵/۳]

(۲) [سنن ابن ماجہ، کتاب الأحکام، باب من ادعی مالیس له وخصم فیہ، ۲۳۲۰-۳/۳]

جو کسی نزاع میں ظالم کی ہم دردی و اعانت کرے گا، وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا، یہاں تک کہ
مر جائے۔ (مترجم)

دوسری حدیث میں ہے:

((من أعتان ظالماً ليد حض يبطله حقاً فقد برئت ذمة الله وذمة رسوله.)) (۱)
جو کسی ظالم کا ساتھ دے تاکہ باطل سے حق کو مٹا دے، تو اللہ و رسول۔ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم۔ اس سے بے زار ہیں۔ (مترجم)

ایک اور حدیث میں ہے:

((من أخذ شيئاً من الأرض قلده يوم القيامة من سبعة أرضين.)) (۲)

جو کسی کی معمولی زمین میں بھی ظلماً لے گا روز قیامت ساتوں زمین تک اسے دھنسا دیا جائے

گا۔ (مترجم)

اور اگر واقع میں زمین قبرستان کی ہے کسی ظالم نے بیچ ڈالی ہے تو اس خریدنے والے کو چاہیے کہ

اس زمین کو جو قبرستان کی ہے چھوڑ دے، اللہ سے ڈرے اس بیچنے والے پر دعویٰ کر کے اپنا روپیہ واپس

لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) [حلیۃ الأولیاء: ۵/۲۴۸]

(۲) [کنز العمال، کتاب الغضب: ۳۰۳۴۱—۲۸۱/۱۰]

كتاب الذبائح

ابواب

(۱۰۹)

۱- ذبح کا بیان

(۱۱۶)

۲- قربانی



ذبح کا بیان

مکروہ طبعی کا مطلب ہے طبیعت کو جو پسند نہ ہو

(۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
طوطا، ہد ہد، بگلا، خرگوش حلال ہیں یا نہیں بعض کہتے ہیں کہ طبعی ہیں، طبعی سے کیا مراد ہے؟ بیسوا

توجروا۔

الجواب

سب حلال ہیں۔ مکروہ طبعی کے یہ معنی ہیں جس سے طبیعت کراہت کرے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم۔

مردار جانور کی قیمت جائز نہیں

(۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
مردار مرغی فروخت کر کے اس کی قیمت مسلمان کو کھانے پینے پہننے میں لانا چاہیے یا نہیں؟

الجواب

نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عورت کا ذبیحہ جائز ہے

(۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
عورت مرغی یا اور کوئی جانور ذبح کر سکتی ہے یا نہیں۔ اگر کر سکتی ہے تو کوئی حدیث اس بارے میں

آئی ہے یا نہیں؟

از مظفر پورمرسلہ انوارالحق صاحب قادری رضوی حامدی ۲۲ جمادی الآخرہ ۵۲ھ

الجواب

عورت کا ذبیحہ جائز ہے۔

سراجیہ پھر سراج المنیر میں ہے:

”تجوز ذبیحة المرأة.“ عورت کا ذبیحہ جائز ہے۔ (مترجم)

مشکاۃ و بخاری میں حدیث بھی موجود ہے:

((عن معاذ بن سعد أخبره أن جارية لكعب بن مالك كانت ترعى غنماً بسلع فأصيبت شاة منها، فأدرکتها فذبحتها بحجر، فسئل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: ”كلوها“)) (۱)

حضرت معاذ بن سعد سے روایت ہے کہ: ان کی ایک بکری تھی سلع میں چرتی تھی تو ہماری ایک لوٹھی نے ایک بکری کو مرتے دیکھا تو اس نے پتھر توڑا اس سے اسے ذبح کر دیا، تو انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے اس کے کھانے کی اجازت دی۔ (مترجم)

بتوں کے نام پر چھوڑا گیا حلال جانور شرعی ذبح کے بعد کھانا جائز ہے

(۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید ایک سانڈ پکڑ کر لایا اور ذبح کر کے کھایا اور حلال ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور اس کی حلت کا بھی قائل ہے مال غیر مسلم ہونے کے سبب سے۔ اور بکر حرمت اس کی مثل سوڑ کے قرار دیتا ہے۔ آیا بکر کی حرمت کا قول صحیح ہے یا غلط اور زید کا حلال سمجھنا اور دعویٰ حلت کا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

توجروا۔

المستفتی: محمد اسحاق موضع صدائولہ

(۱) [صحيح البخاري، كتاب الذبائح والصيد والتسمية على الصيد، باب ذبيحة المرأة

والأمة: ۵۰۰: ۴۵۱/۳]

الجواب

وہ سائنڈ شرعاً حلال جانور ہے، اس کی حلت میں کوئی شبہہ نہیں۔ وہ اگر بہ نام خدا ذبح کیا جائے۔ تو حلال ہوگا، وہ محض اس لیے کہ بتوں کے نام پر چھوڑ دیا گیا حرام نہ ہوگا، بتوں کے نام پر چھوڑنے سے حلال جانور حرام نہیں ہو جاتا۔ غیر خدا کے نام پر جو ذبح کیا جائے وہ حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حلال پرندے اور جانوروں کا بیان

(۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
چڑیوں میں کون کون چڑیا کا گوشت مباح ہے اور کون کون جانوروں کا گوشت کھانا درست ہے؟
ازراے بریلی مرسلہ شیخ چھدا صاحب ۲۵ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ

الجواب

درندے، شکاری جانور۔ کچلی رکھنے والے، شکاری پرندے۔ شکاری پنچہ رکھنے والے، حشرات ارض، حشرات ارض کے شکاری جانور، اور وہ جانور جن میں خون نہیں سوا مچھلی اور ٹڈی کے۔ کوا، چمگادڑ، خچر، گھوڑا اور یہ گدھانا جائز ہیں، ہمارو وحشی وارنٹ و عققوت جائز ہیں۔
فتاویٰ خلاصہ میں ہے:

”في شرح الطحاوي مالا يؤكل كل ذي ناب من السباع، وذي مخلب من الطيور، والهوام التي سكناها في الأرض، وجميع سباع هوام الأرض إلا الأرنب، فإنه يحل أكله وذو مخلب من الطيور. وفي فتاوى الصغرى مالا دم له كالزنبور ونحوه لا يؤكل إلا السمك والجراد والعققوت ونحوه يؤكل - يكره الغراب وهو الذي يأكل النجاسات - وفي فتاوى القاضي لا يؤكل الخفاش؛ لأنه ذوناب وحمار الوحش يؤكل بخلاف الأهلي والبغل لا يؤكل ويكره لحم الخيل عند أبي حنيفة اه. مختصراً.“ (۱)

شرح طحاوی میں ہے: ہر درندہ کیلے والا، اور ہر پرندہ پنچہ والا حرام ہے، اور وہ حشرات الارض جو زمین میں رہتے ہیں اور حشرات ارض کے شکاری جانور یہ سب حرام ہیں، مگر خرگوش حلال ہے۔ فتاویٰ

صغریٰ میں ہے: وہ جانور جن میں خون نہیں سوائے پھلی اور ٹڈی کے حرام ہیں، مثلاً: بھڑ، عتق (کوئے کی شکل کا ایک پرندہ) وغیرہ حلال ہے، کو جو غلاظت کھاتا ہے ناجائز ہے۔ فتاویٰ قاضی میں ہے: چگاڑ حرام ہے کیوں کہ ذی ناب (کیلے والا) ہے۔ حمار وحشی (جنگلی گدھا) حلال ہے، گدھا ناجائز۔ خچر حرام، گھوڑا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ اھ۔ مختصراً۔ (مترجم)

دریائی سارے جانور سوا مچھلی کے ناجائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ذبح سے پہلے جانور کے سر میں گولی مارنا ظلم اور حرام ہے

(۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
اس ملک افریقہ میں حکام وقت قصابوں کو حکم دیتا ہے کہ پہلے ذبح سے بیل وغیرہ کے مغز میں پستول مارو بعدہ ذبح کرو، آیا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

از نیروبی افریقہ جمعہ مسجد مسلمانہ صاحب ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ

الجواب

یہ فعل ناجائز و حرام ہے، بے وجہ شرعی ایذا صریح ظلم و قبیح ہے، اس حکم کا ماننا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جس بکری سے بد فعلی ہوئی اس کو ذبح کر دینا واجب نہیں

(۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
زید ایک بکری کے ساتھ زنا کرتا ہے، بکری کا مالک گندگی سے آلودہ بکری کو ایک ملا کے پاس لایا، صحیح شہادت اور ملزم کے اقرار کرنے پر فتویٰ دیا گیا کہ بکری ذبح کر کے دفن کی جائے اور ملزم مالک کو قیمت ادا کرے اور تیس آدمیوں کو کھانا کھلائے، ملزم نے دونوں میں سے ایک تعزیر کو بھی انجام نہ دیا، مالک نے پھر ملا صاحب کے پاس جا کر کہا: ملا صاحب نے جواب دیا کہ: جس طرح مرضی ہے کرو اور بکری فروخت کرنے کو کہا بکری فروخت ہوئی اور دوسری جگہ پہنچ کر بکری کا گوشت مسلمانوں کو کھلایا گیا۔ کیا یہ فتویٰ اور تمام عمل صحیح ہے؟

از کوہ مری ضلع روالپنڈی پنجاب بازار کلاں متصل ہوٹل محبت خاں

مرسلہ جناب عبدالرحمن صاحب رجب ۵۶ھ

الجواب

زید بے قید گنہگار ہوا، اس پر توبہ لازم۔ سلطنت اسلام ہوتی تو اسے تعزیر کرتی۔ وہ بکری ذبح کر دینا چاہیے تھی مگر واجب نہیں کہ ذبح کر دی جائے، امام اعظم کے نزدیک اس کا گوشت کھانا بے کراہت جائز ہے۔ صاحبین کے نزدیک حیوان ماکول اللحم کو بھی غیر ماکول اللحم کی طرح بعد ذبح جلا ڈالنا چاہیے۔

”لقطع امتداد التحدث به كلما. رویت۔“

غیر کی بکری سے جب یہ ناپاک حرکت کی تو وہ اگر ذبح کی جائے تو قبل ذبح اس کی قیمت زید کو چاہیے کہ مالک کو دے دے مگر یہ لازم نہیں کہ مالک دفع بزر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

در مختار میں ہے: ”لا یحد بوطء بهیمة بل یعذر و تذبح ثم تحرق، و یکره انتفاع بها حية و میتة محتبیٰ۔ وفي النهر الظاهر أنه یطالب ندباً لقولهم تضمن بالقيمة.“ (۱)
حیوان سے بد فعلی پر حد نہیں بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے، اور جانور کو ذبح کر کے جلا دیا جائے، کیوں کہ اس جانور مردہ یا زندہ سے انتفاع حاصل کرنا مکروہ ہے۔ محتبیٰ۔ نہر میں مذکور ہے: ظاہر یہ ہے کہ مطالبہ بہ طور ندب کرے گا، کیوں کہ فقہا فرماتے ہیں: واطی جانور کی قیمت کا تاوان مالک کو دے دے۔ (مگر یہ لازم نہیں) (مترجم)

شامی میں ہے: ”وتذبح ثم تحرق أي: لقطع امتداد التحدث به كلما رویت و لیس بواجب كما في الهدایة و غیرها۔ وهذا إذا كانت مما لا یؤکل، فإن كانت تؤکل جاز أكلها عنده و قالوا: تحرق أيضاً۔ فإن كانت الدابة لغير الواطی یطالب صاحبها أن یدفعها إليه بالقيمة ثم تذبح هكذا قالوا: ولا یعرف ذلك إلا سماعاً فیحمل علیه زیلعی و نہر۔ قوله: والظاهر أنه یطالب ندباً الخ أي: قولهم: یطالب صاحبها أن یدفعها إلى الواطی لیس علی طریق الجبر۔ وعبارة النهر: والظاهر أنه یطالب علی وجه الندب ولذا قال في الخانیة: كان لصاحبها أن یدفعها إليه بالقيمة اه. وعبارة البحر والظاهر لا یجبر علی دفعها.“ (۲)

(۱) [در المختار، کتاب الحدود باب الوطأ الذي یوجب الحد: ۶/۳۳]

(۲) [رد المحتار، کتاب الحدود، باب الوطأ الذي یوجب الحدة: ۶/۳۳]

ذبح کر کے جلادیا جائے کیوں کہ لوگ جب بھی دیکھیں گے تو اس کے بارے میں چہ می گوئیاں کریں گے تو اس طرح یہ سلسلہ بند ہو جائے گا، اور ایسا کرنا واجب نہیں جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے، اور یہ اس وقت ہے جب کہ جانور حرام ہو، لہذا اگر حلال ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک کھانا جائز ہے، صاحبین فرماتے ہیں: اس کو بھی جلادیا جائے، جانور واطی کا نہ ہو تو مالک جانور اسے دے کر قیمت کا مطالبہ کرے گا پھر وہ ذبح کر دیا جائے۔ یہ بات بہ طور سماعی ہی معلوم ہوئی، اسی پر زیلعی و نہر کی عبارت کو محمول کیا جائے۔ ”قولہ: إنه يطالب ندباً الخ“ مالک کا جانور واطی کو دے کر قیمت کا مطالبہ بہ طور جبر نہیں۔ عبارت نہر کا مطلب یہ ہے کہ بہ طور ندب مطالبہ کر سکتا ہے، اسی وجہ سے خانیہ میں فرمایا: مالک قیمت کے بدلے جانور واطی کو دے دے، بحر کی عبارت میں ہے: ظاہر یہ کہ دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ (مترجم)

فتاویٰ خلاصہ میں ہے:

”في شرح الطحاوي رجل وطئ بهيمة يعزر۔ فإن كان البهيمة له تذبح ولا تؤكل، وعن عمر رضي الله تعالى عنه أمر بالبهيمة حتى أحرقت بالنار۔ وفي الفتاوى الصغرى في الذي يؤكل، يؤكل عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى عليه ولا يحرق۔ وعند أبي يوسف لا يؤكل ويحرق بالنار كالذي لا يؤكل۔ وما الذي لا يؤكل يذبح ويحرق بالنار ولا يحرق قبل الذبح۔ ويضمن الفاعل قيمته إن كان لغيره۔ وفي ديات الفتاوى الصغرى قال الصدر الشهيد: إن كانت البهيمة للواطي يقال له: أذبحها وأحرقها وإن لم يكن له يقال لصاحبها: أن يدفعها إلى الواطي بالقيمة ثم يذبحها الواطي ويحرق إن لم يكن ماكولة وإن كان مما يؤكل يذبح ولا يحرق.“ (۱)

شرح طحاوی میں ہے: کسی نے حیوان سے بد فعلی کر لی اس پر تعزیر لگائی جائے، اگر وہ حیوان اسی کا ہے تو ذبح کر دیا جائے اور کھایا نہ جائے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ نے حیوان کے بارے میں حکم دیا یہاں تک کہ اسے آگ میں جلادیا گیا۔ فتاویٰ صغریٰ میں حلال جانور کے بارے میں ہے امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک کھانا جائز ہے، جلا یا نہ جائے گا، امام ابو یوسف کے نزدیک کھایا نہ جائے بلکہ حرام جانور کی طرح آگ میں جلادیا جائے۔ حرام جانور کو ذبح کر کے آگ میں جلادیا جائے، ذبح سے

قبل نہ جلایا جائے، فاعل اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اگر وہ حیوان کسی اور کا ہے۔ فتاویٰ صغریٰ کی کتاب ”الذبیات“ میں ہے: صدر شہید نے فرمایا: اگر حیوان خود واطی کا ہے تو حیوان کو ذبح کر کے جلانے کا حکم دیا جائے گا، اور خود واطی کا نہ ہو تو اسے کہا جائے گا قیمت کے بدلے یہ جانور واطی کو دے دے، پھر واطی اسے ذبح کر کے جلادے اگر حرام جانور ہو۔ اگر حیوان حلال ہو تو ذبح کیا جائے گا، جلایا نہ جائے گا۔ (مترجم)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

”في شرح الطحاوي وطي بهيمة يعذر. فإن كانت له تذبح ولا تؤكل. وعن الفاروق رضي الله تعالى عنه أنها تحرق - وفي الصغرى أنها تؤكل عند الإمام ولا تحرق وعند الشافعي: لا تؤكل وتحرق كما لو كانت مما لا يؤكل. والذي لا يؤكل يحرق ولا يحرق قبل الذبح ويضمن الفاعل أن لغيره قيمتها. قال الصدر: والاعتماد على رواية شرح الطحاوي وذكر في اللحم أنه المختار إلا حراق لقطع التحدث.“ (۱)

شرح طحاوی میں ہے: کسی نے حیوان سے بد فعلی کی اس پر تعزیر لگائی جائے، اگر وہ حیوان اسی کا ہے ذبح کر دیا جائے، کھایا نہ جائے، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: اس حیوان کو جلادیا جائے۔ فتاویٰ صغریٰ میں ہے: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک کھانا جائز ہے، جلایا نہ جائے گا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک کھانا جائز نہیں، جلادیا جائے، جس طرح حرام جانور کو جلانے کا حکم ہے، اور حرام جانور جلادیا جائے، لیکن ذبح سے قبل نہ جلایا جائے۔ فاعل مالک کو قیمت کے ذریعے تاوان دے گا۔ صدر شہید نے فرمایا: شرح طحاوی کی روایت معتمد علیہ ہے، کتاب اللحم میں مذکور ہے: جلادینا مختار ہے تاکہ لوگوں کی چمی گویاں بند ہو جائیں۔ (مترجم)

تیس آدمیوں کو کھانا کھلانے کا حکم تو ملا کا اپنی طرف سے ہے حکم شریعت نہیں، ہاں بکری کا مالک اگر زید سے قیمت طلب کرتا بکری اسے دے دیتا تو زید کو قیمت دینا ہوتی، بکری دوسری جگہ فروخت ہوگئی اور اس کا گوشت کھالیا گیا تو اس کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ کوئی الزام نہیں۔ زید پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قربانی جانور کا خون بہانے سے ہی ادا ہو جاتی ہے

(۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
مخدوم و محترم بندہ زاد عنایتہ بعد بجا آوری آداب خادمانہ گزارش ہے کہ ایک عرصہ سے یہ مسئلہ
میرے اور میرے ایک عزیز بزرگ دوست کے درمیان زیر بحث ہے کہ آیا قربانی کا گوشت کفار کو دینا جائز
ہے یا نہیں لہذا حضور سے استدعا ہے کہ اس مسئلہ کو حل فرمادیں کہ اس بحث کا خاتمہ ہو جائے۔
از سیتا پور محلہ ترین پور وارث منزل مرسلہ مجتبیٰ حسین صاحب ایوبی ۹ اپریل ۱۳۳۳ء

الجواب

قربانی اللہ عزوجل کے ناپر اراقت دم سے ادا ہو جاتی ہے، گوشت کا یہ مالک و مختار ہے جو چاہے
کرے، اپنے صرف میں لائے۔ یا اپنے اعز او اقربا اور احباب کو تقسیم کرے۔ یا سب فقرا و مساکین کو دے
دے۔ ہاں مستحب یہ ہے کہ اس کے تین حصے کرے ایک گھر کے لیے رکھے، ایک اعز او احباب میں تقسیم
کرے، ایک فقرا و مساکین کو بانٹے۔ کافر ذمی کے ساتھ برو احسان کی اجازت ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الذّٰلِمِيْنَ لَمَّا يَفْتِلُوْكُمْ فِى الدّٰلِمِيْنَ وَلَمَّا يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ
دِيَارِكُمْ اَنْ تَبْرُوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ (۱)
اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا
کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو۔

حربی کے ساتھ ممنوع ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿اِنَّمَّا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الذّٰلِمِيْنَ قَتْلُوْكُمْ﴾ (۲)

اللہ تعالیٰ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے۔

تو حربی کافر کو قربانی کا گوشت دینا چاہیے نہ کوئی اور شی، ہاں اگر اپنے کسی کافر خادم کو اس کی اجرت
میں قربانی کا گوشت دے دے تو حرج نہ ہوگا۔ کہ وہ اس کے اپنے ہی صرف میں آیا۔ یوں ہی اگر اسے بطور
انعام اس امید پر دے کہ ع مزدور خوش دل کند کار بیش۔ تو بھی حرج نہ ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

كتاب الحظر والاباحة

ابواب

- | | |
|-------|-----------------------|
| (۱۱۸) | ۱- حظر |
| (۲۰۳) | ۲- اباحت |
| (۲۱۳) | ۳- ميلاد و مجالس |
| (۲۲۷) | ۴- فاتحہ و ایصال ثواب |
| (۲۳۶) | ۵- معاملات |
| (۲۴۷) | ۶- ماکولات |
| (۲۴۸) | ۷- حقوق |
| (۲۶۰) | ۸- فضائل و مناقب |
| (۲۷۳) | ۹- تقليد |
| (۲۸۲) | ۱۰- متفرق |



(۱) حظر

گراموفون آلات لہو و لعب سے ایک آلہ ہے اس سے نعت وغیرہ نہ سنیں

(۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
گراموفون جس میں کہ اشعار نعتیہ وغیرہ ہوں اس کا سننا جائز ہے یا نہیں اور گراموفون مزامیر
کے اندر داخل ہے یا نہیں؟

از گیا ڈاک خانہ رفیع گنج محمد عبدالحق ہانڈ جنرل مرچنٹ مورخہ ۵۲/۲۳

الجواب

گراموفون آلات لہو و لعب سے ایک آلہ ہے اور نعت شریف اللہ و رسول کا ذکر جل جلالہ۔ و صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پھر کارڈ کے مصالحہ میں اسپرٹ ہوتی ہے اسپرٹ شراب ہے۔ گراموفون سے ہرگز
کچھ نہ سنیں خصوصاً اذکار خدا و مصطفیٰ عز شانہ و علیہ التحیۃ و الثناء۔ گراموفون میں مزامیر کی آواز بھی ہوتی ہے
گراموفون خود مزامیر میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شب براءت میں آتش بازی چھوڑنا مال ضائع کرنا ہے اور حرام ہے

(۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
شب براءت کی آتش بازی مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کرنا اور خود چھوڑنا اور دوسروں کو چھوڑنے
کی تحریک کرنا اور امداد دینا جملہ امور متذکرہ بالا کے بارے میں جو شریعت مطہرہ کا حکم ہو وہ مفصل بتلایا
جائے۔ بینوا توجروا۔

از بریلی مسؤلہ سکرٹری انجمن اسلامیہ۔ رجب مرجب ۵۱ھ

الجواب

عقل و نقل کا قاعدہ مسلمہ اور ایک پختہ اصل از اصول محکمہ ہے کہ جرم میں کسی طرح کی اعانت بھی

جرم ہے۔ یہاں تک کہ اس میں برائے تماشہ شرکت بھی۔ قاتل ہی ارتکاب قتل پر مجرم نہیں، ہر وہ شخص جو اس کا کسی طرح معین و مددگار ہو اسی کی طرح مجرم ٹھہرتا ہے۔ بلکہ وہ بھی جو کھڑا تماشا دیکھتا رہے، مقتول کی اعانت کر سکتا ہو، اسے کسی طرح قاتل کے حملہ سے بچانے کی کوشش کر سکتا ہو اور نہ کرے۔

قرآن عظیم کا ارشاد کریم ہے:

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۱)

گناہوں پر ایک دوسرے کی امداد و اعانت نہ کرو۔

حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

((من مشي مع ظالم ليعينه وهو يعلم أنه ظالم فقد خرج من الإسلام

أو كما قال: صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)) (۲)

جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اسے مدد دینے چلے بے شک اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے

نکال دی، یا جیسا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (مترجم)

ائمہ تصریح فرماتے ہیں:

”التفرج على الحرام حرم.“

مال ضائع و برباد کرنا حرام ہے۔ شب براءت کی آتش بازی ناجائز بازی ہے۔ کہ اولاً وہ بازی

ہے اور لہو و لعب حرام، پھر اس میں تضحیح مال ہے اور وہ ناجائز ہے، مبذر پر لے سرے کا ناشکرا۔ اور شیطان

اپنے رب کا بڑا ناشکرا، تو ہر مبذر اس ناشکری کے سبب شیطان کا بھائی ٹھہرا۔

قرآن کریم متنسب فرماتا ہے: ﴿وَلَا تُبَدِّرْ تَبْدِيرًا﴾ (۳)

اور فضول نہ اڑا۔

مگر یہ نہیں سنتا، اس عطیہ الہیہ کو جسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا تھا شیطان کی راہ میں بے دریغ

صرف کرتا ہے۔

اسی پر تو قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے:

(۱) [سورة المائدة: ۲]

(۲) [مجمع الزوائد، باب فیمن أذان فی خصوصة: ۴/۲۰۵]

(۳) [سورة الاسراء: ۲۶]

﴿إِنَّ الْمُبَدِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا﴾ (۱)

بے شک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے۔
بیچنے والے اگر نہ بیچیں تو بنانے والے بنائیں کیوں؟ بنانے والے نہ بنائیں تو بیچنے والے کہاں
سے لائیں؟ پھر جب بنانے والے اگر نہ بنائیں، بیچنے والے نہ بیچیں تو چھوڑنے والے نہ اپنی کمائی یا باپ
دادا کی کمائی میں خود آگ لگانے والے کیوں کر آگ لگائیں؟ خود گناہ کرنا ایک جرم اور اس کی ترغیب
و تحریص دوسرا جرم۔ جرم بالاے جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کی آنکھیں کھولے اور ہم سب کو
شیطان کے قدموں پر چلنے سے بچائے۔

قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ (۲)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

شیطان کے قدموں پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جاننے والا
ہے۔ (مترجم)

فاسق کو سلام میں پہل نہ کرے جواب دینا درست ہے

(۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
السلام علیکم کس شخص کو کرنا درست نہیں، مثلاً جو اٹھتا ہو۔ تاش کھیتا ہو، کھانا کھاتے وقت، تلاوت
کرتے وقت اور وظیفہ میں مبتلا ہو۔ ان موقعوں پر جواب السلام علیکم کا دینا درست ہے یا نہیں محفل میلاد
میں ہو اور کس کس موقع پر السلام علیکم کا جواب دینا درست ہے؟

الجواب

معلن فاسق جو کسی کبیرہ کا مرتکب یا صغیرہ پر مصر ہو اس سے ابتدا سلام نہ کی جائے مگر جب کہ اس
سے ضرر کا اندیشہ ہو۔ ایسے مشغول کو بھی سلام نہ کیا جائے جو پینے میں مشغول ہو۔ یا علم دین کے درس

(۱) [سورة الإسراء: ۲۷]

(۲) [سورة البقرة: ۱۶۸]

میں۔ یا تلاوت قرآن عظیم کر رہا ہو۔ درود شریف یا اور کوئی وظیفہ پڑھ رہا ہو۔ یوں ہی واعظ یا میلاد خواں، اور جواب دینا درست ہے۔

مردانی وضع کا جو تا عورت کے لیے درست نہیں

(۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
عورتوں کو کھڑی ایڑی کا جو تا پہننا درست ہے؟

الجواب

جو جو تا مردانہ ہو یعنی جس وضع کا مردوں کے ساتھ خاص ہو عورتوں کو اس کا پہننا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرد کو مہندی لگانا جائز نہیں

(۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
دولہا کو مہندی لگانا درست ہے یا نہیں؟ آج کل عام رواج ہے۔ دولہا چاندی کا زیور پہنتے ہیں اور کنگن باندھتے ہیں، کیا زیور اور کنگن اترا کر نکاح پڑھا جاوے، اگر زیور اور کنگن پہنے ہیں اس صورت میں نکاح پڑھا دیا تو درست ہے؟

الجواب

مرد کو ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا جائز ہے۔ زیور پہننا گناہ ہے، کنگنا ہندوؤں کی رسم ہے۔ یہ سب چیزیں پہلے اترا لیں پھر نکاح پڑھائیں کہ جتنی دیر نکاح میں ہوگی اتنی دیر وہ اور گناہ میں رہے گا، ازالہ منکر میں قدرت ہوتے ہوئے دیر خود گناہ ہے۔ باقی اگر زیور پہنے ہوئے نکاح ہوا تو نکاح ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سونے چاندی یا دوسری دھات کا استعمال جو توتوں میں ہو تو ان کا حکم

(۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

نقلی کام کا جو تار مرد کو پہننا درست ہے یا نہیں۔ یعنی چاندی سونے کا تار نہ لگا ہو۔ اور اگر چاندی سونے کا تار لگا ہو، تو درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جھوٹے کام کا استعمال نہ کریں اور وہ سچا بھی جو مغرق ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سیاہ لباس درست ہے مگر محرم میں نہ پہننے

(۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
سیاہ لباس پہننا درست ہے یعنی سر سے پیر تک سب کپڑے سیاہ ہوں۔

الجواب

جائز ہے مگر محرم میں درست نہیں۔ نہ سب کپڑے سیاہ پہننا نہ کوئی ایک آدھ، یہ روافض کا دستور ہے اور ان کے ساتھ تشبہ ممنوع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چوڑیاں مرد کے لیے ناجائز مگر بعض مستثنیٰ ہیں

(۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
جو مرد چوڑی پہنتے ہیں سدا سہاگ بنتے ہیں ان کا کیا حکم ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ پہننے والے گنہ گار ہوتے ہیں مگر بعض اولیا کہ حکما ایسا کرتے ہیں ان کے لیے وہی حکم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مجذوب کو بھی کوئی شخص بے ستر نہیں دیکھ سکتا

(۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
جو شخص برہنہ پڑا رہے اور مجذوب میں شمار کیا جاوے یہ درست ہے اس کے پاس جانا خدمت کرنا اس کو ولی کامل سمجھنا درست ہے؟

الجواب

مجذوب کی بھی ایسی حالت نہیں دیکھی جاسکتی کہ وہ مرفوع القلم ہے، دیکھنے والا تو مرفوع القلم نہیں، اسے اس کے ستر پر نگاہ کرنا جائز نہیں۔ ہر کس ونا کس کو مجذوب سمجھ لینا بھی نہ چاہیے۔ اور جو مجذوب ہو اس سے بھی دور ہی رہنا چاہیے کہ اس سے نفع کم اور ضرر زیادہ پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سونے کی انگٹھی نا جائز مگر جیب میں سونا چاندی رکھا تو نماز میں حرج نہیں

(۱۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
سونے کی انگٹھی اس نیت سے پہن کر سفر میں جانا کہ وقت ضرورت پر کام آوے درست ہے یا چاندی سونا جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سونے کی انگٹھی مرد کے لیے جائز نہیں۔ چاندی کی انگٹھی ایک نگ کی، نگ جس قدر بھی قیمتی ہو، ساڑھے چار ماشہ سے کم کی مرد کو پہنی جائز ہے۔ چاندی سونا جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تاش کھیلنا نا جائز و حرام ہے

(۱۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
تاش جو عام طور سے کھیلا جاتا ہے بغیر ہار جیت کے یہ درست ہے یا کس قدر گناہ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

تاش کھیلنا حرام ہے، سخت گناہ ہے، اور اس میں بازی لگانا اور جو کھیلنا حرام در حرام ہے، سخت شنیع خبیث کام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حربی کفار کو شیرینی دنیا درست نہیں

(۱۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ہندو کو فاتحہ کی شیرینی دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

حربی کفار کو نہ فاتحہ کی شیرینی دینی درست نہ غیر فاتحہ کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تہبند پیچھے گھر سنا نہیں چاہیے

(۱۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
تہبند پہن کر یعنی تہبند کا سرا پیچھے نہیں گھر سا ہے اس حالت میں قبرستان میں جانا درست ہے
یا نہیں؟

الجواب

درست ہے اور تہبند یوں ہی باندھنا چاہیے۔ پیچھے گھر سنا نہیں چاہیے، مردے تہبند کے نیچے سے
ستر نہ دیکھیں گے، یہ جاہلوں میں غلط مشہور ہے کہ گھر سنا ہوگا تو مردہ ستر دیکھ لے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عورتوں کو نامحرموں کے سامنے ہونا حرام

(۱۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
ہمارے یہاں رواج ہے کہ گیارہویں شریف کے فقیروں کا ایک گروہ ہاتھ میں رنگین جھنڈے
لیے ہوئے جن کو نشان کہتے ہیں اور لوبان دانی میں لوبان سلگاتے ہوئے اور دائرہ (دف) بجاتے ہوئے
اور قصائد گاتے ہوئے نکلتا ہے۔ اس کا نام ان فقیروں نے راتب رکھا ہے۔ عورتیں اس راتب کی منتیں مانتی
ہیں۔ یہ گروہ مسلمانوں کے مختلف محلوں میں گزرتا ہے اور دروازوں پر ٹھہرتا ہے اور تھوڑی دیر قصائد گاتا
ہے۔ محلہ کی عورتیں اکثری حالت میں بے پردہ ان کے سامنے آتی ہیں، پھر اہل خانہ ان کو کچھ نذرانہ دیتا
ہے۔ بعض عورتیں اس راتب کی نذر بھی مانتی ہیں کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو گیارہویں کے روز میں اپنے
مکان پر راتب کراؤں گی وغیرہ۔ لہذا اس طرح راتب پڑھنے یا پڑھانے، اس کی نذر ماننے کا شرعاً کیا حکم
ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عورتوں کا نامحرموں کے سامنے بے پردہ ہونا حرام ہے، راتب کے وقت ہونا یا کسی وقت۔ راتب

کا مقصد کیا ہے اور یہ کیا رسم ہے ادھر یہ نہیں ہوتا ہے۔ بہر حال قصائد ناجائز نہیں ہوتے اور اس کا کوئی مقصد مقبول ہے تو کچھ حرج نہیں۔ مگر دف نہ ہونا چاہیے۔ یا ہو تو سادہ اور ہیئت موسیقی سے نہ بجایا جائے۔ یہ راتب اس سے زائد کچھ اور نہیں معلوم ہوتا کہ زرکشی اور اپنے راتب کے لیے کچھ حاصل کر لینے کا ایک آلہ ہے، تو یہ بھیک کے ڈھنگوں میں سے ایک نیا ڈھنگ ہے۔ اگر ایسا ہے، تو سوا محتاج کے اور فقیروں کو کچھ دینا ناجائز ہے۔ اور اس کی منت و نذر محض لغو بے ہودہ بات، اور جب اس میں بے پردگی بھی ہوتی ہے تو اور بھی زیادہ اشد بات ہے۔ عورتوں کو اس سے روکا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسلمان کی روح کو ناپاک نہ کہو

(۱۵) مسئلہ:

- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...
- (۱) ارواح مسلمان کی پاک ہیں یا ناپاک، اگر پاک ہیں تو نار دوزخ کیسے جلائے گی؟
- (۲) باجا فونو گراف، بجانا کیسا ہے اور اس کا سننا کیسا ہے؟ بینو اتوجروا۔
- از مظفر پور مرسلہ انوار الحق صاحب قادری رضوی حامدی۔ ۲۶ جمادی الآخرہ ۱۴۲۵ھ

الجواب

- (۱) مسلمان کی روح نجاست کفر سے پاک ہے مگر عاصی کو آلائش معاصی سے پاک کرنے کے لیے اسے اتنی مدت جہنم میں رہنا ہوگا جس تک خدا چاہے۔ والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالیٰ اللہم اجرنا من النار۔ مسلمان کی روح کو ناپاک نہ کہنا چاہیے۔ روح نہیں جلائی جاتی نہ وہ جلنے کی چیز ہے جسم جلا یا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۲) فونو لہو ولعب کے آلات سے ایک آلہ ہے اور لہو ولعب حرام، اس کا بجانا اور سننا دونوں ناجائز و گناہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرتد سے موالات صوری بھی حرام ہے

(۱۶) مسئلہ:

- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
- (۱) جو شخص کہ اہل سنت پنج وقتہ نمازی روزہ اور تلاوت کا پابند ہو اور پارسا ہو اور گورنمنٹ گزٹ اسکول کی ملازمہ ہو اور غیر مذہب رافضی کو دلی محبت سے تعلیم دے اور آپس میں وہ دونوں استاذ شاگرد دلی

محبت کا اظہار محبت کے لفظوں میں زبان سے ادا کریں یا تحریر میں لکھیں ان لفظوں میں کہ مجھ کو تم سے قدرتی محبت ہے، تمہارا احسان حشر تک مرتے وقت تک نہیں بھولوں گی، تم آتی ہو تو مجھ کو تسلی ہوتی ہے، نہیں آتی ہو تو صدمہ ہوتا ہے، اگر اس شاگرد رافضی کے یہاں کوئی بیمار ہوتا ہے تو اس کی عیادت کو جانا، اس کے ذریعہ سے سودا کھانے پینے کا منگوانا جائز ہے یا نہیں۔ اس رافضی کو ان بی بی نے بہن بنایا ہے، اس کے لیے لفظ ہمشیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بی بی جناب قبلہ و کعبہ اعلیٰ حضرت پیر و مرشد کی مرید ہیں۔

(۲) جب کہ مجبوری سے اپنی گذراوقات کرنے کے لیے گورنمنٹ کی ملازمت ہے، اس میں غیر مذہب رافضی کو اصول کے مطابق تعلیم دینا اور دل میں کراہت کرنا ظاہر و باطن میں دلی محبت کا برتاؤ نہ کرنا، گاہے بگاہے سرسری طور پر دنیا کا برتاؤ برتنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) چاندی کا خلال کرنا جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو کس طرح پر، یا کسی غیر مذہب رافضی کے دینے پر اور اس کے کہنے پر کہ جائز ہے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ جائز ہے یا نہیں؟

(۴) اگر اپنی زندگی میں کوئی اپنی موت حیات کرے تو اپنی زندہ روح پر فاتحہ کا ثواب کس طرح پہنچانا چاہیے؟

از پبلی بھیت محلہ شیر محمد متصل کوٹھی عبداللطیف خاں صاحب رضوی ٹھیکیدار مرحوم مرسلہ شہزادی بیگم۔ ۳ محرم ۱۳۵۳ھ

الجواب

کسی کافر سے دلی محبت و موالات جائز نہیں خصوصاً مرتد سے۔ رافضیہ مرتدہ ہے اس سے علاقہ محبت و موالات رکھنا، تو بہت سخت ہے محض صوری موالات بھی حرام ہے۔ اور جب واقع میں محبت نہیں محض زبانی دعویٰ کیا جاتا ہے تو ایک تو جھوٹ کا گناہ دوسرے بے ضرورت ملجہ محبت و موالات صورتیہ کا گناہ اوڑھا جاتا ہے۔ کہ اس زبانی دعویٰ محبت و دوستی کے لیے وہ برتاؤ ضروری ہیں جن سے محبت کا ثبوت ہو جیسے مریض کی عیادت کو جانا۔ حدیث کا ارشاد تو یہ ہے:

”وإن مرضوا فلا تعودوهم وإن ماتوا فلا تشهدوهم.“ (۱)

اگر وہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو۔ بیمار پرسی کو نہ جاؤ اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ۔

(۱) [سنن أبي داود: باب في القدر، ۴/۲۲۲]

کفار سے دلی محبت تو سخت اشد ہے۔ جس پر قرآن عظیم نے فرمایا:

﴿إِنَّكُمْ إِذَا مِثْلَهُمْ﴾ (۱)

کفار سے دلی محبت کرنے والا انہیں کے مثل ہے۔

اور فرمایا: ﴿فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ﴾ (۲)

اسے خدا سے کوئی علاقہ نہیں۔

ان سے اظہار محبت بے ضرورت و مصلحت شرعی حرام ہے۔ یہ کہنا کہ مجھے تم سے قدرتی محبت ہے، اگر محبت نہیں ہے تو جھوٹ ہے۔ یوں ہی یہ کہ تم آتی ہو تو مجھے تسلی ہوتی ہے نہیں آتی ہو تو صدمہ ہوتا ہے، اسے بہن بنانا ہمشیرہ کہنا ناجائز و گناہ ہے، ان سب باتوں سے تو بہر جوع لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جائز تعلیم میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) چاندی سونے کا خلال ناجائز ہے، اگر محض ملمع ہو تو جائز ہے، رافضیہ کے جائز بتانے پر عمل

کرنا، اپنے مذہب کا حکم نہ ماننا و انفس کے مذہب کا باطل فتویٰ ماننا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اللہ عزوجل کے لیے جو نیک کام کرے تلاوت قرآن عظیم، درود خوانی، صدقہ خیرات

دینا، ان کا ثواب اسے اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ملے گا جیسے اور کاموں نماز روزے وغیرہ کا ثواب۔ ثواب

پہنچانا اس کا کام نہیں۔ ثواب دینا اللہ عزوجل کا کام ہے، اس کا کام دعا ہے جیسے دوسرے کے لیے دعا

کریں کہ الہی اس میرے پڑھے، اس کے ثواب نہ میرے عمل کے لائق بلکہ تو اپنے کرم و فضل کے لائق

فلاں کی روح کو عطا فرما۔ یوں ہی اپنے لیے دعا کرے کہ مجھے عطا فرما۔ خدا چاہے گا تو اسے عطا

ہوگا۔ روح کسی کی نہیں مرا کرتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چھوت چھات اسلام میں نہیں مگر کفر سے نفرت اور کفار سے

بوجہ نجاست باطنی پر ہمیز لازم

(۱۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

بخدمت شریف جناب مولانا مولوی مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(۱) ایک مسلمان کے پختہ برتنوں میں قوم عیسائی کے ایک پادری نے کھانا کھایا اور پانی پیا، مسلمان ان برتنوں کے استعمال کرنے سے گریز کرتے ہیں اور جس مسلمان کے برتن تھے اس کا حقہ پانی بند کر دیا ہے، لہذا اس صورت میں کیا ہونا چاہیے؟

(۲) حقہ بند کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ: شریعت میں جائز ہے تو ہم لوگ اس کو روکا جا رہے ہیں، اور شریعت کو نہیں مانتے۔ لہذا اس کی تشبیہ ان لوگوں پر کیا ہونا چاہیے؟

(۳) چوں کہ اس خطہ گانج میں چھوت چھات کے اکثر مسائل برپا رہتے ہیں، لہذا صاف اور پورا حال مطابق شریعت تحریر فرمائیے تاکہ کل علاقہ میں اس مسئلہ سے آگاہی ہو جائے، مطابق شرع شریف یہاں کے مسلمان عمل پیرا ہوں؟ بینوا تو جو روا۔

از قصبہ سنگھائی ضلع لکھنؤ پور کھیری اودھ مرسلہ مولوی پتھر شاہ مؤذن مسجد جامع ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ

الجواب

چھوت ہندو مذہب میں ہے، اسلام میں اگرچہ چھوت نہیں مگر کفر سے نفرت اور کفار سے ناقدر قدرت بوجہ ان کی نجاست باطنی کے پرہیز مسلمان کا فرض ہے۔ بے معذوری و مجبوری شرعی یا مصلحت مقبول شرع کفار سے ظاہری میل یا ان کی جانب ادنیٰ میل جائز نہیں۔

قال تعالیٰ:

﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (۱)

اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔

اگر وہ شخص واقعی مجبور و معذور تھا، اس نے بے مجبوری اس کافر کے ساتھ وہ برتاؤ نہ کیا، تو اس کو معذور سمجھنا چاہیے۔ اور اگر کوئی مجبوری نہ تھی نہ کوئی ایسی غرض و مصلحت جو عند الشرع قابل قبول ہو تو وہ گنہ گار ہوا۔ برتن اس کی نجاست باطنی سے نجس نہیں ہو گئے، اگر اس کے منہ ہاتھ پاک تھے ان پر کوئی نجاست ظاہری نہ لگی تھی تو وہ پاک، تطہیب قلب کے لیے دھوے جائیں۔ اور اگر نجاست ظاہری لگی تھی مثلاً اس نے پہلے شراب استعمال کی تھی یا درمیان طعام کوئی نجس شے کھائی پی تو برتن نجس ہو گئے پاک کر لیے جائیں، ان برتنوں کو ضائع کر دینا حرام اور چھوت جیسا ہے۔ حقہ پانی بند کر دینا یہ سزا جب ہی درست ہے جب وہ شخص مجرم مرتکب جرم ثابت ہو۔ اگر اس پر ثبوت جرم نہ ہو تو حقہ پانی بند کرنا محض بے جا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر واقعی ان لوگوں نے یہ کہا کہ ہم شریعت کو نہیں مانتے تو بڑا سخت ظلم عظیم اپنی جانوں پر کیا۔ ان پر اپنے اس قول سے توبہ و رجوع، تجدید ایمان و تجدید نکاح وغیرہ لازم۔ اور اگر یہ سائل کے لفظ ہیں کہ وہ شریعت کو نہیں مانتے تو یہ کہا کہ اگر شریعت میں جائز ہے تو ہم رواجاً اس کو روکتے ہیں، شریعت سے مقابلہ کے لیے نہیں۔

(۳) بعض جائز امور جس سے کسی جگہ کسی مفسدہ کا اندیشہ ہوا نہیں روکا جاسکتا ہے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم۔

لڑکے کے سر پر چوٹی رکھنا ناجائز ہے

(۱۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید منت مانتا ہے کہ اگر میرا لڑکا آٹھ سال کا ہو گیا یا فلاں فلاں کام ہو جائے تو مدار صاحب یا فلاں بزرگ کا مرغ چڑھاؤں گا۔ اب منت کی تاریخ سے بچے کے سر پر چوٹی رکھتا ہے جب میعاد معینہ آتی ہے تو زید ایک مرغ لے کر مدار صاحب کے میلے میں جاتا ہے، اور بچے کی چوٹی موٹتا ہے اور مرغ ایک مسلمان سے ذبح کرا کے فقرا میں تقسیم کرتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ قول کہ مدار صاحب کا مرغ چڑھاؤں گا از روئے شرع شریف کیسا ہے اور اس مرغ کے گوشت کا کیا حکم ہے، اور چوٹی جو اہل ہنود کا شعار ہے اس کا چھوڑنا کیسا ہے؟ بینو ابالکتاب تو جو ایوم الحساب۔ زید کہتا ہے کہ یہ سب امور بدعت قبیحہ ہے سخت گناہ ہے۔ اور کہتا ہے کہ کسی کے نام کا جانور چھوڑنا ہر کتاب میں حرام لکھا ہے۔

از محلہ اعظم نگر مرسلہ کلن صاحب قریشی۔

الجواب

چوٹی لڑکے کے سر پر رکھنا ناجائز ہے۔ اور لڑکی کے سر پر بھی ایسی چوٹی ناجائز ہے جو ہندؤں کی چوٹیا ہو۔ مرغ چڑھاؤں گا یہ لفظ بھی برا ہے اس لفظ سے احتراز کریں۔ اس منت میں کوئی حرج نہیں کہ اگر ایسا ہو تو میں حضرت سیدی نامدار سید نامدار قدس سرہ، یا فلاں بزرگ کی نذر و نیاز کروں گا، حضرت کے مزار پر یہ حاضر کروں گا۔ یہ چیز چڑھاؤں گا اس کا مطلب بھی یہی ہے، مگر یہ لفظ اچھا نہ تھا، اس لیے اس سے روکا گیا۔ ان منتوں نذروں کی حقیقت یہ ہے کہ یہ خدام مزارات پر صدقہ سے مجاز ہیں۔

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں حضرت سیدی امام علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی فرماتے

ہیں:

”من هذا القبيل زيارة القبور والتبرك بضرائح الأولياء والصالحين والنذر لهم بتعليق ذلك على حصول شفاء أو قدوم غائب؛ فإنه مجاز عن الصدقة على الخادمين لقبورهم كما قال الفقهاء: في من دفع الزكاة لفقير وسماها قرضاً صح؛ لأن العبرة بالمعنى لا باللفظ، وكذلك الصدقة على الغني هبة، والهبة للفقير صدقة. وقد صرح الشيخ ابن حجر الهيتمي المكي من أئمة الشافعية في فتاواه أن هذا النذر للولي الميت إذا قصد به النذر قربة أخرى كأولاد الولي الميت أو خلفائه أو إطعام الفقراء الذين عند قبره صح النذر ووجب صرفه في ما قصده الناذر إلى آخر ما بسطه من الكلام، وغالب الناس في هذا الزمان يقصدون ذلك فيحمل الكلام عليه ولا ينبغي أن ينهى الواعظ عما قال به إمام من أئمة المسلمين.“ (۱)

اسی قبیل سے ہے قبروں کی زیارت اور اولیائے کرام و صالحین کے مزارات سے برکت حاصل کرنا اور ان کی نذر ماننا۔ اس کا تعلق حصول شفا یا غائب کی آمد سے ہے، ان منتوں نذروں کی حقیقت یہ ہے کہ یہ خدام مزارات پر صدقہ سے مجاز ہیں، جیسا کہ فقہانے اس شخص کے بارے میں فرمایا: جس نے کسی فقیر کو قرض کہہ کر زکاۃ دی تو یہ صحیح ہے، کیوں کہ اعتبار معانی کا ہے الفاظ کا نہیں، اور اسی طرح یہ ہے کہ غنی پر صدقہ ہبہ اور فقیر کو ہبہ صدقہ ہے۔

شیخ ابن حجر ہیتمی جو ائمہ شافعیہ میں سے ہیں انھوں نے اپنے فتاویٰ میں صراحت کی ہے کہ: ولی میت کے نام پر نذر ماننا جب کہ اس سے ناذر کا مقصد کوئی دوسری قربت ہو، مثلاً: ولی میت کی اولاد کے لیے یا خلفاء، یا مزار پر رہنے والے فقرا کے لیے نذر ماننا، تو یہ نذر صحیح و نافذ ہے۔ زمانہ ہذا میں اکثر لوگ اسی چیز کا قصد کرتے ہیں، لہذا کلام کو اسی پر محمول کیا جائے، امام مسلمین جس بات کو کہے و اعظا کو اس سے روکنا نہ چاہیے۔ (مترجم)

کسی جانور کی اولیا کی جانب نسبت کرنے سے اس میں حرمت سرایت نہیں کر جاتی، اس نسبت کا حاصل تو اتنا ہی ہے کہ یہ جانور اللہ کے نام پر ذبح کر کے اس کے گوشت پر ان کی فاتحہ ہوگی۔ جیسے شادی وغیرہ مصارف کے لیے جانور پال لیا جائے، اور وقت پر اللہ کے نام پر قربان کر کے اس کا گوشت اس

(۱) [الحديثه الندية شرح الطريقة المحمدية: ۱۵۱/۲]

مصرف میں صرف کیا جائے جس کے لیے اس نے پالا تھا۔ حضرت مدار کا مرغ، سید احمد کبیر کی گائے کہہ دینے سے اس میں حرمت و نجاست کدھر سے آگئی، وہ بھی ایسی کہ اب لاکھ لاکھ بار خدا کا نام لے کر خالصاً للذبح کرو مگر حرمت ٹس سے مس نہیں ہوتی، وہ جوں کی توں ہے۔ کہاں کسی کے نام کا جانور چھوڑنا اور کہاں کسی کی فاتحہ کے لیے جانور پالنا اور اسے اللہ کے نام پر ذبح کر کے اس کی فاتحہ دے کر تقسیم کرنا۔ بتوں کے نام پر جانور چھوڑے جاتے ہیں، یہ کفار ان کی عبادت کے لیے کرتے ہیں۔ بجا جو مارے پھرتے ہیں یہ وہی ہوتے ہیں جو کافروں نے بتوں کے نام پر چھوڑے ہیں۔ تو کہاں یہ خباثت اور کہاں وہ کسی کی فاتحہ یا شادی یا کسی مصرف مباح کے لیے کوئی جانور لے کر اللہ کے نام پر قربانی کر کے اس کا گوشت اس مصرف میں صرف کرنا۔ یا گھر پال کر بنام خدا ذبح کر کے تقسیم کرنا۔ یا پکا کر باٹنا کھانا کھلانا۔

پھر جانور چھوڑنا حرام ہونا اور بات ہے، اور اس چھوٹے جانور کا حرام ہو جانا اور بات۔ بتوں کے نام پر جو جانور چھوڑا گیا ہے اگر خدا کے نام سے ذبح کر لیا جائے حلال ہے۔ اس حلال جانور کو حرام کہنا ہی شریعت پر زیادت ہے، اور تجاوز علی الحد۔ اور قرآن عظیم نے جسے حلال فرمایا اسے حرام کہنا ہے۔ کہ فرماتا ہے:

﴿مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ (۱)

اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چراہوا اور نہ بجا۔

نہ کہ ان جانوروں کو مردار اور حرام بتانا جو کلمہ کے نام سے ذبح کیے گئے۔ اور ان پر فاتحہ بزرگان دین دے کر تقسیم کیے گئے۔

قال تعالیٰ:

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ (۲)

اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا۔

تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں زیر کریمہ مذکورہ ہے:

”إذا ذبحه على اسم الله تعالى وجب أن يحل.“ (۳)

(۱) [سورة المائدة: ۱۰۳]

(۲) [سورة الأنعام: ۱۱۹]

(۳) [تفسیر کبیر: ۵/۱۳۱]

جب اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا جائے تو حلال ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا ہے۔
(مترجم)

تفسیر احمدی میں فرمایا: ”إن البقرة المنذورة للأولياء كما هو الرسم في زماننا حلال طيب؛ لأنه لم يذكر اسم غير الله عليها وقت الذبح وإن كانوا يندرونها لهم.“ (۱)
اولیائے کرام کے نام پر جس گائے کی نذر مانی جاتی ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں رائج ہے، حلال و طیب ہے، کہ اس پر وقتِ ذبح اللہ ہی کا نام لیا گیا، گرچہ لوگ ان کے نام پر گائے کی نذر مانیں۔ (مترجم)

تفسیر بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں زیر کریمہ: ”وما أهل به لغير الله.“ سے:

”أي: رفع به الصوت عند ذبحه للصنم.“ (۲)

یعنی جانور کے ذبح کے وقت بت کا نام لے کر آواز کو بلند کیا جائے۔ (مترجم)

عالمگیریہ میں تاتارخانیہ و جامع الفتاویٰ سے ہے:

”مسلم ذبح شاة المجوسی لبیت نارهم أو الكافر لآلهتهم توكل؛ لأنه

سمي الله تعالى ويكره للمسلم. كذا في التتارخانية.“ (۳)

مسلمان نے مجوسی یا کافر کی بکری ذبح کر دی، ان کے آتش کدہ یا بتوں کے نام کی تو وہ بکری حلال

ہے، کیوں کہ اس پر وقتِ ذبح اللہ کا نام لیا گیا، مگر مسلمان کے لیے یہ فعل مکروہ ہے۔ (مترجم)

نووی شرح صحیح مسلم میں ہے:

((أما الذبح لغير الله فالمراد به أن يذبح باسم غير الله كمن ذبح للصنم أو

الصليب أو لموسى ولعيسى صلى الله تعالى عليهما أو للكعبة ونحو ذلك، فكل

هذا حرام ولا تحل هذه الذبيحة الخ.)) (۴)

(۱) [التفسيرات الاحمدية: ۴۲]

(۲) [التفسير للبيضاوي: ۱/۱۲۳]

(۳) [الفتاوى الهندية، كتاب الذبائح: ۵/۴۳۴]

(۴) [شرح صحيح مسلم للإمام النووي، كتاب الأضاحي، باب تحريم الذبح لغير الله

تعالى ولعن فاعله: ۱۳/۱۲۰]

ذبح لغير الله كما مطلب ہے غير الله کے نام پر ذبح کرنا، جیسے کوئی شخص بت، صلیب، موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام یا کعبہ وغیرہ کا نام لے کر ذبح کرے تو یہ سب کچھ حرام ہوگا، یہ ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ (مترجم)

فتاویٰ سراجیہ میں ہے:

”الكتابي إذا ذبح باسم المسيح لا يحل، ولو ذبح باسم الله وأراد به المسيح يحل. والله تعالى أعلم۔“

کتابی مسیح (علیہ السلام) کا نام لے کر ذبح کرے تو یہ حلال نہیں، اور اگر اللہ کا نام لے کر ذبح کرے اور اس سے ”مسیح“ کو مراد لے تو حلال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

تعزیر بالمال ناجائز ہے مگر زجر کے لیے بعد اصلاح واپسی لازم

(۱۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ... نمازی لوگوں نے ایک فہرست بنا کر ہر ایک آدمی کا نام لکھا اور یہ اعلان کیا کہ جو کوئی نماز پڑھنے کے لیے نہیں آئے گا تو اس پر چار آنہ یا آٹھ جرمانہ کیا جائے گا۔ جرمانہ کرنے سے نمازی لوگوں کی نیت یہ ہے کہ لوگ نماز پڑھنے لگیں اور اس جرمانہ کے پیسہ کو کسی نیک کام میں خرچ کیا جائے۔ تو یہ جرمانہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

از شہر بریلی محلہ قروان مرسلہ سید احمد شاہ صاحب بتاريخ ۷/رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ، جمعہ۔

الجواب

تعزیر بالمال ناجائز ہے۔ جرمانہ کرنا نہ چاہیے۔

مگر فتاویٰ خلاصہ میں فرمایا:

”سمعت من ثقة أن التعزير بأخذ المال إن رأى القاضي أو الوالي جاز۔“

ومن جملة ذلك رجل لا يحضر الجماعة يجوز تعزيره بأخذ المال۔“ (۱)

میں نے بعض ثقہ حضرات سے سنا: تعزیر بالمال جائز ہے جب کہ قاضی یا والی اس میں مصلحت پائیں، من جملہ اسی میں سے یہ ہے: ایک شخص جماعت میں حاضر نہیں ہوتا تو اس پر تعزیر بالمال جائز

ہے۔ (مترجم)

فتاویٰ خلاصہ کے اس ارشاد سے ایسے شخص پر جرمانہ کی اجازت والی وقاضی کے لیے معلوم ہوئی اگر وہ اس میں مصلحت پائیں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتا۔ تو جو نماز ہی نہیں پڑھتے ان پر بدرجہ اولیٰ۔ مگر یہ اخذ از جارتک ہوگا، کہ اس طرح سے اس کی اصلاح ہو جائے تو بعد اصلاح واپس کر دیں۔ اور اگر واپس کرنے سے پھر اس شخص کی وہی حالت ہو جانے کا صحیح اندازہ ہو تو کسی نیک کام میں اس کی طرف سے لگا دیں۔ یہاں قاضی کہاں۔ یہاں علم علمائے بلد سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق قائم مقام والی ہے، اس کی اجازت سے یہ تعزیر کی جاسکتی ہے۔ جس کی اصلاح ہو جائے اور واپس کرنے پر پھر اس کے بگڑ جانے کا اندیشہ نہ ہو، تو بعد اصلاح اسے اس کی رقم واپس دے دی جائے اور جس کے بگڑنے اور تعزیر کی ہیبت ہی جانے کا اندیشہ ہو اس کی رقم کسی نیک کام میں صرف کر دی جائے، اگر اس سے اجازت لے لی جائے، تو اچھا ہے، اور اگر وہ اجازت نہ دے، تو بھی اس کی طرف سے کسی نیک کام میں لگا دی جائے کہ اسے ثواب پہنچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جتنا علم فرض عین ہے اس سے روکنا جائز نہیں

(۲۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
زمانہ ماضی میں سلاطین رذیل قوموں کو ضرورت سے زیادہ علم نہیں دیتے تھے۔ وہ کون سی رذیل قومیں تھیں اور کیا پیشہ کرتے تھے، اور وہ کون سے سلاطین تھے، اور اگر سلاطینوں نے ایسا لکھا ہے تو کیا از روے قانون شریعت یا اپنے خود بادشاہی قانون سے تحریر کیا ہے۔ اور گزارش یہ ہے کہ آپ نے ہمیں سمجھایا لیکن کچھ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اس وجہ سے تفصیل سے لکھ کر سمجھا دیجیے تاکہ سب کی سمجھ میں آجائے؟

الجواب

ضرورت سے زیادہ علم وہ جو فرض عین نہ ہو۔ جتنا علم فرض عین ہے اس سے ہرگز کسی مسلمان کو روکنا جائز نہیں نہ کسی نے اس سے روکا۔ بعض سلاطین اسلام سے مراد مثلاً حضرت سلطان عالمگیر ہیں جو متشرع اور عالم سلطان تھے، انہوں نے خود اپنی رائے سے ایسا نہ کیا بلکہ غیر اہل سے ایسے علم کو روکنا جس کا وہ اہل نہ ہو حکم شرع ہی ہے، نیز ہر شخص سے اس کی استعداد اور اس کی عقل میں جتنا آسکے اتنی اور ایسی

بات کرنے کا حکم ہے: ”کلموا الناس علی قدر عقولہم۔“ (۱)
وغیرہ ارشادات سے یہ امر روشن ہے۔ پھر ہر شخص اگر ضرورت سے زائد علم سیکھنے میں مشغول ہو تو
دنیا کے نظام کار میں برہمی ہو۔ ضرورت کا علم تھوڑا نہیں آج کل بہت سے علما کہلانے والے ضروری باتوں
کا علم نہیں رکھتے۔

ان احادیث میں:

((الناس معادن (کمعادن الذهب الفضة) (۲)

والعرق دساس و أدب السوء كعرق السوء.))

جیسے سونے چاندی کی مختلف کانیں ہوتی ہیں یوں ہی آدمیوں کی ہیں، اور رگ خفیہ اپنا کام کرتی
ہے، اور برا ادب بری رگ کی طرح ہے۔ (مترجم)

((تخیر والنطفکم فانکحوا الأكفاء وانکحوا إليہم (وفي لفظ) فإن النساء

یلدن أشباه إخوانهن وأخواتهن.)) (۳)

اپنے نطفہ کے لیے اچھی جگہ تلاش کرو، کفو میں نکاح کرو اور کفو سے نکاح کر کے لاؤ، کہ عورتیں
اپنے ہی کنبہ کے مشابہ بنتی ہیں۔ (مترجم)

((تزوجوا في الخبز الصالح فإن العرق دساس.)) (۴)

اچھی نسل میں شادی کرو کہ رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے۔ (مترجم)

((العرب للعرب أكفاء والمولى للمولى إلا حائك أو خجام.)) (۵)

ترجمہ: اہل عرب آپس میں کفو ہیں، اور موالی آپس میں کفو ہیں کپڑا بننے اور سنگی لگانے والوں

(۱) الاداب الشرعية والمنح المرغية ، فصل الطعن علی العلماء - ۲۷۹/۱

[بريقة محمودية في شرح طريقة محمدية ، باب : الثامن والأربعون الفتنة - ۱۲۵/۳]

(۲) [شعيب الايمان ، باب : ۷۴ الجود والسخاء - ۳۴۹/۱۳]

(۳) [المسند البزار = البحر الزخار : ۲۲۲/۱۶]

مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ، کتاب العلم : ۲۸۴/۱

(۴) [کنز العمال ، کتاب النکاح : ۱۲۵/۱۶ - حدیث : ۴۴۵۴۹]

(۵) [کنز العمال ، کتاب النکاح : ۱۲۵/۱۶ - حدیث : ۴۴۵۵۲]

کے علاوہ۔

((خيارهم في الجاهلية خيارهم في الإسلام.)) (۱)
جو زمانہ جاہلیت میں اعلیٰ خاندان شمار ہوتے تھے وہ اسلام میں بھی ایسے ہی شمار ہوں گے
((إن فلاناً اهدى إلي ناقة فعوضته منها ست بكرات فظل ساخطاً لقد
هممت أن لا أقبل هدية إلا من قریشي أو أنصاري أو ثقفی أو دونسي.)) (۲)
فلاں شخص نے مجھے اونٹنی بطور ہدیہ بھیجی، میں نے اس کے عوض چھ جوان اونٹ دیے پھر بھی وہ
ناراض رہا لہذا اس نے ارادہ یہ کیا ہے کہ اب قریشی، انصاری ثقفی اور دوسی قبیلہ کے علاوہ کا ہدیہ قبول نہ
کروں۔

((وغفار ومزينة وجهنية خير من بني ومن بني عامر ومن الحليفيين بني
أسد وغطفان.)) (۳)

ترجمہ: قبیلہ غفار، مزینہ اور جھنیہ اچھے ہیں، بنو عامر اور دونوں حلیف بنو اسد و بنو غطفان ہے
((إياكم وخضراء الدمن . المرأة الحسناء في المنبت السوء.)) (۴)
ترجمہ: ایسی چیزوں سے بچو جن کا ظاہر اچھا اور باطن خراب ہو، برے خاندان میں بھی عورت
حسین ہوتی ہے۔

((لأمنعن فروج ذوات الأحساب إلا من الأكفاء.)) (۵)
جو عورتیں حسب و نسب میں اعلیٰ ہیں ان کو کفو کے علاوہ میں نکاح کرنے سے باز رکھوں گا۔
((تحببوا إلى الأشراف وتودوا واتقوا على أعراضكم من السفلة.))
ترجمہ: شرفاً کو محبوب اور دوست رکھو، اور نیچے لوگوں سے اپنی آبرو بچاؤ۔

- (۱) [کنز العمال، کتاب الفضائل: ۲۳۴/۱۴ - حدیث: ۳۷۴۱۷]
- (۲) [کنز العمال، کتاب الامارة: ۴۵/۶ - حدیث: ۱۵۰۶۸]
- (۳) [صحیح مسلم، باب ۴۷ من فضائل غفار و اسلم - ۱۹۵۶/۴]
- (۴) [کنز العمال، کتاب النکاح، قسم الأقول الحدیث: ۴۴۵۸۹]
- (۵) [مصنف ابن أبي شيبة، باب: ما قالوا في الأکفاء في النکاح - ۵۲/۴]

((أول من اشفع له يوم القيامة من أمتي أهل بيتي ثم الأقرب فالأقرب من قريش ثم الأنصار ثم من آمن بي واتبعني من اليمن ثم من سائر العرب ثم الأعاجم ومن اشفع له أولاً أفضل.)) (۱)

ترجمہ: سب سے پہلے قیامت کے دن اپنی امت میں جن کی شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہیں پھر جو جتنا زیادہ قریب ہوگا قبیلہ قریش سے، پھر انصار سے، پھر یمن کے مومنین کی، پھر باقی عرب، پھر عجم کی۔ اور میں جس کی پہلے شفاعت کروں گا وہ افضل ہوگا۔

لا تجعله جازراً ولا صائغاً ولا حجاماً.)) (۲)

ترجمہ: اس کو قصائی، انگریز اور سینگی لگانے والا مت بنا۔ ان احادیث اور ان کے علاوہ اور ﴿وَاتَّبِعْكَ الْأَرْضِلُونَ﴾ کی تفسیر دیکھنے سے شرافت اور رذالت اور آپس میں تفاضل اور یہ کہ کون شریف اور کون نہیں سب کچھ روشن۔ نیز یہ کہ صحبت کے اثر سے جب آدمی متاثر ہوتا ہے اور جس ماحول میں بیٹھتا ہے اس سے اثر لیتا ہے تو اسی سے واضح کہ پست اخلاق رکھنے والے جن کی نسلیں اسی میں گذری ہوں اس اثر کا کیا پوچھنا۔ کاروباری مشغول لوگ ضروری علوم کی طرف بھی پوری توجہ کی فرصت نہیں رکھتے۔ تو ظاہر ہے کہ ان کے افکار مشغولہ اور ان کے اذہان غیر صافیہ میں ضرورت سے زائد علم کی استعداد کہاں۔ الا ماشاء اللہ جس میں اخلاق فاضلہ ہوں وہ شریف اور جس میں اخلاق دنیہ ہوں وہ رذیل۔ اور بہت سی باتیں دوران کار سوالات سے ممانعت شرعی ہے۔

قال تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنَ أُمُيَّاتٍ إِن تَبَدَّلَ لَكُمْ تَسْؤُهُمْ﴾ (۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر تمہارے لیے ظاہر کردی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔

بچوں کا ختنہ ۹ سال کی عمر تک ہو جانا چاہیے

(۲۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) [کنز العمال، کتاب الفضائل، الباب الخامس في فضل أهل البيت، حديث: ۳۴۱۴۰-۱۲/۴۴]

(۲) [التيسير بشرح الجامع الصغير، الباب: حرف الواو- ۲/۴۸۳]

(۳) [سورة المائدة: ۱۰۱]

قبلہ وکعبہ من جناب مولانا مقتدا نانا مرشد صاحب دام ظلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بندہ
بخیریت ہے اور خیریت و عافیت مزاج مقدس مطلوب۔

آپ کی دعا سے رمضان شریف میں اس عاصی نے پولیس لائن سہارن پور کی مسجد میں قرآن مجید
تراویح میں سنایا۔ عرصہ سے حضور والا کی خیریت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے فکر ہے، بچوں کی ختنہ ۷ یا ۹ سال
کی عمر میں ہونا چاہیے یا ۸ یا ۱۰ سال میں بھی ہو سکتی ہے، چونکہ میں نے یہ سنا ہے کہ: یا تو سات سال کی عمر
میں یا نو سال کی عمر میں ہونا چاہیے۔ اس کے متعلق واضح تحریر فرمائیے؟

از دیوبند ضلع سہارن پور خزانہ گارڈ مرسلہ حافظ محمد یوسف شاہ خاں صاحب۔ ۱۹/۱۰/۵۷ قعدہ ۵۷ھ

الجواب

علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بجہ تعالیٰ مع الخیر ہوں آپ کا عافیت خواہ۔ ختان کا وقت جب سے اس تکلیف کو برداشت
کرنے کے قابل ہو شروع ہوتا ہے، اور وہ بلوغ کو پہنچنے تک ہے۔ بالغ ہونے سے پہلے پہلے ہونا چاہیے۔
نو سال کی عمر پوری ہونے تک کر دیا جائے، ۹ سال کے کچھ بعد بھی کوئی برائی نہیں۔ زیادہ دیر نہ کرنی
چاہیے۔ اور بعد بلوغ اگر اپنے ہاتھ سے کر سکے تو کرے۔

امام شمس الائمہ حلوانی سے خلاصہ میں ہے: ”وقت الختان من حین یحتمل ذلک الیٰ ان یتبلغ۔“ (۱)
ختنہ کا وقت جب سے اس تکلیف کو برداشت کرنے کے قابل ہو شروع ہوتا ہے، اور وہ بلوغ کو
پہنچنے تک ہے۔ (مترجم)

۹ سال سے پہلے ہو تو بہتر۔

خلاصہ میں ہے: ”فی الفتاویٰ للقاضی الإمام ینبغی أن یختن الصبی إذا بلغ
تسع سنین، فإن ختنوه وهو أصغر من ذلك فحسن وإن کان فوق ذلك قليلاً قالوا:
لا بأس به، وأبو حنیفة لم یقدر وقت الختان، واللہ تعالیٰ اعلم۔“

فتاویٰ امام قاضی میں ہے: بچہ جب نو سال کا ہو جائے تو اس کی ختنہ کر دینا چاہیے اور اگر اس سے
کم عمر میں ختنہ کر دیں تو یہ اچھا ہے۔ اور اگر اس سے کچھ زیادہ عمر ہو، فقہا نے فرمایا: اس میں کوئی حرج
نہیں، امام اعظم ابوحنیفہ نے ختنہ کا وقت مقرر نہیں فرمایا۔ (مترجم)

فاسق معفن کی بات پر بے تحقیق اعتماد جائز نہیں

(۲۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
زید کہتا ہے کہ بکر عمر نے اغلام کیا۔ عمر و مجلس میلاد شریف پڑھتا ہے لیکن زید فاسق معفن ہے۔
عمر و انکاری بھی ہے اور تابع بھی ہے۔ صورت مسئلہ میں جب کہ دوسرا گواہ بھی نہیں ہے عمر و میلاد شریف
پڑھ سکتا ہے؟ عمر و داڑھی بھی نہیں رکھتا ہے، اگر عمر و توبہ کر ليوے، اور داڑھی کتروانے سے توبہ کر ليوے، تو
میلاد شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ زید پر از روے شرع شریف کیا حکم ہے، شریعت مطہرہ میں عیب پوشی کا
حکم ہے یا پردہ دری کا۔ کیوں کہ زید ہر گلی کوچہ میں کہتا پھرتا ہے۔ بیوا تو جروا۔

الجواب

زید جب فاسق معفن ہے اس کی بات پر فوراً بے تحقیق اعتماد جائز نہیں۔

قال تعالى: ﴿إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ

نَادِمِينَ﴾ (۱)

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے
جانے ایذا نہ دے بیٹھو، پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔ خبر فاسق واجب التوقف ہے کیسی ہی خبر ہو، اور
کیسا ہی وہ شخص ہو۔

تفسیرات احمدیہ میں ہے: "المعنى: ﴿إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ﴾ بنخبر فتوقفوا وتفصحوا وقرئ
فتبثوا والمآل واحد أي: فتوقفوا إلى أن تبين لكم الحال ﴿أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ﴾ أي:
كراهة أن تصيبوا قوماً جاهلين بجهالهم ﴿فتصبحوا﴾ أي: فتصيروا نادمين على ما فعلتم
منهم يعني: لولم تتوقفوا في خبره فقاتلتم معهم بموجبة ووجدتموهم مؤمنين لقاتلتم: ياليتنا لم
تقع منا المقاتلة معهم؛ لأنهم مؤمنون والمقصود أن الآية دليل على أن خبر الفاسق واجب
التوقف وتكفير فاسق بناءً للتعميم أي: أي فاسق وأي خبر كان." (۲)

(۱) [سورة الحجرات: ۶]

(۲) [التفسيرات الاحمدية، پارہ ۲۶: ۲۶- ص ۴۵۱]

آیت کریمہ کا معنی یہ ہوگا: اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خیر لائے تو تم توقف کرو اور اس کی خوب تحقیق کرو۔ آیت کریمہ کے لفظ ﴿فَتَبَيَّنُوا﴾ کو۔ فستبوا ﴿﴾ بھی پڑھا گیا ہے، دونوں کا مال ایک ہے یعنی حقیقت حال معلوم ہونے تک توقف کرو۔ یہ حکم اس لیے دیا جا رہا ہے کہ کہیں تمہارے ہاتھوں ایسی قوم کو نقصان نہ پہنچنے پائے جن کے صحیح حالات کا تمہیں علم نہیں، پھر تم اپنے کیے پر پچھتاؤ، یعنی اگر تم اس کی خبر سن کر توقف نہ کرتے بلکہ تم اس خبر کے مضمون کے مطابق ان سے جنگ کرتے اور تم انہیں دیکھتے کہ وہ بھی ایمان دار ہیں، انہوں نے دین میں کوئی تبدیلی نہیں کی تو تم یہ دیکھ کر کہتے: ہائے افسوس! ہم سے یہ قتال رونمانہ ہوتا، ہم ان سے نہ لڑتے، کیوں کہ وہ تو مومن ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ آیت کریمہ اس کی دلیل ہے کہ فاسق کی خبر ”واجب التوقف“ ہے، آیت میں ”فاسق“ نکرہ ذکر کیا گیا اور ”بنیاً“ کو بھی نکرہ ذکر کیا گیا اس لیے تا کہ دونوں میں تعمیم بیان ہو جائے، یعنی کوئی فاسق اور کسی قسم کی کوئی خیر لائے۔ (مترجم)

پھر کسی کبیرہ کی کسی مسلمان کی جانب نسبت بے تحقیق جائز نہیں نہ کہ ایسا گندہ کبیرہ۔ عمر و جب اس سے انکار رکھتا ہے، تو ہرگز محض زید کے کہنے سے اس پر اس گندے الزام کو نہ تھوپیں، میلاد شریف اس سے پڑھوا سکتے ہیں۔ مگر بعد تو بہ بقصد پختہ۔ زید گندہ گار ہے تو بہ کرے اور عمر و سے معافی چاہے۔ جھوٹ بولنا خود کبیرہ ہے، اور تہمت افتراء وہ (بھی) ایسا گندہ۔ یہ اور بھی اشد ہے۔ اگر الفاظ نہ ہوں تہمت مترشح ہو تو بھی جب کہ وہ اشاعت فاحشہ کو دوست رکھتا اور اسی اشاعت کے قصد سے گلی کوچہ کہتا پھرتا ہے، دونوں جہان میں عذاب الیم کا مستوجب ہے۔

قال تعالى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔
وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برا چرچا پھیلے ان کے لے دردناک عذاب ہے، دنیا و آخرت میں، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

عورت پر غیر محرم سے پردہ لازم ہے

(۲۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید اور بکر دونوں حقیقی برادر ہیں۔ زید کی شادی ہو گئی ہے اور بکر برادر خورد نو جوان ہے جس کی شادی نہیں ہوئی ہے۔ زید کا سرکار سے ایک شب اپنی زوجہ کو اپنے بھائی بکر کے ساتھ تنہا چھوڑ کر جاتا ہے۔ بکر اس موقع کو غنیمت جان کر اپنی بھانجی پر حملہ بارادہ زنا شب کے ۱۱-۱۲ بجے کرتا ہے۔ بھانجی ناراض ہے مگر اپنی عصمت بچاتی ہے۔ بکر کچھ سوچ کر کمرے کے دروازے سے باہر جا کر کھڑا ہوتا ہے۔ بھانجی فوراً دروازہ بند کر کے اندر سے کنڈی لگا لیتی ہے، بکر بہت کوشش کرتا ہے کہ دروازہ کھل جائے۔ مگر بھانجی نہیں کھولتی ہے۔ جب متواتر وہ پریشان کرتا رہا کہ کسی طرح دروازہ کھل جائے تو بھانجی نے کھڑکی میں سے پڑوسیوں کو آواز دی کہ بھائی دوڑو۔ دوڑو۔ کچھ لوگ جمع ہوئے ان لوگوں نے عورت کو وہاں سے علاحدہ کر کے اپنے بال بچوں کے ہمراہ بیٹھایا اور موذی کے پھندے سے بچایا اور بکر سے دریافت کیا کہ ایسی حرکت کیوں کرتا تھا تو اس نے ان سے بھی بدکلامی کی جس پر انہوں نے اس کی سزا مار پیٹ کی فوراً ہی دی۔ صبح کو جب زید اپنے مکان پہنچتا ہے تو کل واقعات بیوی نے سنائے، زید یقین کر لیتا ہے، مگر بکر کے پاس جب جاتا ہے تو وہ زید سے بیان کرتا ہے کہ بھانجی غلط الزام لگاتی ہے زید بھائی کا یقین کرتا ہے۔ اور بی بی کو برا بھلا کہتا ہے، اور کہتا ہے کہ: دروازہ کیوں نہیں کھول دیا۔ بیوی جواب دیتی ہے کہ عصمت بچانے کی غرض سے۔

زید کہتا ہے کہ: اگر ایسا ہو جاتا تو کچھ حرج نہ تھا مگر دوسرے کے گھر جانے سے میرے نکاح سے نکل گئی اور میری بدنامی ہوئی میں تجھے طلاق دے دوں گا بھائی کو نہ چھوڑوں گا۔ طلاق کی دھمکی اکثر بار بار دے چکا ہے۔ اس واقعہ سے قبل اکثر بیوی نے شوہر سے بکر کی بے ہودہ مذاق عمل کی شکایتیں کیں مگر زید یقین نہ لایا۔ چونکہ بکر نے بھائی زید کو پیشتر سے یقین دلا کر ذہن نشین کرایا تھا کہ بھانجی مجھ پر جھوٹا الزام اس لیے لگاتی ہے کہ بھائی بھائی جدا ہو جائیں چونکہ میرا رہنا اسے ناگوار گذرتا ہے۔ غیر لوگ خوب جانتے ہیں کہ بکر کا چال چلن قابل اطمینان نہیں اور وہ زید کی آنکھوں میں پردہ ڈالے ہوئے ہے، اور اس آڑ میں اپنے ناجائز ارادہ میں کامیاب ہونا چاہتا ہے۔ زید کی زوجہ قسمیہ حلفیہ شوہر سے اس کی خراب باتوں کا اظہار کرتی ہے، مگر شوہر اپنے بھائی کی محبت میں یقین نہیں کرتا اور جواب دیتا ہے کہ تجھ کو چھوڑ دوں گا، تجھ کو طلاق دویدوں گا، مگر بھائی کو نہ چھوڑوں گا۔ بلکہ کوشش کرتا ہے کہ ان حرکات پر بھی زوجہ بھائی سے مل کر رہے اور اسے ناراض نہ کرے۔ ایسے شخص کے ہمراہ کھانا پینا و دعا سلام امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ از آبورڈ۔

الجواب

جب تک وہ شخص اس بے ہودہ کلمہ سے کہ ”اگر ایسا کرتا تو کچھ حرج نہ تھا، تو بہ نہ کرے نیز اس سے

کہ وہ اپنی عورت کے ساتھ اپنے بھائی کی خلوت پر تو کم از کم راضی ہے اور کسی بات کا اگر اسے یقین نہیں ہوتا عورت کو جھوٹا جانتا، بھائی کو سچا جانتا ہے تو اتنا تو ہے کہ وہ بھائی کے ساتھ عورت کی تنہائی کو روارکھتا ہے، اور جب تک وہ اپنی عورت کا بھائی سے پردہ نہ کرواے اس سے مسلمان ترک تعلق کریں۔ اسے امام نہ بنائیں، اس کے پیچھے نماز سے احتراز کریں۔ عورت پر غیر محرم سے پردہ لازم ہے۔ دیور، جیٹھ، بہنوئی، خالو، پھوپھا، رشتہ کے بھائی سب غیر محرم ہیں۔ شوہر کے بھائی سے پردہ کرے، اگر شوہر اس پر مجبور کرے کہ وہ اس کے بھائی کے سامنے اس سے پردہ نہ کرے تو اس میں اس کی اطاعت نہ کرے۔ اس کا شوہر تو اس خلاف شرع کرنے سے اشد گنہگار مستحق نارہوگا ہی عورت بھی گنہگار ہوگی۔ اگر اس کے کہنے سے ایسا کرے گی۔ وہ اگر مجبور کرے تو اپنے محارم سے کسی کے یہاں جہاں اسے امن ملے چلی جائے جب تک شوہر اس کا عہد نہ کرے کہ وہ اسے اپنے بھائی کے سامنے ہونے پر مجبور نہ کرے۔

یہ غلط بات جاہلوں میں مشہور ہے کہ عورت بے اجازت شوہر گھر سے نکلے تو نکاح سے نکل جاتی ہے۔ غیر محرم کے یہاں بعض اوقات جن میں اجازت شرعیہ ہو، ان کے سوا عورت کو جانا ناجائز اور گناہ ہے، اگرچہ شوہر اجازت دے۔ شوہر اجازت دے گا تو وہ بھی گنہگار ہوگا مگر نکاح سے کسی گناہ کے سبب نہیں نکلتی۔ اس وقت کہ مکان میں اس کی عصمت پر حملہ ہو چکا تھا اور بمشکل وہ اس سے اپنی عصمت بچا سکی تھی، اور اس وقت اس مکان میں میسر نہ تھی اس کو اپنی عزت اپنی آبرو پر اندیشہ تھا، ہتک حرمت کا خطرہ تھا، جو اس کی جگہ ہاتھ آئی وہاں چلی گئی، اگرچہ غیر محرم کے یہاں پناہ لے سکی۔

”من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونہما۔“ (۱)

جو دو بلاؤں میں مبتلا ہو رہا ہو تو اھون کو اختیار کرے۔ (مترجم)

اس حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا جاتا ہے اگر فی الواقع وہ اس وقت اس خطرہ اس اندیشہ سے یوں ہی نکل سکتی تھی تو گنہگار بھی نہیں ہوئی۔ شوہر نے جو کلمہ کہا ہے کہ اگر ایسا ہو جاتا تو کچھ حرج نہ تھا مگر دوسری جگہ جانے سے میرے نکاح سے نکل گئی اور میری بدنامی ہوئی، یہ نہایت بے حیائی بے شرمی بد عقلی بے وقوفی اور شرع مطہر کے خلاف راہ چلنی اس کے برعکس خلاف زنی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ٹائی لگانا اشد حرام ہے

(۲۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
زید ایک شخص سنی مسلمان ہے جو ٹائی باندھتا ہے جس کے چار بھائی ٹائی لگاتے ہیں، جو برسر روزگار ہیں اس کے بھائی بھی برسر روزگار ہیں، زید کی شادی ہوتی ہے وہ اس وقت ٹائی نہیں باندھتا ہے لیکن اس کے بھائیوں کے ٹائی لگی ہوتی ہے، ایک عالم دین جو کہتے ہیں کہ ٹائی باندھنا کفر ہے، زید کی شادی میں شرکت کرتے ہیں کھانا وغیرہ بھی کھاتے ہیں اور اس نے زید کا نکاح بھی پڑھایا۔ جب کہ اس کے چاروں بھائی ٹائی باندھ کر نکاح میں شریک ہوئے تھے۔ اب زید کے یہاں کھانا، کھانا حرام ہے یا نہیں۔ اور اس عالم دین نے یہ جانتے ہوئے کہ ٹائی باندھنا کفر ہے نکاح پڑھایا اور شادی میں شرکت کی اور کھانا وغیرہ بھی کھایا شریعت کی رو سے اس عالم پر کیا حکم ہے؟ صحیح جواب سے آگاہ کیجیے۔
از افتخار میاں محلہ کبیر خاں پبلی، بھیت ٹریڈنگ آئی، ٹی آئی، بریلی مورخہ ۲۹ رجب المرجب ۸۶ھ

الجواب

ٹائی لگانا اشد حرام ہے، وہ شعار کفار بد انجام ہے، نہایت بد کام ہے، وہ کھلا رد فرمان خداوند ذوالجلال والاکرام ہے۔ ٹائی نصاریٰ کے یہاں انکے عقیدہ باطلہ میں یادگار ہے حضرت سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سولی دیے جانے اور سارے نصاریٰ کا فدیہ ہو جانے کی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ہر نصرانی یوں ٹائی اپنے گلے میں ڈالے رہتا ہے، ہر ٹوپ میں نشان صلیب رکھتا ہے جسے کراس مارک کہتا ہے۔ ٹائی کی طرح یہ کراس مارک بھی رد قرآن ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

کہ قرآن فرماتا ہے:

﴿مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ﴾ (۱)

یہود نے نہ عیسیٰ مسیح کو قتل کیا نہ سولی دی۔

صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین
وعلی آل سیدنا و مولانا محمد و صحبہ و بارک وسلم۔

مگر جہاں اس حقیقت سے ناواقف ہیں۔ وہ اسے محض ایک وضع جانتے ہیں اس لیے انہیں اس کے لگانے پر کافر نہ کہا جائے گا۔ کفریت قول یا فعل اور بات ہے اور مرتکب کو کافر ٹھہرانا اور۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ثانی باندھنے والا، ہیٹ لگانے والا، اور فاسق معلمن ظالمین میں ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱)

اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (مترجم)
عارف باللہ ملا احمد جیون استاذ سلطان عالمگیر رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ تفسیرات احمدیہ میں فرماتے ہیں:

”الظالمین یعم المبتدع والفساق والکافر۔“ (۲)

ظالموں کی قوم سے مراد عام ہے، یعنی ہر مبتدع، فاسق اور کافر اس میں شامل ہے۔ (مترجم)
جن کے ساتھ بیٹھنا ممنوع ان کے ساتھ مواکلت، مشاربت، نری مجالست سے اور زیادہ ممنوع، علما پر اور زیادہ بچنا لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ساس کا ہاتھ چومنا جائز نہیں

(۲۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
ساس یعنی بیوی کی ماں کا ہاتھ تعظیماً چومنا جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب مفتی عالم یہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ چومنا نہیں چاہیے بسبب فساد زمانہ۔ رضاعی بہن سے پردہ نہیں ہے، لیکن علما فرماتے ہیں کہ پردہ بہتر ہے۔

الجواب

بے شک وہ سنی عالم صحیح کہتے ہیں۔ ہرگز نہ چاہیے۔ جب کہ یہ اور وہ دونوں جوان ہوں۔ یا ایک

(۱) [سورة الأنبياء: ۶۸]

(۲) [تفسیرات احمدیہ: ۲۵۵]

دونوں میں سے جوان ہو، اور خوف فتنہ ہو، تو تقبیل تو تقبیل اس صورت میں تو ہاتھ میں ہاتھ لینا بھی نہ چاہیے۔ شہوت ہی سے ہاتھ میں ہاتھ لینا ناجائز نہیں، بے شہوت بھی ناجائز ہے جب کہ شہوت سے امن نہ ہو۔ شہوت اس وقت نہیں اس وقت خالص تعظیم و توحیت ہی کے لیے بوسہ دیا۔ یا پاک محبت ہی سے ہاتھ میں ہاتھ لیا، مگر ہاتھ میں آنے سے شہوت سے مامون نہیں۔ تو تقبیل کیسی؟ محض مصافحہ ہی جائز نہ ہوگا۔ جیسے امتہ اجنبیہ کو اس وقت ہاتھ لگانا جائز نہیں اس کا اور امتہ اجنبیہ کا اس بارے میں ایک ہی حکم ہے۔

رد مختار میں مجتبیٰ سے ہے:

”ومن عرسه وأمتہ الحلال له وطؤها فخرج المجوسية والمکاتبة والمشرکة ومنکوحۃ الغیر والمحرمة برضاع أو مصاهرة فحکمها کالأجنبية.“ (۱)

اور اپنی بیوی اور باندی جن سے وطی کرنا حلال ہو ان کے جمیع بدن کی طرف نظر کر سکتا ہے۔ لہذا اس حکم سے مجوسیہ، مکاتبہ، مشرکہ، منکوحہ، غیر اور محرمة رضاعیہ و صہریہ سب خارج ہو جائیں گی، کہ ان تمام کا حکم اجنبیہ کے حکم کی طرح ہے (جس طرح اجنبیہ کو دیکھنا جائز نہیں اسی طرح ان تمام کو) (مترجم)

رد المختار میں ہے:

”قوله کالأجنبية أي: کالأمة الأجنبية بدلیل ما فی العناية۔ حیث قال: قید بقوله من أمتہ التي تحل له؛ لأن حکم أمتہ المجوسية والتي هي أخته من الرضاع حکم أمة الغیر فی النظر إليها؛ لأن إباحة النظر إلى جمیع البدن مبنية علی حل الوطاء فیتفنی بانتفائه اه.“ (۲)

شارح کا قول: ”کالأجنبية“ مراد امتہ اجنبیہ ہے، دلیل وہ ہے جو عنایہ میں مذکور ہے۔ فرمایا: مصنف نے اپنے قول کو اس امتہ سے مقید فرمایا جو اس کے لیے حلال ہو، کیوں کہ اس کی امتہ مجوسیہ اور اخت رضاعیہ کا وہی حکم ہے جو امتہ غیر کا ہے اس کی طرف نظر کرنے کے بارے میں، کیوں کہ جمیع بدن کی طرف نظر کرنے کا جواز حلتِ وطی پر موقوف ہے، لہذا جس سے وطی حلال نہ ہو اس کی طرف نظر کرنا بھی درست نہ ہوگا۔ (مترجم)

اور حکم امتہ الغیر یہی ہے کہ اگر اپنے نفس پر یا اس پر شہوت کا خوف ہو تو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔

(۱) [الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس: ۴۴۶/۹-۴۴۷]

(۲) [رد المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس: ۴۴۷/۹]

در مختار و کشف الحقائق و مجتبیٰ وغیرہا سفار میں ہے:

”واللفظ له (حکم أمة غیره) ولو مدبرة أو أم ولد (كذلك) فينظر إليها كمحرمة (وما حل نظره) مما مر من ذكر أو أنثى (حل لمسہ) إذا أمن الشهوة على نفسه وعليها، وإن لم يأمن ذلك أو شك، فلا يحل له النظر والمس اه. مختصراً، إلا من أجنبية.“ (۱)

الفاظ در مختار کے ہیں: لمتہ غیر اگرچہ مدبرہ یا ام ولد ہو، کا حکم اسی طرح ہے، لہذا اس کی طرف نظر کر سکتا ہے جس طرح محرم کی طرف نظر کرنا۔ (جائز ہے) مرد و عورت کے جس حصہ کو دیکھنا جائز ہے اس کا چھونا بھی جائز ہے جب کہ اپنے اوپر یا اس پر شہوت سے مامون ہو۔ اگر شہوت سے مامون نہ ہو یا شک ہو تو نظر و مس دونوں جائز نہ ہوں گے۔ عبارت اختصار کے ساتھ ختم ہوئی۔ مگر اجنبیہ کو مطلقاً دیکھنا و چھونا جائز نہیں۔ (خواہ شہوت سے امن ہو یا نہ ہو) (مترجم)

ردالمحتار میں ہے: ”(قوله: إلا من أجنبية) أي: غير الأمة.“ (۲)

”ما تن کا قول: إلا من أجنبية“ اجنبیہ سے مراد لمتہ کے علاوہ ہے (یعنی لمتہ کے سوا جو اور اجنبیہ ہو) (مترجم) حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:

”ومن الأفات المماسه بشهوة لغير زوجته وأمتة الحلال له بخلاف المجوسية التي أنكحها للغير وفيما إذا كانت أمه أو أخته من الرضاع أو أم امرأته أو ابنتها.“ (۳)

یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ وہ اس کی ماں، رضاعی بہن، خوش دامن یا زوجہ کی بیٹی ہو۔ (کہ ان تمام محارم کو شہوت سے چھونا حرام ہے) (مترجم)

اور یہ نہ کہا جائے کہ اس صورت میں تو اپنی محارم کو دیکھنا یا مس کرنا بلکہ اپنی ماں کی طرف بھی نظر کرنا حلال نہیں۔ حالاں کہ نبی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

فرماتے ہیں: ”من قبل رجل أمه فكانما قبل عتبة الجنة.“ (۴)

(۱) [الدر المختار، کتاب الحظر والاباحہ، فصل في النظر والمس: ۴۴۸/۹]

(۲) [ردالمحتار کتاب الحظر والاباحہ فصل في النظر واللمس: ۴۴۸/۹]

(۳) [الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة: ۵۳۹/۲]

(۴) [الدر المختار کتاب الحظر والاباحہ فصل في النظر والمس: ۴۴۸/۹]

جس نے ماں کے قدموں کو بوسہ دیا، گویا جنت کی دہلیز کو بوسہ دیا۔ (مترجم)
تو کیا یہی فتویٰ ماں کے لیے بھی دیا جائے گا۔ مگر

”أحكام الفقه تجري على الغالب من دون نظر إلى النادر.“ خیال میں رہے۔
ماں بہن کی طرف نظریاً انہیں مس کرنے میں ہرگز غلبہ شہوت نہیں بلکہ یقیناً اس کا عدم اور اس
سے امن ہی غالب ہے، ہاں اس کا امکان ہے تو یہاں اس بنا پر یہ ہی کہا جائے گا کہ ماں اور دیگر محارم نسبیہ
کی جانب نظر اور ان کے ان اعضا کا مس جن کی طرف نظر جائز ہے جائز ہے۔ ہاں اگر احد الجائزین سے
شہوت کا اندیشہ بھی ہو تو جائز نہیں۔ اور لہذا غیر اور محرمات رضاع و صہر میں احتمال شہوت مس میں غالب
ہے اور لا اقل دونوں احتمالوں میں تسویہ ہے اور بہر صورت یعنی غلبہ احتمال شہوت لیجئے یا احتمالین میں تسویہ
مافیہ یہی کہا جائے گا کہ مس حرام ہے، ہاں اگر شہوت سے امن ہو، جائزین سے کسی کو شہوت کا اندیشہ نہ ہو تو
جائز ہے۔ کیانہ دیکھا کہ حضرات فقہائے کرام نے ان محرمات رضاع و صہر کو ک_____ الامة
الاجنبیة۔ فرمایا۔ جب دربارہ نظر و مس محرمات نسبیہ و رضاعیہ و صہریہ و امة الغیر کا ایک ہی حکم
تھا۔ تو کالامة الاجنبیة۔ سے بہتر تو یہی تھا کہ یوں فرماتے کہ:

محرمات الرضاع و الصہر كالمحرمات بالنسب ماحل نظره ولمسه من
تلك المحرمات النسبية حل من هذه النسبية أيضاً۔

مگر وہ انہیں ان کی طرح نہیں فرماتے، امة اجنبیہ کی طرح کہتے ہیں، اس میں یہی نکتہ معلوم ہوتا
ہے، اور اسی فرق کی جانب اشارہ جس کی تقریر ابھی ہم نے کی و اللہ الحمد۔

دیکھو اس فرق کی بنا پر حکم خلوت میں فرق ہے، محرمات نسبیہ سے خلوت جائز ہے۔ اور رضاعیہ
و صہریہ سے ناجائز جب کہ وہ جوان ہو۔

در مختار میں ہے:

”والخلوة بالمحرم مباحة إلا الأخت رضاعاً و الصهرة الشابة.“ (۱)

محرمات نسبیہ سے خلوت جائز ہے اور رضاعیہ و صہریہ سے ناجائز جب کہ وہ جوان ہو۔ (مترجم)
ردالمحتار میں فرمایا:

”قال في القنية وفي استحسان القاضي الصدر الشهيد: وينبغي للأخ الرضاع

أن لا يخلو بأخته من الرضاع ؛ لأن الغالب هناك الوقوع في الجماع اه. وأفاد العلامة البيري أن ينبغي معناه الوجوب هنا (قوله الصهرة الشابة) قال في القنية: ماتت عن زوج وأم فلهما أن يسكنا في دار واحدة إذا لم يخافا الفتنة وإن كانت الصهرة شابة فللجيران أن يمنعوها منه إذا خافوا عليهما الفتنة اه. وأصهار الرجل كل ذي رحم محرم من زوجته على اختيار محمد، والمسألة مفروضة هنا في أمها، والعلة تفيد أن الحكم كذلك في بنتها ونحوها كما لا يخفى. (۱)

قنیه اور قاضی الصدر الشہید کے ”استحسان“ میں ہے: رضاعی بھائی کی رضاعی بہن سے خلوت نہ چاہیے کیوں کہ حرام کاری میں مبتلا ہونے کا غالب گمان ہے، اہ۔ اور علامہ بیرمی نے مفید بات کہی ہے کہ یہاں ینبغی کا معنی وجوب ہے۔ (قوله: الصهرة الشابة - جوان ساس) قنیه میں ہے: ایک عورت نے شوہر اور ماں چھوڑ کر انتقال کیا تو دونوں ایک ہی گھر میں رہ سکتے ہیں جب کہ اندیشہ فتنہ نہ ہو، اور اگر ساس جوان ہو تو اندیشہ فتنہ کی صورت میں پڑوسی ایک ساتھ رہنے سے روک سکتے ہیں، اہ۔ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب مختار پر مرد کا رشتہ دامادی زوجہ کے ہر ذی رحم محرم سے متعلق ہوگا۔ یہاں مسئلہ کی صورت ”ماں“ کے بارے میں فرض کی گئی، اور علت اس بات کا افادہ کر رہی ہے کہ یہی حکم ”بنت“ وغیرہ میں بھی ہونا چاہیے، جیسا کہ واضح ہے۔ (مترجم)

دیکھو اجنبیہ کے ساتھ خلوت کو مطلقاً حرام فرمایا جیسے مس۔ در مختار کی عبارت مذکورہ بالا جو لامن اجنبیہ۔ تک ہے اس میں اس لفظ کے بعد ہے:

”فلا يحل مس وجهها وكفها وإن أمن الشهوة ؛ لأنه أغلظ ولذا ثبت به حرمة المصاهرة وهذا في الشابة..... وفي الأشباه الخلو بالاجنبية حرام.“ (۲)

اس کے منہ، ہاتھ کو چھونا حرام ہے اگرچہ شہوت سے مامون ہو کہ یہ غلیظ تر ہے (نظر کے مقابلے میں) اسی وجہ سے صورت مذکورہ میں حرمت مصاہرت بھی ثابت ہو جائے گی، یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ وہ جوان ہو۔ اشباہ میں ہے: اجنبیہ سے خلوت حرام ہے۔ (مترجم)

اور محرم نسبی کے ساتھ خلوت کو مباح فرمایا، اور پر ظاہر کہ اگر شہوت و فتنہ کا خوف ہو تو ماں کے

(۱) [ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحہ فصل في النظر والمس: ۴۴۹/۹]

(۲) [الدر المختار، کتاب الحظر والاباحہ فصل في النظر والمس: ۴۴۸/۹]

ساتھ بھی خلوت جائز نہیں۔ اور محرمات سببہ کے ساتھ خلوت کو مباح نہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اگر خوف فتنہ نہ ہو تو ان کے ساتھ بھی خلوت جائز ہے۔ یوں ہی مس لجنبیہ حرہ بے ضرورت و حاجت مطلقاً مکروہ و حرام ہے۔ وان أمن الشهوة۔ اور محرمات نسبیہ سے جائز اگر شہوت سے مامون ہو، ورنہ ناجائز۔ اور محرمات سببہ کا ناجائز اور اگر خوف شہوت و فتنہ نہ ہو تو جائز۔

اوپر جو تقریر فقیر نے کی تھی محض تفہیماتھی پھر دربارہ خلوت یہ جزئیہ پایا۔

والحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً أعلى مطابقة المعقول بالمنقول.

اور متون بوجہ اختصار ایک ہی عبارت میں بیان کر جاتے ہیں اور شروح اس میں متون کے تابع ہوا ہی چاہیں۔ ہاں یہ حضرات کبھی تصریحات بعد شرح کرتے ہیں اور کبھی اشارات ہی سے کام لیتے ہیں۔ یوں ہی ماتن حضرات بھی نفس متن میں کہیں کہیں اشارے کر جاتے ہیں۔ اور اگر محرمات سببہ کو جنہیں دربارہ نظر مثل لجنبیہ فرمایا گیا ہے ہے دربارہ مس لجنبیہ حرہ کی طرح اس زمانہ فساد میں کہ مس اغلظ ہے تو وہ شبہہ راساً منقطع ہو جائے گا، اگرچہ اس کا کوئی قائل نہ ہو، لیکن

ع: مگر سد ذرائع داب ہے اپنی شریعت کا

اس زمانہ فساد میں جب کہ جوان و حسین خصوصاً بیوہ ساس اور رضاعی ماں بہنوں کو میرے نزدیک..... مس کا کہ نظر سے غلیظ تر ہے مکروہ تر ہونا اور ہمارے قاعدہ مذہب یعنی سد باب فتنہ کا اس سے غیر آبی ہونا ظاہر۔

”و کم من أحكام تختلف باختلاف الزمان۔ کذا ذکرہ التمر تاشی“۔ (۱)
جیسے امۃ الغیر کے نامحرم کے ساتھ سفر و خلوت کے بارے میں باوجودے کہ ان کی نسبت کوئی خاص حکم مذکور نہیں مشائخ قرون سابقہ مختلف ہوئے، کسی نے حلال فرمایا، اور کسی نے حرام۔ دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی۔ اس کے بعد اس زمانے میں بوجہ غلبہ اہل فساد علامہ حصکفی نے علامہ ابن کمال سے دربارہ ناجوازی ہی نقل فرمائی، اور اسی قول کا ان سے مفتی بہ ہونا نقل فرمایا۔ اور علامہ شامی نے اس کے نامحرم کے ساتھ خلوت کا اس سے الحاق فرمایا۔

شامی میں ہے:

”لم يذكر محمد الخلوۃ والمسافرة بإماء الغیر، وقد اختلف المشايخ في

الحل وعدمه وهما قولان مصححان - أقول: لكن هذا في زمانهم لما سيدكره الشارح عن ابن كمال أنه لا تسافر الأمة بلا محرم في زماننا لغلبة أهل الفساد وبه يفتى فتأمل. (۱)

امتہ غیر کے ساتھ خلوت و سفر کے بارے میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کوئی خاص حکم مذکور نہیں، جواز و عدم جواز کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے، دونوں ہی قولوں کی تصحیح کی گئی ہے۔ میں کہتا ہوں: لیکن یہ ان کے زمانے میں تھا، اور اب اس کے بعد اس زمانے میں بوجہ غلبہ اہل فساد، شارح نے علامہ ابن کمال کے بلا محرم سفر کے بارے میں ناجوازی ہی نقل فرمائی، یہی مفتی بہ ہے، غور کرنا چاہیے۔ (مترجم)

اور نفس تقبیل میں علما کا اختلاف ہے: بعض کہتے ہیں کہ عالم دین و سلطان عادل کے علاوہ کسی کی دست بوسی نہ چاہیے۔ بعض ان کے سوا، اوروں کی دست بوسی کی بھی رخصت دیتے ہیں جب کہ اس سے مقصود اس کے اسلام کا اکرام و تعظیم ہو۔ پھر وہ جو یوں رخصت دیتے ہیں وہ بھی ترک کو اولیٰ بتاتے ہیں، اور خود لفظ رخصت باعلیٰ ندا منادی کہ ترک اولیٰ ہے۔ پھر تقبیل الرجل الرجل والمرأة المرأة۔ کی رخصت سے تقبیل الرجل المرأة والمرأة الرجل۔ کیوں کر نکل سکتی ہے۔

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرمایا:

”تقبیل ید الإنسان العالم بالعلوم الشرعیة والسلطان العادل جائز، قال فی الأشباه: من قبل ید غیره فسق إلا إذا كان ذا علم وشرف کذا فی الظہیریة، ویدخل السلطان العادل والأمیر تحت ذی الشرف۔ وتکلموا فی تقبیل ید غیرهما، قال بعضهم: إن أراد به أي: بتقبیل الید تعظیم المسلم لإسلامه فلا بأس به والأولیٰ للإنسان أن لا یقبل ید غیر العالم والسلطان العادل اه. مختصراً. (۲)

عالم دین اور سلطان عادل کی دست بوسی جائز ہے، اشباہ میں مذکور ہے: غیر عالم کی دست بوسی جائز نہیں مگر جب علم و شرف والا ہو، ایسا ہی ظہیریہ میں مذکور ہے، اور ذی الشرف میں سلطان عادل اور امیر داخل ہیں، ان کے علاوہ کی دست بوسی کے بارے میں علما نے کلام کیا ہے، بعض حضرات فرماتے

(۱) [ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحہ، فصل فی النظر والمس: ۹/۴۴۸]

(۲) [الحدیقہ الندیہ شرح الطریقہ المحمدیہ: ۲/۵۳۹]

ہیں: جب کہ دست بوسی سے مقصد مسلم کے اسلام کا اکرام و تعظیم ہو تو اس میں حرج نہیں، لیکن اولیٰ یہ ہے کہ عالم دین و سلطان عادل کے علاوہ کی دست بوسی نہ کرے، عبارت اختصار کے ساتھ ختم ہوئی۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”رخص الإمام الشيخ شمس الأئمة السرخسي وبعض المتأخرين تقبيل يد العالم والمتورع على سبيل التبرك، وعن سفیان قال: تقبيل يد العالم سنة و تقبيل يد غير لا يرخص فيه، قال صدر الشهيد: وهو المختار. والله تعالى أعلم.“ (۱)

امام شیخ شمس الأئمة سرخسی اور بعض متأخرین علمائے عالم دین اور تقویٰ شعاری دست بوسی کی تحصیل تبرک کے لیے اجازت دی ہے، حضرت سفیان فرماتے ہیں: عالم کی دست بوسی سنت ہے، غیر عالم کی دست بوسی کی اجازت و رخصت نہیں، صدر شہید نے فرمایا: یہی مختار مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

اور ایسی عجزہ نہ جس کی شہوت کا اندیشہ ہو نہ جس پر شہوت کا شک ہو سکے اگرچہ اجنبیہ محضہ ہو اس سے مصافحہ اور اس سے خلوت، اس کے ساتھ سفر سب کچھ جائز ہے۔

وهذه المسائل جميعاً مصرحة في أكثر الكتب الفقهية۔
مگر اس کی تقبیل کی نسبت کسی نے نہ لکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایمر جنسی دور کا یادگار فتویٰ

نس بندی ناجائز و حرام ہے

(۲۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
سیدی مرشدی و مولائی حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
خاندانی منصوبہ بندی (فیملی پلاننگ) کے متعلق نس بندی کے آپریشن کرانے کے بارے

میں (عورتوں اور مردوں کے متعلق) کیوں کہ آج کل گورنمنٹ کی طرف سے ایسے احکام آئے ہیں کہ نس بندی کا اپریشن نہ کرانے والے گورنمنٹی ملازم کو ملازمانہ ترقی نہ دی جائے گی (وغیرہ وغیرہ) عین نوازش ہوگی۔

حضور بذات خود تکلیف گوارا کر کے اس مسئلہ کو حل کر کے روانہ فرمائیں، کیوں کہ میں گورنمنٹی ملازم ہوں اور گورنمنٹ کو اس کا جواب دینا ہے۔ فتویٰ قرآن و حدیث سے مدلل ہونا چاہیے؟
از مرزا ممتاز بیگ رضوی۔ چھتر پور۔ (ایم۔ پی)

الجواب

بعون الملک الوهاب۔ ضبط تولید کے لیے مرد کی نس بندی یا عورت کا آپریشن متعدد وجوہ سے شرعاً ناجائز و حرام ہے۔ اس میں اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا ہے۔ اور یہ قرآن و حدیث کی نص سے ناجائز و حرام ہے۔

قرآن عظیم میں ہے:

﴿وَلَا مَرْنَهُمْ فَلْيَغْيِرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ﴾ (۱)

یعنی شیطان بولا میں ان کو بہکاؤں گا تو وہ اللہ کی پیدا کردہ چیزوں کو بدلیں گے۔

تفسیر صاوی میں ہے: ”من ذلك تغيير الجسم.“ (۲)

اور اس میں سے ہے جسم کی تغیر۔ (مترجم)

اور تفسیر کبیر میں ہے:

”إن معنى تغيير خلق الله ههنا هو الاخصاء الخ.“ (۳)

یعنی اس آیت میں تغیر خلق کا معنی خصی کرنا وغیرہ ہے۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے:

((لعن الله المغيرات خلق الله ملخصاً.)) (۴)

(۱) [سورة النساء: ۱۱۹]

(۲) [حاشية الصاوي، سورة النساء: ۱۱۹-۱-۳۲۹]

(۳) [التفسير الكبير: ۴/۲۳۲]

(۴) [التيسير بشرح الجامع الصغير: ۲/۲۹۳]

یعنی اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز (جسم کی قدرتی بناوٹ) کو بدلنے والی ہیں۔ (مترجم)

نیز اس میں بے وجہ شرعی ایک نس اور عضو کا ٹا جاتا ہے وہ بھی ایسی نس ایسا عضو جو توالد و تناسل کا ذریعہ ہے، اور بے ضرورت شرعی دوسرے کے سامنے ستر وہ بھی ستر غلیظ کھولا جاتا ہے، اور اس کو چھوتا بھی ہے اور یہ تینوں امور بھی حرام ہیں۔ کما فی الفقہ اور یہ قاطع توالد ہونے کے سبب معنی خصا میں داخل ہے۔ اور انسان کا خصی ہونا اور کرنا بھی بہ نص قرآن و حدیث حرام ہے جیسا کہ آیت و حدیث سے اوپر گزرا۔

نیز حدیث میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: ((لیس منا من خصی و اختصی)) (۱) یعنی جس نے دوسرے انسان کو خصی کیا یا خود خصی ہوا وہ ہم میں سے نہیں (مترجم) پھر یہ گمان کہ کثرت اولاد مفلسی کا باعث ہے غلط ہے۔ بلکہ اللہ و رسول کی نافرمانی و بے حیائی کے کام مفلسی کے اسباب سے ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ﴾ (۲)

یعنی اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم ہی تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیتے ہیں۔ اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں، اور جو چھپی.....

الحاصل نس بندی یا آپریشن شریعت اسلامیہ میں ہرگز جائز نہیں۔ لہذا اس سے نفرت و احتراز لازم ہے۔ والمولیٰ تعالیٰ اعلم۔ (منقول از ماہ نامہ اعلیٰ حضرت ص: ۱۳-۱۴، شمارہ ۱۹۸۴ء مطابق ۱۴۰۴ھ)

سوانگ یا تماشا کرانا اور دیکھنا سب اشد حرام ہے

(۲۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
زید مومن نے اپنے اہتمام سے سوانگ کرایا اور مسجد سے بیس قدم پر تخت جمایا اور شور و غوغا کروایا، اس پر بکر کہتا ہے: زید پر کفر عائد ہو گیا کہ اس نے اپنی خوشی سے اپنے اہتمام سے سوانگ کرایا، تو

(۱) [کنز العمال، کتاب النکاح، باب التاسع فی لواحق کتاب النکاح، حدیث: ۴۵۵۶۱-۲۰۱/۱۶]

(۲) [سورة الأنعام: ۱۵۱]

کیا از روے شرع زید کافر ہو گیا، اور جن مسلمانوں نے سوانگ دیکھا کیا ان کے نکاح خارج ہو گئے۔ اور جن مسلمانوں نے سوانگ دیکھا اور رات بھر ہنسی سے پیٹ پھلائے اور بعد اختتام سوانگ یہ بھی کہا کہ رات وہ نقل اچھی اتاری اور وہ کام اچھا دکھایا۔ تو اس طرح دیکھنے اور کہنے والے مسلمانوں کا ایمان درست رہا یا نہیں؟ جواب مرحمت فرمایا جاوے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سوانگ یا کوئی تماشا کرانا، اس کا دیکھنا، اس سے لذت حاصل کرنا، اس کی تعریف کرنا، حرام حرام ہے۔ سوانگ کرنے والے اگر کفر کرتے ہوں۔ کلمات کفریہ بکتے ہوں۔ تو اس صورت میں جو اس سے راضی ہوا، اس کی عورت اس کے نکاح سے خارج۔ اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے تجدید اسلام کرے اور عورت سے پھر سے نئے مہر پر نکاح کرے۔ وہ سب لوگ جنہوں نے سوانگ دیکھا، اس کی تعریف کی، اشد گنہ گار مستحق نار ہوئے، اور تحسین قول و فعل کفر کی ہو تو ان کا بھی وہی حکم ہے کہ پھر سے مسلمان ہوں اور پھر سے نکاح بمہر جدید کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عشرہ محرم کی بعض بے ہودی رسوم

(۲۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
محرم میں یہ مشہور کر رکھا ہے کہ صرف امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز ہونی چاہیے اور کسی کی نہیں۔ اور ہرے کپڑے پہننا چاہیے اور روٹی کھانکٹ کا لنگرا اوپر سے لٹانا چاہیے، اور قلابہ جس میں سرخ اور ہرے گنڈے رنگ کے پڑے ہوتے ہیں اس کو گلے میں پہننا چاہیے، اور عطر وغیرہ نہ لگانا چاہیے اور عشرہ سے تیرہ تک گھر میں جھاڑو نہ دینا چاہیے، اور کام بھی چھوڑ دینا چاہیے؟ حکم فرمایا جاوے کہ مذکورہ بالا کام درست ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ سب باتیں غلط ہیں اور محرمیوں کے اختراع۔ ایسا کہنے اور کرنے والوں پر توبہ لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وہابیوں سے میل جول رکھنے والے توبہ کریں

(۲۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
ایک شخص سنی ہے، اس کے یہاں برات کا کھانا ہے، اس کے یہاں وہابی بھی کھانا کھانے آئیں

گے لیکن اس شخص کے تایا وہابی ہیں تایا کو وہ شخص برا کہتا ہے، اور جو شخص سنی کھانا کھانے جائیں گے تو ان سنی شخصوں کو چند لوگ کہتے ہیں کہ وہ بھی وہابی ہو گئے جو شخص سنی لوگوں کو وہابی کہتے ہیں وہ شخص خود تو وہابیوں سے ملتے ہیں اور سنی لوگوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

وہابیوں سے میل ان کی طرف ادنیٰ میل سے آدمی مستحق نار ہوتا ہے۔ جو وہابیوں سے ملتے ہیں گنہ گار ہیں تو بہ کریں۔ محض اتنی بات سے کہ وہابی سے ملے وہابی نہیں ہو جاتا۔ جب تک ان کی بد صحبت کا یہ نتیجہ بدنہ ہو کہ ان کے کسی عقیدہ میں ان کا ہم نوا ہو۔ ہاں میل جول سے اس کا اندیشہ ہوتا ہے، اسی لیے ہر بدنہ ہب سے میل جول اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا اس کے ساتھ کھانا پینا ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہندوؤں کو ایمان دار کہنے والے پر توبہ و تجدید ایمان لازم

(۳۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
زید کا وضو کرنے کی جگہ پر چشمہ ڈبی میں کچھ روپیہ رہ گیا اور زید جمعہ کی سنتیں پڑھنے اندر مسجد میں چلا گیا، اس کے بعد زید کو یاد آیا۔ تو اس نے اعلان کیا تو جس شخص نے چشمہ اور روپیہ پایا اس نے زید کو دے دیئے، اس پر بکرنے یہ بات دے ہوئے بھی یہ کلمے ادا کیے کہ ہم لوگوں میں کوئی چیز کسی کی گری ہوئی پائے تو دیتا نہیں اور ہندوؤں میں اس بات کا اتفاق ہے کہ کوئی کسی کی گری ہوئی پالے تو معلوم ہونے پر دے دیتا۔ تو ہم سے ہندوؤں کا ایمان زبردست ہے، لاکھ ایمان اچھا ہے۔ بکر پر حکم شرع فرمایا جائے کہ ایمان ثابت رہا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

جس نے وہ بکا وہ توبہ کرے، تجدید ایمان تجدید نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

داڑھی منڈانا حرام ہے

(۳۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
ایک جماعت بنائی جس میں بارہ منبر قائم ہوئے، اور اس میں کچھ داڑھی منڈے اور کچھ داڑھی والے ہیں۔ اور یہ جماعت نماز کے لیے بنائی گئی اور جماعت والے نماز خود بھی نہیں پڑھتے۔ اور نماز کی

دوسروں کو پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں، اور خود نہیں پڑھتے۔ دو چار مہینے لوگوں نے پڑھ کر چھوڑ دی، اس کی بابت نہ تو کسی کا حقہ بند کیا اور نہ کسی پر جرمانہ ڈالا، کسی کو نہ محلہ سے الگ کیا، اور تخت کے لیے چندہ جبریہ لیا جاتا ہے، اور جو کوئی نہ دے اس کا حقہ پانی پیند کرتے ہیں، ان ممبروں کی بابت کیا حکم شرعاً ہے۔ کچھ لوگ صبح فجر کے وقت اٹھ کے ناپاکی کی حالت میں کنویں سے پانی بھر کر لوگوں کے گھر میں ڈالتے ہیں۔ کنویں کا پانی وضو و غسل کے کام بھی آتا ہے تو وہ پانی وضو و غسل کرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ اور ان شخصوں کے واسطے کیا حکم ہے جو ناپاکی کی حالت میں پانی بھرتے ہیں؟

الجواب

داڑھی منڈانا حرام ہے۔ نماز جان کر قضا کرنا بہت اشد حرام اشنع کام ہے۔ حدیث میں نماز کو دین کا ستون فرمایا اور فرمایا کہ: جس نے نماز کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا، اور جس نے نماز چھوڑ دی اس نے دین کو ڈھا دیا۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ) دوسری حدیث میں فرمایا: کہ جس نے جان کر نماز ترک کی اس نے کفر کیا۔ والعیاذ باللہ۔ دوسروں کو نماز کی تاکید کرنے والا خود نماز چھوڑنے والا اس ایندھن کی طرح ہے جو خود جل رہا ہے اور دوسروں کو فائدہ پہنچا رہا ہے۔ جرمانہ کرنا ناجائز ہے۔ جو نماز نہیں پڑھتے یا بے وجہ شرعی جماعت کے تارک ہوں ان کا حقہ پانی بند کرنا انہیں برادری سے نکالنا چاہیے۔ ایسے لوگ جو نماز چھوڑنے والوں سے برادری رکھتے ہیں اور ناجائز کام تعزیہ داری میں جو شرکت نہ کرے اس کا حقہ پانی بند کرتے ہیں اوندھے چلتے ہیں۔ ظالم، ستم گار، حق اللہ اور حق العبد میں گرفتار سخت گنہ گار ہیں، ان پر توبہ لازم۔ کسی مستحب کام پر توجہ جائز ہے نہیں شدید حرام ہے، ناجائز کام پر جبر کس درجہ اشد حرام بد سے بد کام ہوگا، کسی نیک کام کے لیے جبریہ چندہ لینا گناہ ہے اور جب تک وہ شخص بطیب خاطر نہ دے اسے صرف کرنا نیکی برباد، گناہ لازم ہوگا۔ تعزیہ داری جو شرعاً ناجائز ہے اس کے لیے جبراً چندہ لینا کس قدر شنیع بات ہے۔ ناپاکی کو جہاں تک جلد ہو سکے دفع کرنا چاہیے۔ غسل کر لینا چاہیے، ایسے وقت تک اگر کوئی مؤخر کرے کہ نماز نہ جائے نماز کے وقت میں غسل کر کے نماز پڑھ لے تو گناہ نہیں۔ پانی اگر احتیاط سے بھرے کہ اس کے جسم کے کسی حصہ پر پانی بہہ کر برتن یا کنویں میں نہ جائے۔ تو پانی بھرنے میں بھی حرج نہیں۔ اگر کوئی ہاتھ دھو کر پانی بھرے تو ہاتھ پر جو پانی بہہ کر گرے گا اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جبریہ چندہ لینا گناہ ہے

(۳۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...
(۱) خدا و رسول کے مسئلے کو بیچ بھائی نہیں مانتے ان بیچ بھائیوں کے لیے حکم شریعت کیا ہے؟
(۲) ایک شخص سے چندہ جبریہ لیا جاتا ہے تخت کے لیے۔ کئی مرتبہ جبریہ کیا اس شخص نے غصے میں آکر کہا چندہ کے نام یہ لے لو۔ جو شخص جبریہ لیتے ہیں وہ کہتے ہیں: کہ امام حسین کو گالی دی گویا فلان دکھایا۔ اور وہ شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے فلان نہیں دکھایا، اس شخص پر تہمت رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا و رسول سے اور بچوں سے معافی مانگو۔ وہ شخص خدا و رسول سے ہر وقت معافی مانگتا رہتا ہے اور ان شخص جو جھوٹا تہمت رکھتے ہیں ان شخصوں کی کوئی گواہی نہیں دیتا کہ ہمارے سامنے گالی دی یا فلان دکھایا، گویا سننے والے ہیں۔ وہ سب بیچ کہتے ہیں کہ دعا و سلام چھوڑ دو۔ ان شخصوں کے بارے میں حکم شریعت کیا ہے، جو جھوٹی تہمت رکھتے ہیں؟

الجواب

جو جبریہ چندہ لیتا ہے گناہ کرتا ہے۔ جو تہمت رکھتا ہے شدید گنہ گار ہے۔ جو ناحق مسلمان کو ایذا دیتا اور اس کا ناجائز طور پر حقہ پانی بند کرتا ہے ظلم کرتا۔ خود ایسے شخص پر ان ناجائز حرکات سے توبہ اور اس شخص سے معافی چاہنا لازم ہے۔ یہ اگر توبہ نہ کرے تو اس کا حقہ پانی بند کیا جائے۔ بیچ ہو تو اس کی چودھرت توڑ دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وہابیہ کی ہمدردی کرنا حرام ہے

(۳۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
بکر سنی ہے لیکن ایک وہابی کی ہمدردی کرتا ہے کہ وہ بھی سنی ہے اور کہتا ہے کہ نیاز کر بلا میں دلاتا ہے، اور حالاں کہ وہ وہابیوں سے نکاح وغیرہ پڑھواتا ہے اور انہی سے تعلق رکھتا ہے، اور مثلاً سہرا وغیرہ باندھنا شرک سمجھتا ہے۔ اب اس سنی کے لیے کیا حکم ہے؟ بیٹو اتو جروا۔

الجواب

وہابیہ زمانہ مرتد ہیں انکی ہم دزدی کرنا حرام ہے، جو سہرا باندھنے کو شرک کہتا ہے غلط کہتا ہے، وہابی

ہے یا وہابیہ کے اتباع سے کہتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

زنا کے بچے کو حرامی کہہ کر پکارنا غلط ہے

(۳۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
زنا کے حمل سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے اس بچے کو لوگ اکثر حرامی کہہ کر پکارتے ہیں۔ یہ شرعاً
درست ہے؟ اور زنا کاران کو حرامی کہنا واجب؟ حکم فرمایا جائے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

زنا سے جو بچہ پیدا ہو وہ ضرور ولد الحرام ہے مگر اسے اس طرح کہنا کہ ناحق ایذا پہنچے یہ ہرگز نہیں
چاہیے، جیسے کانے کو کانا کہنا۔ زنا کار حرام کار ہے حرامی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسائل سماع

(۳۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

(۱) مزامیر یعنی ڈھول، طبلہ، سارنگی وغیرہ کے ساتھ قوالی سننا جائز ہے، یا ناچنا؟۔ زید کہتا ہے کہ صوفیوں کو مزامیر کے ساتھ سننا جائز ہے، اور بکر کہتا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب ”احکام شریعت“ حصہ اول صفحہ ۳۳ و ۳۴ پر مزامیر کے ساتھ قوالی کو حرام لکھا ہے، اور حضرت نظام الدین اولیا محبوب الہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب ”فوائد الفوائد“ کا بھی حوالا دیا ہے۔ لہذا مزامیر کے ساتھ ہر شخص کو قوالی سننا ناجائز ہے۔ تو زید کا کہنا درست ہے یا بکر کا قول صحیح ہے؟۔

(۲) قادری سلسلہ کا مرید چشتیہ میں طالب ہو سکتا ہے یا نہیں؟۔ بکر کہتا ہے کہ حضرت باہو علیہ الرحمہ رسالہ ”تغبرہنہ“ ص ۹ پر فرماتے ہیں کہ اگر قادری طریقے کا مرید کسی دوسرے طریقہ میں چلا جائے تو خواہ بانصیب ہی ہو تو بھی بے نصیب اور مردود ہو جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”ملفوظات“ حصہ دوم صفحہ ۷۳ پر تحریر کرتے ہیں کہ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کسی سلسلے کا آئے میں اس سے بیعت لے لیتا ہوں سوائے غلامان قادری کے، کہ بکر کو چھوڑ کر نہر کی طرف کوئی نہیں آتا۔ لہذا ان بزرگوں کے فرمانے سے قادری سلسلے کا مرید کسی دوسرے سلسلے میں طالب نہیں ہو سکتا۔ تو شریعت مطہرہ کے موافق تحریر فرمائیے کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا بکر کا قول درست ہے؟۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب.

مرسلہ: جناب محمد نظام الدین صاحب قادری برکاتی نوری رسولی

محلہ کھاردارواڑ متصل بالا پیر شہر سورت

الجواب

بکر کا قول صواب و صحیح ہے، اور قول زید محض باطل و قبیح و فحیح، بکر مصیب و مثاب، زید بے قید مستوجب غضب و مبتلائے قہر و عتاب اور گرفتار عذاب ہے کہ وہ بے علم فتویٰ دیتا ہے، اور بے علم فتویٰ دینا حرام حرام حرام ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُورًا﴾ (۱)

اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں، بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

وقال عزوجل. من قائل سبحانه وتعالى 'شانه: ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَلٌ وَهَذَا حَرَامٌ لَتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ﴾ (۲)

نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔

وقال تعالیٰ: ﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّيْنَاكُمْ اللَّهُ بِهَذَا فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا يُضِلُّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (۳)

کیا تم موجود تھے جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا، تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے کہ لوگوں کو اپنی جہالت سے گمراہ کرے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((من افتنى بغير علم لعنته ملئكة السموات والارض)) (۴)

جس نے بے علم فتویٰ دیا اس پر آسمان اور زمین کے فرشتوں کی لعنت۔ (مترجم)

مزا میر جنھیں مٹانے کے لیے حضور پر نور نبی کریم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے،

کما فی الحدیث مطلقاً حرام ہیں، نہ صوفی کو حلال نہ غیر صوفی کو۔ مزا میر نہ ہونا شرط اباحت سماع ہے

(۱) [سورہ بنی اسرائیل: ۳۶]

(۲) [سورۃ النحل: ۱۱۶]

(۳) [سورۃ الأنعام: ۱۴۴]

(۴) (کنز العمال: کتاب العلم: حدیث: ۱۲۴، ۲۹۰، ۱۰، ۸۴)

جن کے لیے سماع حلال و مباح ہے۔ مجرد سماع چار قسم پر ہے: حلال، حرام، مکروہ اور مباح۔
اگر صاحب وجد کا میلان حق اکثر و بیشتر ہے اسے مباح ہے۔ اور اگر میل بہ مجاز زائد ہے تو مکروہ ہے۔ اور جو بالکل مجاز کی طرف مائل ہو اس کے لیے حرام بالکلیہ۔ جانب حق مائل اور مجاز سے یکسر منقطع اس کے لیے حلال ہے۔ بعض متصوف خصوصاً مریدان سلسلہ عالیہ چشتیہ نے یہ ظلم ڈھایا، نیا ستم برپا کیا ہے کہ زبردستی مزامیر کے جواز کا باطل دعویٰ کر لیا ہے، اور ستم بالائے ستم یہ کہ جو چشتی ہو جائے اسے مزامیر حلال۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ گویا چشتیوں کی شریعت اور ہے اور دیگر سلاسل کی شریعت اور۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ!

اس لیے مناسب کہ ہم حضور پر نور سیدنا سلطان المشائخ نظام الحق والشریعہ والطریقہ والدین محبوب الہی قدس سرہ العزیز کے ملفوظات کریمہ ”سیر الاولیاء“ سے جس کے جامع حضور کے مرید و خلیفہ حضرت میر خوردمولانا سید کرمانی قدس سرہ النورانی ہیں، سے ثبوت حرمت پیش کریں۔ اس وقت اگر وطن سے دور اور کتب سے مہجور نہ ہوتا تو اور بھی بعض سادات حضرات چشت سے ثبوت پیش کر سکتا۔ خصوصاً ”لطائف اشرفی“ مگر منصف کے لیے یہ بھی کافی ہے، اور ہٹ دھرم کو دفتر بھی ناوانی ہے۔ حضور سلطان المشائخ سیر الاولیاء میں فرماتے ہیں۔

”سماع بر چہار قسم است: حلال و حرام، مکروہ و مباح۔ اگر صاحب را میل بسوئے حق بیشتر است آں مباح است۔ واگر میل بہ مجاز بیشتر مکروہ است۔ واگر میل بہ کلی بطرف مجاز است آں حرام است۔ واگر میل بہ کلی بطرف حق است آں حلال است۔“

اس کے بعد اس پر تفریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ..

”پس می باید کہ صاحب این کار حلال و مکروہ و مباح بہ شناسند“

پھر فرماتے ہیں کہ اباحت سماع کے لیے چند چیزیں درکار:

مسمع، مستمع، مسموع، آلہ سماع، یعنی قوال پورا مرد ہو، عورت نہ ہو۔ مستمع سننے والے یا خدا سے خالی نہ ہوں۔ مسموع وہ چیز جو گائی جائے نقش و مسخری نہ ہو۔ اور آلہ سماع مزامیر جیسے: چنگ و رباب وغیرہ اس سے مجلس پاک ہو۔

ارشاد فرماتے ہیں: چند چیزیں باید تا سماع مباح شود: مستمع و مسموع و آلہ سماع، یعنی گوئندہ مرد تمام باشد کو دک نہ باشد و عورت نہ باشد۔ و مستمع آنکھی شنود، از یاد حق خالی نہ باشد۔ و مسموع آنچہ گویند، نقش و مسخرگی نہ باشد۔ و آلہ سماع مزامیر چوں چنگ و رباب و مثل آں، می باید کہ در میان نہ باشد۔ این

چنین سماع حلال ست و سماع صوتے ست موزوں چہ احرام باشد۔

صوفیوں کو خصوصاً حالت مزامیر کی باطل دستاویزیں دینے والے آنکھیں پھاڑ کر دیکھیں کہ حضور سلطان المشائخ سید الصوفیہ سردار چشتیاں نے کہیں صوفیوں، چشتیوں کا حکم علیحدہ کیا کہ سماع کی اباحت کی جو یہ شرطیں ہیں وہ غیر صوفیہ کے لیے ہیں، اور چشتیوں، صوفیوں کے لیے آزادی ہے۔ ان کے لیے مطلقاً حلال ہے۔ اور یہ بھی بتائیں کہ صوفیوں کو مزامیر ہی حلال ہیں یا عورت و امرد کا گانا سننا بھی۔ فرق کیا ہے کہ ایک شی جو اوروں کے لیے شرط اباحت تھی ان کے حق میں نہ ہو، اور دوسری ان کے حق میں بھی ہو اور اوروں کے لیے بھی۔ جو علت صوفیوں کے لیے جواز کی ہوگی وہ مزامیر کے علاوہ عورت و امرد آواز کے لیے بھی ہو سکتی ہے۔ پھر وجہ کیا ہے؟ اللہ اکبر! چشتیت کا دعویٰ اور حضور سلطان المشائخ کے خلاف فتویٰ۔

آج کل کے متصوفہ کا تو ذکر کیا، حضور سلطان المشائخ کے زمانہ کے بعض۔ نہ دار درویش جب اس بلا میں مبتلا ہوئے تو حضور میں شکایت گزری جو ”سیرالاولیا شریف“ میں یوں مذکور ہے:

بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرض داشت کہ دریں روز ہا بعض از درویشاں آستانہ دار در جمع کہ چنگ و رباب و مزامیر بود، رقص کردند، فرمود نیکو نہ کردہ اند، آں چہ نامشروع است ناپسندیدہ است۔ یعنی ایک صاحب نے خدمت سلطان المشائخ قدس سرہ میں گزارش کی کہ بعض درویش جو آستانہ دار ہیں انہوں نے ایسے مجمع میں جہاں چنگ و رباب و مزامیر تھے، رقص کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، انہوں نے اچھا نہ کیا کہ جو چیز نامشروع، ناپسندیدہ ہے۔

اس سے بھی زیادہ اور کوئی نص درکار ہے۔ آنکھیں چیر کر دیکھو کہ حضور سلطان المشائخ کس کو ناجائز فرما رہے ہیں، مزامیر و چنگ و رباب کو۔ اور خوب آنکھیں مل مل کر دیکھو کس کے لیے ناجائز فرما رہے ہیں، صوفیوں کے لیے ہی تو۔ اسی پر بس نہیں۔ اللہ عز جلالہ کی ہزاراں ہزار رحمتیں اور کروڑ ہا کروڑ برکتیں روح پر فتوح حضور سلطان المشائخ پر ہوں کہ انہوں نے متصوفہ کے لیے بالکل جائے دم زدن باقی اور ان کے عذر مقبوح و مذہبوح کی کوئی رگ پھرتی نہ چھوڑی۔

اسی ”سیرالاولیا شریف“ میں ہے:

بعد ازاں کیے گفت: چوں ایں طائفہ ازاں مقام بیروں آمدند بایشاں گفتند کہ شاپہ کر دید؟ در اں مجمع مزامیر بود، سماع چگونہ شنیدی و رقص کردی، ایشاں جواب دادند کہ ما چناں مستغرق سماع بودیم کہ ندا نستیم کہ ایں جازمیر ہست یا نہ، حضرت سلطان المشائخ فرمود: ایں جواب ہم چیزے نیست ایں سخن در ہمہ معصیتہا بیاید۔

یعنی بعد اس کے حضور کی خدمت میں شکایت گزاری اور حضور نے اس کا وہ جواب فرمایا، ایک صاحب نے عذر گزارش کیا کہ جب وہ طائفہ صوفیہ اس جگہ سے باہر آیا لوگوں نے ان سے کہا: یہ کیا کیا؟ ایسے مجمع میں جہاں مزامیر تھے تم نے سماع کیسے سنا؟ اور کیوں کر قص کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم سماع میں ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں خبر ہی نہیں تھی کہ یہاں مزامیر ہیں یا نہیں۔ حضور سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا: یہ جواب بھی کچھ نہیں کہ یہ عذر باطل تو تمام معصیوں پر ہو سکتا ہے۔

یعنی آدمی شراب پیے اور کہہ دے مجھے خبر نہ تھی کہ یہ شراب ہے، ماں کے ساتھ زنا کرے اور کہہ دے میں تو ایسا ڈوبا ہوا تھا کہ معلوم ہی نہ کر سکا کہ یہ ماں ہے یا بیوی۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

نیز اسی سیر الاولیا میں حضور سلطان المشائخ کی مجلس شریف میں کسی نے حضور سے عرض کی کہ فلاں موضع میں اس وقت حضور کے مریدوں کا مجمع ہے، اس میں مزامیر و محرمات ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: میں منع کر چکا ہوں کہ مزامیر و محرمات درمیان نہ ہوں، انہوں نے اچھا نہیں کیا۔ پھر آپ نے اس بارے میں بہت غلو فرمایا، یہاں تک کہ ارشاد کیا کہ اگر جماعت ہو رہی ہو اور جماعت میں عورتیں بھی ہوں اور امام کو سہو ہو تو مرد سبحان اللہ کہہ کر امام کو سہو سے آگاہ کرے اور اگر عورت سہو پر وقوف پائے تو وہ تسبیح نہ کہے کہ اس کی آواز غیر محرموں کو سننا جائز نہیں۔ پشت دست کف دست پر مارے اور ہتھیلی پر ہتھیلی نہ مارے کہ تالی ملا ہی سے ہے۔ یہاں تک ملا ہی و امثال ملا ہی سے پرہیز وارد ہے تو سماع میں بطریق اولی ملا ہی سے کچھ نہ ہونا چاہیے، جب دستک میں اس قدر احتیاط ہے تو سماع میں مزامیر بطریق اولی ممنوع ہیں۔

عبارت سیر الاولیاء یہ ہے: در مجلس حضرت سلطان المشائخ شخصے تقریر کر دے کہ انوں در موضع فلاں یاران شامحیجے کردہ اند و مزامیر محرمات در میان ست، حضرت سلطان المشائخ فرمود کہ من منع کردہ ام کہ مزامیر و محرمات در میان نہ باشند، نیکو نہ کردہ اند۔ و دریں باب بسیار غلو کردہ تا بحدے کہ گفت کہ اگر امامے در نماز و جماعتے در عقب او مقتدی شوند و در آں جماعت عورات باشند، پس اگر امام را سہو افتد مردانے کہ اقتدا کردہ یکے بہ تسبیح اعلام دہد و گوید: سبحان اللہ، پس عورت چہ کند؟ او پشت بر کف دست زند، دست بر کف دست نہ زند کہ آں بہ لہومی ماند، تا ایں غایت از ملا ہی و امثال آں پرہیز آمدہ است، پس در سماع مزامیر بطریق اولی منع ست۔

آنکھیں کھولو اور دیکھو تم کہاں جا رہے ہو۔

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی / کیس راہ کہ تومی روی بہ ترکستان ست

کیا اب بھی جواز مزامیر کا بے سراگ گائے جاؤ گے؟ کیا اب بھی بے وقت کی راگنی لاپے جاؤ گے؟۔ حضور سلطان المشائخ کے فرمان ذیشان کے آگے سر تسلیم جھکاؤ، اور اپنے غلط و باطل کہے پر پشیمیاں ہو اور شرمائو۔ کیا حضور نے مزامیر کو ناجائز، حرام، ممنوع اور معصیت نہ فرمایا۔ کیا حضور نے ان کا معصیت ہونا غیر صوفیہ کے ساتھ خاص فرمادیا۔ کیا خود صوفیہ کے لیے بار بار نہ فرمایا کہ میں منع کر چکا ہوں؟۔ انہوں نے برا کیا، نامشروع کام کیا، معصیت کی۔ پھر یارب! اب وہ کون سے صوفی ہیں، جو حضور سلطان المشائخ کے مریدوں سے بھی آگے ہیں، اور ہوں بھی تو علی الاطلاق یہ کہنا کہ صوفیوں کے لیے مزامیر حلال ہیں، کیوں کر بر محل ہوگا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہاں جو مکلف نہیں، یا مضطر ہیں، ان کے احکام ہمیشہ مکلف و مختار سے جدا ہیں۔ احکام اضطرار اور ہیں، احکام اختیار اور۔ وہ ایک مزامیر کیا ہر امر میں علیحدہ ہیں، پھر کیا کوئی یوں کہہ سکتا ہے کہ سور کا گوشت حلال ہے حالانکہ خود قرآن عظیم میں مضطر کا استثنا موجود:

﴿فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ﴾ (۱)

تو جو ناچار ہونہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں۔ غیر مکلف پر تو احکام شرعیہ کا اجرا ہی نہیں کہ عقل شرط تکلیف ہے، اور وہ اس میں مفقود ہے۔ رہا مضطر، اسے اسی وقت اور اتنے ہی کی جس سے وہ نقصان عظیم سے محفوظ رہ سکے، رخصت ہے، بعض اجلہ اکابر جو چنگ سنتے تھے، اسے کبیرہ فرماتے ہیں۔

اسی سیر الاولیاء میں ہے:

مولانا برہان الدین بلخی باذوق علم کمال صلاحیت ہم بودہ است بارہا گفتے کہ خدائے عزوجل مرا از بیچ کبیرہ نہ خواہد پرسید، آں گاہ حضرت سلطان المشائخ تبسم کرد و فرمود کہ ایں ہم گفتی مگر یکے از کبیرہ کدام ست، گفت سماع، چنگ، کہ چنگ بسیار شنیدہ ام۔

یہ مولانا برہان الدین بلخی ان اکابر سے ہیں جن کے فضل کے شاہد عدل حضور سلطان المشائخ قدس سرہ ہیں، اور جن کے علامہ عصر ہونے اور ایسے عظیم درجہ پانے کی پیش گوئی حضور امام العصر برہان الملتہ والدین صاحب ہدایہ مرغینانی قدس سرہ النورانی نے فرمائی کہ ”شاہان زماں ان کے در پر حاضر ہوں گے اور بار نہ پائیں گے۔“

اسی سیر الاولیاء میں ہے:

سخن در بزرگی مولانا برہان الدین بلخی افتاد، فرمود کہ برہان الدین حکایت کرد کہ خوردہ بودم بقیاس پنج شش سالہ کم و بیش برابر پدر خود در رہے می رفتم، مولانا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ پیدا شد، پدر من ازوے تحاشی کرد و در کوچہ دیگر رفت، مرا بر جائے گذاشت، چون کو کہہ مولانا برہان الدین نزدیک رسید من بہ پیش رتم و سلام کرد۔ در من تیز بیدار این سخن تیز بہ گفت کہ من دریں کودک نور علم می بینم، من این سخن شنیدم و ہم چناں من پیش می رتم، باز مولانا برہان الدین مرغینانی فرمود: کہ خدائے تعالیٰ مرا چنین می گویند کہ ایں کودک چناں بزرگ می شود کہ بادشاہاں بر در او بیایند و بار نیابند۔

ایسے عالی مرتبت جلیل القدر بزرگ علامہ روزگار باوجود اس کے خود استماع فرماتے، مگر اسے کبیرہ ہی فرماتے، ان کے کلمات کہ ”خدائے عزوجل مرا از چچ کبیرہ نخواہد پرسید“ اس کا اعلان کر رہے ہیں، کہ وہ ایسے حال میں ہیں کہ زیر قلم تکلیف ہی نہیں۔ نیز آگے ان کا یہ ارشاد کہ ”ایں ساعت ہم بشنوم اگر باشد“ اس کے بعد بھی بے وقت کی وہی شہنائی رہے گی کہ صوفیوں کو مزامیر حلال ہے۔ والعباد باللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

فوائد الفوائد شریف ملفوظات حضور سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت دیکھ کر بھی جس کی یہ حالت ہے تو ایسے شخص سے کیا امید کہ سیر الاولیاء شریف کی یہ عبارت دیکھ کر اپنی غلطی تسلیم کر لے گا، مگر مولیٰ عزوجل کے فضل و کرم سے ہر آن امید ہے۔

اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار نہ مایوس ہو اس سے امید وار

شاید اب وقت ہدایت آ گیا ہو اور یہ ثواب اس فقیر کے حصہ کا ہو۔ ولله عندہ حسن الثواب
إلیہ المرجع والمآب وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) وہ خود بے ایمان جو حکم شرع کو بے ایمانی اور اس پر غافل کو بے ایمان بتاتا ہے، ہر غیر محرم سے پردہ فرض ہے جس کا اللہ و رسول نے حکم فرمایا:۔ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ بے شک پیر مریدہ کا محرم نہیں ہو جاتا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر امت کا پیر کون ہوگا، وہ یقیناً ابوالروح ہوتا ہے، اگر پیر ہونے سے آدمی محرم ہو جایا کرتا تو چاہیے تھا کہ نبی سے اس امت سے کسی عورت کا نکاح نہ ہو سکتا، حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون پیر ہوگا، پھر حضور نے اپنی امتی بی بیوں سے نکاح فرمایا۔ یا نہیں؟ کیا معاذ اللہ جن کے محرم تھے ان سے نکاح فرمایا: ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سیح سنابل شریف میں حضرت فلک ہدایت و مرکز دائرہ ولایت سنداً لمحققین سید علمائے العالمین میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں: باید دانست کہ در جہاں نہ ہجو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر پیدا شد نہ ہجو ابو بکر مریدے ہوید اگشت۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنہ۔

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرید تو حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرید کی بیٹی، ان جہاں بے خرد کے نزدیک معاذ اللہ پوتی۔ اور پوتی سے نکاح حرام۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللہ تعالیٰ جہل بد بلا سے محفوظ رکھے۔ احمق لفظ منہ سے نکال دیتے ہیں، اور اس کے نتیجہ بد کا لحاظ نہیں کرتے۔ فقیر اس مسئلہ پر ذرا اور تفصیل کرتا اگر ضرورت سمجھتا، مگر چونکہ ”السواد الاعظم“ میں اس کا کافی جواب چھپ چکا ہے، اس لیے اس پر اقتصار کرتا ہے، سمجھنے والا اسی سے سمجھ سکتا ہے، اور بد عقل بے سمجھ کے لیے دفتر بے کار۔ اللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جہاں تک فقیر سمجھتا ہے وہ یہ ہے کہ بیعت جب ایک جامع شروط کے ہاتھ پر کرے پھر دوسرے کے ہاتھ پر نہیں کر سکتا، کہ جو ایک کے ہاتھ پر بک چکا، اس کا غلام ہو چکا۔ جب تک آزاد نہ ہو، غلامی نکال نہ دے دوسرا اس سے بیعت نہیں لے سکتا، یہ دوسرے کے ہاتھ بک نہیں سکتا۔ پریشان نظر در بدر پھرتا اور ذلیل و خوار ہوتا۔ در در سنتا اور کہیں سے فیض یاب نہیں ہو سکتا۔ جو کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لے اور پھر پریشان نظری کرے وہ دھوبی کا کتا ہے، نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ اور جو ایک کا ہو رہے وہ ضرور فیض یاب ہوتا ہے اگر پیر جامع شروط ہو اگرچہ صاحب فیض نہ ہو۔ کہ اس سلسلہ میں جو صاحب فیض ہوگا اس کی اس پر نظر کرم ہوگی، اور وہ اس پر فیض ڈالے گا۔ بعض اکابر کے مشاہدات اس کے شاہد ہیں، طلب فیض میں حرج نہیں، اور یہ بلا نکیر تمام سلاسل میں جاری ہے۔

خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ باوجودیکہ قادری تھے، اور سلاسل سے بھی فیض یاب تھے۔ چشتی، سہروردی، نقشبندی وغیرہ سلاسل کی بھی حضور پر فتوح کو اجازت تھی۔ یہ اجازت کیا فیض نہیں، مگر ”یک در گیر محکم گیر“ پر عمل کرنے والے ان سے بظاہر ملے، وہ یقین یہی کرتے ہیں کہ مجھے اسی در سے ملا ہے جس سے میں منتسب ہوں۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت قدس سرہ میں آپ نے تین قلندروں کی حکایت ملاحظہ فرمائی ہوگی، جو خدمت حضور پر نور سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک مردار بتیل کھا کر حاضر ہوئے تھے الخ اسے مریدی کہتے ہیں۔ فیض یقیناً سلطان المشائخ سے پایا۔ مگر پیر کے قربان ہو رہے ہیں، کیوں کہ اگر پیر کی نظر کرم نہ ہوتی، تو حضرت سلطان المشائخ کیوں نظر فرماتے اور فیض عطا کرتے۔ یہ ہے ”یک در گیر محکم“

گیر

حضرت سلطان باہو قدس سرہ کا مطلب تو واضح ہے کہ جو سلسلہ عالیہ کو ترک کرے اور دوسرا سلسلہ از روئے بیعت اختیار کرے۔ اور عدی بن مسافر کے ارشاد میں غالباً بیعت سے مراد بیعت ارادت نہیں بلکہ یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی طلب فیض کے لیے آئے۔ میں ہر ایک کو فیض عطا کرتا ہوں، مگر قادری ہو کہ۔ بحر کو چھوڑ کر نہر کے پاس کون آتا ہے۔ یا یہ کہ کسی سلسلے کا مرید اپنی بیعت توڑ کر آئے تو میں اس سے بیعت لے لیتا ہوں مگر قادر یوں کی بیعت نہیں کرتا کہ وہ پریشان نظر نہیں ہوتے کہ وہ جانتے ہیں کہ حضور غوث اعظم بحر ہیں اور میں نہر۔ اور اوروں کے مرید جو پریشان نظر ہوتے ہیں، اپنے پیر پر کامل اعتقاد اور پورا اعتقاد نہیں رکھتے۔ وہ اگر بیعت توڑ کر آئے ہیں تو میں بیعت لے لیتا ہوں۔ ہذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا القادری غفرلہ

صح الجواب :

خادم العلم والعلماء محمد حسین رضا خاں

ذک کذک :

محمد اسماعیل محمود آبادی حنفی ریاست جلال آباد ضلع فیروز پور

لقد اصاب المجیب :

رحم الہی قادری رضوی غفرلہ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر ابرار حسین صدیقی تلہری عفی اللہ تعالیٰ عن ذنبہ الجلی والخفی

اصاب المجیب واجاد

عبدالعزیز عفی عنہ قادری رضوی مدرس مدرسہ اہل سنت

للہ درالمجیب

فقیر سردار علی عفی عنہ

الجواب صحیح

ابوالقمر محمد نور الہدیٰ عفی عنہ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر احسان علی مظفر پوری مدرسہ منظر اسلام ۹/ ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ

داڑھی منڈانا یا کتر وانا حرام وگناہ ہے

(۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
کہ دس یا پانچ آدمی مسلمان ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہوں اور ایک آدمی مسجد کا پیش امام راستہ نکلتے ہوئے آئے اور سلام نہ کرے تو کیا حکم ہے، لیکن ان دس یا پانچ آدمیوں میں بغیر داڑھی والے بھی ہوں اور کچھ داڑھی والے بھی؟۔ اب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ پیش امام صاحب کو حقہ نہیں دیں گے، اور کچھ کہتے ہیں کہ ہم حقہ کو منع نہیں کریں گے۔

الجواب

داڑھی منڈانا یا کتر واکر حد شرع سے کم کرانا حرام وگناہ ہے، ایسا شخص فاسق معطن ہے، اور فاسق معطن سے ابتدا بالسلام مکروہ ہے، امام صاحب ایسے لوگوں کو سلام نہیں کریں تو ان پر کوئی الزام نہیں، الزام ان پر ہوگا جو اس بنا پر امام صاحب کو حقہ دینے سے منع کریں گے، اور جو امام صاحب کو حقہ دینے کے حق میں ہیں وہ ٹھیک کہتے ہیں۔ مظفر حسین غفرلہ
یکم صفر المظفر ۱۳۸۹ھ
الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

جب جماعت میں ایسے لوگ بھی ہوں جو پابند شرع ہوں تو ان کی نیت سے سلام انہیں کرنا چاہیے، اس وقت بے سلام نہیں گزرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
فقیر مصطفیٰ رضا

مزار کا اپنی ملک بنانا جائز نہیں

(۳۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
کچھ لوگوں نے ایک قدیم مزار کو اپنی ملک بنا رکھا ہے اور مزار شریف کی حیثیت بالکل ختم کر دی ہے، اس کو اب ایک دوکان کی حیثیت پر رکھا ہے، اور اس پر پگڑی بھی کئی ہزار کی ہے، اور سوڈیڑھ سو روپیہ ماہ وار کرایہ پر اٹھا دیا ہے، اس پر جا کر اب نہ کوئی فاتحہ دلا سکتا ہے، نہ کوئی نذر و نیاز کر سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کے حق میں کیا ارشاد ہے، واجب جان کر عرض ہے۔

المستفتی محمد عمر جلد ساز حکیم وزیر علی بڑا بازار بریلی شریف

الجواب

وہ شخص جس نے یہ ملعون حرکت کی ہے بہر حال اشد گنہ گار مستحق نار مستوجب غضب جبار بتلائے قہر قہار حق اللہ اور حق العباد میں گرفتار ہے، مردہ ہر اس بات سے ایذا پاتا ہے جس سے زندہ، یہاں تک کہ قبر سے تکیہ لگانے سے بھی، تفصیل کے لیے ”اہلاک الوہابیین“ ملاحظہ کریں۔ اسے لازم کہ توبہ کرے اور اس مزار کو ویسا ہی بنا دے، اگر وہ زمین مملوک ہے تو اس مزار پر سے دیواریں اگر اس پر بنائی ہوں تو ہٹائے اور اگر موقوفہ زمین ہے تو اس کا بیچنا خریدنا یوں بھی حرام حرام حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ مظفر حسین غفرلہ، ۸/رمضان ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: وہ اگر توبہ نہ کرے اور اس مزار کو پھر ٹھیک ٹھیک نہ کرے تو مسلمان اس سے ربط و ضبط چھوڑ دیں اور خود چندہ کر کے ان دونوں کے خلاف مقدمہ کر کے گورنمنٹ سے اسے ٹھیک کر دینے کا حکم لیں، اس کی کوشش انتہا کو پہنچائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

پیر کے لیے کیا لازم ہے

(۳۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) زید عمر سے بیعت ہوا، عمر نے اپنی حیات میں بظاہر زید کو خلافت نہیں دی، اور نہ بیعت کی اجازت دی، اب عمر کے پردہ کر جانے کے بعد زید کہتے ہیں کہ میرے پیر و مرشد نے مجھ کو بیعت لینے یعنی مرید کرنے کی اجازت دے دی تھی، جب لوگوں نے اعتراض کیا تو زید نے ایک تحریر دکھائی کہ میرے پیر نے مجھ کو تحریری اجازت دے دی ہے، اور یہ ان کی تحریر اور دستخط ہیں، تحریر کی کوئی آدمی تصدیق نہیں کر سکتا ہے کہ یہ ان کی ہی تحریر ہے، انہوں نے اپنے اور خلفاء کو کوئی تحریر نہیں دی تھی، خدا ہی جانے کہ یہ بات کہاں تک صحیح ہے یا غلط ہے کہ تحریر ان کے ہاتھ کی ہے کہ زید کی علمی لیاقت بہت معمولی سی ہے۔ تو ایسے شخص کا مرید ہونا کیسا ہے، اور زید کا مرید کرنا کیسا ہے؟

(۲) زید جلسہ عام میں عمر سے بیعت ہوا، پھر عمر نے زید کے سر پر ایک دوپٹہ باندھ دیا، کچھ دیر کے بعد اسی جلسہ عام میں عمر نے کہا کہ لوگ اس کو خلافت کی پگڑی نہ سمجھ لیں، جب یہ خلافت کے لائق ہو جائیں گے تب ان کی خلافت دی جائے گی اور خلیفہ بنا دیا جائے گا، اب زید نے بھی پیری مریدی شروع

کردی ہے، محض اس بنا پر کہ ان کے مورث اعلیٰ پیری مریدی کیا کرتے تھے، گویا وراثت کے طور پر شروع کردی ہے، لوگوں کا زید سے مرید ہونا محض اس بنا پر کہ یہ ہمارے باپ دادا کے پیر کے خاندان سے ہیں، زید کی علمی لیاقت بھی برائے نام ہے، تو اب لوگوں کا زید سے مرید ہونا اور زید کا لوگوں کو مرید کرنا کیسا ہے؟۔
المستفتی معزالدین موضع نوگون تلکٹیا نالہ تحصیل و ضلع بریلی شریف

الجواب

جب زید کہتا ہے کہ مجھے عمر نے اجازت دے دی تھی اور تحریری اجازت دکھاتا ہے، اور کوئی بات اس کے خلاف بظاہر معلوم نہیں ہوتی، اس کے اس قول اور اس تحریر پر شبہ نہ کرنا چاہیے، لیکن اگر اسے اتنا علم نہیں کہ ضروریات کے مسائل خود کتاب سے نکال سکے تو اسے اجازت بہ شرط علم دی گئی ہوگی، اسے چاہیے کہ پہلے علم حاصل کرے، عرفان ایمان، عرفان شریعت، عرفان ہدایت، احکام شریعت، بہار شریعت دیکھے، ان سے حکم ضروری حاصل کرے عقائد وغیرہ کا، اس کے بعد بیعت کرے، لوگ اس سے بیعت ابھی نہ ہوں جب ہی ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جب عمر نے اجازت کی نفی کر دی اور صاف کہہ دیا کہ لوگ اس کو خلافت کی پگڑی الخ تو زید کو اس نے اجازت نہ دی، زید اس سلسلہ میں بیعت نہیں کر سکتا، اگرچہ وہ لائق پیری ہو۔ اگر بہ قدر ضرورت اسے علم حاصل ہوتا تو وہ اگر کسی اور جامع شرائط پیر سے اجازت حاصل کر لیا ہوتا تو اس پیر کے سلسلہ میں بیعت کر سکتا تھا، لوگ اس سے مرید ہو سکتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ، ۲/ محرم الحرم ۹۵ھ

الجواب صحیح: واللہ تعالیٰ اعلم

پیر کے لیے علم ضروری ہے اور عمل بھی، بے علم رہبری نہیں کر سکتا ہے، ع

او کہ خود گم است کرار ہبری کند

اور بے عمل فاسق ہے، فاسق کی صحبت میں بیٹھنا بھی جائز نہیں، اسے پیر بنانا کیسا۔

قال تعالیٰ: ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱)

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

جاہل کو مفتی بنانا جائز نہیں

(۳۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ... کسی مولوی عبدالباقی جو کہ چند ایک افراد نے مفتی بنایا ہوا ہے اور مسکی مذکور کسی ادارے سے سند یافتہ نہیں ہے، چوں کہ وہ عربی گرامر بھی نہیں جانتا صرف سادہ قرآن پاک گھر پر پڑھا ہوا ہے، اور مسکی مذکور کے بارے میں عام طور پر اکثر لوگ وہابی بھی کہتے ہیں اور اس کے کئی مضامین سے وہابی کی بو آتی ہے، اب دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ ایسا شخص فتویٰ دینے کے قابل ہے یا نہیں، ایسے شخص کا فتویٰ ماننا جائز ہے یا ناجائز؟۔ اور مسکی مذکور کے بارے میں اکثر رشوت لینے کے بارے میں بھی کہتے ہیں، مدلل جواب سے مطلع فرمائیں تاکہ عوام آگاہ ہو سکے۔ منجانب اہل اسلام ضلع پونچھ

الجواب

ایسے سے استفتانہ کیا جائے، جاہل اگرچہ سنی صحیح العقیدہ ہو اسے مفتی بنانا ناجائز ہے، اور وہابی وغیرہ بدعقیدہ ہو اسے مفتی بنانا اور اشد حرام ہے۔ دیوبندی یا کسی قسم کے بد مذہب سے فتویٰ پوچھنا حرام حرام حرام ہے، سخت بد انجام ہے، اس کے علاوہ اس میں اس کا اعزاز ہے اور بدعقیدہ بد مذہب خصوصاً وہ جو کافر مرتد ہو یا کسی کافر مرتد کے عقیدہ کفریہ پر مطلع ہو کر اسے کافر مرتد نہ جانے، اس کی تعظیم و توقیر کس قدر بدتر ہوگی جب کہ سنی صحیح العقیدہ کی تعظیم ناجائز ہے۔

تمیز وغیرہ میں ہے:

((یکرہ تقدیم الفاسق)) (۱)

فاسق کو قائد اور امام بنانا جائز نہیں۔

اور اسی میں ہے:

((لو قدموا فاسقا یا ثمونا)) (۲)

اگر فاسق کو قیادت و امامت کے منصب پر فائز کریں گے تو گناہ گار ہوں گے

(۱) [المبسوط للسرخی، باب: افتتاح الصلاة - ۴۰/۱]

(۲) [رد المحتار علی الدر المختار، کتاب القضا: ۲۵۶/۵]

اسی میں ہے۔ ((لأن في التقديم تعظيمه وقد وجب عليهم اهانتهم شرعاً)) واللہ تعالیٰ اعلم
اس لیے کہ اس کو آگے بڑھانے اور پیشوائی اور امامت کے منصب پر فائز کرنے میں اس کی تعظیم
ہے حالانکہ مسلمانوں پر اس کی اہانت واجب ہے۔ فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

عورت کا بال کٹوانا جائز نہیں

(۳۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
زید نے اپنی کتاب میں لکھا ہے: ازواج مطہرات نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے
کے بعد اپنے بال کٹوا دیے تھے، حوالہ میں مسلم شریف کی وہ عبارت جو باب الغسل میں ہے پیش کی ہے۔
(وكان أزواج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ياخذن من رؤسهن حتى
تكون كالوفرة)) (۲)

عمر و کہتا ہے کہ عورتوں کو بال کٹوانا حرام ہے، اور عمر و در مختار کی یہ عبارت پیش کرتا ہے:

((قطعت شعر راسها ائمت ولعنت)) (۳)

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید و عمر و کی ان دونوں باتوں کے مطابق شریعت مطہرہ حنفیہ کا حکم

کیا ہے۔ بینوا توجروا

سائل محمد عبدالقیوم خاں اشرفی رضوی غفرلہ، تواری زیلوے اسٹیشن چنگی ناک نمبر ۱۵ اناگ پور

الجواب

عورت کو سر کے بال کٹوانا جیسا کہ اس زمانہ میں نصرانی عورتوں نے کٹوانا شروع کر دیے ناجائز
و گناہ ہے، اور اس پر لعنت آئی ہے، ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے
دیکھا اسے لعنت کی خبر دی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت کو کمان لٹکائے ملاحظہ فرمایا تو فرمایا:
اللہ کی لعنت ان عورتوں پر کہ مردوں سے تشبہ کریں، اور ان مردوں پر کہ عورتوں سے مشابہت

(۱) [تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ، باب : الأحق بالإمامة - ۱/۱۳۴]

(۲) [تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ، باب : الأحق بالإمامة - ۱/۱۴۸]

(۳) [رد المحتار : ۵/۲۶۱]

کریں۔ او کما قال علیہ السلام۔

حالاں کہ جو تا کوئی جزو بدن نہیں جزو لباس ہے، اور کمان جزو لباس بھی نہیں ایک خارج شئی ہے، جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ جزو بدن ہیں ان میں مشابہت کس درجہ حرام اور باعث لعنت ہوگی۔

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ((لعن اللہ المتشبهات من النساء بالرجال والمتشبهن من الرجال بالنساء)) (۱)
اللہ تعالیٰ کی لعنت ان عورتوں پر جو مردانی وضع بنائیں، اور ان مردوں پر بھی لعنت جو زنانی وضع اختیار کریں۔

اگر بال کم کرانے کی اجازت شوہر دے دے جب بھی یہی حکم ہے کہ عورت ایسا کرنے میں گنہ گار ہوگی، کیوں کہ شریعت کی نافرمانی کرنے میں کسی کا کہنا نہیں مانا جائے گا۔ عمرو کا قول بجا ہے، جن ازواج مطہرات نے وفرہ تک بال کٹوائے انہیں تشہہ والی حدیث نہ پہنچی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ، ۱۳ رجب الاول ۹۵

الجواب صحیح: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات شریف کے بعد انھوں نے بال کٹوائے۔ حضور کے زمانہ اقدس میں جب حضور اس عالم میں تشریف فرما تھے وہ کٹواتیں اور حضور اسے مقرر رکھتے تو یہ حدیث مرسل ہو سکتی تھی، حضور کا ارشاد ہے اور بعض ازواج مطہرات کا یہ فعل ہے، یہ فعل اس ارشاد کے مقابل پیش کر کے اور اس سے جواز نکالنا کافی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

کفار کے میلوں میں بے وجہ جانا جائز نہیں

(۴۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
اہل ہندوؤں کے تماشے مثل رام لیلا دیکھنا، اس تماشے میں وہ اپنا کفر و شرک کرتے ہیں، یا ان کی کیرتن دیکھنے جانا، یا ان کا مذہبی میلاد دیکھنا، اس میلے میں وہ اپنا مذہبی تماشہ کرتے اور تماشے میں کفر و شرک

کرتے، کفر کی آوازوں سے چلاتے ہیں، ان کے ان شیطانی میلوں کو دیکھنے جانے سے کافر ہوگا، یا ان میں جا کر ان جیسا کرنے لگے گا تب کافر ہوگا، مرد کو یہ علم نہیں کہ اس میں آنا کفر ہے، بعد میں علم ہوا کہ اس میں جانا کفر ہے، اب وہ کبھی نہیں گیا، اس کے لیے کیا حکم ہے؟۔ ایک مرد مرض میں یہ کہتا تھا: اے اللہ تو ہی ہے حکیم، تو ہی کریم ہے، مرض سے شفا کہ بعد وہ اس بات پر بہت گھبرایا کہ میں اللہ کو حکیم کریم کہتا تھا، حکیم تو دوادینے والے کو کہتے ہیں، اللہ کو حکیم کہنے سے میں ایمان سے خارج تو نہ ہو گیا ہوں، فوراً توبہ کی، اے اللہ تو مجھے معاف کر دے، میں تجھے حکیم نہیں کہوں گا، بعد میں علم ہوا کہ حکیم اللہ کا نام ہے، اب پھر وہ حکیم کہتا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟۔

کوئی مرد دوسرے کو یہ کہے: ”چھانا سی ڈاڑھی لگائی ہے، جھوٹ بولتے ہو“ اس کے لیے کیا حکم ہے۔ تجدید اسلام، تجدید نکاح، تجدید بیعت، کس طرح کیا جاتا ہے؟۔

سائل مہتاب حسین ولد محمد حسین قصبہ سلطان پور پوسٹ خاص ضلع غنی تال

الجواب

(۱) کفار کے مذہبی میلوں میں بے غرض جائز کے جانا ناجائز ہے، علما نے ایسے شخص پر جو بے وجہ معقول و مقبول محض تماشائی ہو کر جائے اس کے لیے حکم کفر دیتے ہیں، اس حدیث کے پیش نظر ”من کثر سودا قوم فهو منهم“ اگر وہ مرد تماشائی بن کر گیا تھا تو وہ توبہ تجدید ایمان تجدید نکاح کرے، اور آئندہ کبھی اس طرح ایسے میلوں میں نہ جائے۔ اور اگر کسی غرض جائز کی وجہ سے اس میلہ میں گیا تھا، اور وہ غرض پوری کر کے فوراً واپس ہو گیا تھا، تو اس پر کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) حکیم صرف دوادینے والے کا نام نہیں، بلکہ شفا دینے والے کو بھی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی حقیقی شفا دینے والا ہے، اور اسمائے الہی میں سے ایک نام حکیم ہے، جیسا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دوادینے والا حکیم سمجھ کر توبہ کی، اسی طرح اب اگر دوادینے والا حکیم سمجھ کر معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کو حکیم کہتے ہیں، تو اس سے توبہ کریں، اللہ تعالیٰ حکیم بہ معنی شافی ہے، دوادینے والا نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اس شخص کے اس قول خط کشیدہ فی السؤال کا مطلب یہ ہے کہ اتنی بڑی ڈاڑھی رکھ کر جھوٹ بولتے ہو، یہ بات بری ہے، مگر تمہارے لیے سخت بری ہے، اس قول پر ڈاڑھی کی اہانت لازم نہیں آئی، ڈاڑھی والے کو کوئی ایسا کام نہ کرنا چاہیے کہ کوئی ڈاڑھی کی اہانت کرنے لگے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ رضوی دارالافتابریلی شریف ۲۲ رجب المرجب ۹۳ھ

الجواب صحیح: دوادینے والا حقیقۃً خدا ہے، مگر عرف میں جسے حکیم عوام کہتے ہیں ایسا

خدا کو سمجھ کر اس نے یہ توبہ کی، پھر جب یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا نام حکیم ہے تو اس توبہ سے توبہ کر لی، تو پھر وہی سمجھا تو اب پھر ایسی سمجھ سے توبہ چاہیے۔ حکیم کے معنی حکمت والا، صرف شفا دینے والا نہیں، اللہ تعالیٰ کا ہر قول ہر فعل پر از حکمت ہے، اس کا کوئی قول و فعل عبث نہیں نہ بے حکمت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ہو

الہادی وهو تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ ۲۶ / رجب المرجب ۹۳ھ

کسی بندے کو اللہ ہو میاں کہنا حرام ہے

(۴۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

پہلی بھیت شریف میں ایک بزرگ کامل روشن ضمیر عارف باللہ حضرت علامہ مولوی سید عبدالصیر میاں قدس سرہ العزیز جو حضرت الحاج قبلہ و کعبہ شاہی محمد شیر میاں صاحب نور اللہ مرقدہ پہلی بھیت کے خلیفہ، آپ کے وصال کو عرصہ چوالیس سال ہو گیا ہے، آپ اپنی حیات میں بحکم پیر و مرشد اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اللہ ہو کا ورد بالجبر رکھتے، اس بنا پر عرف عام میں ان کا لقب اللہ ہو میاں پڑ گیا، کہنے والوں کا مقصد اللہ ہو کا ذکر کرنے والے، یا اللہ ہو کہنے والے میاں ہے، بعض لوگوں نے ایسا کہنے والوں کی تکفیر کی ہے، اور بزرگ موصوف کی اس عزیمت کو ناجائز و حرام ٹھہرا کر شرک و کفر بتلایا ہے، اور قائلین کلمہ مذکور کو تجدید ایمان تجدید بیعت تجدید نکاح کا حکم دیا ہے، اور قائل کلمہ مذکور کی امامت کو باطل ٹھہرایا ہے، کیا ایسی صورت میں کہ جب کہنے والوں کا مذکورہ بالا مقصد ہے نہ کہ معاذ اللہ اسم ذات باری کا ان بزرگ پر اطلاق، لہذا ایسی صورت میں ان کو مرتد و کافر اور مشرک بتانا اور تجدید ایمان، تجدید بیعت، تجدید نکاح، کا حکم دینا شرعاً جائز ہے۔ بینوا توجروا

حافظ مظہر یار خاں سنی الحنفی شیر القادری محلہ خیر خاں پہلی بھیت شریف

الجواب

کسی کو اللہ کہنا اور اللہ کہلوانا دونوں برابر ہے، جیسے اللہ کہنا ناجائز و حرام ہے ویسے ہی اللہ ہو کہنا بھی ناجائز و حرام ہے، اور اللہ کے ساتھ میاں کا اضافہ اس کلمہ کو کلمہ کفر ہونے سے نہیں نکالتا، بالجملة جو لوگ کسی پیر صاحب کو یا کسی مخلوق کو اللہ میاں کہتے ہیں ان سب پر توبہ، تجدید ایمان، فرض، اور ان میں جو بی بی رکھتا ہو وہ تجدید نکاح بھی کرے، تجدید نکاح کے بغیر اس کے لیے اپنی منکووحہ کے ساتھ مباشرت حلال نہیں

ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ
الجواب صحیح: اللہ اسم ذات ہے، ذات جمع جمع صفات کمالیہ ذی الجبروت و ذی الجلال والا کرام،
اطلاق عز اسمہ کا جو اس کے ساتھ خاص ہے، اللہ اور اللہ ہو کہنے میں کوئی فرق نہیں، نہ شرعاً نہ عقلاً، کیا زمانہ
ہے، اس سے منع کیا اور یہ کہہ دیا گیا کہ اللہ والے میاں کہا کرو، مگر ضد کی جاتی ہے، اس کے جواز کے اثبات
کی سعی کرائی جاتی ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، اسم ذات باری تعالیٰ کو پیر پر اطلاق کرتے ہیں، اور
انکار کرتے ہیں، خود ہی کہا: اس بنا پر ان کا لقب عرف عام میں اللہ ہو میاں پڑ گیا۔ اور آپ ہی آگے
کہا: کہنے والوں کا مذکورہ بالا مقصد ہے نہ کہ معاذ اللہ اسم ذات باری تعالیٰ کا ان بزرگ پر اطلاق۔ اور وہ
مقصد جو سوال میں بیان ہے کہ کہنے والوں کا مقصد اللہ کا ذکر کرنے والے۔ یا اللہ کہنے والے میاں ہے، یہ
تو اس کے بعد کہا جا رہا ہے جب اصلاح کے لیے کہا گیا ہے کہ اللہ والے میاں کہا کرو، ورنہ پہلے ممانعت
کرنے پر تو جواب میں یہ شعر مثنوی کی طرف منسوب کر کے سنایا تھا
اللہ اللہ گو کہ اللہ می شوی..... اس سخن حق است باللہ می شوی

والعیاذ باللہ لاجول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

کیا یہ شعر سنانے کا یہی مطلب ہے، یہی مقصد ہے، پھر جب اب ان لوگوں کا یہی مقصد ہے جو
اپنا مقصد ہے بتاتے ہیں تو والے کہتے ہیں، زبان ورد کرتی ہے، منہ دکھتا ہے، جو مقصد ہے اس کا بولنا بھاری
ہے کہ زبان برداشت نہیں کر سکتی ہے، اتنا بڑا ہے کہ ان کے منہ سے نکل نہیں سکتا، علما اللہ ہو میاں کہنے سے
منع کرتے ہیں، اس کے اطلاق سے روکتے ہیں، مگر ضدی نہیں مانتے، برابر اطلاق کرتے ہیں، پھر اگر کوئی
ذاکر ہر وقت ہر آن ہر لمحہ بالجہر سوتے جاگتے اللہ، اللہ، کہے، کیا اس ذاکر کو اللہ میاں کہنا جائز رکھیں گے،
یوں ہی کہہ دیں گے، کہ وہ بزرگ ہر وقت اللہ، اللہ، بالجہر کہا کرتے تھے، اس لیے عرف عام میں ان کا
لقب اللہ میاں پڑ گیا، کہنے والوں کا مقصد اللہ، کہنے والے۔ اللہ، کا ذکر کرنے والے میاں ہے نہ کہ معاذ
اللہ اسم ذات باری کا ان بزرگ پر اطلاق۔

حضور اقدس سرور عالم اللہ عزوجل کے حبیب اکرم و محبوب اعظم سے بڑھ کر کون اللہ اللہ کرنے
والا ہو سکتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو عین ذکر اللہ ہیں، حضور کا ایک اسم پاک ذکر اللہ ہے،
حدیث قدسی میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے: ((جعلتک ذکر آمن ذکرى، فمن ذکرک ذکرنی)) یہ کوئی
مسلمان برداشت کرے گا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو ذکر اللہ ہیں، اللہ میاں، یا اللہ ہو میاں کہہ
دے، اذکار سے ایک ذکر رب ہے، یوں ہی حق حق ہے، ہو حق ہے، سر الہادی الہو ہے، فقطہ

ہے، اللہ ربی ہے، اللہ ربی، لا شریک لہ ہے، اللہ میاں کہنے والے اور اس کا وہ مقصد بتا کر اسے جائز سمجھنے سمجھانے والے رب رب کہنے والے، حق حق چنے والے، اللہ ربی، یا ربی ربی، کہتے رہنے والے کو اسی مقصد سے رب رب میاں، حق حق میاں، یا رب میاں، حق میاں، اللہ ربی میاں، یا ربی میاں، تو کہہ دیں گے، مگر ہو حق، یا حق ہو میاں شاید نہ کہیں گے، اور اسے شاید پسند نہ کریں گے، الا ہو الا ہو لا ہو بروقت کہنے والے کو الا ہو میاں، ہو ہو کرنے والے کو ہو ہو میاں، یا ہو میاں یوں ہی ہا، ہو، ہی، کرنے والے کو ہا ہو ہی میاں، یا فقط ہا ہا میاں، ہی ہی میاں نہ کہیں گے۔ نہ اسے پسند کریں گے۔ کیا اللہ ہو میاں انھیں بیٹھا ہے۔ اور ہو ہو میاں کڑوا، لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ خدا را انصاف! واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

الجواب صحیح:

ولا یصح أن ینادی أي شخص بلفظ اللہ ؛ لأن اسم الذات لا یطلق إلا علی اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔ فقط

فضل الرحمن القادری المدنی، باب المجیدی، المدینة المنورة الزائر لبریلی الشریف۔ حرر فی ۱۹ جمادی الآخرة ۱۳۸۹ھ۔

(۲۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) لفظ اللہ ہو میاں (اللہ اور ہو میاں کا مجموعہ) یعنی لفظ ہو ضمیر منفصل علاحدہ سے لفظ اللہ کے

ساتھ اضافہ کر کے کسی بندے کا نام، یا لقب، یا عرف اللہ ہو میاں رکھنا کیسا ہے؟۔

(۲) ہو اگر ضمیر ہے تو ہو کی ضمیر کس طرف لوٹے گی، اور اس کا مرجع کیا ہے، اور ہو کے معنی کیا

ہوں گے، جب کہ یہ مجموعہ اسم یا لقب یا عرف قرار پائے تو ایسے موقع پر جب کہ صرف اسی کا نام لے کر پکارا جائے، یا صرف اسی کا نام ذکر کیا جائے، اور ما قبل بھی کچھ نہیں اور ذہن میں بھی اس کا مرجع کوئی نہیں، تو اس ضمیر کو کس معنی میں لیا جائے گا۔

(۳) اللہ میاں کے کیا معنی ہیں، یہاں ہو سے کیا مراد ہے، اور لفظ ”اللہ ہو میاں“ کا اطلاق

غیر خدا پر جائز ہے یا نہیں؟۔

(۴) اور جو شخص لفظ اللہ ہو میاں کو نام، یا لقب، یا عرف قرار دے اور غیر خدا پر اس کا اطلاق

کرے اس پر شرعاً کیا حکم ہے؟۔

(۵) لفظ اللہ کے ساتھ ہضمیہ منفصل شامل کر کے کسی بندے پر اگر لفظ ”اللہ ہو میاں“ کا اطلاق و استعمال کرتے ہیں تو پھر اسما حسب ذیل کے ساتھ اگر ہو کی ضمیر منفصل علاحدہ سے شامل کر کے کسی بندے پر اطلاق و استعمال کیا جائے تو کیا حرج ہے؟ لا الہ الا اللہ ہو میاں، محمد رسول اللہ ہو میاں، رسول ہو میاں، نبی ہو میاں، رب العالمین ہو میاں۔ ربنا ہو میاں، خالق الکائنات ہو میاں، رب الارض ہو میاں، رب السموات ہو میاں، رب المشرقین ہو میاں، رب المغربین ہو میاں، رب الدنيا ہو میاں، رب الملائکة ہو میاں، مالک الملک ہو میاں، ذوالجلال والکرام ہو میاں، اللہ الصمد ہو میاں۔ بینوا توجروا

الجواب

اللہ میاں کہنے کی طرح اللہ اللہ میاں بھی ناجائز ہے، اللہ ہو کا ترجمہ اللہ وہ ہے، ہو اللہ کا ترجمہ: وہ اللہ ہے پھر اللہ میاں کہنے والے اللہ ہو نہیں کہتے، اللہ میاں کہتے ہیں اور میاں سے پہلے ہو بڑھانے والوں کی یہ سعی لا حاصل محض باطل ہے، اور اس کا کچھ فائدہ ہوتا بھی تو اس کو جو، اب کہتا اس سے پہلے جو لوگ اللہ میاں کہتے رہے ہیں، انہیں کیا فائدہ پہنچتا، انہیں اس سے کیا نفع اور وہ اس کو کب قبول کرنے والے، جو اللہ ہو، کرنے والے کو اللہ اللہ کرتے کرتے ہو جانا سمجھتے ہوں اور اس لیے اللہ کہتے ہوں اور اس کے لیے یہ شعر مثنوی کی طرف منسوب کر کے سنا دیں: ع

اللہ اللہ گو کہ اللہ می شوی الخ

آپ نے سوال کیے ہیں، یہ انہیں لوگوں سے کرنے کے ہیں۔ واللہ تعالیٰ ہو الہادی وهو

تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ، ۲۱ محرم ۱۴۰۰ھ

دیوبندیوں سے خلط ملط رکھنے والا فاسق معین ہے

(۴۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

جو دیوبندیوں اور جماعت اسلامی کے عقائد کفریہ پر مطلع ہوتے ہوئے بھی ان سے خلط ملط رکھتا ہے، ان کے ساتھ کھانا پینا اور سلام و کلام رکھتا ہے، اور محلہ میں اور لوگوں کی بہ نسبت انہیں لوگوں سے

زیادہ تر تعلقات رکھتا ہے، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟۔
سائل اسرار محمد خاں ساکن محلہ ملوک پور بازداران بریلی شریف

الجواب

فی الواقع اگر امام ایسا ہی ہے جیسا سوال میں مذکور ہے، تو وہ فاسق معین ہے، اور فاسق معین کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعداء ہے۔

تبیین الحقائق وغنیۃ وغیرہا میں ہے: ((لو قدموا فاسقا یا ثمونا؛ لأن فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم إهانة شرعاً)) (۱)

در مختار میں ہے: ((کل صلاة أدیت مع کراهة التحريم تجب إعادتها)) (۲)
اور اگر وہ امام دیوبندی یا مودودی عقائد کا معتقد ہے، تو اس کے پیچھے نماز باطل محض ہے، جیسے قادیانی، آریہ اور نصرانی کے پیچھے۔

سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ((الصلاة خلف أهل الأهواء لانجون)) (۳)
تنویر الابصار اور اس کی شرح در مختار میں ہے۔ ((وإن أنکر بعض ما علم من الدین ضرورة کفر بها، فلا یصح الاقتداء به أصلاً)) (۴)
یعنی منکر ضروریات دین کافر ہے، اس کی اقتداء صحیح نہیں ہے۔ (مترجم)

امام مذکور کے عقائد کی جانچ کی جائے، اگر وہ کسی قسم کا بد مذہب ثابت ہو تو فوراً اسے معزول کر دیں، اس سے توبہ کرائیں، اگر وہ توبہ کرے اور بد مذہبوں سے میل جول بھی ترک کر دے تو پھر اسے امام بنا سکتے ہیں، اگر وہ بد مذہبی سے توبہ کر لے مگر بد مذہبوں کی صحبت نہ چھوڑے تو جب تک وہ بد مذہبوں کی صحبت سے توبہ نہ کرے اور ان سے ہر قسم کے تعلقات ختم نہ کرے ہرگز ہرگز اس کے پیچھے نماز نہ

پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب صحیح:
منظر حسین غفرلہ
فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

(۱) [تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، باب: الأحق بالإمامة - ۱/۱۳۴]

(۲) [در مختار کتاب الصلاة: ۲/۱۳۰]

(۳) [تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، باب: الأحق بالإمامة - ۱/۱۳۵]

(۴) [تنویر الأبصار، کتاب الصلاة: ۲/۲۵۷]

بدگمانی حرام ہے

(۴۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
 زید کے گاؤں میں ایک امام رہتے تھے، انھوں نے سال بھر تک امامت کی، لیکن یہ نہ ظاہر کیا کہ اس گاؤں کے کون بڑے آدمی ہیں، جو سب لوگوں پر کنٹرول کر سکے کہ ایک روز انھوں نے زید کے خلاف کسی اور صاحب جو اس جگہ کے زمین دار ہیں، انھیں بڑا منسوب کیا، یہ بات زید کو بری معلوم ہوئی کہ امام صاحب میرے لائے ہوئے ہیں، مگر انھوں نے بجائے مجھے بڑا بتانے کے کسی اور کو بڑا بتایا، امام صاحب کے خلاف باتیں کرنے لگے، ان کی بے عزتی پر تل گئے۔ امام صاحب نے دیکھا کہ اب میرے ساتھ ننگا پن کرے گا، اپنا بستر اٹھا لیا گھر کو روانہ ہو گئے۔ اب اس گاؤں میں تہلکہ مچ گیا کہ یہ باتیں کب تک ہوتی رہیں گی، جو ان کی مرضی کے مطابق چلے وہ امامت کرے، نہیں تو رخصت ہو جائے۔ تو زید نے امام پر بری تہمت ڈال دی کہ انھوں نے فلاں کو بری نظر سے دیکھا تھا جب امام صاحب بلائے گئے اور مسجد میں عید کے دن یہ باتیں رکھی گئیں کہ بتاؤ امام صاحب میں کیا عیب ہے از روئے حلف، تو زید نے خاموشی سے کہا کہ نہیں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا، اور نہ کسی کو پڑھنے دوں گا، گاؤں والوں نے امام صاحب کا ساتھ دیا۔ زید نے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نماز الگ ادا کی۔ اب شریعت مطہرہ کی رو سے جواب دیں کہ ایسے شخص جو کسی مسلمان کسی امام کی بدنامی اور جھوٹی تہمت ڈال کر لوگوں میں ذلیل کرنے کی کوشش کرے، میل جول رکھنا، ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا، جو داڑھی کتر وائے علم قرآن سے کوئی واسطہ نہیں ہو، کیسا ہے؟ جواب دے کر عند اللہ ماجور و مشکور ہوں۔

سائل: عبداللطیف موضع اترسیا، پوسٹ، بسیاں، نمنی تال

الجواب

بدگمانی حرام ہے، بے ثبوت شرعی کسی پر الزام لگانا حرام ہے، جس نے امام پر تہمت لگائی وہ ثبوت شرعی پیش کرے ورنہ اس پر توبہ استغفار فرض ہوگا، پھر جب تک توبہ استغفار نہ کرے اور تہمت لگانے سے احتراز نہ کرے اور جس پر تہمت لگائی اس سے معافی نہ چاہے ہر واقعہ حال مسلمان کے لیے اس سے قطع تعلق کا حکم ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱)

مردہ جانور کی کھال اتارنا جائز ہے

(۲۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
حمید اللہ حاجی موضع داؤد مزرعہ منڈیوں کے رہنے والے ہیں، اور مردہ مویشی کے کھال کا ٹھیکا ہے، اور حاجی ایک مسلمان سے مرے ہوئے جانور کی کھال نکلاتے ہیں، اس صورت میں بستی والے مسلمانوں نے ان کا حقہ پانی پینا چھوڑ دیا ہے، اس صورت میں بہت جھگڑے فساد پر نوبت پہنچ گئی ہے، حاجی کا کہنا ہے کہ مردہ جانور کی کھال نکالنا اپنے دست سے جائز ہے، بستی والے کہتے ہیں کہ مسلمان کو کھال نکالنا جائز نہیں۔ اس صورت میں مسلمان کو کھال نکالنا چاہیے یا نہیں؟۔ جو شریعت کا حکم ہو وہ واپسی کی ڈاک سے جواب تحریر کریں۔

الجواب

مردہ جانور کی کھال اتارنا جائز ہے، اس پر لوگوں کا کیوں اعتراض ہے؟ کھال نکالنے والے کے ہاتھ کا کھانا پانی کیا ناپاک ہے جو اس کے کھانے پینے سے احتراز کرتے ہیں۔ لوگوں پر اس سے احتراز لازم ہے۔

ٹھیکہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ یہ محتاج تفصیل ہے۔ ٹھیکہ کی مفصل حالت تحریر کر کے جواب حاصل کریں۔ کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ، ۱۰/۱۰ ارشوال المکرم ۹۰ھ

ان لوگوں کو جنہوں نے یہ سلوک کیا ہے، اپنی اور اپنی عورتوں کے لیے بھی یہی سلوک روارکھنا چاہیے، ان پر بھی لازم کہ جو بے ڈھیلے سے صاف کئے آب دست لیتے ہیں۔ جو بچوں کو بعد فراغت دھوتے ہیں۔ جو ان کے کپڑے سے نجاست پاک کرتے ہیں سب کو برادری سے الگ کر دیں۔

شریعت نے فرمایا: ((کل اہاب دبیغ فقد طہر)) (۱)
دباغت کی اجازت ہے تو بے کھال اتارے کیسے ہوگی۔ اور کھال جب تک اترے گی نہیں وہ دباغت کے لیے کیسے دی جائے گی۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

مینڈک کی بیع جائز نہیں

(۴۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
اگر کوئی مسلمان مینڈک کی تجارت کرنا چاہے تو یہ تجارت درست ہوگی یا نہیں؟۔

الجواب

مینڈک کی بیع جائز نہیں ہے۔

عالمگیری ج ۳ ص ۹۱ میں ہے۔

((ولايجوز بيع ما يكون في البحر كالضفدع والسرطان وغيره

إلا السمك)) (۱)

اور ہڈی سے انتفاع بھی جائز نہیں۔ اسی میں ہے:

((ولايجوز الانتفاع بجلده وعظمه كذا في المحيط)) (۲)

ردالمحتار ج ۴ ص ۱۱۱ میں ہے:

((بيع غير السمك من دواب البحر ان كان له ثمن كالقنقور و جلود الخر

ونحوها يجوز وإلا فلا كالضفدع والسرطان أضح)) (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

قوالی

(۴۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
قوالی کرانا کیسا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ یہ کب رائج ہوئی؟ اور کس نے کرائی؟ اور کس
مصلحت کے تحت یہ ہوئی تھی؟ جب کہ قوالی میں ڈھول تالی پٹیتے ہیں۔ یہ جائز ہیں، یا نہیں؟ اس میں نعت

(۱) [الفتاویٰ الہندیہ، الفصل الخامس في بيع المحرم۔ ۱۱۴/۳]

(۲) [الفتاویٰ الہندیہ، الفصل الخامس في بيع المحرم۔ ۱۱۴/۳]

(۳) [ردالمحتار علی الدر المختار، مطلب في بيع دودة القرمز۔ ۶۸/۵]

رسول بھی پڑھنا اور آیت پڑھنا یہ سب اچھا ہے، یا نہیں؟ قوال لوگ ننگے سر ہوتے ہیں، ایک شخص قوالی کو جائز کہہ کر اپنے گھر کراتا ہے، اور یہ کہتا ہے کہ یہ قوالی خاندان چشتیہ میں جائز ہے، اور ان کے زمانے میں ہوا کرتی تھی، اور کرتے ہیں، اس میں کوئی بات نہیں ہے، سمجھانے پر بھی باز نہیں آتا، اس سے کہا گیا کہ اس قسم کی قوالی کو حضرت حرام فرماتے ہیں اور اس کو بہت زبردست گناہ ٹھہرایا ہے، تو وہ شخص اس بات کا قائل نہیں، اور یہ کہتا ہے: کہ حضرت کے پیر کے یہاں بھی یعنی امام ابو الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں ہوتی تھی، وہ سنتے تھے۔ تو وہ اب ہم سے کہتا ہے کہ بتاؤ تمہارا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟۔

حضرت کو معلوم ہوتے ہوئے بھی ان سے بیعت لی، کیا حضرت نے منع نہ فرمایا، اب تم بتاؤ کہ حضرت کے پیر ہی قوالی کراتے تھے، تو کیوں کراتے تھے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو ہم نے کہا ایسا نہیں ہوا ہوگا، لیکن وہ ہماری بات چلنے نہیں دیتا، اور کہتا ہے: اگر تم کو شک ہے، تو جا کر معلوم کرو، کہ یہ بات صحیح ہے یا غلط۔

اب امر طلب یہ ہے کہ کیا حضرت کے پیر کے یہاں قوالی ہوتی تھی؟ کس قسم کی ہوتی تھی؟ اور کیوں ہوتی تھی؟ جب کہ آپ قادری سلسلہ سے تھے، اور قادری سلسلہ میں جائز بھی نہیں ہے، قوالی کرانے والے پر کیا حکم ہے؟ اور سننے والے پر کیا حکم ہے؟ لہذا آپ سے گزارش ہے کہ اس کا تفصیل سے جواب دے کر ہم کو مطلع فرمائیں۔

فقط والسلام
چند امیاں محلہ اعظم نگر بریلی

الجواب

خالی قوالی جائز ہے، مع مزامیر قوالی سننا حرام ہے۔ حضور محبوب الہی سیدی و مولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عنابہم ”فوائد الفوائد“ شریف میں فرماتے ہیں:
مزامیر حرام است۔ مولانا فخر الدین رازی خلیفہ حضور سیدنا محبوب الہی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور کے زمانہ مبارکہ میں خود حضور کے حکم احکم سے مسئلہ سماع میں رسالہ ”کشف القناع عن اصول السماع“ تحریر فرمایا۔

اسی میں صاف فرمایا کہ: ((أما سماع مشائخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم فبرئ عن هذه التهمة وهو مجرد صوت القوال مع الأشعار المعشر من کمال صفة اللہ تعالیٰ)) (۱)

ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سماع اس مزامیر کے بہتان سے بری ہے، وہ صرف قوال کی آواز ہے، ان اشعار کے ساتھ تو کمال صفت الہی سے خبر دیتے ہیں۔ (مترجم)

لہذا انصاف! اس امام جلیل کے خاندان عالی چشتیت کا یہ ارشاد مقبول ہوگا۔ یا آج کل کے مدعیان خام کار کی تہمت بے بنیاد، ظاہر الفساد۔ ولا حول ولا قوة إلا باللہ العلی العظیم۔

مروجہ قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہ گار ہیں، اور ان سب کا گناہ قوالی کرانے والوں پر ہے، اور قوالوں کا بھی گناہ اس قوالی کرانے والے پر، بغیر اس کے کہ قوالی کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر گناہ کی کچھ کمی آئے، یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں، بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ الگ، اور قوالوں کے برابر جدا، اور سب حاضرین کے برابر علاحدہ۔ وجہ یہ ہے کہ حاضرین کو قوالی کرانے والے نے بلایا، ان کے لیے اس گناہ کا سامان پھیلا یا، اور قوالوں نے اسے سنایا، اگر وہ سامان نہ کرتا، یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے، تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے، اس لیے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا۔ پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ قوالی کرانے والا ہوا۔ وہ نہ کرتا، نہ بلاتا، تو کیوں کرتے، سناتے، بجاتے۔ لہذا قوالوں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اتباع شیطان سے بچائے، اور ان کو سچے محبوبان خدا کا سچا اتباع عطا فرمائے۔ آمین۔ آمین۔

بجاہم عندک آمین والحمد للہ رب العالمین۔ کلام یہاں طویل ہے، اور انصاف دوست کو اسی قدر کافی ہے۔ واللہ الہادی وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ

الجواب صحیح:۔ قوالی مع مزامیر حرام ہے، اور اسے جائز بتانا اور اشد حرام، اور اسے جائز بتانے اور سننے کا اہتمام بزرگوں پر رکھنا اور اشد حرام۔ وہ شخص اپنے اس گناہ سے، اور اسے جائز بتانے اور بزرگوں پر بہتان لگانے سے توبہ کرے۔ جھوٹ بولنا موجب لعنت ہے، اور افترا بہتان تو اور بھی اشد لعنت کا موجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

قرآن سے فال نکلنے کا حکم

(۲۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ... ایک صاحب نے ایک گھڑے میں ڈھائی کلو چینی کا شربت بنا کر رکھا، اور اس پر ایک مٹی کا لوٹا خالی رکھا، پھر یسین شریف تلاوت کر کے قرآن پاک اس گھڑے پر لوٹے کے اوپر رکھ دیا، اور پھر فاتحہ

شریف پڑھ کر حضرت شیر خدا کی روح پاک پر بخش دیا، پھر بہت عورتوں اور مردوں نے اپنی اپنی مراد مانگی، اور اول تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر با وضو سب اپنے اپنے ہاتھ ایک کے بعد ایک اپنے دونوں ہاتھ گھڑے کے پیٹ پر دونوں طرف دبا کر رکھ لیے، تو گھڑا خود بخود بہت لوگوں کے ہاتھ رکھنے سے گھوما، اور بہت سے لوگوں کے رکھنے سے بالکل نہیں گھوما، اور کہا کہ جس کی مراد پوری ہوگی تو وہ گھڑا گھومے گا، ورنہ نہیں گھومے گا، میں نے تین مرتبہ گھڑے پر ہاتھ رکھ کر دعا مانگی، ایک مرتبہ گھڑا بالکل نہیں ہلا، ایک مرتبہ تھوڑا گھوما، اور ایک مرتبہ بہت زیادہ گھوما، میں نے بخدا خود گھمانے کی بالکل کوشش نہیں کی، خود گھوما۔ یہ معاملہ کیا ہے؟ دوسرے ایک شخص نے کہا کہ ایسا کرنا جائز ہے، لہذا مہربانی فرما کر تحریر فرمائیے کہ ایسا جائز ہے کہ نہیں؟ دوسرے ایسا ہو سکتا ہے کہ نہیں؟ مہربانی فرما کر جواب دیجیے۔

محمد انشا اللہ خاں، ایٹھ محلہ کرہ برف والی کوٹھی اشوک بھون

الجواب

ہمارے علما کے نزدیک قرآن سے فال دیکھنا ناجائز و ممنوع ہے، قرآن عظیم اس لیے نہیں اتارا

گیا۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

”قال القونوي: لا يجوز اتباع المنجم والرمال ومن ادعى علم الحروف المهجات؛ لأنه في معنى الكاهن، ومن جملة علم الحروف فأل المصحف حيث يفتحونه وينظرون في أول الصحيفة - وكذا في سابع الورقة السابعة ملخصاً“ (۱)
ترجمہ: امام قونوی نے فرمایا کہ: نجوم اور رمال اور علم حروف کے مدعی کی پیروی جائز نہیں کہ وہ کابن کے مثل ہیں۔ اس علم حروف میں سے وہ فال ہے کہ قرآن مجید کو کھول کر پہلا صفحہ اور ساتویں صفحہ کی ساتویں سطر۔ (مترجم)

حدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے: ”أخذ الفال من المصحف مكروه“ ایسی فال قرآن مجید سے فال لینے میں داخل ہے۔ یہ بھی ممنوع ہے، اس سے بچنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ

الجواب: یہ عمل اور ایسے ہی چور کا نام نکالنے کا ہے، جو مسلمانوں میں رائج ہے، یوں ہی فال

نکالنا بھی اسی طرح عوام و خواص میں سب رائج ہے، لوگ ایسا عمل کریں، یا فال کھولیں، اور اس عمل، یا فال پر ایسا یقین رکھیں اس سے غیب کا حال معلوم ہو جانا یقین کریں، ان کے ایسے خیال خام کی بنیاد یہ ان کے لیے ناجائز ہے۔ خصوصاً قرآن عظیم سے فال، اور زیادہ اشد ہے، کہ کبھی کبھی سمجھ والے کا اس کے خلاف ہونے پر جو فال سے معلوم ہوا تھا اعتقاد ہی متزلزل ہو جائے، جو لوگ پختہ تحقیق رکھتے ہیں فال، یا ایسے اعمال سے یہ گمان اور یہ خیال بھی نہیں رکھتے کہ اس سے واقعی غیب کا حال دریافت ہو جاتا ہے، بطور استخارہ کرتے ہیں۔ کہ قرآن عظیم کی تلاوت اور اس کے ایصال ثواب کی برکت اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی نذر کی برکت سے ان کی دعا سے یہ کام ہو جائے گا۔ تو ان کو اس سے ویسی ممانعت نہیں کی جائے گی، جیسی ان کم علم، کچی سمجھ والوں کو بزرگوں سے جو ایسے اعمال منوائیں، انہیں علی الاطلاق ممنوع نہیں کہا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

جھوٹ سے احتراز لازم ہے

(۴۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
ایک شخص کے چار بیٹے تھے، ان میں سے تین کے لڑکے موجود ہیں اور ایک لڑکے کے کوئی اولاد نہیں ہے، اس کی بیوہ سیکنہ بیگم اپنے شوہری حصہ کی وارث ہے، اس کی آراضی میں چوتھائی کی اپنے شوہری حصہ پر وارث ہے، اس کے جو شریک کھاتے آراضی میں ہے انھوں نے کچھ عرصہ دراز سے گھر سے نکال دیا تھا کہ تیرا کوئی حق نہیں ہے، تیرا شوہر مر گیا، میں نے اپنی عمر محنت مزدوری سے اوروں کا کام کاج کر کے اپنا پیٹ پالا، آراضی میں اب کہ میرا شوہری حصہ نام درج ہے، چک بندی آفیسر اور صاحب نے مجھی کو طلب کیا، اب شریک کھاتہ میرے مجھ کو تہمت رکھتے ہیں کہ اس کا نام خارج ہونا چاہیے، اور درخواست دیتے ہیں، سیکنہ بیگم نے نکاح کر لیا ہے، اس کا نام خارج کیا جائے، میں نے نکاح نہیں کیا۔ از روئے اللہ کہتی ہوں کہ میں نے نکاح نہیں کیا۔

معراج الدین خاں، کیوناسعدنی پوری بریلی

الجواب

جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹ بول کر تمہارا قانونی حصہ سے تمہیں محروم کر دینا چاہتے ہیں

وہ گنہگار ہیں، اگر یہ زمین تمہارے شوہر کی ملک نہیں، تو جس کی زمین ہے وہ مالک ہے، اس میں شرعاً تمہارا حصہ ہے نہ بیٹوں کا۔ زمین جس کی ہے وہ جسے جوتے بونے کودے تم سب کودے، تو جتنی جتنی دے۔ وہ لوگ جھوٹ سے توبہ نہ کریں تو مسلمان ان سے سلام کلام چھوڑ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ماں باپ کو ایذا دینے والے سے قطع تعلق کرو

(۵۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
زید کا لڑکا اور اس کی بی بی زید کے ساتھ برا سلوک کرتے رہتے ہیں، کبھی داڑھی پکڑ کر مارتے ہیں، اور روزانہ گالی وغیرہ دیتے رہتے ہیں، جس سے زید کو بڑی تکلیف ہوتی ہے، یہاں تک کہ زید رونے لگتا ہے، اور صدمہ کی وجہ سے برا حال ہو جاتا ہے، اب مسئلہ زیر غور ہے کہ زید ایسے لڑکے اور اس کی بی بی سے تعلقات رکھے، یا نہیں؟ شرعی حکم کیا ہے؟ جواب مرحمت فرمایا جائے۔ فقط

سائل: فدا حسین، محلہ بیدی ٹولہ پرانہ شہر بریلی ۱۴ مارچ ۶۸ء

الجواب

وہ لڑکا اور اس کی بی بی دونوں اشد گنہگار ہیں، ظلم و ستم گار، جہنم کے سزاوار ہیں، ان پر توبہ فرض ہے، حق اللہ میں گرفتار ہیں، اور حق زید میں بھی، توبہ کریں اور زید سے معافی چاہیں، وہ توبہ نہ کریں تو زید ان سے قطع تعلق کرے، اور جو مسلمان ظالموں کے اس حال سے مطلع ہو اس پر بھی لازم ہے کہ جب تک توبہ نہ کریں، معافی نہ چاہیں ان سے سلام، کلام، ربط، ضبط، میل، جول موقوف رکھیں۔ حق اللہ تعالیٰ اعلم

کبیرہ گناہ کرنے والے کو کافر نہیں کہہ سکتے

(۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...
(۱) ایک مسلمان ہے جو چندہ کی رقم خود کھا جاتا ہے، خواہ وہ خود مظلوم ہو یا اور کوئی چندہ تو کیا چندہ کی رقم کھانے، یا چوری کرنے، یا زنا کرنے سے اسلام سے خارج ہو جاتا ہے؟
(۲) ایسے مسلمان کو جو چوری کرتا ہے، زنا کرتا ہے، اس کو کافر کہنے والا کون ہوا، اور اس پر کیا حکم شرعی ہے؟ تحریر کریں۔
محمد کلیم الدین شمسٹی ایم۔ اے، بکڈ پوٹلاق محل کانپور

الجواب

(۱) اہل سنت و جماعت کے نزدیک مرتکب کبیرہ ایمان سے نہیں نکلتا ہے، شرح عقائد نسفی میں ہے: ((والکبیرۃ لا تخرج المؤمن من الإیمان لبقاء التصدیق الذی ہو حقیقۃ الإیمان خلافا للخوارج)) الخ (۱)

لہذا گناہ گار، ظالم، جفا کار شدید ہے، مگر کافر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مسلمان کو کافر کہنا حرام ہے، اور کثیر علمائے اعلام و فقہائے عظام کے نزدیک قائل کافر ہو جائے گا، مگر مذہب معتد و مفتی بہ میں تفصیل ہے، کہ اگر بطور سب و شتم کافر کہا تو قائل کافر نہ ہوگا۔ گنہگار، مستحق عذاب نار، حق اللہ و حق العباد میں گرفتار ہوگا، ورنہ قائل کافر ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ) بحوالہ ردالمحتار وغیرہا۔

صورت مسئلہ میں جس نے چور، یا زانی مسلمان کو کافر کہا اس پر توبہ و استغفار فرض ہے، اور تجدید ایمان بھی کرے، بی بی والا ہو تو بی بی سے دوبارہ نکاح بھی کر لے اگر وہ دوبارہ نکاح پر راضی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

۷۸۶۔ فی الواقع چوری کرنے، زنا کرنے، چندہ کار و پوہ کھالینے سے اور کسی گناہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوتا، اگر کسی نے کسی کو محض اس لیے کافر کہا، اسے خارج از اسلام جانا، تو بحکم حدیث وہ حکم کفر اسی پر لوٹا، اسے تجدید ایمان کرنا چاہیے، اور جسے ناحق کافر کہا تو اس سے معافی مانگنا چاہیے، اور شتمنا بھی بعض لوگ کافر کہہ دیتے ہیں، جیسے بے ایمان۔ اس سے بھی توبہ کرنا چاہیے، اور معافی مانگنا چاہیے، ہر باخبر سنی مسلمان بھی یہی جانتا مانتا ہے کہ کسی گناہ سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

کسی بھی مسلمان کو گالی دینا حرام ہے

(۵۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ... ہم دونوں میں کس کو توبہ کرنا چاہیے، میں ڈاکٹر کے پاس بیٹھا تھا، اور آدمی بھی تھے، ان میں اور

ڈاکٹر میں غسل کے مسائل کی باتیں ہو رہی تھیں، ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ کھانے کے پہلے تقریباً الی اللہ تعالیٰ پڑھا جاتا ہے، میں نے سن کر کہا کہ کچھ نہیں پڑھا جاتا، مولوی صاحب موجود ہیں معلوم کر لیجئے، تو ڈاکٹر نے علما کی شان میں بہت گستاخانہ کلام کہے، میں نے کہا کہ مولویوں کو آپ گالی نہ دیں، اس لیے کہ عالم نائب رسول۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ہیں، اور ولی ہوتے ہیں، تو انھوں نے مجھ کو اپنے یہاں سے اٹھا دیا، میں نے شریعت میں اضافہ سمجھتے ہوئے کہا کہ تو اپنے دل سے مسئلہ گڑھتا ہے، اور نہ مولوی کو مانتا ہے، تو کافر ہو گیا۔ خادم عبدالکریم اور ڈاکٹر وہابی دیوبندی کے کافر ہونے پر جو لوگ شک کرتے ہیں، اور ہم سے بھی منع کرتے ہیں کہ ان کو کافر مت کہو وہ کیسے ہیں؟

حرام کا پیشہ کرنے والے لڑکی کی شادی کیسی ہے؟ انوار حسین عرف چھدالال اشرفی رضوی

الجواب

مولوی تو مولوی ہے کسی مسلمان کو گالی دینا جائز نہیں ہے، مسلمان کی شان گالی بکنا نہیں ہے۔ حدیث میں ہے: ((سباب المسلم فسوق وقتاله كفر)) (۱) مولویوں کو نہ ماننا کفر نہیں، آپ اس سے توبہ کریں، ایسے بجا بگستاخ کی صحبت سے دور رہنا لازم ہے۔ قرآن فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾ (۲) اور ارشاد فرماتا ہے: کھانے سے پہلے تقریباً الی اللہ پڑھنے کا معمول نہیں، مگر یہ بھی صحیح نہیں کہ کچھ نہیں پڑھا جاتا، بسم اللہ شریف تو پڑھی ہی جاتی ہے۔ (۲) اگر وہ وہابیوں، دیوبندیوں کے کفریات قطعہ پر مطلع ہو کر واقف حال ہو کر کافر کہنے سے منع کرتے ہیں، تو وہ بھی انھیں جیسے ہیں، انھیں کی رسی میں گرفتار ہیں، وہی وبال و نکال ان کے لیے بھی ہے، ایسے لوگوں سے دور رہنا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم حدیث میں فرمایا: ((إياكم وإياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم)) (۳) (۳) جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفر لہ ۴/۲/۸۷ قعدہ ۸۷ھ

(۱) [صحیح البخاری، باب: خوف المؤمن۔ ۱۹/۱]

(۲) [سورۃ الفرقان: ۷۲]

(۳) [صحیح مسلم، باب ۴: فی الضعفاء والکذابین۔ ۱۲/۱]

۷۸۶۔ حرام پیشہ کرنے سے لڑکی لڑکے کی شادی حرام نہ ہوگی۔ اس میں جو کھایا کرے گا، اگر وہ پاک کمائی ہے، یا کسی سے پاک پیسہ قرض لے کر کرے، تو وہ پاک حلال و طیب ہی ہے، اگر ناپاک کمائی سے کرے تو اس کے حرام سمجھنے اور حرام کہنے کا موقع اسی وقت ہوگا جب کہ اشیا کی خریداری میں عقد و نقد جمع ہوتے ہوں۔ کوئی چیز ایسی خریدی کہ زر حرام دیا کہ اس کے بدلے یہ چیز دے اس نے دی اور اس نے یہ زر حرام دیا، تو یہ چیز حرام ہوئی، ورنہ نہیں۔ اس کے یہاں کھانا پینا بے اس سے میل جول کے نہ ہوگا۔ اور حرام کار سے میل جول خود جائز نہیں۔ اس لیے اس کے یہاں نہ کھائیں، نہ اس میں لڑکے، یا لڑکی شادی میں میل جول سے شریک ہوں، اور جو اس کے یہاں شادی کرے وہ بھی جب تک حرام کار ہے، اس سے ملے جلے نہیں، لڑکے، یا لڑکی سے شادی کرنا چاہیے کہ سنی مسلمان ان سے شادی نہ کریں گے، تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اس نتیجہ بد کے اندیشہ سے، اور اس امکان سے کہ باپ حرام کار ہے، اور اولاد کا کیا قصور ہے کہ ان سے شادی ترک کی جائے، ان سے ضرور شادی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

بے تحقیق کبیرہ گناہ کی نسبت مسلمان کی طرف جائز نہیں

(۵۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) نبی بخش کے یہاں میلاد تھا اور آخری دن گیارہویں شریف کا تھا، ہم نے اپنے گھر امام صاحب کو بلوایا، جب فاتحہ سے فارغ ہو کر امام صاحب دوسرے شخص کے یہاں میلاد پڑھنے گئے تو آگے ایک لڑکی میلاد سننے کے لیے جا رہی تھی، وہاں ایک پیڑ پکڑیا کا تھا اس کے نیچے لڑکی کو امام نے پکڑ لیا، لڑکی شور مچا کر گھر واپس آئی، اور گھر آن کر کہا مجھ کو امام صاحب نے پکڑ لیا، ہم لوگوں نے شکایت کی تو کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ بات غلط ہے، لڑکی نے کوئی خواب دیکھا، وگا، یا پکڑیا پیڑ کے ہوائی خبیث اثر نے اسے اٹھالیا ہوگا۔

(۲) کہ بروز پیر کو وقت ۸ بجے۔ یا۔ ۹ بجے کا وقت تھا، رات کو لڑکی مسجد کی طرف سے گزری تو امام پنگھا کھڑے ہو کر جھل رہے تھے، تو اسی لڑکی سے کہا کہ یہ پنگھا حجرے کے اندر رکھ دے، میں بھی تمہارے گھر کھانا کھانے چل رہا ہوں، جب اندر حجرے کے لڑکی گئی تو امام صاحب پیچھے سے جا کر پکڑ لیا، لڑکی نے کہا کہ میں اپنے باپ سے کہوں گی تو لڑکی کو چھوڑا، یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ لڑکی سے برا فعل کیا یا نہیں، ہم نے تین شخصوں سے شکایت کی، مگر ان شخصوں نے یہ کہا کہ یہ مولوی صاحب کو بھگانا چاہتے ہیں، وہ شخص یہ ہیں جن کا نام تحریر ہے: مشتاق حسین جو کہ گاؤں کے چیرمین ہیں۔ دوسرے سکندر

صاحب۔ تیسرے نبی بخش، ان تینوں نے امام صاحب سے کہا کہ عالم صاحب سے یہ شکایت ہے، ٹھیک ہے یا کہ غلط؟۔ تو امام صاحب نے کہا کہ غلط ہے۔

(۳) مگر عالم سے عبداللطیف نے گھر میں دن گیارہ بجے کچھ کہا کہ بھائی مجھ سے غلطی ہوئی ہے آپ اللہ ورسول کے واسطے معاف کر دو، اس وقت میں اور امام صاحب ہی موجود تھے، مگر اللہ کو حاضر و ناظر جان کر صحیح کہتا ہوں جھوٹ نہیں کہتا اور مجھ کو اللہ کو منہ دکھانا ہے تو تمہارے اوپر کوئی حملہ یا کوئی فالتو کاروائی نہیں کروں گا، میں معاف کرتا ہوں۔ مگر شریعت کی رو سے میں آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا ہوں اور نہ آپ کو کھلا سکتا ہوں اور میں دس پانچ آدمیوں کو بلا کر سنایا کہ امام صاحب نے یہ حرکت کی ہے۔

(۴) مکھن سنگھ کے گھر پانچ چھ دن تک ان کے گرد ناک کا بنٹورا تھا تو امام صاحب اور اختر موٹو دونوں صاحب وہاں جا کر گرد ناک کی جہاں تصویر وغیرہ موجود تھی وہاں جا کر اپنی شاعری کی اور کھانا بھی کھایا، سب لوگ پنجابی کے یہاں کھانا کھانے سے پرہیز کرتے ہیں، امام صاحب نے کھالیا، ہمارے گاؤں میں ایک علی احمد دودھ والا ہے اس نے امام صاحب سے کہا کہ کھانا کھانا نہیں چاہیے، کیوں کہ اس جگہ تصویر وغیرہ ہیں اور ان کے پاس بیٹھنا اٹھنا منع فرمایا ہے، اور آپ کے لیے تو یہ کام مضر ہوگا تو اس کے کہنے پر انکار کیا۔

(۵) ایک شخص ایسا ہے جس کی عورت بغیر طلاق اور بغیر نکاح ہے، امام اس کے گھر کھانا اور اس آدمی سے تعلق رکھتے ہیں، ہم لوگوں نے کہا کہ آپ اس شخص کو سمجھا دیجیے کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دے اور نکاح کرے، مگر امام صاحب نے اس پر کوئی توجہ نہ کی۔

(۶) ہم لوگوں نے عید کی نماز ایک سید صاحب تھے ان کے پیچھے نماز پڑھی تو امام صاحب نے کہا کہ بغیر میرے حکم کے نماز نہیں ہوئی اور کیوں پڑھائی، ہم لوگوں کے لیے یہ آواز ہوئی کہ ان لوگوں کے یہاں کھانا اور پینا مت کرو، اور نہ کوئی ان کو اپنے گھر آنے دے، امام صاحب نے اور سکندر شاہ نے یہی سنایا۔ اگر یہ لوگ ان سوالات کو جھوٹ قرار دیں تو حلیفہ اور اولاد کی قسم کھا کر کہہ دیں کہ یہ بتائیں غلط ہے یا کہ سچ۔

عالم شید موضع گنوگھاٹ رتم نگر نیتی تال

الجواب

(۱) امام غزالی علیہ الرحمہ ”احیاء العلوم“ میں فرماتے ہیں:

”لا يجوز نسبة كبيرة إلى مسلم من غير تحقیق“ (۱)

یعنی کسی مسلمان کی طرف بے تحقیق کسی کبیرہ کی نسبت کرنا جائز نہیں، [محض لڑکی کے قول پر اعتماد کر کے امام کو مجرم قرار دینا اور سزا مقرر کرنا جائز نہیں، بلکہ ظلم ہے، ہاں! گواہان شرعی شہادت سے امام کا اس لڑکی کو پکڑنا ثابت ہو جاتا، یا امام اقرار کرتا تو وہ مجرم ہوتا، تو امام توبہ اور اس لڑکی اور اس کے اعزا و اقارب سے معافی کا حکم ہوتا، نہ گواہان شرعی کی شہادت شرعیہ ہے نہ اقرار، تو امام پر کوئی الزام نہیں، ہاں امام صاحب اس نہمت سے بری ہونے کے لیے یوں قسم کھائیں تو بہتر ہے کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے وہ نہیں کیا جس کی نسبت وہ لڑکی میری طرف کر رہی ہے، اگر وہ اپنے قول میں سچی ہے اور آپ لوگ اس پر اعتماد کرتے ہیں تو میں توبہ کرتا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ز (۲) اس سوال کا جواب بھی وہی جواب جو سوال اول کا ہے۔

(۳) اس شخص کا یہ دعویٰ جو سوال میں درج ہے کہ امام نے اس شخص سے کہا کہ بھائی مجھ سے غلطی ہوئی ہے محتاج ثبوت ہے، اس کا یہ دعویٰ قابل قبول نہیں، اگر امام حاکم شرع کے سامنے اقرار کرے ”کہ ہاں! مجھ سے ایسا ہوا ہے، یا میں نے فلاں شخص کے سامنے ایسا اقرار کیا ہے تو وہ مستحق تعزیر ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر واقعی امام نے گرونانک کے پنڈار میں شرکت کی ہے، غیر مسلموں کی برسی تہوار میں بے غرض شرعی گیا، وہاں شاعری کی تو گنگہ گار ہے، اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے ورنہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعدادہ ہوگی۔

(۵) اگر امام واقف حال ہو کر یعنی یہ جانتے ہوئے کہ فلاں کے گھر دوسرے کی منکوحہ جو عورت ہے اور وہ اسے بیوی کی طرح رکھ رہا ہے، اس کے گھر کھانا کھایا وہ مجرم ہے، اسے اس کے گھر کھانا کھانے سے احتراز کرنا تھا، ایسی صورت میں اس پر توبہ لازم ہے اور آئندہ احتراز کرے۔

(۶) امام صاحب نے جو کہا غلط ہے، ان سے اس کا ثبوت طلب کریں، اس نے کہاں سے کہا، شرع سے یا جیسے۔

کتبہ: محمد طاہر حسین پورنوی، ۵، رشال المکرم ۱۳۳۸ھ

گاؤں میں عید کی نماز صحیح نہیں، گاؤں کی مسجد کا امام سلطان اسلام کا قائم مقام نہیں، اگر سلطان اسلام یا اس کا قائم مقام ہوتا جب بھی گاؤں میں اس کی اقامت نماز عید صحیح نہ ہوتی، اس کی اجازت باطل ہوتی، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ شہر میں جہاں نماز عید صحیح ہے وہ امام شہر کی کسی مسجد میں امام ہوتا اور مازون ہوتا تو وہ خود عید یا جمعہ کی اقامت کرتا صحیح ہوتا، دوسرے کو اجازت دینا کیا؟ گاؤں تو گاؤں ہے اس کا وہ ادعا محض باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

محفل سماع کا حکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

(۵۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) مزامیر یعنی ڈھول، طبلہ، سارنگی وغیرہ کے ساتھ قوالی سننا جائز ہے یا ناجائز؟ زید کہتا ہے کہ صوفیوں کو مزامیر کے ساتھ سننا جائز ہے، اور بکر کہتا ہے کہ: اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب ”احکام شریعت حصہ اول صفحہ ۳۳۳ و ۳۳۴“ پر مزامیر کے ساتھ قوالی کو حرام لکھا ہے، اور حضرت نظام الدین اولیا محبوب الہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب ”فوائد الفوائد“ کا بھی حوالہ دیا ہے۔ لہذا مزامیر کے ساتھ ہر شخص کو قوالی سننا ناجائز ہے تو زید کا کہنا درست ہے؟ یا بکر کا قول صحیح ہے؟

(۲) غیر محرم عورت کو بے پردہ مرید کرنا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے: جائز ہے، کسی طرح حرج نہیں۔ پردہ سے بے ایمان لوگ مرید کیا کرتے ہیں۔ اور بکر کہتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ”فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح حصہ دوم صفحہ ۱۲“ پر تحریر کیا ہے کہ مریدہ کو اپنے پیر کے سامنے بے پردہ آنا ناجائز ہے۔ لہذا ناجائز ہے تو زید کا کہنا صحیح ہے یا بکر کا قول صحیح ہے؟

(۳) قادری سلسلے کا مرید چشتیہ میں طالب ہو سکتا ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے فقیر کو اختیار ہے، قادری سلسلے کے مرید کو چشتیہ میں طالب کر سکتا ہے۔ بکر کہتا ہے کہ حضرت باہو علیہ الرحمہ رسالہ ”تنج برہنہ صفحہ ۹“ پر فرماتے ہیں کہ اگر قادری طریقے کا مرید کسی دوسرے طریقہ میں چلا جائے تو خواہ بالصبیب ہی ہو تو بھی بے نصیب اور مردود ہو جاتا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”ملفوظات شریفہ حصہ دوم ص: ۳۳“ پر تحریر کرتے ہیں کہ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں کسی سلسلے کا آئے اس سے بیعت لے لیتا ہوں سوائے غلامان قادری کے، کہ بجز کو چھوڑ کر نہر کی طرف کوئی نہیں آتا۔ لہذا ان بزرگوں کے فرمانے سے قادری سلسلے کا مرید کسی دوسرے سلسلے میں طالب نہیں ہو سکتا۔ تو شریعت مطہرہ کے موافق تحریر فرمائیے کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا بکر کا قول

درست؟۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

مرسلہ جناب محمد نظام الدین صاحب قادری برکاتی نوری رسولی محلہ کھارادارواڑ متصل بالا پیر شہر

سورت۔

الجواب

(۱) بکر کا قول صواب و صحیح ہے۔ اور قول زید محض باطل و قبیح و فحیح، بکر مصیب و مثاب، زید بے قید مستوجب غضب و مبتلائے قہر و عتاب، گرفتار عذاب ہے کہ وہ بے علم فتویٰ دیتا ہے اور بے علم فتویٰ دینا حرام حرام حرام ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ۔ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ (۱)

وقال عز وجل من قائل سبحانه وتعالى:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَلٌ وَهَذَا حَرَامٌ لَتَفْتَرُوا عَلَيَّ

اللَّهِ الْكَذِبَ﴾ (۲)

وقال تعالیٰ:

﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَضَعْنَا اللَّهُ بِهَذَا﴾ (۳)

﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا﴾ (۴)

﴿لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (۵)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((من أفتى بغير علم لعنته ملائكة السموات والأرض)) (۶)

(۱) [سورة الإسراء: ۳۶]

(۲) [سورة النحل: ۱۱۶]

(۳) [سورة الأنعام: ۱۶۴]

(۴) [سورة الكهف: ۱۵]

(۵) [سورة الأنعام: ۱۴۴]

(۶) [کنز العمال کتاب العلم حدیث: ۳۹۰۱۴: ۱۰/۸۴]

مزامیر جنہیں مٹانے کے لیے حضور پر نور نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔ کما فی الحدیث۔ مطلقاً حرام ہیں، نہ صوفی کو حلال نہ غیر صوفی کو۔ مزامیر نہ ہونا شرط اباحت سماع ہے جن کے لیے سماع حلال و مباح ہے۔

مجرد سماع چار قسم ہے: حلال۔ حرام۔ مکروہ۔ اور مباح۔

اگر صاحب وجد کا میلان جانب حق اکثر و بیش تر ہے اسے مباح ہے۔ اور اگر میل بہ مجاز زائد ہے تو اسے مکروہ ہے۔ اور جو بالکل مجاز کی طرف مائل ہو تو اس کے لیے حرام، اور جو بالکلیہ جانب حق مائل اور مجاز سے یکسر منقطع اس کے لیے حلال ہے۔ بعض متصوف خصوصاً مردان سلسلہ عالیہ چشتیہ نے یہ ظلم ڈھایا اور نیاستم برپا کیا ہے کہ زبردستی مزامیر کے جواز کا باطل دعویٰ کر لیا ہے اور ستم یہ کہ جو چشتی ہو جائے اسے مزامیر حلال۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ گویا چشتیوں کی شریعت اور ہے۔ اور سلاسل کی شریعت اور۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اس لیے مناسب کہ ہم حضور پر نور سیدنا سلطان المشائخ نظام الحق والشریعۃ والطریقۃ والدین محبوب الہی قدس سرہ العزیز کے ملفوظات کریمہ ”سیر الاولیا“ سے جس کے جامع حضور کے مرید و خلیفہ حضرت میر خوردمولانا سید کرمانی قدس سرہ النورانی ہیں، بہ ثبوت حرمت پیش کریں۔ اس وقت اگر وطن سے دور اور کتب سے مہجور نہ ہوتا تو اور بھی بعض سادات حضرات چشت سے ثبوت پیش کر سکتا۔ خصوصاً ”لطائف اشرفی“ مگر منصف کے لیے یہ بھی کافی اور ہٹ دھرم کو دفتر بھی ناوانی۔

حضور سلطان المشائخ ”سیر الاولیا“ میں فرماتے ہیں:

”سماع بر چہار قسم است: حلال و حرام و مکروہ و مباح۔ اگر صاحب رامیل بسوئے حق بیشتر است آں مباح است۔ و اگر میل بہ مجاز بیشتر است مکروہ است۔ و اگر میل بہ کلی بطرف مجاز است آں حرام است۔ و اگر میل بہ کلی بطرف حق است آں حلال است۔“

اس کے بعد اس پر تفریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”پس می باید کہ صاحب ایس کار حلال و حرام و مکروہ و مباح شناسد“

پھر فرماتے ہیں کہ اباحت سماع کے لیے چند چیزیں درکار:

مسمع، مستمع، مسموع و آلہ سماع، یعنی قوال پورا مرد ہو، امر دنہ ہو، عورت نہ ہو۔ مستمع سننے والا یا خدا سے خالی نہ ہو۔ مسموع وہ چیز جو گائی جائے فحش و مسخری نہ ہو۔ اور آلہ سماع مزامیر جیسے چنگ و رباب وغیرہ، اس سے مجلس پاک ہو۔

ارشاد فرماتے ہیں:

چند چیزیں باید تا سماع مباح شود: مسمع و مستمع و مسموع و آلہ سماع، یعنی: گوئندہ مرد تمام باشد کودک نہ باشد و عورت نہ باشد، و مستمع آل کہ می شنود، از یاد حق خالی نہ باشد، و مسموع آل چہ بگویند، فحش مسخرگی نہ باشد، و آلہ سماع مزامیر ست چو چنگ و رباب و مثل آل می باید کہ در میان نہ باشد۔ این چنین سماع حلال ست، و سماع صوتے ست موزوں، چہ احرام باشد۔

صوفیوں کو خصوصاً چشتیوں کو حلت مزامیر کی باطل دستاویزیں دینے والے آنکھیں پھاڑ کر دیکھیں کہ حضور سلطان المشائخ سید الصوفیہ سردار چشتیاں نے کہیں صوفیوں، چشتیوں کا حکم علیحدہ بیان کیا کہ سماع کی اباحت کی جو یہ شرطیں ہیں وہ غیر صوفیہ کے لیے ہیں اور چشتیوں، صوفیوں کے لیے آزادی ہے۔ ان کے لیے مطلقاً حلال ہے۔ اور یہ بھی بتائیں کہ صوفیوں کو مزامیر ہی حلال ہیں یا عورت و امرد کا گانا سننا بھی۔ فرق کیا ہے کہ ایک شی جو اوروں کے لیے شرط اباحت تھی ان کے حق میں نہ ہو۔ اور دوسری ان کے حق میں بھی ہو اور اوروں کے لیے بھی۔ جو علت صوفیوں کے لیے جواز کی ہوگی وہ مزامیر کے علاوہ عورت و امرد کی آواز کے لیے بھی ہو سکتی ہے۔ پھر وجہ فرق کیا ہے؟ ”اللہ اکبر!“ چشتیت کا دعویٰ! اور حضور سلطان المشائخ کے خلاف فتویٰ۔

آج کل کے متصوفہ کا تو ذکر کیا۔ حضور سلطان المشائخ کے زمانہ کے بعض آستانہ دار درویش جب اس بلا میں مبتلا ہوئے تو حضور میں شکایت گذری، جو سیر الاولیاء شریف میں یوں مذکور ہے:

بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرض داشت کہ دریں روز ہا بعض از درویشاں آستانہ دار درویش جمع کہ چنگ و رباب و مزامیر بود، رقص کردند، فرمود نیکو نہ کردہ اند، آنچہ نامشروع است ناپسندیدہ است۔ یعنی ایک صاحب نے خدمت سلطان المشائخ قدس سرہ میں گزارش کی کہ بعض وہ درویش جو آستانہ دار ہیں انھوں نے ایسے مجمع میں جہاں چنگ و رباب و مزامیر تھے، رقص کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، انھوں نے اچھا نہ کیا کہ جو چیز نامشروع ہے، ناپسند ہے۔

اس سے بھی زیادہ اور کوئی نص درکار ہے۔ آنکھیں چیر کر دیکھو کہ سلطان المشائخ کس کو ناجائز فرما رہے ہیں۔ مزامیر و چنگ و رباب کو۔ اور خوب آنکھیں مل مل کر دیکھو کس کے لیے ناجائز فرما رہے ہیں۔ صوفیوں ہی کے لیے تو۔ اسی پر بس نہیں، اللہ عز جلالہ کی ہزاراں ہزار رحمتیں اور کروڑ ہا کروڑ برکتیں روح پر فتوح حضور سلطان المشائخ پر ہوں کہ ان متصوفہ کے لیے بالکل جائز دم زدن باقی اور ان کے عذر مقبول و مذہب کی کوئی رگ پھڑکتی نہ چھوڑی۔

اسی سیر الاولیاء شریف میں ہے: کہ بعد ازاں گفت: چون اس طائفہ ازاں مقام بیرون آمدند بایشان گفتند کہ شاپہ کردید در اں مجمع مزامیر بود، سماع چگونہ شنیدید و رقص کردید، ایشان جواب دادند کہ ما چنان مستغرق سماع بودیم کہ نداشتیم کہ ایں جاز مزامیر ہست یا نہ۔ حضرت سلطان المشائخ فرمود: ایں جواب ہم چیزے نیست، ایں سخن در ہمہ معصیتہا بیاید۔

یعنی بعد اس کے حضور کی خدمت میں شکایت گزری اور حضور نے اس کا وہ جواب فرمایا: ایک صاحب نے ان کا یہ عذر گزارش کیا کہ جب وہ طائفہ صوفیہ اس جگہ سے باہر آیا لوگوں نے ان سے کہا یہ کیا کیا؟ ایسے مجمع میں جہاں مزامیر تھے تم نے سماع کیسے سنا؟ اور کیوں کر رقص کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم سماع میں ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں خبر ہی نہیں تھی کہ یہاں مزامیر ہیں یا نہیں۔ حضور سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا: یہ جواب بھی کچھ نہیں کہ یہ عذر باطل تو تمام معصیتوں پر ہو سکتا ہے۔

یعنی آدمی شراب پیئے اور کہہ دے مجھے خبر ہی نہ تھی کہ یہ شراب ہے یا شربت، ماں کے ساتھ زنا کرے اور کہہ دے میں تو ایسا ڈوبا ہوا تھا کہ معلوم ہی نہ کر سکا کہ یہ ماں ہے یا بیوی۔ ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم“

نیز اسی سیر الاولیاء میں ہے کہ حضور سلطان المشائخ کی مجلس شریف میں کسی نے حضور سے عرض کی کہ فلاں موضع میں اس وقت حضور کے مریدوں کا مجمع ہے۔ اس میں مزامیر و محرمات ہیں، فرمایا: میں منع کر چکا ہوں کہ مزامیر و محرمات درمیان نہ ہوں، انہوں نے اچھا نہیں کیا اور اس بارے میں بہت غلو فرمایا، یہاں تک کہ ارشاد کیا کہ اگر جماعت ہو رہی ہو اور جماعت میں عورتیں بھی ہوں اور امام کو سہو ہو تو مرد سبحان اللہ کہہ کر امام کو سہو سے آگاہ کرے، اور اگر عورت سہو پر وقوف پائے تو تسبیح نہ کہے کہ اس کی آواز غیر محرموں کو سننا جائز نہیں۔ پشت دست کف دست پر مارے اور ہتھیلی پر ہتھیلی نہ مارے کہ تالی ملا ہی سے ہے۔ یہاں تک ملا ہی و امثال ملا ہی سے پرہیز وارد ہے، تو سماع میں بطریق اولیٰ ملا ہی سے کچھ نہ ہونا چاہیے۔ جب دستک میں اس قدر احتیاط ہے، تو سماع میں مزامیر بطریق اولیٰ ممنوع ہیں۔

عبارت سیر الاولیاء یہ ہے: در مجلس حضرت سلطان المشائخ شخصے تقریر کرد کہ انکوں در موضع فلاں یاران شامعیتے کردہ اند، و مزامیر و محرمات در میان ست، حضرت سلطان المشائخ فرمود کہ من منع کردہ ام کہ مزامیر و محرمات در میان نہ باشند، نیکو نہ کردہ اند و دریں باب بسیار غلو کردتا بحدے کہ گفت کہ اگر امامے در نماز باشد و جماعت کہ در عقب او مقتدی شوند و در آں جماعت عورات ہم باشند، پس اگر امام را سہو افتد مردانے کہ اقتدا کردہ باشند یکے بہ تسبیح اعلام دہد، گوید: سبحان اللہ۔ پس چہ کند: او پشت بر کف دست زند، و کف دست بر کف دست نہ زند کہ آں بہ لہومی ماند۔ تا ایں غایت از ملا ہی و امثال آں پرہیز آمدہ است

- پس در سماع مزامیر بطریق اولیٰ منع ست -

آنکھیں کھولو دیکھو تم کہاں جا رہے ہو:

ترسم نہ رسی بلکہ بے اے اعرابی کیں راہ کہ تو می روی بہ ترستان ست

کیا اب بھی جواز مزامیر کا بے سراسر آگے جاؤ گے، کیا اب بھی وہی بے وقت کی راگنی الاپے جاؤ گے۔ حضور سلطان المشائخ کے فرمانِ ذیشان کے آگے سر تسلیم جھکاؤ اور اپنے غلط و باطل کہے پر پشیمان ہو اور شرم آؤ۔ کیا حضور نے مزامیر کو ناجائز، حرام، ممنوع و معصیت نہ فرمایا۔ کیا حضور نے ان کا معصیت ہونا غیر صوفیہ کے ساتھ خاص فرمادیا۔ کیا خود صوفیہ کے لیے بار بار نہ فرمایا کہ میں منع کر چکا ہوں، انہوں نے برا کیا، نامشروع کام کیا، معصیت کی۔ پھر یارب! اب وہ کون سے صوفی ہیں جو حضور سلطان المشائخ کے مریدوں سے بھی آگے ہیں اور ہوں بھی تو علی الاطلاق یہ کہنا کہ صوفیوں کے لیے مزامیر حلال ہیں کیوں کر بر محل ہوگا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم

ہاں جو مکلف نہیں، یا مضطر ہیں، ان کے احکام ہمیشہ مکلف و مختار سے جدا ہیں۔ احکام اضطرار اور ہیں، احکام اختیار اور۔ وہ ایک مزامیر کیا ہر امر میں نلیحدہ ہیں۔ پھر کیا کوئی یوں کہہ سکتا ہے کہ سوڑ کا گوشت حلال ہے حالانکہ خود قرآن عظیم میں مضطر کا استثناء: ﴿فمن اضطر غیر باغ ولا عاد﴾ موجود ہے۔ غیر مکلف پر تو احکام شرعیہ کا اجرا ہی نہیں کہ عقل شرط تکلیف ہے اور وہ اس میں مفقود ہے۔ رہا مضطر، اسے اسی وقت اور اتنے ہی کی جس سے وہ نقصان عظیم سے محفوظ رہ سکے، رخصت ہے، بعض اجلہ اکابر جو چنگ سنتے تھے، اسے کبیرہ فرماتے ہیں۔

اسی سیر الاولیاء میں ہے: مولینا برہان الدین بلخی را باو فور علم کمال صلاحیت ہم بودہ است چنانکہ بارہا گفتے کہ خدائے عزوجل مرا از ہیچ کبیرہ نہ خواہدہ پرسید۔ آں گاہ حضرت سلطان المشائخ تبسم کرد و فرمود کہ ایں ہم گفتی مگر یکے از کبیرہا، از او پرسیدند کہ آں کبیرہ کد ام ست، گفت سماع چنگ، کہ چنگ بسیار شنیدہ ام۔ یہ مولینا برہان الدین بلخی ان اکابر سے ہیں جن کے فضل کے شاہد عدل حضور سلطان المشائخ قدس سرہ ہیں اور جن کے علامہ عصر ہونے اور ایسے عظیم درجہ پانے کی پیش گوئی حضور امام العصر برہان الملئۃ والدین (صاحب ہدایہ مرغینانی قدس سرہ النورانی) نے فرمائی کہ ”شاہان زماں ان کے در پر حاضر ہوں گے اور بار نہ پائیں گے۔“

اسی سیر الاولیاء میں ہے: سخن در بزرگی مولینا برہان الدین بلخی افتاد، فرمود: کہ برہان الدین حکایت کرد کہ من خورد بودم بقیاس پنج شش سالہ کم و بیش برابر پدر خود در را ہے می رتم، مولینا برہان الدین

برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ پیدا شد، پدر من ازوے تحاشی کرد و در کوچہ دیگر رفت، مرا بر جائے گذاشت، چوں کو کبہ مولینا برہان الدین نزدیک رسید من بہ پیش رتم و سلام کرد۔ در من تیز بیدار ایس سخن تیز بگفت کہ من دریں کودک نور علم پنم، من ایس سخن شنیدم پیش رکابے اور واں شدم، باز مولینا برہان الدین بزبان مبارک ایس لفظ راند کہ مرا خدائے تعالیٰ چنین می گویند کہ ایس کودک در روزگار خود علامہ عصر خواهد شد۔ مولینا برہان الدین می گوید کہ من ایس چنین شنیدم و ہم چناں من پیش می رتم۔ باز مولینا برہان الدین مرغینانی فرمود: کہ خدائے تعالیٰ مرا چنین می گویند کہ ایس کودک چناں بزرگ شود کہ بادشاہاں بردار و بیاند و بار نیابند۔

ایسے عالی مرتبت جلیل القدر بزرگ علامہ روزگار باوجود اس کے خود استماع فرماتے مگر اسے کبیرہ ہی فرماتے، ان کے یہ کلمات طیبہ کہ ”خدائے عزوجل مرا از ہیچ کبیرہ نخواہد پرسید“ اس کا اعلان کر رہے ہیں کہ وہ ایسے حال میں ہیں کہ زیر قلم تکلیف ہی نہیں۔

نیز آگے ان کا یہ ارشاد کہ ”ایس ساعت ہم بشنوم اگر باشد“ اس کے بعد بھی بے وقت کی وہی شہنائی رہے گی کہ صوفیوں کو مزامیر حلال ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

فوائد الفؤاد شریف ملفوظات حضور سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت دیکھ کر بھی جس کی یہ حالت ہے تو ایسے شخص سے کیا امید کہ سیر الاولیا کی یہ عبارت دیکھ کر اپنی غلطی تسلیم کر لے گا۔ مگر مولیٰ عزوجل کے فضل و کرم سے ہر آن امید ہے:

اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار نہ ہو اس سے مایوس امیدوار

شاید اب وقت ہدایت آ گیا ہو اور یہ ثواب اس فقیر کے حصہ کا ہو۔ واللہ عنده حسن الثواب والیہ المرجع والمآب وهو تعالیٰ أعلم بالصواب۔

(۳) وہ خود بے ایمان ہے جو حکم شرع کو بے ایمانی اور اس پر عامل کو بے ایمان بتاتا ہے۔ بے شک ہر غیر محرم سے پردہ فرض ہے جس کا اللہ و رسول نے حکم فرمایا۔ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ بے شک پیر مریدہ کا محرم نہیں ہو جاتا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر امت کا پیر کون ہوگا، وہ یقیناً ابوالروح ہوتا ہے، اگر پیر ہونے سے آدمی محرم ہو جایا کرتا تو چاہیے تھا کہ: نبی کا اس کی امت سے کسی عورت سے نکاح نہ ہو سکتا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون پیر ہوگا۔ پھر حضور نے اپنی امتی بی بیوں سے نکاح فرمایا یا نہیں؟ کیا معاذ اللہ جن کے محرم تھے ان سے نکاح فرمایا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سبع سنابل شریف میں حضرت فلک ہدایت و مرکز دائرہ ولایت سندا محققین سید العلماء العالمین

میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:

”باید دانست کہ در جہاں نہ ہجو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیرے پیدا شدونہ ہجو ابو بکر مریدے ہویدا گشت۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنہا۔“

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرید ہوئے تو حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرید کی بیٹی۔ ان جہاں بے خرد کے نزدیک معاذ اللہ پوتی اور پوتی سے نکاح حرام۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللہ تعالیٰ جہل بد بلا سے محفوظ رکھے۔ احسن لفظ منہ سے نکال دیتے ہیں اور اس کے نتیجہ بد کا لحاظ نہیں کرتے۔ فقیر اس مسئلہ پر ذرا اور تفصیل کرتا، اگر ضرورت سمجھتا۔ مگر چونکہ ”السواد الاعظم“ میں اس کا کافی جواب چھپ چکا ہے، اس لیے اسی پر اقتصار کرتا ہے، سمجھنے والا اسی سے سمجھ سکتا ہے، اور بد عقل بے سمجھ کے لیے دفتر بے کار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جہاں تک فقیر سمجھتا ہے وہ یہ ہے: کہ بیعت جب ایک جامع شروط کے ہاتھ پر کرے۔ پھر دوسرے کے ہاتھ پر نہیں کر سکتا۔ کہ جو ایک کے ہاتھ بک چکا۔ اس کا غلام ہو چکا۔ جب تک آزاد نہ ہو غلامی نکال نہ دے دوسرا اس سے بیعت نہیں لے سکتا۔ یہ دوسرے کے ہاتھ بک نہیں سکتا۔ پریشان نظر در بدر پھرتا اور ذلیل و خوار ہوتا۔ در در سنتا اور کہیں سے فیضیاب نہیں ہو سکتا۔ جو کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لے اور پھر پریشان نظری کرے وہ دھوبی کا کتا ہے۔ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ اور جو ایک کا ہو رہے وہ ضرور فیض یاب ہوتا ہے۔ اگر پیر جامع شروط ہو اگرچہ صاحب فیض نہ ہو۔ کہ اس سلسلہ میں جو صاحب فیض ہوگا اس کی اس پر نظر کرم ہوگی، اور وہ اس پر فیض ڈالے گا۔ بعض اکابر کے مشاہدات اس کے شاہد ہیں۔ طلب فیض میں حرج نہیں اور یہ بلا نکیر تمام سلاسل میں جاری ہے۔

خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ باوجودیکہ قادری تھے، اور سلاسل سے بھی فیض یاب تھے، چشتی، سہروردی، نقشبندی وغیرہ سلاسل کی بھی حضور پر فتوح کو اجازت تھی۔ یہ اجازت کیا فیض نہیں۔ مگر ”یک درگیر محکم گیر“ پر عمل کرنے والے انہیں بظاہر کہیں سے ملے، وہ یقین یہی کرتے ہیں کہ مجھے اسی در سے ملا ہے جس سے میں منتسب ہوں۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت قدس سرہ میں آپ نے تین قلندروں کی حکایت ملاحظہ فرمائی ہوگی، جو خدمت حضور پر نور سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک مردار تیل کھا کر حاضر ہوئے تھے، اس سے مریدی کہتے ہیں۔ فیض یقیناً حضور سلطان المشائخ سے پایا۔ مگر پیر کے قربان ہو رہے ہیں، کیوں کہ اگر پیر کی نظر کرم نہ ہوتی، تو حضرت سلطان المشائخ کیوں نظر رحم فرماتے، اور فیض عطا کرتے۔ یہ ہے ”یک درگیر محکم گیر“ حضرت سلطان باہو قدس سرہ کا مطلب تو واضح ہے کہ جو اس سلسلہ عالیہ کو ترک کرے اور دوسرا

سلسلہ از روئے بیعت اختیار کرے۔ اور حضرت عدی بن مسافر کے ارشاد میں غالباً بیعت سے مراد بیعت ارادت نہیں بلکہ یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی طلب فیض کے لیے آئے۔ میں ہر ایک کو فیض عطا کرتا ہوں۔ مگر جو قادری ہو کہ بحر کو چھوڑ کر نہر کے پاس کون آتا ہے۔ یا یہ کہ کسی سلسلے کا مرید اپنی بیعت توڑ کر آئے تو میں اس سے بیعت لے لیتا ہوں۔ مگر قادر یوں کی بیعت نہیں کرتا کہ وہ پریشان نظر نہیں ہوتے کہ وہ جانتے ہیں کہ: حضور غوث اعظم بحر ہیں اور میں نہر۔ اور اوروں کے مرید جو پریشان نظر ہوتے ہیں، اپنے پیر پر کامل اعتقاد اور پورا اعتقاد نہیں رکھتے۔ وہ اگر بیعت توڑ کر آتے ہیں۔ تو میں بیعت لے لیتا ہوں۔ هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

☆ صحیح الجواب۔

خادم العلم والعلما محمد حسنین رضا خاں

☆ كذلك كذلك .

محمد اسماعیل محمود آبادی حنفی ریاست جلال آباد۔ ضلع فیروز پور

☆ لقد أصاب المجيب .

رحم الہی قادری رضوی غفرلہ

☆ الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتیر ابرار حسن صدیقی تلہری عفی اللہ عن ذنبہ الجلی والنخفی

☆ أصاب المجيب وأجاد .

عبدالعزیز عفی عنہ قادری رضوی مدرس مدرسہ اہل سنت

☆ للہ در المجيب .

فتیر سردار علی عفی عنہ

☆ الجواب صحیح .

ابراہیم محمد نور الہدی عفی عنہ

☆ الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتیر احسان علی مظفر پوری مدرسہ منظر اسلام ۹/ ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ

(۲) اباحت

یہ کہنا کہ جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، جائز ہے

(۵۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
ایک شخص صریح جھوٹ بولا اور عام مجمع پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ جھوٹا ہے، اس پر ایک شخص نے
بلکہ عام مجمع نے لعنة الله على الكاذبين کہا، اور نام اس کا ذب کا نہ لیا، بلکہ مطلق کہا، اب دریافت طلب
امر یہ ہے کہ ایسا کہنا جائز ہے یا ناجائز، اور جس جس نے کہا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ اور جھوٹے
کا نام لے کر اس کی اس کذب بیانی پر لعنة الله على الكاذبين کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

لعنة الله على الكاذبين کہا تو ان پر شخص خاص پر لعنت کرنے کا الزام نہیں۔
فتاویٰ حدیثیہ میں امام ابن حجر کی فرماتے ہیں:

”لعن المسلم حرام بل لعن الكافر الغير الحربی بل لعن الحيوان كذلك؛
وسبب ذلك أن اللعن عبارة عن الطرد والإبعاد عن الله وذلك غير جائز إلا على
من اتصف بصفة تبعده عن الله تعالى وهو الكفر والبدعة والفسق، فيجوز لعن
المتصف بواحدة من هذه باعتبار من الوصف الأعم، نحو لعنة الله على الكافرين
، والمبتدعة، والفسقة، أو الوصف الأخص، نحو لعن الله اليهود، والنصارى،
والخوارج، والقدرية، والروافض، والزناديقة، والظلمة، واكل الربوا.“ واللہ
تعالیٰ اعلم. (۱)

مسلمان پر لعنت بھیجنا حرام ہے بلکہ کافر غیر حربی یہاں تک کہ حیوان پر بھی لعنت بھیجنا حرام ہے،
اس وجہ سے کہ لعنت نام ہے دھتکارنے اور اللہ عزوجل سے دور کرنے کا اور یہ صرف ان لوگوں پر درست
ہوگا جو ان اوصاف سے متصف ہوں جو کہ ان کو اللہ عزوجل سے دور کر دیں، مثلاً کفر، بدعت اور فسق وغیرہ،

لہذا جو شخص ان اوصاف سے متصف ہو اس پر وصف عام کے ساتھ لعنت بھیجنا جائز ہے مثلاً یوں کہا جائے: کافروں پر اللہ کی لعنت ہو، فاسقوں یا بدعتیوں پر اللہ کی لعنت ہو، اسی طرح وصف خاص کے ساتھ بھی لعنت بھیجنا درست ہے، مثلاً کہا جائے، یہود، نصاریٰ، خوارج، قدریہ، روافض، زنادقہ، ظالمین، اور سود خور پر اللہ عزوجل کی لعنت ہو۔ (مترجم)

گڑیوں میں کالے ڈورے سے جو نشان ہوتے ہیں وہ تصویر سازی نہیں

(۵۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
لڑکیاں جو کپڑے کی گڑیاں آدمی اور عورت کی شکل بنا کر کھیلتی ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جب تصویر بنانا ناجائز ہے تو گڑیوں کا کھیلنا بھی ناجائز ہوا۔ اور یہ بھی ثبوت ہے کہ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچپن میں گڑیاں کھیلتی تھیں۔

الجواب

تصویر کشی بے شک ناجائز ہے۔ بنی ہوئی گڑیاں جس کے ناک نقشہ کچھ نہیں ہوتا محض کالے ڈورے سے کچھ نشان کر دیے جاتے ہیں ان سے کھیلنے میں بچوں کے لیے حرج نہیں جیسا کہ حدیث ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علما اور اولیا کی قدم بوسی جائز ہے

(۵۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
ایک شخص اپنے پیر کے قدموں پر سر رکھ کر قدم بوسی کرتا ہے اور دونوں ہاتھوں کی بڑی انگلیوں کے ناخن پر اپنے پیر صاحب کی صورت تصور کرتا ہے اور صورت دیکھتا ہے اور کہتا ہے: کہ وہ اللہ ہے اور لوگوں کو شامل کر کے ذکر جلی کرتا ہے اور حجرہ میں کھڑے ہو کر (وہ جگہ بہت تنگ ہے اس میں کافی جگہ نہیں ہے) نماز نہیں پڑھ سکتا اس گھر میں بیٹھ کر اپنے پیر صاحب کا دھیان کرتا اور نماز پڑھتا ہے۔ سر کے بال گردن کے نیچے تک ہیں اور کسی کو سلام نہ کرتا نہ لیتا ہے، اور بلجہ بجا کر گانا گاتا ہے۔ اب اس کے ساتھ ملنا اور دعوت کھانا چاہیے یا نہیں، اور اس کے ہر کام میں شرکت کرنا کیسا ہے۔ اور جو اس کے مکان میں دعوت کھاتے اور اس کے نفل کو اچھا سمجھتے ہیں اور ہر کام میں شرکت کرتے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے اور ایسے

عقیدہ کے لوگوں پر کیا حکم جاری کرنا چاہیے، یہ عقیدہ ٹھیک ہے یا نہیں؟۔ اور یہ لوگ علما کو برا بھی سمجھتے ہیں؟۔

از مولوی عبدالمنان عفی عنہ ساکن جنوباز امپور ڈاک خانہ ٹھہید وردر یا ضلع نیا گاؤں آسام۔

الجواب

قدم بوسی علما و اولیا جائز ہے۔ اور بزرگوں کی معمول بلکہ سنت ہے۔ جو پیر قدم بوسی کے لائق ہو اس کی قدم بوسی میں حرج نہیں، اور جو شخص پیری کے لائق نہ ہو اس سے بیعت بھی نہیں چاہیے قدم بوسی کیسی؟ تصور شیخ جائز از پس عقیدت۔ اور بزرگوں کا طریقہ ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ”القول الجلیل“ میں لکھتے ہیں:

”قالوا: الركن الأعظم ربط القلب بالشيخ على وصف المحبة والتعظيم وملاحظة صورته قلت إن لله تعالى مظاهر كثيرة النخ.“

علماء فرماتے ہیں: رکن اعظم، پیر کو تعظیم و محبت کے ساتھ قبلہ توجہ بنانا ہے، اور اس کی صورت کو دل میں جمالینا۔ میں کہتا ہوں: بے شک اللہ تعالیٰ کے مظاہر کثیر ہیں۔ (مترجم)

یہاں تک کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی لکھتے ہیں: جائز است اکابر بہ نیت پاک اس عمل کردہ اند بر قبلہ توجہ۔ جیسے نماز میں توجہ الی القبلة ہوتی ہے اور وہ مطلوب ہے یوں ہی پیر کو قبلہ توجہ بنانا مرغوب ہے۔

پیر کو خدا کہنا یا اس کی صورت کو خدا بتانا کفر خالص اور شرک محض ہے، نری بت پرستی کی طرح ہے۔ وہ جاہل ہرگز پیری کے قابل نہیں جو اس صورت کو خدا کہتا ہے جو اپنے ناخن پر خیال کرتا ہے۔ ذکر جلی جائز ہے جب کہ کسی مصلیٰ یا نائم یا کسی مریض کی تکلیف کا باعث آرام میں نخل نہ ہو۔ تنگ و تاریک حجرہ میں بیٹھنا پیر کا تصور کرنا اس میں حرج نہیں۔ بال کاندھوں تک ہوں تو حرج نہیں اس سے زائد ہوں تو زائد ہونا ناجائز ہے۔ سلام نہ کرنا برابر ہے۔ سلام کا جواب واجب ہے۔ اس کا ترک بے وجہ شرع گناہ ہے۔ باجہ بجانا اور اس پر گانا حرام حرام ہے۔ ایسے شخص سے میل جول ربط ضبط ناجائز جب تک وہ توبہ نہ کرے۔ اس کے ناجائز امور کے مرتکب ہونے سے جو واقف ہوں اور پھر اس سے ملیں وہ گناہ گار ہیں اور جو اس کے ہم نوا ہیں وہ اسی رسی میں گرفتار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ذکر شہادت میں رقت طاری ہونا سوگ نہیں

(۵۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سوگ منانے کو مفتی شرع نے بتایا حرام ہے، زید کہتا ہے کہ جب ذکر شہادت ہوتا ہے تو لوگ روتے ہیں یہ کیوں کر؟ کیا سکوت کے عالم میں سننا چاہیے نہ خوشی کرے نہ رنج حکم فرمایا جائے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

سوگ منانا اور بات ہے اور ذکر شہادت میں رقت طاری ہونا اور بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
عربی اردو کی خستہ کتابیں جلا کے راکھ محفوظ گوشہ میں دفن کرنے میں حرج نہیں

(۵۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
عربی اور اردو کی خستہ کتابیں اور کاغذ یا پرچہ ادب کے خیال سے جلا کر ان کی راکھ کسی گوشہ میں جہاں پر نہ جاسکتے ہوں وہاں دفن کر دیں تو گناہ تو نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

کچھ گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بیعت کے لیے شوہر کی اجازت درکار نہیں

(۵۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
(۱) عائشہ بغیر اجازت شوہر ایک پیر کاٹل کی مرید ہو گئی۔ کیا یہ عائشہ کا مرید ہونا بغیر اجازت شوہر کے درست ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے کہا کہ ہولی ان کا پاک تیوہار ہے، مگر یہ اس میں چوری کرتے ہیں، یعنی چوری کے مال سے ہولی جلاتے ہیں۔ تو بکرنے جواب دیا کہ یہ ان کا ناپاک تیوہار ہے، لڑکی ابھی گوبر لپ کر گئی ہے، حکم فرمایا جائے زید مذکور خارج از ایمان تو نہ ہوا؟

(۳) صدیقہ اپنے شوہر کی خدمت چھوڑ کر نیک کمائی کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں اس کی مالک ہوں کیا یہ درست ہے؟

الجواب

بیعت کے لیے شوہر کی اجازت درکار نہیں، ہاں شوہر یا باپ یا برادر وغیرہ یہ دیکھیں کہ یہ شخص پیری کے لائق ہے؟ بے محرم عورت کا کہیں جانا درست نہیں، نہ کسی نامحرم کو اپنے گھر بلانا گھر کے ذمہ دار لوگوں کے علم و اطلاع اور ان کی تحقیق کے بعد کسی لائق کو پیر بناے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) زید بے قید توبہ کرے، تجدید ایمان کرے جس نے مشرکوں کے تیوہار کی تعریف کی۔

(۳) صدیقہ جو پاک کمائی کرتی ہے بے شک وہی اس کی مالک ہے۔ شوہر کی واجب خدمت ترک کر دی ہے تو گنہ گار ہے، ورنہ گنہ گار بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بیعت ایک جگہ ہو مگر طلب فیض دوسرے سے بھی کرے تو حرج نہیں

(۶۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
زید کہتا ہے کہ با زید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۷۱) اکہتر جگہ مرید ہوئے ہیں، عمر و کہتا ہے کہ نہیں ایک کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر دوسرے کے دست در دست نہیں ہونا چاہیے؟

الجواب

بے شک ایک جامع الشروط کے ہاتھ پر بیعت صحیح کرے پھر دوسرے سے بیعت ٹھیک نہیں، طلب فیض کر سکتا ہے، (۱۷۱) اکہتر جگہ یا اس سے بھی زائد سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حقے اور سگریٹ کا حکم

(۶۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
کیا حقہ پینا یا سگریٹ پینا جائز ہے یا نہیں؟ از روئے شرع کیا ہے جو اب عنایت فرما کر مطمئن فرمائیں۔

سائل سید محمد اکبر علی

الجواب

حقہ سگریٹ پینا جائز و مباح ہے حرام نہیں، ہاں حقے کا ایسا دم لگانا جس سے حواس میں خلل آجائے جیسے بعض جاہل رمضان شریف میں کرتے ہیں حرام ہے، بغیر اس کے حقہ مباح ہے، ہاں بودار ہو تو خلاف اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ مظفر حسین غفرلہ

الجواب صحیح: سگریٹ پینا نہیں چاہیے اور ایسا حقہ جو بدبو والا ہو جس سے منہ میں بو ہو جائے، اس سے بچنا چاہیے، جو سگریٹ اور حقہ بدبودار نہ ہو اس کے پینے میں کوئی حرج نہیں۔ سگریٹ یا حقہ ایسا پینا جس سے حواس میں خلل آجائے ناجائز ہے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ حقہ کے بارے میں ”حقۃ المرجان“ ہے، تفصیل کے لیے اسے دیکھیے۔ والمولیٰ وهو تعالیٰ اعلم

داڑھی کے بارے میں شرعی حکم

(۶۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) ڈاڑھی کا رکھنا کیسا ہے، منڈوانا اور کتروانے میں کیا فرق ہے، حضور نے ڈاڑھی کے متعلق کیا

فرمایا ہے؟۔ فقط

الجواب

(۱) ڈاڑھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جمیع انبیائے کرام کی سنت ہے اور شعار اسلام ہے، ڈاڑھی منڈوانا، حد شرع سے کم کرانا، دونوں ناجائز ہیں۔ ڈاڑھی کا منڈوانا ایسا ہی ہے جیسے مسجد کو ڈھا دینا۔ حضور نے بار بار فرمایا ہے کہ داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ ”لمعة الضحیٰ“ دیکھو، اس سے مفصل معلوم کرو، ڈاڑھی بہ قدر ایک مشت رکھنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) الجواب: محض نیت سے فاتحہ نہ ہوگی، فاتحہ پڑھے گا تو فاتحہ کا ثواب ہوگا۔ ایصال ثواب کی نیت سے کچھ کسی کو دے گا، تو اس دینے کا ثواب ہوگا، فاتحہ پڑھنے کا ثواب جب ہی ہوگا جب فاتحہ پڑھے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بانگ دینے والی مرغی کو ذبح کر سکتے ہیں

(۶۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...
(۱) زید ایک مرغی پالے ہوئے ہے، اور شوق رکھتا ہے مرغی سے بوجہ انڈوں کے، لہذا وہ مرغی جو ہر روز بانگ دیتی ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے جلد از جلد اس کو ذبح کر دے، یہ کیا ہے، اور زید یہ نہیں چاہتا کہ اس کے گردن پر چھری چلائی جائے، بجواز شرع فرمایا جائے۔
(۲) زید کے آگن میں دو پیڑ ہیں، ایک مہدی دوسرا نار، بعض کا قول ہے کہ دونوں نجس ہیں، اور اگر صحیح ہے تو کس طرح سے جائز ہے، دلیل شرع دی جائے، اور غلط کس صورت سے ہے، کہنا لوگوں کا صحیح ہے یا غلط، گھر میں پیڑ ہونا چاہیے یا نہیں؟۔

الجواب

(۱) اس مرغی کو فوراً ذبح کرنا محض بانگ دینے کی وجہ سے کوئی حکم شرع نہیں، زید پر لازم نہیں کہ اس مرغی کو ذبح کر دے، یہ اس کی مرضی پر ہے کہ ذبح کرے نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۲) ان دونوں پیڑوں کا آگن میں ہونا کوئی حرج شرعی نہیں رکھتا، اسے نجس سمجھنا جہالت ہے، اس خیال سے باز آنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ
الجواب صحیح: فی الواقع نہ اس مرغی کو ذبح کرنا چاہیے، نہ ان پیڑوں کو دور کرنا چاہیے، اس کا نہ حکم شرع سے ہے نہ بزرگوں کا ارشاد ہے، معلوم نہیں عوام سے کس عورت یا کس جاہل مرد کی یہ ایجاد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

حسن معاشرت کا بیان

(۶۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
خالد نے اپنی عزیزہ بی بی ہندہ کو گھریلو جھگڑے کی بنا پر گھر سے نکال دیا، مگر ہندہ کے والدین نے سمجھا کر واپس خالد کے پاس روانہ کر دیا، ہندہ حاملہ تھی، خالد نے اس کو ہسپتال میں بھرتی کروا دیا، وہاں پر

ہندہ کا بچہ پیدا ہوا، خالد نے ان پر زبردستی ہندہ کی خلاف مرضی ڈاکٹر سے کہہ کر بچہ دانی ہندہ کی نکلوا دی، اور پھر ہندہ کو گھر سے نکال دیا، اور دوسری شادی کر لی، اور نہ ہندہ کے نان پارچہ کا کوئی انتظام کیا، ہندہ کی بچہ دانی نکلوا کر خلاف شرع فعل خالد نے کیا، اس کی کیا سزا ہے؟ از حکم شرع مطلع فرمانے کی تکلیف گوارا فرمائیں۔

علی محمد

الجواب

زید ظالم، جفا کار، سیاہ کار، مستحق عذاب نار، مستوجب غضب جبار، حق اللہ اور بی بی کے حق میں گرفتار ہے۔ زید پر فرض ہے کہ بی بی سے اس کی معافی چاہے، اور اسے بھلائی کے ساتھ رکھے، یعنی نان و نفقہ و حق زوجہ ادا کرتا رہے، ورنہ بھلائی کے ساتھ طلاق دے کر آزاد کر دے، اگر زید بی بی کو بھلائی کے ساتھ نہ رکھے، نہ طلاق ہی دے، تو اس سے واقف حال مسلمان ترک تعلق کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد طاہر حسین پورنوی ۷/رجب ۱۴۹۰ھ

الجواب صحیح:

اس ظالم، جفا کار، ستم گار، بے حیا، بے شرم، بے غیرت، بدکار نے یہ بدترین حرام کام کیا، اس میں وہ ۲ حرام کا مرتکب ہوا، عورت کہ بچہ دانی نکلوانے پر راضی نہ تھی، اگر اس کو دھوکا دے کر بچہ دانی نکلوا دی، تو اس پر کوئی الزام نہیں، مگر ڈاکٹر سے ایسی بے حیائی سے علاج کرایا اس کا وہ بھی مجرم ہے، وہ بے پردہ ڈاکٹر کے سامنے ہوئی، بے ستر ہوئی، ڈاکٹر کو ہاتھ لگانے دیا، یہ سب گناہ کیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

ریڈیو سننے کا کیا حکم ہے

(۶۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) ریڈیو سننا کیسا ہے؟ اور ریڈیو میں جو بات ہے اس کو ماننا چاہیے، یا نہیں، اگر مانیں تو کیوں مانیں؟ اور اگر نہ مانیں تو کیوں نہیں مانیں؟ اور ریڈیو میں جو گانا دیتا ہے وہ کیا ہے؟ اس کو سننا چاہیے یا نہیں؟۔

(۲) اگر کوئی مولانا کسی آدمی کو کہے کہ ایسے جی کیا خالی ہاتھ آتے ہو، لاٹھی لے کر آؤ، جب کہ ۶۱ یک ہی بستی میں دو پارٹی ہے اور پارٹی مسلمانوں کی ہے، اور مولانا مسلمان ہی شخص کو کہہ رہے ہیں تو

اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ یا۔ وہ جو چیز کہے اس کی بات پر اعتبار ہے یا نہیں، اور وہی ایک دوسرے مولانا ایک لڑکے کے ذریعہ رجسٹرڈ منگواتے ہیں اور رجسٹرڈ رکھ کر کہتے ہیں کہ آپ بھی لکھ کر دیں۔ تب ہم رجسٹرڈ دیں گے، جب کہ دوسرے مولانا کو سکرٹری صاحب کہتے ہوتے تھے، رجسٹرڈ کسی کو نہیں دینے کے لیے اس میں پہلے مولانا کو کیا کہیں گے؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے یا نہیں، اور ان کو جھوٹا کہنے لگے یا نہیں، اور ان پر اعتبار نہیں کریں گے یا کریں گے؟

(۳) اگر کوئی مولانا دوسرے مولانا کے پیچھے میں اس کی برائی کریں تو ایسے کو کیا کہیں؟

نقطہ: محمد مظہر حسین کلیم (عرف تاج الحق) ٹیٹن آئی

ریانی ماری پور پوسٹ مارک پور مظفر پور (بہار)

الجواب

جو گانا جائز ہے اس کا سننا ناجائز منع ہے، جیسے سامنے شخص سے سننے یوں ہی ریڈیو سے، ہاں نعت پاک بے مزامیر کے مرد تمام سے اور تلاوت قرآن مجید اور جائز خبریں سننے میں کوئی حرج نہیں، جو باتیں صحیح ہوں اسے سننا درست ہے، جو باتیں افواہ ہوں ان پر یقین نہ کریں، جو باتیں کسی سے خود سنیں جو ان کا حکم ہے وہی ریڈیو کے ذریعہ سے سننے کا خبر جو سامنے کسی شخص سے سننے وہ اس سے اقویٰ ہے، جو اس کے ذریعہ ریڈیو سے، شہادت ریڈیو سے ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) سوال سمجھ میں نہیں آیا، پھر سے صاف سوال تحریر کریں تو جواب ملے گا۔

کسی مسلمان کے مقابلہ میں لاشی لے کر آنے کو کہنا بہت برا ہے، مولوی صاحب کو ایسا حکم نہیں کرنا چاہیے، مگر محض اس بنا پر ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کرنا ٹھیک نہیں، اگر دیگر شرائط امامت ان میں موجود ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) کسی مسلمان کی غیبت کرنا اپنے بھائی کا گوشت کھانا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿يُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ﴾ (۱)

غیبت ناجائز و حرام ہے، غیبت کرنے والا حرام کارا شد گنہ گار ہے، اس پر توبہ واستغفار لازم ہے، اگر بطور غیبت نہ کہا، بلکہ ضرورت کے لیے کہا تو گنہ گار نہیں، بلکہ مامور ہونے کے لیے کہا تو مامور ہوگا، کسی بد مذہب کی بد مذہبی کسی فاسق کے فسق کی برائی اس لیے بیان کی کہ لوگ اس کی صحبت سے

بچیں، اگر وہ توبہ نہ کرے اس کا حکم حدیث میں فرمایا: ((أذکروا الفاجر بما فيه متی يحذره الناس)) (۱) فاسق و فاجر کا عیب بیان کرو، ورنہ اس سے لوگ کیسے بچیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد طاہر حسین نوری غفرلہ ۲۴/ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح: واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر اپنی حفاظت کے لیے لالٹھی ہاتھ میں رکھنے کو کہا کسی پر وار کے لیے نہیں تو کوئی الزام نہیں۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

(۱) [تفسیر قرطبی، سورة الحجرات: ۱۲-۱۶/۳۳۹]

[روح البیان، سورة الحجرات ۱۱-۹/۸۱]

(۳) میلاد و مجالس

منبر پر بسلسلہ ذکر رسول و ہی حضرات بٹھائے جائیں جو عالم ہوں
یا کم از کم صحیح روایات پڑھنے والے

(۶۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
زید کہتا ہے کہ میلاد شریف میں منبر اقدس پر بیٹھنے کے لیے عالم ہونا چاہیے، کیوں کہ علمائے کرام
نائب رسول اور پیشوائے دین ہیں۔ عوام الناس کے لیے بیٹھنا روا نہیں، کیوں کہ یہ منبر اقدس حضور سید
الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر کا نمونہ ہے اور اسی سے نسبت ہے۔ لہذا عالم ہونا چاہیے اور عام
خواندگان کے لیے قالین یا اور کوئی بہتر بستر پڑھنے والوں کے لیے بچھوادیا جائے منبر نہ ہونا چاہیے۔ اور بکر
کہتا ہے کہ: عالم طور پر لوگ سمجھتے ہیں، لہذا کوئی حرج نہیں ہے اگر حرج ہوتا تو کیوں لوگ کرتے بلکہ بیٹھنا
تو درکنار چائے پیتے ہیں اور پان بھی کھاتے ہیں۔ لہذا یہ بتادیا جائے کہ زید کا فرمان حق ہے یا بکر کا اور
ایسے شخص کے لیے جو ذرپاک میں کوئی کام خلاف ادب کرے کیا حکم ہے؟ بینوا تو جو روا۔

الجواب

منبر ذاکرین کے لیے بچھایا جاتا ہے۔ اس سے تعظیم ذکر مقصود ہوتی ہے، ذاکر علماء بھی ہو سکتے ہیں
اور وہ جاہل بھی جو علماء کی مستند کتب سے پڑھیں، باقی وہ لوگ جو من گڑھت موضوعات بکتے ہیں اگرچہ وہ
اپنے آپ کو عالم بتائیں ہرگز منبر کے مستحق نہیں، نہ وہ ان کی روایات کا ذبہ قابل ذکر نہ ان کا سننا
جائز۔ ذاکرین میں بعض جماعتیں فساق و فجار پر بھی مشتمل ہوتی ہیں ان فواسق کو منبر نہ دیا جاوے کہ تعظیم
ذکر کے ساتھ ان کی بھی تعظیم ہوگی، اور فاسق کی تعظیم ناجائز و گناہ ”لو قدموا فاسقاً یا ثمون.“ اگر لوگوں
نے فاسق کو امامت کے لیے مقدم کر دیا تو گنہ گار ہوں گے۔ (مترجم) وہ ذاکرین جو سنی صحیح العقیدہ غیر
فاسق معلن ہوں اور کتب معتبرہ مستندہ سے روایات صحیحہ مقبولہ و معتبرہ پڑھیں وہ علماء کے اس وقت نائب
ہیں، انہیں منبر پر بیٹھانے میں حرج نہیں۔ ذکر پاک کے آداب کے خلاف کوئی امر نہ کرنا چاہیے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔

عشرہ محرم میں مجالس حسنین کریمین کا انعقاد طریقہ اہل سنت اور محمود ہے

(۶۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
از رنگون برنا مغل اسٹریٹ ۲۱۰، مرسلہ محمد طیب صاحب سلمہ اور خذی القعدہ ۵۱ھ
محرم شریف میں حضرات حسنین کریمین۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ کا ذکر شہادت صحیح روایتوں سے
مسلمانوں کو سنانے کے لیے محفلیں منعقد کرنا یا حضرات اہل بیت۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ کو ایصال ثواب کے
لیے ان کی نیاز دلانا سنی مسلمانوں کے لیے مذہبی رسوم میں سے ہے یا نہیں، اور ایک سنی مسلمان اس کو اپنی
مذہبی رسم کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بے شک بے شبہ حضرات امامین سیدین شہیدین حسنین کریمین۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ کے پاک
ذکر مبارک کی مجلس متبرکہ اہل سنت کا طریقہ رضیہ رسم محمودہ مرضیہ ہے۔ محبوبان خدا و پیشوایان دین حبیب
کبریٰ علیہم السلام التحیۃ والثناء کا ذکر مسلمانوں کے دین میں ذکر خدا ہی ہے کہ:

دردان خدا خدانہ باشند لیکن ز خدا جدانہ باشند

ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا ان محبوبان الہی سے علاقہ ان کی ذوات کے لیے نہیں، اسی لیے ہے کہ
اللہ تعالیٰ کے بزرگان خاص محبوبان باختصاص ہیں ان کا ذکر وہ اسی لیے کرتے ہیں کہ وہ بارگاہ الہی کے
خاص مقبول بندے ہیں۔ ان کا ذکر باعث رحمت و برکت اور کار ثواب ہے، ان کا ذکر خدا کی عبادت اور
خدا چاہے تو سب نجات از عذاب ہے۔ امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

”عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة.“ (۱)

بزرگوں کے ذکر کے وقت رحمت الہی کا نزول ہوتا ہے۔ (مترجم)

اور خاص کر یہ ذکر شہادت تو ارشاد الہی: ﴿وَذَكَرْهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ﴾ (۲)

(۱) [الزهد لأحمد بن حنبل: باب زهد محمد بن سيرين رحمه الله، ۱/۲۶۴]

[احياء علوم الدين للغزالي كتاب آداب العزلة: ۲/۲۳۱]

(۲) [سورة إبراهيم: ۵]

اور انھیں اللہ کے دن یاد دلا۔ کے نیچے داخل۔ اس ذکر سے مسلمانوں کا مقصد اپنے ان اماموں کی دینی عظمت دکھانا، حق پر استقامت اور باطل سے نفرت کی ضرورت بتانا، فسق و فجور کی عداوت اور اپنے ان دینی پیشواؤں کی محبت کو جن سے ایمان کو قوت پہنچتی ہے اپنے دلوں کو تازہ کرنا اور دین و مذہب پر اپنی جان و مال عزت و آبرو سب کو نثار و قربان کر دینے کا سبق، اپنے ان اماموں کے اس اسوہ حسنہ سے حاصل کرنا اور ان کو ان کی ہدایت کرنا رغبت دلانا وغیرہ وغیرہ ہے۔

ان مجالس کی رسم بہترین رسم ہے، ان مجالس سے مسلمانوں کے بہت دینی فائدے ہیں، مگر وہابی اور دیوبندی محبوبان خدا کے دشمن ایسے دشمن ہیں کہ وہ ان کا ذکر بھی سننا نہیں چاہتے، بلکہ اتنا بھی نہیں سن سکتے کہ سال بھر میں ایک بار فلاں جگہ ان کا ذکر خیر ہو، اور کیوں چاہیں گے، جانتے ہیں کہ جب تک ان کا ذکر مسلمانوں میں رائج رہے گا مسلمانوں کو ان سے محبت رہے گی، اور جب تک محبوبان خدا۔ مسلمانوں کا علاقہ محبت رہے گا وہ ان کے دام تزویر میں آسانی سے نہ پھنس سکیں گے، ان مجالس مبارکہ اور اس ایصال ثواب کی رسم ایسی ہی رسم ہے جیسے مجلس میلاد مبارک اور گیارہویں شریف کی رسم مسلمانوں میں رائج ہے۔ کون نہیں جانتا کہ یہ دینی و مذہبی مصالح ہیں۔ وہابیوں کے نزدیک جیسے مجلس میلاد شریف وغیرہ ویسے ہی یہ مجالس متبرکہ۔ اصل علت تو وہی محبوبان خدا سے عداوت ہے مگر ہاتھی کے دانت کھانے کے اور، اور کھانے کے اور ہوتے ہیں۔ لہذا عدم جواز کے لیے کچھ علتیں گڑھی ہیں، ان ہی میں سے ایک یہ ہے کہ چونکہ یہ رسم ہے لہذا حرام ہے، دیوبندیوں کے پیشوا اشرف علی تھانوی کی اصلاح الرسوم دیکھیے:

(۱) ”کچھڑایا اور کچھ کھانا پکا کر احباب یا مساکین کو دینا اور ان کا ثواب حضرت امام حسین کو بخش دینا اس کی اصل وہی حدیث ہے کہ جو شخص اس دن میں اپنی عیال پر وسعت دے اللہ تعالیٰ سال بھر تک اس پر وسعت فرماتے ہیں، مگر چونکہ اس میں رسوم کی پابندی کر لی ہے اس کو تہوار قرار دیا ہے اس لیے رسم کے طور پر کرنے سے ممانعت کی جائے گی مختصراً۔“

(۲) شربت پلانا یہ بھی اپنی ذات میں مباح تھا جب پانی پلانے میں ثواب ہے تو شربت میں کیا حرج تھا مگر وہی رسوم کی پابندی اس میں بھی ہے۔ مختصراً۔

(۳) شہادت کا قصہ بیان کرنا یہ بھی فی نفسہ چند روایات کا ذکر کر دینا ہے فی ذاتہ جائز تھا مگر، الخ انہیں تو رسم سے چڑھ ہے۔ اس سے کچھ بحث نہیں کہ رسم اچھی ہے یا بری، ان کے نزدیک رسم ہے تو بری ہی ہے۔ نہیں نہیں بات وہی ہے کہ محبوبان خدا کی تعظیم ان کا ذکر، انھیں ایصال ثواب سے چڑھ ہے۔ محبوبان الہی کو ایصال ثواب، ان کا ذکر شریف معاذ اللہ اس کی رسم تو بری ہے، بوجہ رسم ہونے کے حرام

الجواب

(۱) ہرگز نہ چاہیے، ظاہر ہے کہ یہ سخت سوے ادب ہے۔ اور اگر جھانج بھی ہوں یا اس طرح بجایا جائے کہ گت پیدا ہونے کے قواعد پر، جب تو حرام اشد حرام ہے۔ حرام در حرام ہے۔ وهذا الظاهر أن يظہر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ بھی نہ چاہیے۔ جھنڈے پر پھول چڑھانا محض بے معنی۔ دف بجا کر نعت و منقبت پڑھنے کا حکم اوپر گزرا۔ ان پھولوں کو تبرک بنانا نری ہوس خام ہے۔ جھنڈے کی کسی بزرگ کی طرف نسبت ہی کے کیا معنی، یہ ایسا ہی ہے جیسے تعزیہ دار فتح نشان کی عظمت حضرت امام عالی مقام کی جانب فرضی نسبت سے کرتے ہیں، فرضی نسبت کیا کارآمد ہے۔ پھر اگر نسبت فرضی نہ ہو مثلاً کسی پیر کے مرید اس کی خانقاہ کے جھنڈے کی ایسی تعظیم کرتے ہوں اس پر پھول چڑھا کر انہیں لوٹتے ہوں جب بھی، کہ یہ غلو ہے۔ اور اللہ عزوجل غلو سے منع فرماتا ہے۔ ارشاد قرآن ہے: ﴿لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ﴾ (۱) اپنے دین میں زیادتی نہ کرو۔ محض جھنڈے کا جلوس نکالنا بھی ایسا ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ایسا کرنا بھی غلو ہے۔ اور اگر اس ذبح سے مقصود اس مخلوق کی تعظیم بھی ہے اور ظاہر یہی بتاتا ہے کہ راہ میں ذبح کرنا، اس کے خون پر قدم رکھواتے ہوئے لے جانا، پھر اس منظر کا فوٹو لینا یہ سب اسی طرف ناظر۔ اس صورت میں اس کی حرمت میں کیا شبہ ہے کہ اگرچہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کئے مگر اس کا ذبح خالصاً اللہ نہ ہو۔ قدم امیریوں ہی کسی اور معظم کے قدم پر جو ذبح کیا جائے اس کا حکم فقہائے کرام نے یہی حرمت فرمایا ہے۔ اگرچہ اللہ ہی کے نام پر ذبح کرے۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

”ذبح لقدم الأمير ونحوه كواحد من العظماء يحرم؛ لأنه أهل به لغير

اللہ۔“ (۲)

کسی امیر کی آمد پر اور اسی طرح کسی اور عظیم شخصیت کے آنے کے مواقع پر ان کی تعظیم کے اظہار کے لیے جانور ذبح کرنا حرام ہے، اس لیے کہ یہ ”أهل به لغير اللہ“ کے مفہوم میں ایک طرح سے شامل ہے۔

(۱) [سورة النساء: ۱۸۱]

(۲) [در المختار، کتاب الذبائح: ۳۷۵/۹]

تسمیہ کا مجرد و خالص ہونا شرط ہے اور اس صورت میں وہ مجرد نہیں۔ اس صورت میں اگرچہ ایسا کرنے والوں پر حکم کفر نہ دیا جائے مگر اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں۔
در مختار میں ہے:

”هل يكفر؟ قولان: بزازية و شرح و هبانية - قلت: وفي صيد المنية أنه يكره ولا يكفر؛ لأننا لا نسيء الظن بالمسلم أنه يتقرب إلى الآدمي بهذا النحر - ونحوه في شرح الوهبانية عن الذخيرة.“ (۱)

کیا یہ کفر ہے؟ اس سلسلہ میں دو قول فتاویٰ بزازیہ اور شرح و ہبانیہ میں مذکور ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ مکروہ ہے کفر نہیں، اس لیے کہ ہم کسی مسلمان سے یہ بدگمانی قائم نہیں کر سکتے کہ وہ اس ذبیحہ سے کسی آدمی کا تقرب سے چاہتا ہو۔ ایسا ہی ذخیرہ سے شرح و ہبانیہ میں منقول ہے۔

شامی میں ہے: ”قوله: إنه يتقرب إلى الآدمي، أي: على وجه العبادة؛ لأنه المكفر وهذا بعيد من حال المسلم، فالظاهر أنه قصد الدنيا أو القبول عنده بإظهار المحبة بذبح فداء عنه لكن لما كان في ذلك تعظيم له لم تكن التسمية مجردة لله تعالى حكماً كما لو قال بسم الله واسم فلان حرمت ولا ملازمة بين الحرمة والكفر.“ (۲)

ترجمہ: انسان کے تقرب کے لیے، یعنی بطور عبادت، اس لیے کہ یہ کفر ہے، اور یہ مسلمان سے بعید ہے۔ لہذا ظاہر یہی ہے کہ اس کا مقصود دنیا ہے، یا اس آنے والے شخص سے اپنی محبت کا اظہار جانور ذبح کر کے کرنا چاہتا ہے، لہذا اس ذبیحہ میں اس کی تعظیم شامل ہے تو یہ خالص اللہ تعالیٰ کے نام ذبیحہ نہ ہوا، جیسے کوئی کہے: اللہ تعالیٰ اور فلاں کے نام پر ذبح کرتا ہوں تو حرام ہوگا۔ اور حرمت و کفر دونوں میں تلازم نہیں۔
اسی میں ہے: اور حرمت و کفر دونوں میں تلازم نہیں۔

”لا يقصد معها تعظيم مخلوق لما سيأتي أنه لو ذبح لقدم أمير ونحوه يحرم ولو سمي.“ (۳)

ذبیحہ سے مقصود کسی مخلوق کی تعظیم نہ ہو جیسا کہ عن قریب آرہا ہے کہ کسی نے کسی امیر وغیرہ کی آمد پر

(۱) [در المختار، کتاب الذبائح: ۳۷۵/۹]

(۲) [رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الذبائح: ۳۷۵/۹-۳۷۶]

(۳) [رد المحتار، کتاب الذبائح: ۳۶۴/۹] واللہ تعالیٰ اعلم۔

جانور ذبح کیا تو وہ حرام ہے، خواہ بوقت ذبح تسمیہ پڑھا ہو۔

اس کا مقصود اس کے ساتھ مخلوق کی تعظیم نہیں جو عنقریب آئے گا، کیوں کہ اگر قدم امیریوں ہی کسی اور معظم کے قدم پر جو ذبح کیا جائے حرام ہے، اگرچہ اللہ ہی کے نام پر ذبح کرے۔ (مترجم)

(۴) جاندار کا نوٹو کھینچنا کھینچنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میلا دشریف کی محفل میں بیان ہونے والی ایک روایت تحقیق طلب

(۶۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

اکثر کتب میلا دشریف میں یہ روایت منقول ہے کہ جب آمنہ خاتون حاملہ ہوئیں تو تین سو عورتیں رشک و حسد سے مرگئیں یہ روایت صحیح ہے یا غلط؟ بینوا تو جروا

از شہر محلہ گندہ نالہ پل قاضی مسؤلہ سوداگر محمد خلیل صاحب رضوی ۱۸/ج ۲، ۵۴ھ

الجواب

میں نے کسی کتاب معتبر میں یہ روایت نہیں دیکھی، اتنا معلوم ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا نور کریم جب حضرت خلیل جلیل سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام سے حضرت ہاجرہ کو ملا ہے تو حضرت سارہ کو رشک ہوا اور وہی رشک حضرت ہاجرہ کے مکہ معظمہ کو ہجرت کا باعث ہوا۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ والد ماجد حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس نور کریم کے فیض حسن و جمال کے سبب بہت زنان قریش عاشق تھیں، ہر ایک کی دلی آرزو تھی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دام میں پھانسے، راہ میں بیٹھی آپ کا انتظار کیا کرتی تھیں مگر نور محمدی علیہ الصلاۃ والسلام کی برکت سے آپ ان میں سے کسی کے دام ترویر میں نہ آئے اور گناہ سے محفوظ رہے۔ کما فی مدارج النبوة للشیخ

المحقق عبد الحق المحدث الدہلوی قدس سرہ

تو ایسا ہونا کوئی تعجب خیز نہیں، ممکن ہے ایسا ہوا ہو، میرے سامنے جو چند کتابیں آئیں اور میں نے ان میں نہ پایا اس سے یہ لازم نہیں کہ یہ من گھڑت ہو۔ جو لوگ لکھتے ہیں انہوں نے کسی معتبر کتاب میں پایا ہوگا ان کی جانب بدگمانی کیوں کی جائے کہ گڑھ کر لکھ دیا، عدم وجدان وجدان عدم نہیں، ہاں ہم اس وقت تک اسے بیان بھی نہ کریں گے جب تک معتبر کتاب میں نہ پائیں۔ حاصل یہ کہ ہم نہ اس کا اقرار کرتے ہیں جب تک کسی معتبر کتاب سے نہ پائیں اور نہ انکار کہ مسلمان لکھتے ہیں اور ایسا ہونا ممکن۔ تو ان کی جانب

بدگمانی نہیں کر سکتے کہ دل سے گڑھ کر لکھ دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قیام مجلس میلاد وغیرہ مستحسن ہے

(۷۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) میلاد شریف میں قیام کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

(۲) سامنے کھانا یا شیرینی وغیرہ رکھ کر فاتحہ کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

از قصبہ مکہ محلہ شیرپور ضلع بستی عبدالحامد قادری اشرفی ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ

الجواب

(۱) قیام۔ مجلس میلاد جائز و مندوب و مستحسن ہے اور اس زمانہ میں کہ اس کا انکار و ہابیت کا شعار ہے قیام کرنا متاكد ہے۔ تفصیل اگر منظور ہو تو رسالہ مبارکہ ”اقلۃ القیامہ“ تصنیف لطیف اعلیٰ حضرت سیدنا الوالد الماجد مجدد المائتہ الحاضرہ قدس سرہ ملاحظہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جائز ہے۔

فتاویٰ عزیز یہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ میں ہے:

”فاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم در میان حاضران نمایند این قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نہ بود، اگر کسی اس طور بکند باک نیست، زیرا کہ دریں قسم هیچ قبیح نیست بلکہ فائدہ احیا و اموات را حاصل می شود۔“

لوگ شیرینی یا کھانے پر فاتحہ کر کے حاضرین کے درمیان تقسیم کرتے ہیں، یہ عمل حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ مبارکہ میں نہ تھا، کوئی شخص اس طرح کرتا ہے کوئی حرج کی بات نہیں، کہ اس طرح کے کاموں میں زندہ و مردہ دونوں کا فائدہ ہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”اگر مالیدہ و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگ بقصد ایصال ثواب بروح ایساں پختہ بخوراند مضائقہ نیست جائزست و اگر فاتحہ بنام بزرگ دادہ شد پس اغنیار اہم خوردن ازاں جائزست۔“

اگر کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے ان کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے قصد سے ملیدہ اور کھیر پکائیں اور کھلائیں تو مضائقہ نہیں، جائز ہے۔ اور اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی جائے تو اس میں اغنیا کو

کھانا بھی جائز ہے۔ (مترجم)

زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو رسالہ مبارکہ ”الحجۃ الفاعیہ“ تصنیف شریف اعلیٰ حضرت قدس سرہ مطالعہ

کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عورتوں کا میلاد شریف پڑھنا کہ آواز گھر میں رہے غیر محرم نہ سنیں تو حرج نہیں

(۷۱) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

مستورات کو میلاد شریف پڑھنا ایسی مجلس میں کہ جس میں صرف مستورات ہی ہوں جائز ہے

سعید احمد باغ پیراگی۔

یا نہیں؟

الجواب

ہاں اگر غیر محرم تک آواز نہ جائے تو اتنی آواز سے کہ گھر کے اسی حصہ میں رہے جہاں عورتیں ہوں

غیر محرم ان کی آواز نہ سنیں تو اتنی آواز سے پڑھیں اس میں حرج نہیں۔

وہابیوں سے میل جول رکھنے والے سے میلاد شریف نہ پڑھوائیں

(۷۲) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید میلاد شریف پڑھتا ہے اور وہابیوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے اور وہابیوں کی بنائی نثر بھی پڑھتا

ہے۔ زید نے روایت کی کہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دفن کرنے کے وقت ایک صحابی نے

خطاب کیا کہ اے قبر یہ بیٹی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔ زوجہ ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

کی۔ اور والدہ ہیں حسن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی۔ تو قبر سے آواز آئی کہ یہ جگہ حسب و نسب بیان کرنے

کی نہیں ہے یہاں عمل صالح کا ذکر کرو، چین اسی کو ملے جس کے عمل اچھے ہوں گے۔ یہ روایت صحیح ہے

یا غلط ہے۔ اگر غلط ہے تو اس کے پڑھنے والے کو کیا حکم؟ زید جو وہابیوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے، وہابیوں

سے میل جول رکھتا ہے اور ان کے پاس بیٹھ کر انہی کی سی گفتگو کرتا ہے، زید سے میلاد شریف پڑھوانا جائز

از شہر

ہے یا ناجائز ہے۔ اور زید کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسا شخص جو وہابیوں سے میل جول رکھتا ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے پاس بیٹھ کر ان کی ہاں میں

ہاں ملاتا ہے، اس سے ہرگز میلاد مبارک نہ پڑھوائیں، اسے واعظ مسلمین نہ بنائیں۔ یہ روایت میں نے کہیں نہ دیکھی جو بیان کرتا ہے، وہ کس کتاب معتبر کی بیان کرتا ہے ثبوت پیش کرے۔ اگر کسی معتبر کتاب کی روایت یہ ہو بھی جب بھی اس سے اس کا اگر یہ مطلب ہو کہ نسب نبوی قطعاً غیر نافع ہے تو یہ مطلب مردود ہے۔

حدیث میں ہے:

((مابال أقوام يزعمون أن قرابتي لا تنفع۔ كل سبب ونسب منقطع يوم

القيامة إلا نسبي وسببي، فإنها موصولة في الدنيا والآخرة.)) (۱)

کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ زعم کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی، ہر علاقہ ورشتہ قیامت میں منقطع ہو جائے گا، مگر میرا رشتہ اور علاقہ کہ دنیا و آخرت میں جڑا ہوا ہے۔ (مترجم)

اس کے سوا، اور بھی احادیث ہیں۔ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا نسب کریم تو حضور کا نسب کریم ہے، حضور کے صدقہ میں اوروں کے نسب بھی نافع ہوتے ہیں۔ خود قرآن عظیم سے نفع نسب کا حال معلوم۔ انبیاء اولیا سے نسبت نسبی ہو یا سہمی وہ نافع ہوئی ہے اور اس کا انکار نہ کرے گا مگر وہابی۔ وہ ایک آنکھ کھولتا ہے، اور ایسی حدیثیں دیکھ لیتا ہے، جو تقاضا بالانساب کے رد کی ہیں، اور دوسری پٹ کر لیتا ہے۔

حدیث میں جہاں یہ فرمایا ہے: "یا بنی ہاشم لا یأتین الناس یوم القیامۃ بالآخرة یحملونہا علی ظہورہم وتاتون بالدنیاء علی ظہورکم، لا أغنی عنکم من اللہ شیئاً." (۲)

اے بنی ہاشم! خبردار! ایسا نہ ہو کہ قیامت کے روز لوگ آخرت کو اٹھا کر لائیں اور تم رشتہ داری پر دنیا اٹھائے ہوئے آؤ، میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہیں کسی چیز کا کوئی فائدہ نہیں دوں گا۔ (مترجم)

یہاں تک کہ حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت صفیہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خطاب خاص فرمایا:

((یا فاطمۃ بنت محمد! یا صفیۃ بنت عبدالمطلب! یا بنی عبدالمطلب! لا أملك لکم من اللہ شیئاً غیر أن لکم رحماً سابلہا ببلا لہا.)) (۳)

(۱) [مجمع الزوائد، کتاب النبوة، باب کرامة أصله: ۲۱۶/۸]

(۲) [کنز العمال، کتاب المواعظ ولرفائق قسم الأقوال حدیث: ۴۳۷۴۴ - ۹/۱۶]

(۳) [کنز العمال، کتاب المواعظ ولرفائق قسم الأقوال، حدیث: ۴۳۶۹۳: ۵/۱۶]

اے فاطمہ، محمد کی بیٹی! اے صفیہ، عبدالمطلب کی بیٹی! اے عبدالمطلب کی اولاد! میں اللہ کے مقابل تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، سو اس کے کہ تم سے رشتہ داری ہے جس کی تری کو میں تر رکھوگا۔ (مترجم)

وہابی ایک بھی پوری نہیں کھولتا کہ پوری کھولتا تو اسے یہ نظر آتا۔ ”غیر ان لکم رحماً سابلہا ببلالہا۔“ حضور مقام تخویف میں اپنے اہل بیت کو خشیۃ اللہ اور تقویٰ و طاعت پر ابھارنے کے لیے ایسا ارشاد فرماتے ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ نسب محض ضائع ہے اس سے کوئی نفع نہیں۔

امام ابن حجر مکی بیہقی صواعق محرقة میں فرماتے ہیں:

”تنبیہ: علم مما ذکر فی هذه الأحادیث عظیم نفع الانتساب إلیہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ولا ینافیہ مافی أحادیث آخر من حثہ لأهل بیتہ علی خشیۃ اللہ و اتقائہ و طاعتہ وأن القرب إلیہ یوم القيامة إنما هو بالتقویٰ، ووجه عدم المنافاة كما قاله المحب الطبري وغيره من العلماء أنه۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ لا یملك لأحد شیئاً لا نفعاً ولا ضرراً لکن اللہ عزوجل یملکہ نفع أقاربه بل وجميع أمتہ بالشفاعة والعامۃ والخاصة فهو لا یملك إلا ما یملکہ له مولاه كما أشار إلیہ بقوله: غیر أن لکم رحماً سابلہا ببلالہا و کذا کذا۔ معنی قوله: لا أغنی عنکم من اللہ شیئاً أي: بمجرد نفسي من غیر ما یکر منی بہ اللہ من نحو شفاعة أو مغفرة، وخطابہم بذلك رعاية لمقام التخويف والحث علی العمل والحرص علی أن یكونوا أولی الناس حظاً فی تقوی اللہ و خشیتہ، ثم أو ما إلی حق رحمہ إشارة إلی إدخال نوع طمانینة علیہم، وقيل هذا قبل علمہ بأن الانتساب إلیہ ینفع وبأنہ یشفع فی إدخال قوم الجنة بغير حساب ورفع درجات آخرين وإخراج قوم من النار۔ ولما خفی ذلك الجمع عن بعضهم حمل حدیث كل سبب ونسب علی أن المراد أن أمتہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یوم القيامة ینسبون إلیہ بخلاف أمم الأنبياء لا ینسبون إلیہ وهو بعيد وإن حکاه وجهاً فی الروضة بل یرده ما مر من استناد عمر إلیہ فی الحرص علی تزوجه بأمر کلثوم وإقرار علی المهاجرین والأنصار له علی ذلك، ویرده أيضاً ذکر الصهر والحسب مع السبب والنسب كما مر وغضبه۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ لما قيل: إن قرابته لا تنفع الخ.“ (۱)

اسی میں ص: ۲۰۴ پر ہے: ”لا ینافی هذه الأحادیث ما فی الصحیحین وغیرہما
أنه لما نزل قوله تعالى: ﴿وانذر عشیرتک الاقربین﴾ خرج فجمع قومه ثم عم
وخص بقوله: لا أغنی عنکم من اللہ شیئاً، حتی قال: یا فاطمة بنت محمد أما؛
لأن هذه الروایة محمولة علی من مات کافراً أو أنها خرجت مخرج التغلیظ
والتنفیر أو إنها قبل علمه بأنه یشفع عموماً وخصوصاً الخ.“ (۱)

یہ احادیث منافی نہیں ہیں ان احادیث کے جو صحیحین وغیرہ میں ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا
فرمان ”وانذر عشیرتک الاقربین“ نازل ہوا تو آپ نے اپنی قوم کو جمع فرمایا پھر اپنے قول ”لا
أغنی عنکم من اللہ شیئاً“ کو عام و خاص دونوں طریقے سے بیان فرمایا کہ اے فاطمہ بنت محمد (صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یا تو اس لیے کہ یہ روایت محمول ہے اس شخص پر جو کافر مرے، یا یہ کہ روایت تغلیظ و تنفیر کے
طور پر بیان ہوئی، یا یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس بات کے علم سے پہلے کی بات ہے کہ وہ
شفاعت عامہ و خاصہ فرمائیں گے۔ (مترجم)

اسی میں ص: ۲۱۳ پر ہے:

”صلاح الذریة ینفع فی الآخرة فقد صح عن ابن عباس -رضی اللہ تعالیٰ
عنہما فی قوله تعالیٰ: الحقنا بهم ذریتهم أنه قال: إن اللہ یرفع ذریة المؤمن معه فی
درجته یوم القيامة وإن كانوا دونہ فی العمل وصح عنه أيضاً فی قوله تعالیٰ: وکان
أبوہما صالحاً أنه قال حفظاً بصلاح أبوہما وما ذکر عنہما صالحاً وقال سعید بن
جبیر یدخل الرجل الجنة فیقول ابن ابي امی ابن ولدي ابن زوجي فیقال له إنہم لم
یعملوا مثل عملک - فیقول: کنت أعمل لی ولہم، فیقال لہم: ادخلوا الجنة - ثم قرأ
جنت عدن یدخلونها ومن صلح من آبائہم وأزواجہم وذریتهم فإذا نفع الأب الصالح
مع أنه السابع كما قیل فی الآیة وعموم الذریة فما بألک بسید الأنبیاء والمرسلین بالنسبة
إلی ذریته الطیبة الطاهرة المطهرة، وقد قیل إن حمام الحرم إنما أکرّم؛ لأنه من ذریة
حمامین عششتا علی غار ثور الذي اختفی فیہ - صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - عن
خروجه من مكة للهجرة الخ - واللہ تعالیٰ اعلم۔“ (۱)

اولاد کی صلاح آخرت میں نفع بخشنے گی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما زیر آیت:

﴿الْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ (۱) ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی۔

روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بروز قیامت مومن کی ذریت کو اس کے درجہ میں، اس کے پاس اٹھالے گا، اگرچہ وہ عمل میں اس سے کم ہو۔ نیز حضرت عبداللہ بن عباس زیر آیت: ﴿وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا﴾ (۲) اور ان کا باپ نیک تھا۔

روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے باپ کی صلاح کا لحاظ فرمایا گیا، ان کی اپنی صلاح کا کوئی ذکر نہ فرمایا۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں: جب آدمی جنت میں جائے، اپنے ماں باپ، اور اہل و عیال کو پوچھے گا، ارشاد ہوگا: انہوں نے تیرے جیسا عمل نہیں کیا (اس لیے وہ تیرے درجے اور عمل کو نہ پہنچے) عرض کرے گا: میں نے اپنے اور ان سب کے نفع کے لیے اعمال کیے تھے۔ ان سب کو حکم ہوگا: جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿جَنَّتٌ عَدْنٌ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ﴾ (۳)

بسنے کے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے اور جو لائق ہوں ان کے باپ دادا اور بی بیوں اور اولاد میں۔ تو جب ساتویں درجہ کا نیک باپ نافع ہو سکتا ہے، جیسا کہ آیت میں فرمایا گیا، اور یوں ہی عام ذریت تو پھر امام الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاکیزہ پاک طینت نسل و اولاد، جنہیں آپ سے عظیم نسبت حاصل ہے، کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کہا گیا ہے کہ: حرم شریف کے کبوتر قابل اکرام ہیں، کیوں کہ یہ ان دو کبوتروں کی نسل سے ہیں جنہوں نے غار ثور پر گھونسلایا تھا، جس میں آپ ہجرت کے موقع پر مکہ المکرمہ سے تشریف لاتے وقت روپوش ہوئے تھے۔ (مترجم)

شہادت نامہ جس میں روایات صحیح ہوں پڑھنا اچھا ہے

(۷۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

شہادت نامہ، جنگ نامہ، نور نامہ، داستان امیر حمزہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۱) [سورة الطور:] (۲) [سورة الكهف: ۸۲]

(۳) [سورة الرعد: ۲۳]

الجواب

شہادت نامہ جس میں تمام تر صحیح صحیح روایات ہوں اس کا پڑھنا اچھا ہے، جیسے آئینہ قیامت اور جو غلط و باطل روایات پر مشتمل ہو اس کا پڑھنا سخت برا، اور ناجائز ہے۔ جنگ نامہ، نور نامہ دیکھا نہیں وہ اگر غلط روایات افتراءات پر مشتمل ہوں تو ان کا حکم یہی ہے کہ ان کا پڑھنا جائز نہیں۔ داستان امیر حمزہ از سر تاپا کذب و بہتان افتراء و طوفان محض دروغ بے فروغ ہے اور اتنا ہی نہیں چوں کہ اس کا مصنف رافضی تھا اس میں جا بجا صحابہ کرام پر تبرا ہے اس کا پڑھنا حرام حرام حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) فاتحہ و ایصالِ ثواب

فاتحہ خاص مزار کے پاس ہی ضروری نہیں

(۷۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
بزرگوں کی فاتحہ مزار کے سامنے دلانا افضل ہے یا مزار سے علاحدہ؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

فاتحہ مستحب ہے چاہے جہاں ہو اور مزار کے پاس یوں اور بھی اچھا ہے کہ قریب مزار میں قرآن عظیم کی تلاوت بیک کرشمہ دوکار ہوگی۔ فاتحہ کا ایصالِ ثواب بھی اور وہاں تلاوت قرآن عظیم بھی جس سے میت کو فرح و سرور اور انس و انبساط ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہندو کی لائی ہوئی شیرینی پر کس طرح فاتحہ پڑھے

(۷۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
ہندو اگر شیرینی لائے اور کہے فاتحہ دے دو کسی بزرگ کی یا پیغمبر علیہ السلام کی تو فاتحہ دینا درست ہے اور فاتحہ دے کر ہندو کو شیرینی دے دی جاوے یا مسلمانوں کو تقسیم کر دی جاوے۔

الجواب

ہندو سے شیرینی لے کر اپنی کر کے اپنے آپ فاتحہ دے کر اپنی سمجھ کر تقسیم کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ہندو کی چیز پر فاتحہ نہیں ہو سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فاتحہ جائز و مستحب ہے اور اصل اشیا میں اباحت ہے

(۷۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
فاتحہ مروجہ جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو جواز کی دلیل کیا ہے؟ بعض لوگ جواز فاتحہ کی دلیل یہ

بیان کرتے ہیں کہ: ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے تیسرے روز اونٹنی کا دودھ اور جو کی روٹی اور کھجور لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور حضور کے سامنے رکھ دیا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست اقدس اٹھا کر فاتحہ پڑھی۔ ایک بار الحمد شریف اور تین برقل ہو اللہ شریف اور اللہم صل علی محمد انت بھا وهو بھا تلاوت فرمائی پھر ان چیزوں کو تقسیم فرما دیا۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟۔ مع دلائل واضح بیان فرمائیں۔

از پورنیہ ڈاک خانہ بانسی ہاٹ موضع منشی ٹولہ تاراباری
مرسلہ منشی محمد کرامت حسین قادری رشیدی سنی حنفی

الجواب

فاتحہ مروجہ ضرور جائز و مستحب ہے۔ جو ناجوازی کا مدعی ہو قاعدہ سے دلیل ان کے ذمہ ہے کہ

”الأصل في الأشياء الإباحة“

جب اباحت اصل ہے تو جائز کہنے والے کو یہی بس ہے، ناجائز بتانے والا بتائے کہ وہ کہاں سے اور کس دلیل سے اسے ناجائز کہتا ہے۔ کیا قرآن میں کسی طرح اس کی ناجوازی کا بیان ہے، یا حدیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں، یا کسی امام مجتہد نے اسے ناجائز بتایا ہے؟ فاتحہ نام ہے کچھ قرآن خوانی و درود خوانی کا اور برائے ایصال ثواب کوئی خوردنی یا نوشیدنی یا کسی کام کی کوئی شے دینے کا اور دعائے ایصال ثواب کا۔ کوئی مسلمان ہے جو قرآن خوانی کو جائز تو جائز مستحب نہیں مانتا، یوں ہی درود خوانی۔ کون مسلمان ہے جو صدقہ و بروصلہ کو مستحب نہیں جانتا ہے۔ کون مسلمان ہے جو دعا کو مستحب نہیں جانتا۔ احادیث مستحب ہوں، اور مجموع حرام و ناجائز و بدعت، یہ نجدیوں کی ہی مت ہے۔ احادیث شریفہ سے یہ بات روز روشن کی طرح آشکار ہے کہ عبادت بدنی اور مالی کا ثواب میت کو پہنچایا جاسکتا ہے۔ اور پہنچتا ہے اور میت اس سے خوش ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے: ((عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ أنه سأل رسول اللہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ فقال: یا رسول اللہ! إن نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعولهم فهل يصل ذلك إليهم؟۔ فقال: نعم، إنه يصل ويفرحون به كما يفرح أحدكم بالطبق إذا اهدى إليه.)) (۱)

(۱) [حاشیة الطحاوی علی مراقی الفلاح بشرح نور الإیضاح، کتاب الصلاة غنصل فی زیادة القبور: ۶۲۱]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا، عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کریں، حج کریں، اور ان کے لیے دعا کریں تو کیا ان چیزوں کا ثواب انھیں ملتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ہاں، بے شک ثواب پہنچتا ہے، اور وہ اس سے ایسے ہی خوش ہوتے ہیں جس طرح ہذیبہ ملنے کے وقت تم خوش ہوتے ہو۔ (مترجم)

دوسری حدیث میں ہے:

((عن علي - رضي الله تعالى عنه - أن النبي - صلى الله تعالى عليه وسلم - قال من مر على المقابر فقرأ (قل هو الله أحد) إحدى عشرة مرة ثم وهب أجره الأموات أعطى من الأجر بعدد الأموات.)) (۱)

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کا قبرستان سے گزر ہوا، اور اس نے گیارہ بار قل هو اللہ شریف پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو ایصال کیا تو تمام مردوں کے برابر اس کو ثواب ملے گا۔ (مترجم)

ہمارے علمائے اسی بنا پر تصریح فرمائی کہ انسان اپنے عمل کا ثواب غیر کو پہنچا سکتا ہے۔ اہل سنت کا یہی مذہب ہے۔ وہ عمل نماز ہو یا روزہ، حج ہو یا صدقہ، قراءت قرآنی ہو یا اذکار، یا ان کے سوا انواع بر سے، اور وہ میت کو پہنچتا ہے اور اسے نفع بخشتا ہے مثلاً:

امام زبیلی سے مراقی الفلاح علامہ طحطاوی میں ہے:

”فلإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة كان أو صوماً، أو حجاً، أو صدقةً، أو قراءة للقرآن، أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت وينفعه.“ (۲)

انسان اپنے عمل کا ثواب غیر کو ایصال کر سکتا ہے، یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے، وہ عمل نماز ہو یا روزہ یا حج ہو یا صدقہ ہو یا قراءت قرآنی، یا اذکار یا ان کے سوا انواع بر سے، اور وہ میت کو پہنچتا ہے اور اسے نفع بخشتا ہے۔

فاتحہ میں قرأت قرآنی واذکار و دعا اور صدقات وغیرہ انواع بر کے سوا اور کیا ہے جس کے سبب

(۱) [کنز العمال، کتاب الموت: ۴۲۵۸۹—۲۷۶/۱۵]

(۲) [حاشیة الطحطاوي على المراقي: كتاب الصلاة، فصل في زيارة القبور: ۶۲۱: ۶۲۲۹]

اس کی حرمت و شرک و بدعت کا قول کیا جاتا ہے۔ علامہ طحاوی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اہل سنت تو اسے جائز ہی سمجھتے ہیں کہ آدمی نیک کام کرے اور اس کا ثواب دوسروں کو پہنچائے تو جو اسے نہیں مانتا وہ یقیناً اہل سنت کا خلاف کرتا ہے۔ وہ حدیث جو سوال میں مذکور ہے میری نظر میں ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تبارک ایصال ثواب ہے اور مستحب مستحسن

(۷۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
لوگ تبارک کرتے ہیں، یہ فرض و واجب و سنت ہے یا نہیں؟۔ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام نے یا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کرنے کا حکم دیا ہے یا کیا ہے کہ نہیں؟
از محلہ ملوک پور۔ مستفتی عبدالرحمن خاں معرفت بلد خاں۔

الجواب

تبارک ایصال ثواب ہے، ایصال ثواب مستحب و مستحسن ہے۔ حضور نے بھی ایصال ثواب کیا ہے، صحابہ کرام نے بھی، امام اعظم نے بھی ایصال ثواب کو اچھا مانا و کار ثواب جانا ہے۔ اور پھر قیامت تک جو نیا طریقہ اچھا نکالے وہ اچھا ہی ہے اس کے نکالنے والے کے لیے خود اس کا ثواب ہے اور جتنے قیامت تک اس اچھے طریقہ کو برتیں ان سب کے ثواب کے برابر ثواب بھی۔
خود حدیث میں ارشاد ہوا:

((من سن فی الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها.)) (۱)
جس نے اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس سب پر عمل کرنے والوں کے برابر اس کو ثواب ملے گا۔ (مترجم)

جو لوگ پکی مسجدیں بناتے ہیں، گنبد منارے تعمیر کرتے ہیں، مدرسہ انجمنیں بناتے ہیں، ان کے قواعد و ضوابط تیار کرتے ہیں، مدرسہ میں طرح طرح کے فنون کی تعلیمیں مقرر کرتے ہیں اور تدریس کے ایام معین کرتے ہیں، مسجدوں میں امامت اور مؤذنی اور مدرسوں میں مدرسے وغیرہ پر اجرتیں ٹھہراتے ہیں، یہ سب امور فرض، واجب، سنت، مستحب ہیں، یا کیا؟۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور صحابہ کرام اور

امام ابوحنیفہ اور ائمہ کرام نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے یا نہیں؟ بلکہ قربت پر اجرت سے خود حضور نے منع فرمایا ہے۔ متقدمین فقہانے اس کی حرمت کا قول کیا ہے یا نہیں؟ تو اذان پر اجرت، امامت پر اجرت، مدرسے پر اجرت، وعظ کی اجرت باوجود ممانعت و ہابیہ کیوں لیتے ہیں۔ جس کام سے حضور نے نہ منع فرمایا نہ اس کا حکم دیا اگرچہ نفس ایصال ثواب فرمایا اس کو تو حرام ٹھہراتے ہیں، اس کے کرنے والوں کو بدعتی اور کیا کیا جکتے ہیں اور جس سے حضور نے صاف صاف منع فرمایا، تمام ائمہ متقدمین نے اسے حرام جانا، وہ بے دریغ شیر مادر۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایصال ثواب سنت ہے

(۷۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) فاتحہ مروجہ سنت ہے، زید فاتحہ کو سنت کہتا ہے، اس کا کہنا ٹھیک ہے یا نہیں۔ بروے شرع فاتحہ

کیا ہے؟

(۲) اگر کوئی شخص تمام عمر باوجود قدرت کے اپنے اجداد و آبا کی و اولیائے کرام کی جناب غوث اعظم کی گیارہویں محفل میلاد قدس نہ کراے اور تمام عمر یا رسول اللہ نہ کہے تو تمام امور مذکورہ کے نہ کرنے سے کفر و اسلام کا سوال پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟ شخص مذکور صوم و صلاۃ امر و نہی کا پابند و تبع سنت ہے؟

(۳) مزار پر چادر چڑھانے کا کیا ثواب ہے اور اس سے صاحب مزار کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟

از بہیروی ضلع بریلی مرسلہ مستری عبدالشکور ۱۲ رمضان ۱۳۵۶ھ

الجواب

ایصال ثواب سنت ہے، صدقہ کرنا سنت ہے، قرآن عظیم کی تلاوت برائے ایصال ثواب سنت ہے، دعا سنت ہے۔ فاتحہ میں اور کیا ہوتا ہے۔ رہی تعین وہ عربی ہے شرعی نہیں، اور اس کی غرض صحیح ہے۔

فتاویٰ عزیز یہ میں ہے:

(۱) اس طعن مبنی ست بر جہل باحوال مطعون علیہ، زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ راجح کس فرض نمی داند، آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشان باہدائے ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امور مستحسن و خوب ترست باجماع علما۔ تعین روز عرس برائے آنست کہ آن روز بذکر انتقال ایشان می باشد از دارالعمل بدارالثواب والا ہر روز کہ اس عمل واقع شود موجب فلاح و نجات ست۔ و خلف

رالازم ست کہ سلف خود را بایں نوع برو احسان نماید چنانا چہ در احادیث مذکور است کہ ”ولد صالح یدعو له“ و تلاوت قرآن و اہدایے ثواب را عبادت قرار دادن مبنی بر کمال بلاوت و افراط جہل ست۔ (۱)

یہ طعن مطعون علیہ کے حالات سے بے خبری پر مبنی ہے، اس لیے کہ شریعت میں مقررہ فرائض کے سوا کسی کو کوئی فرض نہیں جانتا، ہاں قبور صالحین کی زیارت اور ان سے تحصیل برکت اور ایصال ثواب، تلاوت قرآن، دعائے خیر اور تقسیم شیرینی و طعام کی جانب اسے ان کی امداد باجماع علماء مستحسن اور اچھا عمل ہے، اور روز عرس کا تعین اس لیے ہے کہ وہ دن دارالعمل سے دارالثواب کی جانب ان کے انتقال فرمانے کی یاد دہانی کرنے والا ہے، ورنہ جس دن بھی یہ کام ہو فلاح و نجات کا سبب ہے، اور خلف پر لازم ہے کہ اپنے سلف کے لیے اس طرح کی بھلائی اور نیکی کرتا رہے۔ چنانا چہ حدیث میں وارد ہوا ہے: ”ولد صالح یدعو له“ (۲) یک اولاد ماں باپ کے لیے دعا کرے۔ تلاوت قرآن اور ایصال ثواب کو عبادت قرار دینا کمال کم عقلی اور نری جہالت پر مبنی ہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے: در در منشور سیوطی مرقوم ست: ((عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ أن رسول اللہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کان یأتی أحدًا کل عام، فإذا تفوه الشعب سلم علی قبور الشهداء فقال: سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ وأخرج ابن جریر عن محمد بن إبراهیم قال: کان النبی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یأتی قبور الشهداء علی رأس کل حول فیقول: سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وأبو بکر وعمر و عثمان انتھی۔)) (۳)

”وفی التفسیر الکبیر عن رسول اللہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ أنه کان یأتی قبور الشهداء رأس کل حول فیقول: السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الأربعة.“ (۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال احد تشریف لاتے، جب درہ کوہ پر پہنچتے تو شہیدوں کی قبروں پر سلام کرتے، اور فرماتے: تمہیں سلام ہو

(۱) [فتاویٰ عزیز یہ: ۱/۵۹]

(۲) [صحیح مسلم ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته ۳/۱۲۵۵]

(۳) [الدر المنثور سورة الرعد الآيات- ۲۴۲۲- ۴/۱۰۹]

(۴) [التفسیر الکبیر سورة الرعد- ۲۰- ۲۴/۷/۳۷]

تمہارے صبر پر کہ دار آخرت کیا ہی عمدہ گھر ہے، اور امام ابن جریر نے حضرت محمد بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہدا کی خاک پر قدم رنجہ فرماتے اور کہتے: تم پر سلام ہو تمہارے صبر پر کہ دار آخرت کیا ہی عمدہ گھر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق، فاروق اور ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کرتے۔ اھ۔ تفسیر کبیر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہدا کی قبروں پر تشریف لاتے اور کہتے تم پر سلام ہو تمہارے صبر پر کہ دار آخرت کیا ہی عمدہ گھر ہے۔ حضور کے بعد خلفائے اربعہ (حضرت صدیق و فاروق اور ذی النورین و علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی ایسا ہی کرتے۔ (مترجم)

فتاویٰ عزیز یہ میں جہاں حضرت شاہ صاحب کا مجلس ذکر و وفات شریف اور مجلس شہادت حسین کرنا مذکور ہوا ہے اس کے ختم پر یہ عبارت ہے:

(۱) ”بعد ازاں ختم قرآن مجید و پنج آیت خواندہ بر ما حضر فاتحہ نمودہ می آید و درین بین اگر شخصے خوش الحان سلام می خواند یا مرثیہ مشروعہ این اتفاق می شود ظاہرست کہ درین اکثر حضار مجلس را و این فقیر را ہم رقت و بکالاق می شود، اینست قدرے کہ بعلم می آید۔ پس اگر چیز ہائز و فقیر بہ ہمیں وضع کہ مذکور شد جائز نمی بود اقدام بر آن اصلاً نمی کرد۔ واللہ تعالیٰ اعلم“

فاتحہ مروجہ کے مستحسن و مستحب ہونے میں کچھ شک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر وہ یہ سعادت بجا نہیں لاتا اور یہ برکات حاصل نہیں کرتا مگر انکار بھی نہیں رکھتا تو بد مذہب تو نہیں، ناسعادت مند اور کم نصیب ضرور ہے۔ ابھی شاہ صاحب کی عبارت میں گذرا کہ خلف را لازمست کہ سلف خود را باین نوع برو احسان نماید۔ اور جو بد منش بد عقل امور مستحبہ مذکورہ کا انکار کرتا ہے انہیں ممنوع جانتا ہے وہ نئی شریعت دل سے گڑھتا ہے۔ حدیث محکم سے ملعون ملائکہ زمین و آسمان ہوتا ہے۔

((قال النبي - صلى الله تعالى عليه وسلم - من أفتى بغير علم لعنته ملائكة

السموات والأرض.)) (۱)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بغیر علم فتویٰ دیا اس پر ملائکہ سماوات و ارض کی لعنت ہے۔ (مترجم)

وہ جری اللہ و رسول پر مفتری ہے۔ جس طرح کسی بات کو جائز اپنی طرف سے نہیں کہا

جاسکتا، قرآن و حدیث ہی کی رو سے کہا جائے گا۔ یوں ہی کسی بات کو ناجائز بھی اپنی طرف سے نہیں کہا جائے گا۔ بارشاد الہی و فرمان رسالت پناہی۔ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ہی کہا جائے گا۔ ہے کسی وہابی میں دم کہ وہ امور مذکورہ سے ممانعت کی کوئی آیت یا حدیث پیش کر سکے۔

﴿هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (۱)

اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

﴿قُلْ اللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ﴾ (۲)

اے محبوب فرما دو! اللہ نے تمہیں حکم دیا، یا اللہ پر افترا کرتے ہو۔

ممنوع کہنے والا بد مذہب وہابی گمراہ ہے کہ آج کل وہابی کا ہی یہ شعار ہے۔ یہ تو محض انکار کا حکم ہے کہ وہ تیج غیر سبیل المؤمنین ہے، اور جن کا انکار بد تہذیبی اور توہین و تنقیض پر مشتمل ہے ان کا حکم اس سے زیادہ سخت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) مزارات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قبور عوام سے ممتاز کرنا کہ لوگ وہاں حاضر ہوں، ان کے فیوض و برکات سے متمتع ہوں اور نادانستگی کے سبب ان کی اہانت سے بچیں، چادریں ڈالنے سے یہ مقصود ہوتا ہے: مسلمانوں کو فیوض و برکات اولیائے کرام سے بہرہ مند کرانا۔ اور ضرور توہین اولیائے کرام سے بچانا ضرور کار ثواب ہے، اور مستحسن ہے کہ نصیحت و خیر خواہی مسلمین ہے۔ صاحب مزار کو چادر کی حاجت نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ جب امتیاز قبور عوام سے ہوگا۔ تو وہاں لوگ حاضری دیں گے اور ایصال ثواب کا خاص اہتمام کریں گے۔ یوں ہی گذرتے ہوئے نہ چلے جائیں گے۔

شامی میں ہے: "إذا قصد به التعظيم في عيون العامة حتى لا يحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والأدب للغافلين الزائرين فهو جائز؛ لأن الأعمال بالنيات وإن كان بدعة فهو كقولهم بعد طواف الوداع يرجع القهقري حتى يخرج من المسجد إجلالاً للبيت، حتى قال في منهاج السالكين: إنه ليس فيه سنة مروية ولا أثر محكي، وقد فعله أصحابنا انتهى. واللہ تعالیٰ اعلم۔" (۳)

(۱) [سورة البقرة: ۱۱۱]

(۲) [سورة يونس: ۵۹]

(۳) [ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۹/۴۴۲]

اگر مقصد یہ ہو کہ اس سے لوگوں کی نظروں میں تعظیم ہوگی، اور قبر والے کی تحقیر سے حفاظت ہوگی، نیز غافل زائرؤں کو وہاں خشوع کی طرف اور ادب کی طرف رغبت دلانا مقصد ہو تو یہ جائز ہے، کیوں کہ اعمال نیت کے ساتھ ہیں۔ اگرچہ یہ بدعت ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ علما فرماتے ہیں: طواف رخصتی کے بعد اٹنے پاؤں مسجد سے باہر آئے بیت اللہ کے احترام کے پیش نظر۔ منہاج السالکین میں تو یہاں تک فرمایا کہ: اس بارے میں نہ تو کوئی حدیث مروی ہے اور نہ کوئی اثر منقول، حالانکہ ہمارے اصحاب نے اسے کیا ہے۔ (اس کا مطلب بدعت حسنہ ہے) اھ۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

(۵) معاملات

ہندوستان کے کفار سلطنت مغلیہ کے دور میں بھی حربی تھے

(۷۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ہندوستان کے کفار کیا حربی کفار میں ہیں؟

از بڑا بازار دوکان نذر الحسن سوداگر مسئلہ محمد فاروق صاحب ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ، متصل

مسجد سنچر شاہ۔

الجواب

ہاں یہ سب حربی کافر ہیں اور آج ہی نہیں جب کہ سلطنت اسلامیہ یہاں نہیں رہی بلکہ یہ اس وقت بھی حربی ہی تھے جب کہ سلطنت مغلیہ تھی۔

حضرت عارف باللہ ملا احمد جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ استاذ سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”انظروا یا ایہا المؤمنون! هل في هذا الزمان ذمي؟. وتفكروا یا ایہا المسلمون!، إن هم إلا حربی وما یعقلها إلا العالمون، وقد طال الکلام فی زماننا فی بیان الذمی والحربی بالإفراط والتفريط والحق ما بینہ بعض مشایخنا سلمہ اللہ تعالیٰ فی بعض رسائلہ فطالعه إن شئت، وقد ذکر فی تحقیقہما الأعظم الثانی کلاماً لا مزید علیہ فلیرجع إلیہ. واللہ تعالیٰ أعلم.“ (۱)

اے مسلمانو! اے مومنو! خوب غور و فکر کرو کہ اس زمانے میں کہیں ”ذمی“ ہیں؟ اور اے مسلمانو! اس پر بھی غور کرو کہ آج صرف اور صرف ”حربی“ موجود ہیں، اسے صرف علماء ہی سمجھتے ہیں۔ ہمارے زمانے میں ذمی اور حربی کے بارے میں لمبی لمبی باتیں اور طویل گفتگو ہو رہی ہے جس میں ایک طرف تو نہایت زیادتی اور تنگ دلی کرنے والے ہیں اور دوسری طرف ایسے ہیں جو اس کی اہمیت گھٹانے پر تلے ہوئے

ہیں، اور حق وہی ہے جسے ہمارے بعض مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے اپنے بعض رسالہ جات میں تحریر فرمایا ہے، اگر تمہیں بھی اس کے بارے میں وافر اور صحیح معلومات حاصل کرنے کا شوق ہے تو پھر ان رسالہ جات کا مطالعہ کرو، اور ان دونوں کی تحقیق میں ”اعظم ثانی“ نے ایسی گفتگو کر دی ہے جس سے زیادہ کی ضرورت نہیں، لہذا تمہیں اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (مترجم)

مرتدین سے معاملات بھی حرام ہیں

(۸۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

- (۱) وہابی، نیچری، دیوبندی، قادیانی، رافضی، شیعہ وغیرہم معاملات میں ایک درجہ میں ہیں یا کچھ فرق ہے۔ ان کے ساتھ رسم رکھنا، کھانا پینا، ان کا حقہ پینا کیسا ہے؟ جو لوگ ان سے ایسے معاملات رکھتے ہیں ان کا حقہ پینا، ان کے یہاں کھانا پینا کیسا ہے۔ اگر ان سے قطع تعلق کرنے میں ان کی شرارتوں سے بتلاے مصیبت ہونے کا ڈر ہو جن کا وہ متحمل نہ ہو سکے تو کیا کرے؟
- (۲) ایک حنفی شخص ضرورت پر باقی تینوں اماموں میں سے کسی کا مسئلہ لے سکتا ہے یا نہیں؟
- (۳) دو اشخاص ہندو مسلمان میں تنازع ہے۔ حق بجانب فیصلہ کرنے میں مسلمان کو نقصان پہنچتا ہے، کافر کا حق ضبط کرنے اور مسلمان کو بچانے پر قادر ہو کر اگر اس کو بری کر دیا جائے تو اس پر از روے شریعت گرفت ہے یا نہیں؟

الجواب

جو مرتدین ہیں نیچری، وہابی، دیوبندی، قادیانی، رافضی ان سے میل جول رسم و راہ کیسی۔ نری معاملات بھی حرام ہے، جو لوگ ان مرتدین کے عقائد کفریہ پر مطلع ہوتے ہوئے ان سے میل جول رکھتے ہیں حرام کارگنہ گار ہیں۔ جس بد مذہب کی بد مذہبی حد کفر کو نہ پہنچی ہو جب اس سے بھی میل جول ناجائز۔ تو ان مرتدین سے رسم راہ کے کیا معنی۔ بلکہ فاسق العقیدہ ہی نہیں فاسق العمل شخص کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔ جب تک وہ توبہ نہ کرے۔

قال تعالیٰ: ﴿وَمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَعْتَدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱)

جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

تفسیرات احمدیہ میں حضرت سیدی عارف باللہ ملا احمد جیون قدس سرہ فرماتے ہیں:

”القوم الظالمین یعم المبتدع والفسق والكافر والعقود مع کلهم ممتنع [وقال صاحب الهدایة : إن دعوا بدعوة و كان ثمه لعب أو غنا فإن علم ذلك قبل حضور المجلس لا یحضر، وإن لم یعلم ذلك قبل الحضور، فإن قدر علی المنع منع البتة، وإن لم یقدر، فإن كان مقتدی یخرج البتة ولا یأكل لئلا یقتدی الناس به، وإن لم یکن مقتدی فإن كان علی رأس المائدة لا یقعد لقوله تعالیٰ : فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین. “ (۱)

ظالموں کی قوم سے مراد عام ہے، ہر مبتدع، فاسق اور کافر اس میں شامل ہے، صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: اگر لوگوں کو کسی دعوت پر بلایا جائے اور وہاں لہو و لعب یا گانا بجانا ہو تو اگر اس بات کا علم مجلس میں حاضر ہونے سے قبل ہو جائے تو حاضری نہ دی جائے، اور اگر حاضر ہونے سے قبل معلوم نہ ہو سکا (اور آگیا) اب آجانے کے بعد اگر منع پر قادر ہے تو یقیناً منع کرنا لازم ہے۔ اور اگر منع کی قدرت نہیں اور خود وہ شخص ”مقتدی“ ہے تو بھی فوراً نکل جائے اور اس دعوت کا کھانا نہ کھائے تاکہ لوگ اس کی اقتدا میں ایسا کرنے سے باز آجائیں، اور اگر وہ ”مقتدی“ نہیں۔ اب اگر دسترخوان پر بیٹھا ہوا ہے تو اٹھ جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذُّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲)

جو کہیں شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

مسلمان ایسوں سے قطع تعلق اور ان کا حقہ پانی بند کر سکتے ہیں۔ اگر ان کی شرارتوں سے فتنہ کا

خوف کرتے ہیں تو معذور ہیں۔

تفسیرات احمدیہ میں ہے:

”وقدر خص بعض العلماء في أن يبدأ أهل الذمة بالسلام إذا دعت إلى ذلك

حادثة تحوج إليهم۔ ویروئى ذلك عن النخعي وعن أبي حنيفة لا ابتداء بالسلام في

(۱) [التفسیرات الاحمدیہ: ۲۵۵]

(۲) [سورة الانعام: ۶۸]

أهل كتاب ولا في غيره - وعن أبي يوسف لا تسلم عليهم ولا تصافحهم وإذا دخلت فقل السلام على من اتبع الهدى. (۱)

بعض علمائے اس کی رخصت دی ہے کہ ابتداءً ذمی کو سلام کیا جاسکتا ہے جب کہ اس کی ضرورت پڑے اور کوئی ایسی بات ہو جائے جس میں اس کی طرف احتیاج پڑتی ہو۔ یہ امام نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ: ذمی کو نہ تو لکھ کر اور نہ کسی اور طریقے سے ابتداءً سلام کیا جائے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ: تم نہ تو انہیں سلام کرو اور نہ ہی ان سے مصافحہ کرو۔ اور اگر تم ان سے ملو تو ”السلام علی من اتبع الهدی“ کے الفاظ کہو۔ (مترجم)

جب وقت حاجت یہاں تک رخصت دی گئی ہے تو ایسے لوگ جو مرتدین سے میل جول ہی رکھتے ہوں ان کے فتنہ کے اندیشہ سے بھی رخصت بدرجہ اولیٰ ہوگی۔

نیز حدیقہ ندیہ میں ہے:

”هذا كله إذا كان (بلا حاجة) للمسلم (عنده) أي الذمي (فإنه) أي: السلام حينئذٍ (مكروه) كراهة تحريم لما ذكرنا (وعندها) أي: الحاجة (لا باس به) حكي القاضي عياض عن جماعة أنه يجوز ابتدائهم به للضرورة والحاجة أو سبب - وهو قول علقمة والنخعي - وعن الأوزاعي أنه قال: إن سلمت فقد سلم الصالحون - وإن تركت فقد ترك الصالحون - وروى (أصحابنا الحنفية - رحمهم الله تعالى - أنه أي: الرجل الصالح لا يسلم على الرجل الفاسق المعلن أي: المظهر لفسقه إهانة وتحقيراً على فجوره. (۲)

یہ اس صورت میں ہے جب کہ مسلمان کو ذمی سے کوئی حاجت نہ ہو تو اس وقت سلام کرنا مکروہ تحریمی ہے، دلیل ماسبق کی وجہ سے۔ اور حاجت ہو تو حرج نہیں۔ قاضی عیاض نے ایک جماعت سے یہ بات نقل کی ہے کہ ذمیوں سے ابتداءً سلام جائز ہے جب کہ کوئی ضرورت و حاجت یا کوئی اور سبب ہو، اسی بات کے قائل علقمہ و نخعی ہیں۔ امام اوزاعی سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: اگر تم سلام کرو (تو کر سکتے ہو) کیوں کہ صالحین نے سلام کیا ہے۔ اور اگر نہ کرو (تو بھی ٹھیک ہے) کیوں کہ صالحین نے ترک سلام

(۱) [التفسيرات الاحمدية: ۱۹۴]

بھی فرمایا ہے۔ حنفیہ نے روایت فرمائی ہے: نیک آدمی فاسق معین کو سلام نہ کرے، یعنی جو اپنے فسق کو ظاہر کرتا ہو، فاسقوں کی تحقیر کے لیے۔ (مترجم)

بے ضرورت و حاجت ہرگز جائز نہیں یہاں تک کہ اگر کسی کافر یا مبتدع کو سنی مسلمان سمجھ کر سلام کیا پھر اس کا کافر یا مبتدع ہونا معلوم ہوا، تو کہہ دے کہ میں اپنے سلام سے باز آیا۔ کافروں و مبتدعوں کی تحقیر کے لیے۔

اسی میں ہے:

”لو سلم علی من ظن أنه مسلم ثم ظهر أنه ذمی أو مبتدع یقول استرجعت عن سلامی تحقیراً لهم۔“ (۱)

اگر کسی کو سنی مسلمان سمجھ کر سلام کیا پھر اس کا کافر ہونا یا مبتدع ہونا معلوم ہوا تو کہہ دے کہ میں اپنے سلام سے باز آیا، کافروں اور مبتدعوں کی تحقیر کے لیے۔ (مترجم)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

”فی السیر لا بأس برد سلام أهل الذمة والنهی عن البداءة إلا إذا كان محتاجاً إليه فلا بأس بها أيضاً ولكن یکره مصافحتهم۔“ (۲)

فتاویٰ بزازیہ کے کتاب السیر میں ہے: ذمیوں کے سلام کا جواب دینے میں کوئی حرج نہیں، ہاں سلام کی ابتدا کرنا ممنوع ہے، مگر جب اسے حاجت ہو تو سلام کی ابتدا کرنے میں بھی حرج نہیں، البتہ مصافحہ مکروہ ہے۔ (مترجم)

پھر بھی انہیں مرتدوں سے میل جول کی ممانعت کی تبلیغ اس انداز سے کرتے رہیں کہ وہ برانہ مائیں۔ جوش غضب میں آکر انہیں کسی مصیبت میں نہ پھانس دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ہاں عند الضرورة الملجئة ایسا کر سکتا ہے کہ اس وقت وہ حکم خود اس کے مذہب کا حکم ہے کما

بیناھ فی فتاوانا بحمد اللہ تعالیٰ وعونه وحسن توفیقہ۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

(۱) [الحدیقة الندیة: ۲۵۸]

(۲) [الفتاویٰ البزازیة: ۶/۳۵۵]

مسلم لیگ کے احوال

(۸۱) مسئلہ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عالم جلیل فاضل نبیل حضرت مولانا المکرم والمعظم دامت برکاتہم العالیہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بصدا دہب واحترام خدمت والائیں التماس ہے کہ حسب ذیل امور کو ملحوظ فرماتے ہوئے کہ:

(الف) کانگریس کو جو برائے نام اقوام ہند کی مجموعی اور حقیقت میں اہل ہند کی خالص جماعت ہے، گورنمنٹ برطانیہ نے عارضی یا مستقل طور پر کچھ اختیارات تفویض کر دیے ہیں جن سے ناجائز فائدہ اٹھا کر وہ (اہل ہند) اپنی قوم کو فروغ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو زک دینا چاہتے ہیں؟

(ب) کانگریس کے مقابلہ میں اہل اسلام کی جس قدر جماعتیں کام کر رہی ہیں ان میں مسلم لیگ اولاً باعتبار اس حقیقت کے کہ یہ مسلمانوں کو ہند سے علاحدہ رکھنا چاہتی ہے، اور ان کو جداگانہ طور پر ترقی دینے کی مدعی ہے۔ اور ثانیاً اس لحاظ سے کہ اس کا دائرہ لیگ وسیع ہے۔ لیگ زیادہ کامیاب اور سربر آوردہ ہے جس کی اہمیت کا اندازہ مزید طور پر ان حقائق سے بھی ہوتا ہے کہ کانگریس ہر مسلم جماعت کو نظر انداز کرتے ہوئے مسلم لیگ اور صرف مسلم لیگ کے اشتراک عمل اور تعاون کا مطالبہ اور خواہش کر رہی ہے؟

(س) ہم لوگ اول تو خود مشرکین کی اس روز افزوں ترقی اور ہنگامہ آرائی کو بری نظر سے دیکھتے ہیں۔ دوسرے ہم جس حلقہ میں آباد ہیں وہ مسلم رؤسائے زیر آئین ہے، حضرات رؤسا بھی ان کی حرکتوں سے نافرو بے زار ہیں، ان کی جانب سے ہمیں پورے طور پر اجازت ہے، کہ اگر ہم چاہیں تو مسلم لیگ کی مقامی شاخ سے علاقہ قائم کر سکتے ہیں؟

(د) بعض حضرات قطعاً غیر جانبدار رہنے کی تاکید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: کانگریس اور مسلم لیگ دونوں جماعتیں ایک ہی مقصد کو لے کر آئی ہیں، اور عنقریب متحد و متفق ہو جائیں گی، عند الشریعت یہ دونوں مذموم ہیں اور دونوں کا حکم ایک ہے؟

(ی) جب ان حضرات سے جو غیر جانبداری کے حکم بردار ہیں دریافت کیا جاتا ہے کہ: ہماری

خاموشی تو اور مخالفین کی حوصلہ افزائی کا باعث ہوگی۔ تو جواب دیتے ہیں کہ: جدوجہد تم کیا کرو لیکن نہ مسلم لیگ کی معیت اور قیادت میں بلکہ کسی شرعی نظام کے ماتحت۔ اور جب کہا جاتا ہے کہ وہ شرعی نظام کیا ہو سکتا ہے، تو مشورہ دیتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے امام حضور انور قبلہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجددین و ملت حکیم الامت حجۃ الاسلام عبدالمصطفیٰ شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ کے آستانہ عالیہ سے استفتا کرو، انشاء اللہ تعالیٰ ہر ہر استفتا کا مکمل جواب اور ہر مشکل کا حل ہو جائے گا۔ لہذا فتویٰ صادر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں کہ شرعی حیثیت سے مسلم لیگ میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو مدلل طور پر بیان فرمایا جاوے کہ کیوں۔ نیز جو لوگ غیر جانبدار ہیں ان کے لیے اسلامی حیثیت سے کس انجمن ماجماعت کی رکنیت موزوں ہو سکتی ہے، مولیٰ تعالیٰ حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفلاً ہمیں ہلاکت سے بچائے اور اسلام کا حافظ و ناصر ہو۔ نیز علمائے اہل سنت اور بالخصوص امام اہل سنت حجۃ الاسلام مفتی عالم فقیہ اعظم ناظم دارالافتاء آستانہ عالیہ رضویہ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے آمین ثم آمین۔ فقط والسلام۔

از موضع دھنساری ڈاک خانہ چھرا ضلع علی گڑھ مرسلہ عبدالمجید خیاط و جناب حافظ رفعت علی

صاحب و مسلمان موضع ۲۵ شوال ۱۳۶۵ھ

الجواب

مسلم لیگ جہاں تک ہمیں معلوم ہے وہ اب چند روز سے کانگریس سے جدا ہوئی ہے۔ جب کہ کانگریس اپنے نشہ کامیابی سے مخمور تھی اور اس نے نہایت بری طرح ان بعض افراد کے جنہوں نے مسلم لیگ نام رکھ لیا ہے بعض مطالبات کو ٹھکرا دیا اور ان کی ایک نہ سنی، ذرا بھی التفات نہیں کیا۔ اور گمان غالب ہے کہ جب کانگریس کا نشہ ہرن ہوگا اور وہ مسلم لیگ کے ان مطالبات کو مان لے گی تو مسلم لیگ پھر کانگریس میں منضم و مدغم ہو جائے گی، آج یہ افراد جنہوں نے مسلم لیگ ایک گویا مردہ جماعت کا نام جو بھول بسر ہو چکا تھا رکھ لیا ہے ان کہی کہہ رہے ہیں۔ خیر اب بعد خرابی بسیار اب اگر آنکھیں کھلی ہیں مبارک ہو، اور خدا کرے کھلی رہیں، مگر جب کہ وہ ایسی جماعت ہے جو غیر سنی ہی نہیں ایسے لوگوں پر مشتمل تھے جو نام اسلام ہی رکھتے ہیں، تو اس کی رکنیت و شرکت کی تو شرعاً اجازت نہیں ہو سکتی۔ لقولہ تعالیٰ: ﴿وَإِنَّمَا يُنْسِنُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱)

اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔
وقوله عز وجل: ﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (۱)
وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: ((ولا تجالسوهم)) (۲)
اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: گم راہوں کے پاس نہ بیٹھو۔

ہاں اس کی اس بارے میں مخالفت بھی نہ کی جائے۔ کہ: کانگریس کی شرکت حرام ہے۔ کانگریس سے بچنا مسلمانوں پر لازم ہے۔ کانگریس اسلام و مسلمین کی دشمن ہے۔ کانگریس سے کبھی مسلمانوں کو کابئی فائدہ نہ ہوگا۔ مسلم لیگ یہ جو کچھ کہہ رہی ہے وہی ہے جو اہل سنت علماء کے ارشاد ہیں۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت شیخ الاسلام و المسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ [۱۳۴۰ھ] آج مسلم لیگ ہماری ہمنوا ہوئی ہے بعد مدت اسے اتنی ہدایت ہوئی ہے۔ خدا کرے کہ وہ اس ہدایت پر قائم رہے اور پوری ہدایت نصیب ہو یعنی خالص اہل سنت کی جماعت ہو جائے۔ آمین

مسلم لیگ کا سنی نمائندہ مسلمانوں کی ہم دردی کا مستحق ہے، بمقابلہ کانگریسی شخص کے مسلم لیگ کے سنی نمائندہ کی معاونت کی جائے۔ اس کی بھی مخالفت اس لیے کہ وہ مسلم لیگ کا نمائندہ ہے نہ کی جائے۔ ہاں مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ خالص اہل سنت کی اس جمعیت کے رکن بنیں اور اسے ہر طرح قوت پہنچائیں، اس کی ہر ممکن اعانت کریں جس کے مقاصد میں تمام مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت وصیانت کا انتظام کرنا اور فوائد مسلمین کے متعلق صحیح شرح حالات ہر قسم سے گورنمنٹ و ممبران اسمبلی کو آگاہ کرنا اور قانون نافذ الوقت موجودہ و آئندہ میں بغرض فوائد مسلمین ترمیم و تینج و تبدیل کی کوشش کرنا ہے۔ خدا مسلمانوں کو کامیاب کرے اور دشمنوں کے مکائد سے بچائے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہندوستان دارالاسلام ہے

(۸۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
بعض لوگ کہتے ہیں ہندوستان دارالحرب ہے دارالاسلام نہیں۔ لہذا یہاں جمعہ ادا نہیں ہوتا ہے ظہر

پڑھنا چاہیے، کیا ایسا ہی حکم شریعت شریف میں ہے؟ ازراے بریلی مرسلہ چھدا صاحب، ۲/ محرم الحرام ۵۵۸ھ

الجواب

ہندوستان دارالاسلام ہے دارالحرب نہیں، یہاں جمعہ شہر و قصبات میں فرض ہے، گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نماز نہیں ہو سکتی کہ جمعہ وعیدین کی نماز کے لیے مصر ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

فلم یعنی بانس کو پ دیکھنا جائز ہے یا ناجائز۔ کیوں کہ ان دنوں ایک حج فلم تیار ہو کر کلکتہ میں آیا ہے جس کو بتایا گیا ہے کہ علمائے عرب و مصر نے جائز قرار دیا ہے، اور شاہانِ عرب۔ مصر نے خود دیکھا ہے اور پسند کیا ہے، دنیاے اسلام کو بڑی اہمیت کے ساتھ دیکھنے کا شوق دلایا ہے، اس لیے عام مسلمانوں میں اس کی شورش پیدا ہے کہ جب علمائے عرب و مصر نے جائز کیا ہے تو پھر اس فلم کا دیکھنا کیسے ناجائز ہو سکتا ہے، امیدوار ہیں کہ احکام خداوند جل و علا و فرمانِ مصطفیٰ - صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - سے ہم مسلمانوں کو آگاہ فرما کر فعل نامشروع سے بچائیں گے؟

ازپوسٹ بالی ضلع ہوڑہ مرسلہ امام بخش صاحب قوال ۲۰ ربیع الاول ۵۵۸ھ

الجواب

اللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ ﴿﴾ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطٰنِ . وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ ﴿﴾ (۱)

اللہ اللہ کیا زمانہ ہے۔ آج سے پہلے کسے یہ وہم تھا کہ مسلمانوں کو سنیمیا جیسی چیز کے حرام و گناہ ہونے میں شک ہوگا، کسے خطرہ تھا کہ اس تماشہ کے جواز کا خواب انہیں نظر آئے گا، یہ وہم جاگے گا، کسے اندیشہ تھا کہ ایسے بد کام جسے خواص و عوام مطلقاً گناہ و حرام جانتے مانتے ہیں کبھی اسے اگرچہ اس میں کہیں کے خواص بھی بتلا ہو جائیں جنہیں بتلا سنیں ہی نہیں خود اپنی آنکھوں دیکھیں۔ جائز سمجھا جائے گا، کسے یہ خیال تھا کہ کوئی بد لگام اس گانے بجانے اور تصادیر نچانے کا تماشہ دیکھنے دکھانے کو جائز سمجھے سمجھائے گا، وہ بھی اس دلیل ذلیل سے کہ فلاں جگہ کے عوام ہی نہیں خواص بھی اس میں بتلا بتائے جاتے ہیں، کسے یہ گمان تھا کہ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ سمجھ والا بھی شریعت کہیں کے مولوی کہلانے والے حاکموں بادشاہوں کے

قول و فعل کا نام رکھے گا، کہ وہ جو کہیں کریں جائز و حلال ہوگا، کیسے ناجائز و حرام ہوگا۔

اب تک تو مسلمان یہی سمجھتے تھے کہ جاہل سے زیادہ عالم، عوام سے زیادہ خواص پر ارتکاب گناہ سے اشد الزام ہوتا ہے، رذیل سے زیادہ شریف ارتکاب گناہ پر مورد الزام و مطعون و ملام ہوا کرتا تھا، یہ نہ جانتے تھے کہ اب زمانہ ایسا آ گیا ہے کہ لوگ مولوی کہلانے والوں اور بادشاہوں کے ایسے ناجائز قول و فعل کو سن کر بجائے اس کے کہ انہیں اشد ملزم سمجھیں، ان پر اشد طعن کریں، انہیں سخت مطعون ملام ٹھہرائیں، ان کے اس قول و فعل کو دلیل جواز بنالیں گے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ وہ بھی ایسا نجس قول جس سے مسلمانوں کے دین کو ہنسی کھیل بنالینے والوں کی امداد و اعانت ہو۔ حج مسلمانوں کے دین مقدس کا رکن ہے اس کا تماشا بنانا دین کو ہنسی کھیل بنالینا نہیں تو کیا ہے۔ فانا لله وانا الیہ راجعون۔ ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ العلی العظیم۔ سینما دیکھنا تو ویسے بھی حرام ہے اور حج فلم کا تماشا دیکھنا حرام در حرام اشد اخبث کام ہے، حج فلم کے ساتھ راضی ہونا اپنے دین کو ہنسی کھیل بنالینے پر راضی ہونا ہے، اس سے اخبث اور اشد نجس بدتر کام اور کیا ہوگا۔ گانے بجانے کی حرمت اور تصاویر کی ناجوازی کے متعلق اگر تفصیل دیکھنا ہو تو ”عطا یا القدر“ اور ”التحیر باب اللہ میر“ رسائل اعلیٰ حضرت قدس سرہ ملاحظہ کریں۔

بعض لوگ خوشامد میں بادشاہوں حاکموں کے سامنے ایسے ہو جاتے ہیں کہ: وہ دن کورات کہیں تو یہ بھی ان کی ہاں میں ہاں ملانا ضروری خیال کرتے ہیں، جو وہ کریں ان کی خوشامد میں یہ بھی ویسا ہی کر گزرتے ہیں، جنہیں فرمایا گیا:

”الناس علیٰ دین ملو کہم۔“ (۱)

لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر چلتے ہیں۔ (مترجم)

بادشاہ کے دین کا لوگوں پر اثر ہوتا ہے، لوگ بادشاہ کے دین کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں، مگر یہ آج تک غالباً نہ ہوا تھا کہ محض ان کے قول و فعل کو دلیل جواز ٹھہرایا گیا ہو، اور شریعت ان کے ہاتھ میں یا ان کے قول و فعل کے تابع سمجھی گئی ہو۔ اب جو نہ ہو کم ہے۔ پھر اخباری اشتہاری پروپیگنڈا کے معلوم نہیں، عرب و مصر کے علما کا نام بدنام کیا جاتا ہے، ہرگز علما ایسی خبیث بات نہیں کہہ سکتے، ہرگز ایسے شنیع امر سے راضی نہیں ہو سکتے، ہرگز ایسے نجس کام کو پسند نہیں کر سکتے۔ علما کو بدنام کرنے والے ”بدنام کنندہ“ کو نام چند ہندوستان ہی میں نہیں ہیں ہر جگہ ہیں یہاں ہندوستان ہی میں دیکھو ایسے لوگ برساتی حشرات الارض کی

(۱) [مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: باب الكتاب الی الکفار ودعائهم، ۶/۲۵۲۵]

طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ کیسے کیسے اجہل آج کل مولانا اور علامہ بنے ہوئے ہیں ہر لگنے نہ پھٹکری رنگ چوکھا پہلے تو فریب دہی کو بڑے بڑے عمائے اور لائے چوڑے جبے درکار ہوتے تھے اب تو چورن والوں کی طرح زبان کھول لی یا ٹھٹھروں میں نوکری کر لی اور وہاں سے تقریر میں کچھ مہارت اور گانے کی مشق پیدا کر لی اور مولانا ہوا، اور بڑے سے بڑا مولانا ہونا ہوا تو جیل کی ہوا کھالی، اور علامہ کی ڈگری کے لیے تو اتنا بھی نہیں گھر بیٹھے علامہ بن جاتا ہے اخباروں میں اوندھے سیدے مضمون لکھنے اور اپنے نام کے ساتھ علامہ کا لفظ خود ہی لکھ دے اپنے آدمی سے لکھوایا کرے دوچار آدمی ایسے بنا لیے جو علامہ علامہ کہا کریں، ہندوستان بھر میں علامہ مشہور ہو جائے گا۔ ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ۔

اگر یہ واقعہ ہے کہ مضر کے کچھ لوگوں نے حج فلم کے ساتھ اظہار رضا کیا اسے جائز بتایا ہے تو وہ ایسے ہی مولانا اور ایسے ہی علامہ ہیں۔ ہرگز کسی عالم دین کی یہ ناپاک حرکت، یہ نجس قول نہیں ہو سکتا۔ یہاں دلی کے ایک مشہور عام رسوا بین الخواص والعوام ہستی بھی تو سینما کی فلموں کو دیکھتی اور اس کی تعریفیں لکھتی اور چھاپتی ہے۔ ایسے ہی مصر کے بعض عبدالدینار والدرہم دین سے آزاد جاہلون نے حج فلم کو پسند کیا اور دیکھا دکھایا ہوگا، اور بالفرض اگر دنیا بھر کے خواص و عوام کسی ایسے حرام کار تکاب اور اسے پسند کریں تو کیا اس سے وہ حرام جائز ہو جائے گا، ہرگز نہیں۔ لا واللہ ان الحکم إلا للہ ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) ماکولات

سرکہ کھانا اچھا ہے

(۸۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
بعض کہتے ہیں سرکہ کھانا منع ہے۔

الجواب

سرکہ کھانا بہت اچھا ہے۔ حدیث میں فرمایا:

((نعم الا دام الخل)) (۱)

سرکہ کیا ہی اچھا سالن ہے (مترجم)

جو کہتا ہے! منع ہے۔ جھوٹا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کھڑے ہو کر کون سا پانی پیئیں

(۸۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
کس طرح کا پانی کھڑے ہو کر پینا درست ہے۔ مثلاً جھوٹا پانی، سبیل کا پانی، وضو کا بچا پانی، آب
زم زم۔ یہ پانی کھڑے ہو کر پینا درست ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

آب زم زم اور وضو کا بقیہ پانی کھڑے ہو کر پی سکتے ہیں۔ سبیل کا پانی لوگوں نے اس لیے لگایا
ہے کہ اکثر سبیل کے نیچے کچھڑ ہوتی ہے۔ بیٹھنے کا موقع نہیں ہوتا۔ مسلمان کا جھوٹا پانی کھڑے ہو کر نہ
پیئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) حقوق

اولاد پر والدین کا نفقہ کب واجب ہے

(۸۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) والدین اگر بے دین ہوں یا مرتد تو ان کا نفقہ لڑکے پر واجب ہے یا نہیں۔

(۲) والدین مرتدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی اطاعت ضروری ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔ مسؤلہ زین الدین صاحب ۶/ رذی الحجہ ۱۳۵۷ھ

الجواب

والدین اگر کافر ذمی ہوں تو ان کا نفقہ ذمہ ولد مسلم موسر قضاء بھی واجب ہوگا، جب کہ وہ کسب پر قادر نہ ہوں۔ اور اگر ولد محسر ہو تو صرف دیانۃ بقدر طاقت۔ یوں ہی اور حسن سلوک غیر کفر و معاصی میں ان کی اطاعت بعض صورتوں میں واجب، بعض میں جائز۔

لقولہ تعالیٰ: ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (۱)

اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

وقولہ عزوجل:

﴿وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ (۲)

اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے۔

کفر و معاصی میں ان کی اطاعت کفر و شرک حرام ہے۔

قال تعالیٰ:

﴿وَإِنْ جَاهَدَكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ (۳)

(۱) [سورة البقرة: ۸۳]

(۲) [سورة لقمان: ۱۵]

(۳) [سورة العنكبوت: ۸]

اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان۔

وقال عليه الصلاة والسلام: ((لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق)) (۱).

وقال عليه الصلاة والسلام: ((انما الطاعة في المعروف)) (۲).

اللہ کی نہ فرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، بے شک اطاعت نیکی اور بھلائی میں ہے۔

(مترجم)

اگر اس امر میں جس کا حکم والدین وغیرہا ایسے شخص نے دیا جس کی اطاعت چاہیے اور اس کی نصیحت، اس کا نفع، اس کے نقصان کا دفع، اور اس کی تکمیل و تربیت احوال ہے، تو اطاعت واجب ہے۔ اور اگر ایسے ایک امر مباح کام کا امر ہے کہ اس کے حق میں اس کا عدم اور جو برابر ہے تو اطاعت مباح ہے، واجب نہیں۔

غرض جو بات شرعاً پسندیدہ و مقتضائے تکریم ہو اس میں اطاعت لازم یا جائز ہے۔ معصیت میں ہرگز ہرگز اطاعت نہ کی جائے، اگرچہ والدین مسلمان ہوں۔
حدیقہ ندویہ میں ہے:

”الحاصل إن كل من لزمته طاعة غيره كالابن يجب عليه طاعة أبويه فيما هو طاعة، والرعية يجب عليهم طاعة السلطان فيما هو طاعة، والزوجة يجب عليها طاعة الزوج فيما هو طاعة، والعبد يجب عليه طاعة مولاه فيما هو طاعة، كما إذا صدر الأمر من الأمرين إلى المأمورين فيما هو نصح في حقهم، ونفع لهم، وتربية لأحوالهم، وتكميل لنقصانهم يجب طاعتهم في ذلك، وأما في الأمر بالمباح الذي وجوده في حق المأمورين وعدم وجوده سواء، ولا انتفاع لهم به، ولا دفع ضرره عنهم، فإن طاعتهم فيه جائزة مباحة غير واجبة، كما قررناه وحررناه في حق أمر السلطان في غير هذا الكتاب.“ (۳)

(۱) [مشكاة المصابيح : الفصل الثاني، ۲/۱۰۹۲]

(۲) [مشكاة المصابيح. كتاب الإمارة والقضاء، حديث: ۳۶۶۵-۲/۵۹]

(۳) [الحديقة الندوية: ۲۵۸]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس پر غیر کی اطاعت ضروری ہو، جیسے اولاد کے قابل اطاعت امر میں اس ماں باپ کی اطاعت واجب ہے۔ اور رعایہ جس پر مباح چیز میں بادشاہ کی اطاعت ضروری ہے، اور بیوی پر مشروع شئی میں اپنے شوہر کی اطاعت ضروری ہے اسی طرح غلام پر اپنے آقا کی اطاعت ضروری ہے۔ مثلاً حکام کی طرف سے محکومین کے لیے کوئی حکم صادر ہو، اس سلسلے میں ان کی بھلائی، اور ان کا نفع ہو، اور ان کے حالات کی اصلاح ہو اور ان کے نقصان کی تکمیل ہو تو محکومین پر ان کی اطاعت ضروری ہے، اگر حکم مباح چیز کے سلسلے میں ہو جس کا ہونا اور نا ہونا مامورین کے حق میں برابر ہے، اور اس سے نہ ان کا کوئی فائدہ ہے اور نہ ہی اس سے ان کے کسی ضرر کا دفعیہ ہو، تو اس میں ان کی اطاعت جائز و مباح ہوگی نہ کہ واجب، ہم اسے امر سلطان کے حق میں دوسری کتاب میں تحریر کر چکے ہیں۔ (مترجم)

یوں ہی جس میں آمرین کا وہ امر جس کے کرنے میں مامور کا نفع۔ یا اس سے دفع ضرر نہ ہو مگر آمر کا نفع جائز نیز اس کا دفع ضرر؟ ہو، جس کے کرنے میں کوئی شرعی ممانعت نہ ہو، وہ بھی واجب ہونا چاہیے جب کہ مامور کا امکان ہو، اور جس میں ان کا نفع اور ان کے ضرر کا دفع نہ ہوگا، وہ مباح ہوگا۔

اختلاف دین سے سوا والدین و اجداد اور جدات از قبل اب وام و فروع و زوجہ جب کہ یہ ذمی ہوں اور لوگوں کا نفع ساقط ہوتا ہے۔ اور اگر اصول و فروع و زوجہ حربی ہوں، تو ان کا نفقہ بھی ساقط ہو جاتا ہے۔

حدیقہ ندیہ میں ہے: ”يجب على الولد المسلم نفقة الوالدين الكافرين إذا عجزا عن الكسب.“ (۱)

مسلم لڑکے پر کافر والدین کا نفقہ ضروری ہے جب کہ وہ کمانے پر قادر نہ ہوں۔ (مترجم)
اسی میں شرح درر سے ہے:

”لا نفقة مع الاختلاف دينا إلا لزوجة، والأصول، والفروع الذميين لقوله تعالى: ﴿صاحبهما في الدنيا معروفا﴾، وفسرها النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بحسن العشرة والأجداد والجدات كالأبوين، ولا يجبر المسلم على إنفاق أبويه الحربيين، ولا لحربي على إنفاق أبيه المسلم أو الذمي، لأن الاستحقاق بطريق الصلة لنهي عنه برهم. لقوله تعالى: ﴿إنما ينهكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين﴾ ولهذا لا يجبر الإرث

بین من هو فی دارنا و بینهم وإن اتحدت ملتهم، و قیدنا بالذمین احترازاً عن الخری و المستأمن، أما الأول فلأنا نهینا عن الباقي حق من یقاتلنا، و أما الثاني فلعرضیه، إذ یلحق بلا صادق و جب علی المسلم خدمتهما. أي: الوالدین الکافرین یجب علیه أيضاً برهما، أي: الإحسان إليهما بقدر، و زیارتهما فی بعض الأحيان إلا أن یخاف الوالدان یتجلباه أي: أبواه الکافرین علی الکفر و التبدین بدینهما، فیجوز له أن لا یزور حیثین، و لهذا ذکر فی تنویر الأخبار و غیره من الحضانة علیها تجب للذمیة کالمسلمة مالم یعقل الصغیر دینا و أن یألف الکفر کذا فی الخلاصة. و لا یجوز ان ولد المسلم یقودهما أي الوالدین الکافرین إذا عمیا إلى البیعة و الكنيسة لإعانتة لهما علی الکفر هو لا یجوز، إنما یقودهما أي: و الدیه منهما علی المنزل۔ قال الوالد رحمة الله تعالیٰ علیه فی المسائل المتفرقة من شرحه علی الدرر معزياً علی القدسی: لا یقاد الأعمیٰ علی البیعة و یقاد منهما و نحوه فی البزازیة و غیرها۔“ (۱)

اختلاف دین کے ساتھ نفقہ نہیں ہے مگر بیوی کا، اور اصول و فروع کا، اور معروف کی تفسیر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حسن معاشرت سے فرمائی ہے، دادا، دادیاں، والدین کا حکم رکھتے ہیں، اور مسلمان کو اپنے حربی والدین کے نفقہ پر مجبور نہ کیا جائے گا، اس لیے کہ استحقاق صلہ رحمی کے طریقہ پر ہوتا ہے اور اس سے نبی وارد ہے، کیوں کہ اللہ عز و جل فرماتا ہے: اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے، اسی وجہ سے وراثت جاری نہ ہوگی ہمارے ملک میں رہنے والے شخص اور ان کے درمیان اگر چہ دونوں کا دین ایک ہو، اور ہم نے ذمی کی قید حربی اور مستامن سے احتراز کے لیے لگائی۔

عالمگیریہ میں ہے: ”یحبر الولد الموسر علی نفقة الوالدین المعسرین، مسلمین کانا أو ذمیین قدرا علی الکسب أولم یقدرا بخلاف الحریین المستامنین، و لا یشارک الوالد الموسر أحداً فی نفقة أبویہ المعسرین کذا فی العتابیة۔“ (۲)

مالدار لڑکے پر اپنے تنگ دست والدین کا نفقہ واجب ہے مسلم ہوں یا ذمی، کسب پر قادر ہوں یا نہ ہوں برخلاف حربی مستامن کے۔ (مترجم)

(۱) [الحدیقة الندیة: ۲۵۸]

(۲) [فتاویٰ الہندیہ . کتاب الطلاق، باب السابع عشر فی النفقات، الفصل الخامس: ۱/۶۶۹]

اسی میں ہے:

”لا تجب النفقة مع في اختلاف الدين إلا للزوجة والأبوين والأجداد
والجدات والولد وولد الولد.“ (۱)

دین کے اختلاف کے ساتھ نفقہ واجب نہ ہوگا مگر بیوی اور والدین کا، اسی طرح دادا اور دادیوں
کا، اور بیٹے کے بیٹے کا۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”لا يجبر المسلم والذمي على نفقة والديه من أهل الحرب إن كانا
مستأمنين في دار الإسلام، وكذلك الحربي الذي دخل علينا بأمان لا يجب
على والديه النفقة إذا كان مسلمين أو كانا من أهل الذمة كذا في
المحيط.“ (۲)

مسلم اور ذمی کو ان کے حربی والدین کے نفقہ پر مجبور نہ کیا جائے گا اگر وہ مستامن ہوں، اسی طرح
وہ حربی جو ہمارے پاس امان کے ساتھ آئے اس کے والدین پر اس کا نفقہ واجب نہ ہوگا جب کہ وہ مسلم
ہوں یا ذمی ہوں، اسی طرح محیط میں ہے۔ (مترجم)

تفسیرات احمدیہ میں ہے:

”أما إطاعتهم في غير المعاصي فواجب بقدر ما أمكن، ولهذا قال عليه السلام في
إطاعة الوالدين، ((وإن أمراك أن تخرج من أهلك ومالك)) بهذا شرع الإحسان والنفقة عليهما
على الولد، ويحرم عليه ابتداء قتلها وإن كانا كافرين على ما يدل عليه قوله: ﴿وَصَاحِبُهُمَا فِي
الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ يرتضيه الشرع ويقتضيه الكرم، وإلى كنهه يشير كلام صاحب الهداية حيث قال
في باب النفقة: وعلى أبويه وأجداده وجداته إذا كانوا فقراء وإن خالفوا في دينه، أما الوالدان
فلقوله تعالى: ﴿وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ نزلت في الأبوين الكافرين، وليس من المعروف
أن يعيش في نعم الله تعالى ويتركهما يموتان جوعاً، وأما الأجداد والجدات فلأنهم من الآباء
والأمهات، وبه أيضاً تمسك في كتاب الجهاد: إن الابن إن وجد أباه في صف

(۱) [الفتاوى الهندية. كتاب الطلاق، باب السابع عشر في النفقات: ۱/ ۶۷۲]

(۲) [الفتاوى الهندية. كتاب الطلاق، باب السابع عشر في النفقات: / ۶۷۲]

المشرکین لا یقتل ابتداءً، وإن قصد الأب قتله بحيث لا یمكن دفعه إلا بقتله لا بأس به، لأنه دافع حينئذٍ لا قاصد. (۱)

غیر معاصی میں ان کی اطاعت حتی المقدور واجب ہے، اسی وجہ سے سرکار نے فرمایا: والدین کی اطاعت کے حوالہ سے کہ اگر چہ وہ تجھے تیری بیوی اور تیرے مال کو چھوڑنے کا حکم دیں، اس کے ذریعہ احسان کی شرح فرمائی، اور بیٹے پر ان کا نفقہ واجب ہے، نیز ابتداءً ان سے قتال کرنا بھی حرام ہے اگر چہ وہ کافر ہوں، کیوں کہ اس پر رب تعالیٰ کا ارشاد دال ہے، کہ دنیاوی زندگی میں ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ، شرع اس کو پسند کرتی ہے اور کرم اس کا مقتضی ہے اور اسی کی طرف صاحب ہدایہ کا کلام مشیر ہے، انہوں نے باب نفقہ میں فرمایا ہے: کہ والدین کے حکم میں اجداد و جدات (دادا دادیاں) ہیں جب کہ وہ فقیر ہوں گو کہ وہ دین میں بیٹے کے مخالف ہوں، والدین کے تعلق سے تو خود رب کا ارشاد ہے، دنیا میں ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ، یہ آیتیں کافر والدین کے بارے میں نازل ہوئیں، بھلائی یہ نہیں ہے کہ خود تو وہ خوش حال زندگی گزارے اور والدین کو بھوکا مرتا چھوڑ دے، اور اجداد و جدات اس حکم میں اس لیے داخل ہیں کہ یہ (والدین) اپنے ماں باپ سے ہی وجود میں آئے۔ اور اسی سے کتاب الجہاد میں استدلال کیا ہے، کہ اگر بیٹا اپنے والد کو مشرکین کی صف میں پائے تو ابتداءً قتل نہ کرے، اور اگر والد اس کے قتل کا قصد کرے اس طور پر کہ اس سے بچنے کی صورت قتل کے علاوہ نہ ہو، تو اب قتل کر سکتا ہے، کیوں کہ وہ دفاع کرنے والا ہے، قصداً قتل کرنے والا نہیں۔ (مترجم)

ان عبارات سے یہ ظاہر و باہر ہے کہ معصیت میں ماں باپ اور سلطان کی اطاعت نہیں ہے۔ اور غیر معصیت میں بعض سے مطلق وجوب معلوم ہوا کہ بعض میں یہ ہے کہ بعض امور میں اطاعت واجب، بعض میں مباح۔ اور قضیہ نظر فقہی یہی ہے کہ مطلقاً وجوب نہیں۔ اللہ اور رسول سے زائد اطاعت کس کی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوامر میں بعضیت ہے۔ بعض وجوب کے لیے اور بعض ارسال میں۔ یوں ہی تفصیلات ہونا ضرور کہ جس مباح کی ماں باپ، سلطان تاکید فرمائیں، امر برائے وجوب کریں، یعنی اس کام کو امور پر لازم کریں، وہ واجب ہوگا۔ اور اگر بطور امر ارشادی ہو تو مباح ہی رہے گا۔ ہذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی۔

مرتد کا کوئی نفقہ نہیں۔ جیسے حربی کایوں ہی مرتد کا، بلکہ اس سے زیادہ کہ مرتد سے تو نری معاملت

بھی ناجائز ہے، کہ اس کے ساتھ صلہ، حسن سلوک، اس کی اطاعت شعاری، فرماں برداری۔ مرتد کے لیے نہیں مگر توبہ، ورنہ تلوار۔ مرتد والدین حربی والدین سے بدتر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جو کام شریعت کے خلاف نہ ہو اس میں باپ کی اطاعت لازم ہے

(۸۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) زید کا والد انفعال حرام کا ارتکاب کرتا ہے تو زید اس سے بوجہ ارتکاب انفعال حرام ناراض رہتا ہے، اسی وجہ سے دنیاوی امور میں اس کی اطاعت و فرماں برداری بھی نہیں کرتا ہے۔ تو کیا اس وجہ سے گناہ گار مرتکب عقوبت والد ہو یا نہیں؟

(۲) زید کی والدہ اگر کوئی حکم زید کو دے اور اس حکم کے خلاف اس کا والد حکم دے تو زید کو کس کا حکم ماننا واجب ہے۔ بینوا تو جروا۔

از آنولہ ضلع بریلی مسئلہ از مولوی عبداللطیف صاحب۔ تاریخ ۲۴ مارچ ۱۳۷۷ء

الجواب

(۱) ضرور۔ جو امر خلاف شرع نہ ہو اس میں باپ کی اطاعت لازم ہے اور نہیں کرتا تو ضرور عاق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ماں باپ دونوں کی اطاعت لازم ہے اور جہاں دونوں کی نہ ہو سکے وہاں والد کی اطاعت مرتج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اہل سنت کے حقوق کی حفاظت کے لیے فرق باطلہ

کے ساتھ مجالست جائز ہے

(۸۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ریاست بڑودہ کے اندر مسلمانان بڑودہ راج کانفرنس نامی ایک انجمن واسطے حقوق طلبی و تحفظ اسلام قائم کی ہوئی ہے، یہ انجمن بیچ کوئی مذہبی امور کے دخل کرنے کے واسطے نہیں ہے صرف یہاں کے ہنود راجہ و ہندو رعایا کے سامنے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا کام کرنے والی ہے، اس لیے اس میں بلا قید ہر فرقے کے کلمہ گوشامل ہو سکتے ہیں۔ کیا اس انجمن میں سنی حنفی مسلمانوں کو شریک ہونا جائز ہے؟ بینوا

توجروا۔ از پادرا گجرات۔ مرسلہ جمال بھائی قاسم بھائی۔

الجواب

اس کانفرنس میں شرکت برائے تحفظ حقوق اہل سنت بمقابلہ فرق باطلہ، تحفظ حقوق اسلام بمقابلہ اعدائے اسلام ضروری ہے۔ فرق باطلہ کے ساتھ وہ مجالست ناجائز و حرام ہے جو بر بنائے محبت و موالات ہو، نیز وہ جو بے ضرورت و حاجت و مصلحت شرعیہ ہو، نہ وہ جو برائے تبلیغ و رد ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شرعی جرم اور حقوق الہی کی خلاف ورزی میں توبہ لازم

مسلمانوں کی معافی سے معاف نہیں ہوگا

(۸۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک آدمی نے اپنے گھر میں کونڈوں کی نیاز کروائی اور سب لوگوں کو بلا کر شریک دعوت کیا، اسی دوران لوگوں کے ہمراہ زید جو کہ غیر مقلد خیال رکھتا ہے شریک دعوت ہوا، لیکن جب وہ کھا چکا تب اثنائے مجلس میں سے سنی خیال کے ایک آدمی (نے) اس سے سوال کیا کہ: تم نیاز کو حرام کہتے ہو پھر حرام چیز کو کیوں کھایا؟ تب اس نے جواب دیا کہ: اس میں کیا حرج ہے؟ لوگ شراب جو کہ بالکل ناجائز ہے پی لیتے ہیں؟ خیر اس کے بعد وہ چلا گیا۔ اور دوسرے دن فجر کی نماز میں اس ہی کے عقائد کے لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ: تم نے کتنی جگہ نیاز کونڈا کھائی، اس نے جواب دیا کہ: مجھ سے صرف ایک جگہ ایسی غلطی ہوئی ہے، اس پر عمر و نے چند لوگوں کے روبرو جو کہ سنی عقائد کے تھے کہا کہ: تم کو بہتر ہوتا کہ شراب پی لیتے مگر کونڈوں کا نیاز نہ کھاتے۔ سنی لوگوں نے زید و عمر و کا یہ کلام سن کر محلہ کے سب کو بلا کر زید و عمر و کے ساتھ میل جول، اٹھنا بیٹھنا، حقہ پانی، کلام کرنا بند کر دیا۔ اب زید و عمر و مجبور ہو کر سنی لوگوں سے کہتے ہیں کہ ہم دونوں کو معاف کر دیجیے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ: شریعت کے مطابق، زید و عمر و کو معاف کرنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ بینو ابالدلیل معہ بحوالہ کتب فقہ۔
المستفتی: محمد عبداللطیف فرید پوری۔

الجواب

زید و عمر و وہابی ہیں تو ماعلیٰ مثله بعد الخطاء ان کی ایسی شناختوں کا کیا پوچھنا۔ ان سے میل جول، ان سے سلام کلام، اس سے پہلے بھی ان کی وہابیت کی بنا پر حرام تھا جب تک وہ وہابیت سے اور اپنی اپنی اس تازہ بدکلامی بد لگامی سے توبہ نہ کر س ہرگز ان سے میل جول، ان کے پاس بیٹھنے اٹھنے کی اجازت

نہیں۔ قال تعالیٰ:

﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱)

اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

سینوں سے معافی مانگتے ہیں مگر توبہ نصیب نہیں۔ سینوں سے کیا اس کی معافی چاہی جاسکتی ہے اور اس کی معافی سے الزام شرعی ان کے سر سے اٹھ سکتا ہے، جو مواخذہ الہیہ ان پر ہے بے توبہ و رجوع محض سینوں سے معافی مانگنے سے انہیں اس سے رستگاری ہو سکتی ہے؟ توبہ کرتے شرم آتی ہے، توبہ سے اپنی ذلت سمجھی جاتی ہے اس کی طرح جسے قرآن عزیز نے فرمایا:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ﴾ (۲)

اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی۔

زید و عمرو دونوں نے ایسی شنیع بات کہی کہ خود وہابی پر بھی ان دونوں سے بے توبہ میل جول کونا جائز۔ ناروا کہیں گے اگر مذہبی روش پر چلنا چاہیں گے اور سیاسی فریب کاری اگر نہ کریں گے جو آج کل ان کے اکثر نے مذہب پر مقدم کر رکھی ہے، زید نے بکا کیا حوج ہے لوگ الخ یعنی حرام خواری میں کوئی حرج نہیں، عمرو نے زید سے بھی بدتر کلمہ بکا کہ تم کو بہتر کہ شراب پی لیتے۔ شراب پینے کو بہتر کہا اور نیاز کے کھانے سے بہتر کہا۔ ولا حول ولا قوة إلا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ماں باپ کی نافرمانی اولاد فاسق فاجر حرام کار مستحق نار مستوجب غضب قہار ہے

(۹۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

میرا لڑکا بحالت ثبات عقل ہے لیکن میرے ساتھ میں اس طرح پیش آتا ہے کہ تخمیناً عرصہ بیس سال سے مجھ سے بات نہیں کرتا ہے، نیز توہین کرتا ہے عزت کا خواہاں ہے، چیس برس میں سخت کلامی سے مقابلہ پر آنے میں یہ ثابت ہوتا تھا کہ میرے مارنے پر تیار ہے، میں نے اس کی حرکات بیجاؤں پر غور کر کے یہ تجویز کیا ہے کہ میری زمینداری و سیر وغیرہ غرضکہ جو چیز میری ہے بعد میرے مسگی مذکور کو عاق نامہ

(۱) [سورة الأنعام: ۶۸]

(۲) [سورة البقرة: ۲۰۶]

لکھنے سے خصہ نہ پہنچے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

از نگریا سادات مسؤلہ معرفت جناب سید نوشہ حسن صاحب ۳ رجب ۱۴۵۶ھ

الجواب

وہ لڑکا سخت فاسق، فاجر، شدید حرام کار، اشد گنہ گار، مستحق نار، مستوجب غضب جبار، ہتلاے قہر قہار، حق اللہ و حق اب میں گرفتار ہے۔ اس پر اپنی اس خبیث نہایت شنیع حرکت سے توبہ لازم ہے اور اپنے والد سے معافی چاہنا نہایت عاجزی، پورے انکسار، انتہائی تذلل کے اظہار کے ساتھ۔ یہاں تک معافی چاہتا رہے کہ باپ معاف کر دے اور دل سے راضی ہو جائے۔ باپ کے ساتھ گستاخی کو ہلکا نہ جانے۔ سخت قہر اور عظیم وزر کی بات ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ گستاخی تو بہت سخت ہے محض نافرمانی بھی جس سے انہیں ایذا ہو عقوق ہے۔ اور عقوق حرام و کبیرہ ہے۔ حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں:

”ألا أنبتکم بأکبر الکبائر (۳ بار)“

کیا میں تمہیں سب کبیروں سے بڑے کبیرہ کی خبر نہ دوں۔ صحابہ کی عرض پر فرمایا:

((الاشراک باللہ و عقوق الوالدین الخ))

خدا کا شریک کرنا۔ اور ماں باپ کو ستانا۔ عقوق والدین جنت سے محرومی کا باعث ہے اور بالکل محرومی کا سبب ہو سکتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ عقوق والدین کی نحوست سے خوف کرنا چاہیے کہ کلمہ اسلام پر خاتمہ نصیب نہ ہو۔ یا معاذ اللہ ایمان ہی پر موت سے محروم رہے۔

عقوق والدین لعنت کا سبب ہے۔

حدیث میں ہے:

((ثلثة لا یدخلون الجنة العاق لوالدیہ، والدیوث، ورجلة النساء.)) (۱)

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے، ماں باپ کو ستانے والا۔ اور دیوث۔ اور مردوں کی وضع

بنانے والی عورت۔ (مترجم)

عقوق والدین ایسی خبیث ہولناک شی ہے، کہ شرک کے بعد اسی کو فرمایا۔ عقوق والدین ایسا شنیع کام ہے کہ حدیث میں دیوثی سے بھی پہلے اس کو ذکر فرمایا، دیوثی سے بھی بدتر ٹھہرا۔ عقوق والدین ایسی ناپاکی ہے کہ اس کے ساتھ نہ فرض قبول نہ نفل۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(۱) [السلسلة الصحيحة للألبانی۔ حدیث: ۱۳۹۷ - ۳۸۷/۳]

ماں باپ کے ساتھ گستاخی ملعون کا کام ہے۔

حدیث میں ہے:

((لعن اللہ من سب والدیہ)) (۱)

جس نے ماں باپ کے ساتھ گستاخی کی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ (مترجم)

ماں باپ کا حق ماننا ان کا شکر گزار رہنا ایسا فرض ہے کہ اسے قرآن عظیم نے اللہ عزوجل کے حق

کے بعد ہی ذکر فرمایا۔

کہ فرمایا:

﴿إِن أَشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ﴾ (۲)

یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

ماں باپ کو گالی دینا انہیں اف کہنا بھی حرام ہے۔

قرآن عظیم کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٌ﴾ (۱)

تو ان سے ہوں نہ کہنا۔

وہ شخص اگر توبہ نہ کرے مسلمان اس سے میل جول، ربط ضبط، نشست برخاست، سلام وکلام چھوڑ

دیں، یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اور اپنے اس شدید جرم، نافرمانی، ایذا رسانی، گستاخی کی معافی والد سے

چاہے۔ والد تو والد ہے کسی مسلمان کو ناحق ستانا ایذا دینا اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کو ایذا دینا ہے کما فی الحدیث۔

مگر جب تک وہ مسلمان ہے اس وقت تک یہ نہیں ہو سکتا کہ: وہ اپنے والد کا وارث بعد والد نہ

ہو۔ وارث بنانا والد کا کام نہیں کہ وہ جسے لکھ جائے وہ وارث ہو، اور جس کو لکھ دے کہ یہ وارث نہ ہو وہ

وارث نہ ہو۔ عاق نامہ لکھ دینا لغو ہے۔ عاق کرنے سے عاق نہیں ہوتا۔ عاق تو وہ خود ہی ہے یہ عاق کرے

یا نہ کرے عاق نامہ لکھے یا نہ لکھے۔ اگر عاق نہ سمجھے نہ کہے نہ لکھے تو اس کی غلط فہمی سے اس کا عقوق نہ جاتا

(۱) [الترغیب والترہیب، الترہیب من اللواطۃ۔ حدیث: ۵ - ۲۸۷/۳]

(۲) [سورۃ لقمان: ۱۴]

(۳) [سورۃ الاسراء: ۲۳]

رہے گا۔ یوں ہی اگر غیر عاق کو یہ لکھ دے یا کہہ دے تو اس کے کہنے سے وہ عاق نہ ہو جائے گا۔ جو عاق ہے وہ اس عقوق کی بنا پر وراثت سے محروم نہ ہوگا اور وہ گناہ کرتا ہے تو اس کے گناہ سے اس کے والد کو گناہ کی اجازت نہ ہو جائے گی، میراث سے بھاگنا گناہ ہے، بعض علما نے تو اسے کبیرہ فرمایا۔
حدیث میں ہے:

((من فر من میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة يوم القيامة.)) (۱)
جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالیٰ روز قیامت جنت سے اس کی میراث قطع فرمادے گا۔ (مترجم)

تیسیر شرح جامع صغیر میں اس حدیث کے نیچے فرمایا:
”أفاد أن حرمان الوارث حرام وعده بعضهم من الكبائر. واللہ تعالیٰ اعلم۔“ (۲)

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وارث کو وراثت سے محروم کرنا حرام ہے، اور بعض علما نے اسے گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

(۱) [سنن ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب الحیف فی الوصیة۔ حدیث: ۲۷۰۳-۱۹۶/۳]

(۲) [التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف المیم: ۴۳۳/۲]

(۸) فضائل و مناقب

حضرت صدیق اکبر پورے قرآن کے حافظ تھے

(۹۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
حضرت صدیق اکبر، قرآن مجید جوئی زمانا مروج ہے اس سارے قرآن مجید کے حامل تھے یعنی حافظ تھے یا کہ اس قرآن مجید کے حافظ تھے جو پہلے حضرت عثمان غنی نے جمع کیا تھا کہ سورہ بقرتا سورہ آل عمران یا اور سورہ کے حافظ تھے؟

الجواب

حضرت خلیفہ رسول اللہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پورے قرآن عظیم کے حافظ تھے۔
قرآن تو ایک ہی ہے، اس کے کیا معنی کہ جو آج کل مروج ہے یا وہ جسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع فرمایا تھا۔ یہ وہی قرآن ہے جو آج بفضلہ تعالیٰ ہمارے ہاتھوں ہمارے سینوں اور ہماری زبانوں پر ہے۔ جو اللہ عزوجل نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام پر نازل فرمایا اور جسے پہلے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دلوچ میں جمع فرمایا، جس کے جمع کرنے کا بلوغ مشورہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا، پھر حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی ترتیب پر۔

صواعق محرقة میں تہذیب امام نووی سے ہے:

”أنه أحد الذين حفظوا القرآن كله.“ (۱)

یہ ان نفوس قدسیہ میں سے ایک ہیں جنہیں پورا قرآن مجید حفظ تھا۔ (مترجم)

امام ابن حجر مکی صواعق میں فرماتے ہیں:

”ومن فضائله العظيمة جمعه للقرآن۔ فقد أخرج أبو يعلى عن علي قال:

أعظم الناس أجراً في المصاحف أبو بكر۔ أن أبا بكر كان أول من جمع القرآن بين

اللوحين. وأخرج البخاري عن زيد بن ثابت قال: أرسل إلى أبو بكر مقتل أهل اليمامة

وعنده عمر فقال أبو بكر: إن عمر أتاني فقال: إن القتل قد استحر يوم اليمامة وإنني لأخشى أن يستحر القتل بالقراء في المواطن، فيذهب كثير من القرآن إلا أن تجمعه وإنني لأرى أن تجمع القرآن.“ (۱)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم فضائل میں جمع قرآن بھی ہے۔ ابو یعلیٰ نے حضرت علی سے حدیث نقل کی فرمایا: قرآن مجید جمع کرنے کے بارے میں اجر و ثواب کے لحاظ سے حضرت ابو بکر صدیق عظیم ترین شخصیت ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ عزوجل کی کتاب مبارک قرآن پاک کو دو لوگوں میں یکجا کیا، امام بخاری نے حضرت زید بن ثابت سے یہ حدیث نقل کی، فرمایا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل یمامہ کے وقت قتل کے موقع پر میری طرف کسی شخص کو بھیجا (میں ان کے پاس پہنچ گیا)، ان کے پاس اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما تھے، حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ: بے شک عمر میرے پاس آئے ہیں اور کہا ہے کہ جنگ یمامہ کے دن قرآن پاک کے بہت سے قاری بڑی تعداد میں قتل ہو گئے ہیں اور بے شک مجھے ڈر ہے کہ مختلف مقامات میں قاریوں کے قتل کا بازار اسی طرح گرم رہا، تو بہت سا قرآن ضائع ہو جائے گا۔ اور بے شک میں خیال کرتا ہوں کہ آپ قرآن پاک کے جمع کرنے کا حکم صادر فرمائیں۔ (مترجم)

”قال أبو بكر: فقلت لعمر: كيف افعَل شيئاً لم يفعله رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم؟ فقال عمر: وهو والله خير - فلم يزل عمر يراجعني فيه حتى شرح الله لذلك صدري فرأيت الذي رأى عمر. قال زيد وعمر عنده جالس لا يتكلم. فقال أبو بكر: إنك شاب عاقل، ولا تنتهمك وقد كنت تكتب الوحي لرسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- فتبعت القرآن فاجمعه - فوالله لو كلفني نقل جبل من الجبال ما كان أثقل عليّ مما أمرني به من جمع القرآن- فقلت: كيف تفعلان شيئاً لم يفعله النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- فقال أبو بكر: هو والله خير- فلم أزل أراجع حتى شرح الله صدري للذي شرح الله له صدر أبي بكر وعمر- فتبعت القرآن أجمعه من الرقاع والأكناف والعشب أي: العصي من الحديد. وصدور الرجال حتى وجدت من سورة التوبة آيتين مع خزيمة بن ثابت لم أجدهما مع غيره. لقد جاءكم رسول إلى آخرها

فكانت الصحف التي جمع فيها القرآن عند أبي بكر حتى توفاه الله ثم عند عمر حتى توفاه الله ثم عند حفصة بنت عمر رضى الله تعالى عنها. والله تعالى أعلم. (۱)

حضرت ابو بکر نے فرمایا: میں نے عمر سے کہا: میں وہ کام کیسے کروں جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا، اس پر حضرت عمر نے فرمایا: اللہ کی قسم یہ کام خیر اور اچھا ہے، حضرت عمر مسلسل اس کام کے لیے مجھ سے رجوع کرتے رہے اور مجھے بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرے سینے کو کھول دیا، اور میں نے اس چیز میں خیر و مصلحت کو پایا جسے حضرت عمر نے پایا تھا۔ حضرت زید فرماتے ہیں: اور حضرت عمران کے پاس خاموش بیٹھے ہوئے تھے، کہ حضرت ابو بکر نے فرمایا: اے زید! تو جوان اور عقل مند آدمی ہے، میں تجھ پر خیانت اور غفلت کی تہمت نہیں لگا سکتا، اور بے شک تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے وحی کو لکھا کرتا تھا، لہذا تو قرآن پاک کو تلاش کر، پھر اسے ایک کتاب کی شکل میں جمع کر، (اس پر حضرت زید بن ثابت نے فرمایا) اللہ کی قسم! اگر لوگ مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو ادھر ادھر کرنے کا حکم دیتے وہ میرے لیے اتنا بھاری نہیں تھا جتنا کہ مجھے انھوں نے یہ حکم دیا کہ میں قرآن کو جمع کروں۔ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابو بکر سے کہا: آپ حضرات ایسا کام کس طرح کر سکتے ہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا، حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا: خدا کی قسم یہ کام خیر ہے، تو حضرت ابو بکر بار بار مجھ سے اس کام کے لیے رجوع فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے سینے کو بھی اس کام کے لیے کھول دیا جس کام کے لیے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے سینے کو کھولا تھا۔ تو میں نے قرآن پاک کو تلاش کرنا شروع کیا، میں نے اسے چمڑے اور کاغذ کے ٹکڑوں سے، اونٹوں کے شانوں پر سے، کھجور کی شاخوں سے اور مردوں کے سینوں میں سے اکٹھا کیا، یہاں تک کہ میں نے سورہ توبہ کے آخری حصے کو حضرت خزیمہ بن ثابت کے پاس پایا، سورہ توبہ کا یہ آخری حصہ میں نے کسی اور کے پاس نہ پایا، سورہ توبہ کا آخری حصہ یہ ہے: ﴿لقد جاءكم رسول﴾ سے سورہ کے آخر تک، تو قرآن پاک کے جمع شدہ یہ صحیفے حضرت ابو بکر صدیق کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں وفات دے دی، پھر حضرت عمر کی زندگی میں ان کے پاس رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں وفات دے دی، پھر حضرت عمر کی صاحبزادی حضرت حفصہ کے پاس رہے۔ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔ (مترجم)

لفظ ”اعلیٰ حضرت“ کے معنی و مطلب

(۹۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
”اعلیٰ حضرت“ کے معنی کیا ہیں مع دلیل کے بیان کیجیے؟

الجواب

اعلیٰ حضرت کے معنی ہیں اعلیٰ پیش گاہ۔ اور محاورے میں مجازاً اس کا اطلاق معظم تر شخص پر شائع ہے، جیسے معظمین کو حضرت کہا جاتا ہے۔ یوں ہی جیسے جناب کہا جاتا ہے۔ سرکار بولا جاتا ہے اور راجپوتانہ کے محاورہ میں معظم شخص پر دربار کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ یوں ہی عام محاورے میں معظم تر کو جناب عالی۔ عالی جناب، عالی سرکار، سرکار عالی کہا جاتا ہے۔ یوں ہی حضرت اعلیٰ، اعلیٰ حضرت، عالی حضرت، حضرت عالی بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبر کے پاس ذکر خدا اور رسول سبب نزول رحمت ہے

(۹۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
ایک شخص کسی قبر پر جا کر جو کہ شہر سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ہے میلاد کرے ہر جمعہ کے روز اور یہ چیز پہلے کبھی نہ ہوتی ہو اور جس میں نوجوان عورتیں بھی کثرت سے صبح سویرے سے شہر سے نکل کر وہاں جاتی ہوں، اور وہاں جا کر کے گنبد کے اندر داخل ہو کر جس کا بالکل تنگ دروازہ ہو اس سے اندر داخل ہو کر اور وہاں روشنی وغیرہ کا کچھ انتظام نہ ہو اور جب سے یہ کام شروع ہوا ہے بہت سے ناجائز طریق سے عورتوں کا آنا جانا ثابت بھی ہو چکا ہے، چنانچہ بعض آدمیوں نے اپنی عورتوں کو طلاقیں بھی دی ہیں، جو آدمی کرانے والا ہے اس نے کئی دفعہ یہ لفظ کہے ہیں اور عام مجمع میں کہے ہیں کہ: خانہ کعبہ میں بھی زنا وغیرہ ہوتا ہے، شرابیں پی جاتی ہیں۔ الغرض تمام بدمعاشیاں وہاں ہوتی رہتی ہیں۔

جونعت خواں ساتھ لے کر جاتا ہے وہ سارے تقریباً صورتاً سیرتاً شریعت کے خلاف ہوتے ہیں اور عشقیہ اشعار پڑھے جاتے ہیں اور اہل شہر اس بات کو بہت برا سمجھتے ہیں، چنانچہ روکنے کی کوشش بھی کی اور اس نے وعدہ بھی مسجد میں بیٹھ کر کیا کہ آئندہ میں اکیلا ہی جاؤں گا اور عورتوں کو بند کر دوں گا، اگر عورتیں نہ رکھیں تو میں جانا بند کر دوں گا، لیکن اس کے بھی خلاف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ: خواب میں حضور نے فرمایا

ہے کہ عورتیں جہاں چاہیں جانے دو کیوں روکتے ہو۔ لہذا ہم اہل سنت والجماعت حنفی ہیں ہم آپ سے اس کا فتویٰ قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی مدد سے طلب کرتے ہیں، آپ فقہ حنفی کی عبارتیں مہربانی کر کے نقل فرمادیں، تاکہ آج کل کے علما کی ذاتی رائے سے بچ کر فقہ حنفی اور امام ابوحنیفہ کے مقلد ہو جائیں اور کبھی کبھی نوجوان لڑکیاں بھی وہاں بلند آواز سے نعتیں پڑھتی ہیں مہربانی فرما کر ہر ایک جزیہ کا قرآن وحدیث وفقہ سے جواب عنایت فرمائیں۔ از ۲۸ جمادی الآخرہ ۵۸ھ

الجواب

زردقبر ذکر خدا اور رسول۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ بہتر ہے، سبب نزول رحمت ہے، و دفع زحمت ہے، مردہ ذکر سے انس پاتا اور وحشت دفع ہوتی ہے، میلاد مبارک میں ذکر الہ و ذکر حضور پر نور رسالت پناہی ہوتا ہے۔ اس طرح وہاں عورتوں کی شرکت نہ چاہیے مگر اس سے وہ فعل ناجائز نہیں۔ عورتوں کو روکا جائے۔ کوئی اچھا کام پہلے نہ ہوا، اب شروع کیا جائے اس سے وہ برا نہیں ہو سکتا، اچھا کام جب ہوگا اچھا ہی ہوگا۔

حدیث میں ہے: ((من سن فی الإسلام سنة حسنة الخ.)) (۱)

جس نے اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کیا۔ (مترجم)

اس سے یہ امر ظاہر اور اصل عوارض سے باطل نہ ہونا بالکل واضح و باہر۔ کیا مساجد میں جمعہ کو یا کسی دن عورتیں آئیں، اور ایسی بے حیائی اوڑھ لیں کہ مردوں کے ساتھ کھڑی ہوں دروازے سے مردوں کے ہجوم میں آئیں جائیں تو ان کی اس ناجائز حرکت سے مسجد ہی کو خیر باد کہہ دیا جائے گا، اور جمعہ ہی کو ناجائز بتا دیا جائے گا، جہاں جمعہ ہوتا رہا ہے وہاں جمعہ کو نہ سہی آج کسی مسجد میں نیا جمعہ قائم ہو اسی کو سہی۔ عورتوں کو وہاں حاضری سے خصوصاً اس بے حیائی کے ساتھ اس سے روکا جائے۔ وہ عورتیں اور جو اس بے حیائی سے راضی ہوں وہ سب گنہگار حرام کار مستحق نار ہیں۔

میلاد مبارک کی نسبت وہ حکم لکھا گیا ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ میلاد مبارک کا نام کر کے وہاں بجائے میلاد مبارک عشقیہ اشعار گانا گوانا نوجوان عورتوں کے جذبات کو ابھارنا مقصود ہو تو اس کے حرام ہونے میں کیا کلام۔ وہ شخص نہایت بد لگام ہے جس نے ایسا کیا۔ کعبہ معظمہ کا نام لے کر مگر مکہ معظمہ کو بھی عوام کعبہ ہی کہتے ہیں۔ اس سے بظاہر اس کا مقصود بھی نفس کعبہ نہیں بلکہ شہر مکہ ہی ہے اور ان لوگوں پر رد جو میلاد مقدس

(۱) [کنز العمال، کتاب المواعظ، حدیث: ۴۳۷۱ - ۳۳۰/۱۵]

کو اس حیلہ سے روکتے ہیں۔ پھر بھی اسے ایسا نہ کہنا چاہیے تھا، اس کا انداز کلام بہت برا ہے۔ میلاد مبارک اگر وہ حسن نیت سے کرتا ہے تو عورتوں کی بے پردگی کو روکے اس طرح بے حیائی سے انہیں شرکت سے مانع ہو، نہ روکیں تو حسب وعدہ خود رکے۔ مردے کے استیناس اور اسے ایصالِ ثواب کے لیے اگر وہ یہ کرتا ہے اس طرح کرے۔ عورتیں نہ شریک ہوں چند روز بعد جب ان کی اس بے حیائی سے حاضری کا سد باب ہو جائے تو جیسا چاہے کرے۔ میلاد مبارک نیک لوگوں سے وہ میسر نہ ہوں تو مستور الحال اصحاب جو بظاہر متشرع ہوں ان سے پڑھوائے، فساق سے نہ پڑھوائے۔

اس نے اگر یہ جھوٹ بکا ہے کہ: خواب میں حضور نے ایسا فرمایا۔ حضور پر افترا کیا ہے جب تو اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لیا، توبہ کرے اور اللہ سے ڈرے۔ حضور پر افترا کی لعنت اس کے عظیم وبال و نکال کو ہلکا نہ جانے۔ اور اگر اس نے افترا نہیں کیا تو یقین جانے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پاک ہیں اس سے کہ اپنی شریعت طاہرہ کے خلاف خواب میں حکم فرمائیں۔ یقین کرے کہ حضور نے فرمایا ہوگا کہ عورتیں جہاں چاہیں نہ جانے دو تم کیوں نہیں روکتے ہو۔ اس کے سننے میں غلطی ہوئی پھر کوئی حکم خواب سے سچ ہو جائے تو پھر اوروں کے خوابوں کو وہ بھی جھوٹا نہ کہہ سکے گا۔ اگر کوئی اس کی طرح یہ ادعا کرے کہ مجھے خواب میں ایسا حکم ہوا ہے کہ عورتوں کو مزار پر نہ آنے دو اور جو اس میں مزاحم ہو اس کی گردن مار دو، جو مزار پر بیٹھ کر عشقیہ اشعار پڑھے پڑھوائے عورتوں کا مجمع کرے ان کے جذبات ابھارے اسے مار ڈالو، یا یہ سزا دو، یا فلاں شخص کی بی بی، ماں، بہن وغیرہ سے نکاح کر لو وغیرہ وغیرہ تو وہ اس کو مان لے گا اور اس حکم کی پابندی کرے گا اور اسے جائز جانے گا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

اگر وہ شخص جھوٹ بکتا ہے کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نہ کی یوں ہی خواب دل سے گڑھا اور حضور پر وہ ناپاک افترا کیا جب تو اس پر اشد الزام ہے جلد توبہ کرنا فرض ہے، اور اگر فی الواقع وہ اس دولت بے دار دیدار پر انوار سرکار سر ہر کار سے مشرف ہو تو یقین کرے کہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہرگز وہ نہ فرمایا جو اس کے سننے میں آیا۔ شیطان نے آواز و کلام میں تلبیس کی اس کے کان میں کلام ابلیس پہنچا۔ حاشا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ فرمایا ہو جو خلاف شرع مقدس ہے۔ فتاویٰ عزیز یہ میں حضور شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

امادہ قسم سوم شیطان کا ہے آوازے و کلامے تلبیس می کند و وسوسہ می اندازد چوں بشہادت بعض روایات کہ در وقت قرأت سورہ نجم وقت سکوت آنجناب شیطان حرف وسوسہ گفتہ بعض سامعین مشرکین را

مشتبہ ساخت در حین حیات اس معنی ممکن باشد در خواب چر ممکن نیست، لہذا در شریعت غر احکام خواب را صحت نمی شمارند الخ۔ (۱)

جولڑکیاں وہاں بلند آواز سے نعت پڑھتی ہیں وہ گنہ گار بد کردار مستحق نار ہیں۔ نیز وہ مرد بھی جو ان کی آواز پر کان دھرتے اور ان کی اس حرکت پر راضی ہوتے ہیں۔ عورت کی آواز بھی عورت ہے یہاں تک کہ اگر جماعت میں شامل ہو اور امام کو سہو ہو تو سبحان اللہ نہیں کہہ سکتی امام کو سہو سے یوں آگاہ کرے کہ: پشت دست پر ہاتھ مارے جیسا سیدنا محبوب الہی قدس سرہ العزیز کے ملفوظات طیبات سیر الاولیا شریف میں ہے، نماز میں تکبیر و قرأت کچھ با آواز بلند نہیں پڑھ سکتی۔

فتاویٰ عزیزیہ: رسالہ نماز زناں میں ہے:

با آواز بلند ہیج وقت قرأت نخواند و نہ تکبیرات با آواز گویند ہمہ را آہستہ گویند ہیج جا آواز بلند تا سلام ہمیں طور آہستہ ہر وقت ہر چیز را گفتہ باشد۔ (۲)

ان عورتوں کو وہاں جانا ہی نہ چاہیے، نہ کہ وہاں با آواز بلند پڑھنا۔

غنیۃ میں کفایہ شعی سے ہے: "سئل القاضي عن جواز خروج النساء إلى المقابر فقال لا یسئل عن الجواز والفساد فی مثل هذا وإنما یسئل عن مقدار ما یلحقها من اللعن فیہ۔ واعلم أنها كلما قصدت الخروج كانت فی لعنة الله وملائکته، وإذا خرجت تحفها الشیاطین من کل جانب، وإذا أتت القبور یلعنها روح المیت، وإذا رجعت كانت فی لعنة الله۔ ذکرہ فی التاتارخانیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔" (۳)

امام قاضی سے استفتا ہوا کہ عورتوں کا مقبرہ کو جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: ایسی جگہ جواز و عدم جواز نہیں پوچھتے، یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے، جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے، اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے، جب گھر سے باہر نکلتی ہے سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں جب قبر تک پہنچتی ہے میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے جب واپس آتی ہے، اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔ یہ تاتارخانیہ میں مذکور ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

(۱) [فتاویٰ عزیزیہ: ۱/۱۵۳]

(۲) [فتاویٰ عزیزیہ: ۱/۲۵]

(۳) [غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی: ۵۹۴]

ذکر حضور ذکر خدا ہے لہذا یاد حضور کی قسم درست ہے

(۹۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس شعر پر:

یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے تم الخ

بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس میں غیر ذات و صفات عز و جل کے ساتھ قسم کھائی گئی ہے جو شرعاً مکروہ

ہے۔

(۲) اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستخط فتاویٰ کے آخر میں اس طور پر ہوتے ہیں: کتبہ: احمد

رضاعفی عنہ، محمد بن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ بعض اشخاص کا خیال ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کمال ادب اس ترتیب کے عکس کا مقتضی تھا یعنی اپنا اسم گرامی نیچے اور سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک اوپر تحریر فرماتے۔ معلوم ہوتا ہے یہ ترتیب کاتب کی تراشیدہ ہے۔

از میرٹھ مدرسہ جناب مولوی غلام جیلانی صاحب مدرس مدرسہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ

الجواب

یہاں جواب یہ خیال میں آتا ہے کہ سارے حلف بغیر اللہ مکروہ و حرام نہیں۔ اور حرام و مکروہ، حرمت و کراہت میں متساویۃ الأقدام نہیں۔ بعض تو اس قدر اشد حرام ہیں جیسے طواغی و انداد کفار کے ساتھ حلف کہ ایک صورت میں کفر یقینی۔ ایک میں پھر وہ حلف جو طواغی و انداد کے ساتھ خاص ہو، جیسے امانت کے ساتھ حلف کہ اہل کتاب کا حلف تھا، پھر حلف بالآباء وغیرہ

لمعات میں زیر حدیث:

”من حلف فقال في حلفه بالللات والعزى فليقل: لا إله إلا الله، يحتمل أن يكون

معناه أنه سبق لسانه فليتدارك بكلمة التوحيد؛ لأنه صورة الكفر وإلا فإن كان على

قصد التعظيم فهو كفر وارتداد يجب العود عنه بالدخول في الإسلام.“ (۱)

جس نے قسم کھائی اور کہا: مجھے لات و عزی کی قسم تو اسے چاہیے کہ کلمہ طیبہ پڑھے، احتمال ہے کہ

(۱) [اشعة اللمعات، کتاب العتق، باب الأيمان والنذر: ۳/۲۶۱]

اس کا مطلب یہ ہو کہ وہ جملہ اس کی زبان سے غیر ارادی طور پر نکل گیا ہو، تو اسے چاہیے کہ کلمہ توحید پڑھ کر تلافی کرے، اس لیے کہ یہ قسم صورت کے لحاظ سے کفر ہے، ورنہ بتوں کی تعظیم کے ارادے سے قسم کھائی تو یہ کفر و ارتداد ہے اور اس کا دوبارہ اسلام میں داخل ہونا واجب ہے۔ (مترجم)

مرقات میں ہے: ”من حلف بالأصنام فقد أشركها بالله في التعظيم فوجب تداركها بكلمة التوحيد.“ (۱)

جس نے بتوں کے نام کا حلف اٹھایا یقیناً اس نے تعظیم میں اللہ کا شریک ٹھہرایا، فوراً کلمہ توحید کہہ کر تلافی و تدارک واجب ہوگا۔ (مترجم)

نیز مرقات میں زیر حدیث:

”إن الله ينهاكم أن تحلفوا بأبائكم من كان حالفاً فليحلف بالله أو ليصمت متفق عليه . يكره الحلف بغير أسماء الله تعالى وصفاته سواء في ذلك النبي - صلى الله تعالى عليه وسلم - والكعبة والملائكة والأمانة والحياة والروح وغيرها ومن أشدها كراهة الحلف بالأمانة.“ (۲)

بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں آبا و اجداد کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے، جو شخص قسم کھائے وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا چپ رہے، اللہ تعالیٰ کے اسما و صفات مبارکہ کے علاوہ کی قسم کھانا مکروہ ہے اور اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کعبہ، معظّمہ، ملائکہ، امانت، حیات اور روح وغیرہ سب کا ایک حکم ہے، اور ان سب میں سخت تر مکروہ امانت کی قسم کھانا ہے۔ (مترجم)

اشعة الممعات میں ہے:

باید کہ توبہ کند و تدارک نماید بکلمہ توحید اگر این سوگند خوردن بلا ت و عزائی بطریق سبق لسان و عادت جاہلیت ست، پس تدارک بکلمہ توحید بجہت بودن اوست صورت کفر و امرے مستحسن ست ظاہر آنست کہ مراد ہمیں ست والا اگر بقصد تعظیم بود کفر و ارتداد صریح ست و واجب ست عود ازاں بدر آمدن در اسلام۔ (۳)

(۱) [مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، باب الأیمان والنذر: ۶/۲۲۳۵]

(۲) [مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، باب الأیمان والنذر۔ حدیث: ۳۴۰۷-۶/۲۲۳۴]

(۳) [اشعة الممعات، کتاب العتق، باب الأیمان والنذور: ۳/۲۱۱]

اسے چاہیے کہ توبہ کرے اور کلمہ توحید پڑھ کر تدارک کرے۔ اگر دور جاہلیت کی عادت کے مطابق اور غیر ارادی طور پر لات وعزی کی قسم زبان پر آگئی ہو تو کلمہ توحید کے ساتھ تلافی اس لیے مستحسن ہے کہ یہ قسم صورت کے لحاظ سے کفر ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہی مراد ہے ورنہ اگر بتوں کی تعظیم کے ارادے سے قسم کھائی تو یہ صراحتہ کفر و ارتداد ہے اور اس کا دوبارہ اسلام میں داخل ہونا واجب ہے۔ (مترجم)

اسی میں زیر حدیث: ((من حلف بالأمانة فليس منا.)) (۱) ہے:

جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مترجم)

گفت آں حضرت کسے کہ سوگند خورد بامانت پس نیست آں کس از ما و بر طریقہ ما بلکہ از متشبهین

بغیر ماست زیرا کہ آن از عادت اہل کتاب ست و از جہت نابودن او از اسما و صفات الہی تعالیٰ۔ (۲)
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں اور ہمارے طریقے پر نہیں بلکہ ہمارے غیر کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والا ہے، کیوں کہ یہ اہل کتاب کی عادت ہے اور نیز اس لیے کہ امانت اللہ تعالیٰ کے اسما و صفات میں سے نہیں ہے۔ (مترجم)

بعض وہ کہ صورتاً حلف مگر یمین مراد نہیں مجرد تقریر و تاکید مقصود ہو جیسے کبھی صیغہ ندا کلام میں بے قصد نہ محض برائے اختصاص زیادہ کیا جاتا ہے۔ یہ ناجائز و حرام نہیں۔ حدیث میں خود حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: "أفلق وأبیہ۔"

مرقات میں زیر حدیث: ((إن الله ينهاكم أن تحلفوا بأبائكم متفق عليه:)) (۳)

اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے آبا کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔ (مترجم)

"قال القاضي: فإن قيل هذا الحديث مخالف لقوله صلى الله تعالى عليه

وسلم۔ أفلق وأبیہ، فجاوبه أن هذه كلمة تحري على اللسان لا يقصد بها اليمين

بل هو من جملة ما يزداد في الكلام لمجرد التقرير والتأكيد ولا يراد به القسم، كما

يراد بصيغة النداء مجرد الاختصاص دون القصد إلى النداء انتهى." (۴)

(۱) [سنن ابو داؤد، باب: في كراهية الحلف بالأمانة- ۲۲۳/۳]

(۲) [اشعة اللمعات، كتاب العتق، باب الأيمان والنذور: ۲۱۴/۳]

(۳) [مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، باب الايمان والنذور- ۲۲۳۴/۶]

(۴) [مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، باب الايمان والنذور: ۲۲۳۴/۶]

قاضی نے کہا: اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان (أفلق وأبيه۔ اس کے باپ کی قسم! یہ کامیاب ہو گیا) کے خلاف ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ ایسا کلمہ ہے جو اہل عرب کی زبان پر بلا قصد جاری ہوتا ہے، وہ اس سے قسم کا قصد نہیں کرتے، بلکہ اس لفظ کو کلام میں محض تاکید و تقریر کے لیے ذکر کیا جاتا ہے، اس سے قسم کا ارادہ نہیں کیا جاتا۔ جس طرح صیغہ نداء سے محض اختصاص مراد ہوتا ہے، نداء کا قصد نہیں کیا جاتا۔ اھ۔ (مترجم)

نیز امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

”فإن قيل الحديث مخالف لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم۔ أفلق وأبيه

إن صدق فجوابه أن هذه كلمة تحري على اللسان لا تقصد بها اليمين.“ (۱)

اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان: (أفلق وأبيه إن صدق۔ اس کے باپ کی قسم! اگر سچا ہے تو کامیاب ہو گیا) کے خلاف ہے، جواب یہ ہے کہ: یہ ایسا کلمہ ہے جو اہل عرب کی زبان پر بلا قصد جاری ہوتا ہے، وہ اس سے قسم کا قصد نہیں کرتے۔ (مترجم)

پھر علی قاری لکھتے ہیں:

”والأظهر أن هذا وقع قبل ورود النهي أو بعده لبيان الحواز ليدل على أن النهي

ليس للتحريم.“ (۲)

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ”أفلق وأبيه“ کے الفاظ سے قسم کھانا ورود نہی سے پہلے ہے یا ورود نہی کے بعد ہے تو جواز کے لیے تاکہ اس بات پر دلیل ہو جائے کہ نہی تحریمی نہیں ہے۔ (مترجم)

تو ہر حلف بغیر اللہ پر حکم کراہت تحریم نہیں۔ یا حضور کی قسم میں بھی یا تو قسم مراد نہیں مجرد تقریر و تاکید مقصود ہے نہ قسم۔ یا قسم مقصود ہو تو یا تو وہ غیر خدا کی قسم ہی نہیں یا غیر خدا کی قسم ہے مگر ناجائز نہیں۔ یا حضور یاد الہی ہی ہے۔

حدیث میں ہے: ((جعلتك ذكراً من ذكري، فمن ذكرك فقد ذكروني)) (۳)

(۱) [صحيح مسلم بشرح النووي، كتاب الأيمان، باب النهي عن الحلف، ۱۰۵/۲]

(۲) [مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الأيمان والنذور، ۲۲۳۴/۶]

(۳) [نسيم الرياض: ۱۲۵/۱]

میں نے تمہیں اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا، تو جس نے تمہیں یاد کیا مجھے یاد کیا۔ (مترجم)
تو ذکر الہی کی قسم غیر خدا کی قسم ہی نہیں۔ اگر کوئی کہے یوں تو حضور بھی ذات خدا سے جدا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک۔ مگر حضور خدا بھی نہیں نہ اس کی صفت۔ لہذا ذات حضور کی قسم نہ چاہیے اور ذکر حضور ذکر خدا ہی ہے لہذا اس میں حرج نہیں۔

ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یاد حضور کی قسم میں یاد سے مراد وہ یاد جو ان کی ان کا رب عزوجل فرماتا ہے۔ یا یاد حضور سے یہ مراد کہ وہ یاد الہی جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے قلب اقدس میں ہر آن جلوہ فرما ہے۔ وہ ذکر خداوندی جس میں حضور مشغول ہر آن اور جس سے حضور جان نور کا پر نور رواں دواں ہے۔ یا یاد حضور میں لفظ حضور مراد شہود ہے، ضد غیب منافی غفل۔ یعنی شہود و شاہد و مشاہد و مشہود حقیقی عزجلالہ کے ذکر یا دکی قسم کہ غفلت عیش ستم ہے۔ یا یاد حضور کا یہ مطلب کہ وہ یاد جو ولادت اقدس پھر جب سے لے کر وفات اقدس تک بلکہ اس کے بعد بھی آج تک اور تا قیام قیامت دنیا و برزخ و حشر میں جو امت مرحومہ کی فرمائی فرما رہے ہیں فرماتے رہیں گے۔ اس یاد کی قسم اس حیثیت سے کہ وہ وحی خدا ہے کہ فرمایا:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (۱)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے۔ (مترجم)
یعنی اس خاص وحی الہی کی قسم جسے یاد حضور سے تعبیر کیا ہے۔

اور وہ جو حدیث میں فرمایا: ((من حلف بغير الله فقد أشرك)) (۲)

جس نے غیر اللہ کے نام کی قسم اٹھائی وہ واقعی مشرک ہے۔ (مترجم)

اس سے مراد یہی ہے کہ جو مشرکوں کی طرح کہ جس اعتقاد سے وہ مشرکین بتوں کی قسمیں کھاتے تھے غیر خدا کی قسم کھائے۔ شراح حدیث نے اس کا مطلب یہ فرمادیا کہ غیر خدا کی قسم باعتقاد تعظیم آن غیر کھائے تو مشرک ہوگا۔ اشعة اللمعات میں اس حدیث کا ترجمہ فرمایا: کہے کہ سوگند خورد بغير خدا باعتقاد تعظیم آن غیر پس بہ تحقیق شریک گردانید آن غیر را بخدا در تعظیم اگر یہ مطلب نہ ہو تو معاذ اللہ کیا وہابی کی طرح کوئی احمق یہ کہے گا کہ خود حضور نے اسے مشرک قرار دیا، اور خود غیر خدا کے ساتھ حلف زبان مبارک سے ادا فرمایا۔ یہاں تو یا غیر ذات و صفات خدا کی قسم ہی نہیں یا یحییٰ مراد نہیں۔ مجرد تقریر و تاکید مراد ہے۔ اور اس

(۱) [سورة النجم: ۳-۴]

(۲) [مشكاة المصابيح، كتاب الايمان والنذر، حدیث: ۳۴۱۹-۱۳/۲]

میں اصلاً محذور نہیں۔ حدیث میں مراد علی الاطلاق حکم شرک نہیں۔ اوپر مرقات کی عبارت سے معلوم ہو چکا کہ خود حضور نے: أفلح وأبیه فرمایا۔ غیر خدا کے ساتھ حلف کی نہی سے پہلے فرمایا ہے، یا بعد کہ صدور شرک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ہر نبی سے محال ہے اور تھا، وہابی تو گنگوہی کی طرح اسے صاف شرک کہہ دے گا۔ جیسے گنگوہی نے تقدیس القدر میں صاف کہہ دیا کہ صدور شرک آنجناب سے لامحالہ ممکن، ضبط اعمال بدرجہ اولیٰ ممکن۔ بلکہ اسی کے ص: ۲۴۳ پر حضور سے معاذ اللہ شرک کا وقوع ثابت کیا کہ شرک کے افراد مباح تک ہیں (تا) خود فخر عالم آپ ہی تو شرک ثابت کرتے ہیں اور خود اس کے..... کہہ دے گا کہ خود حضور نے حلف بغیر اللہ کو شرک کہا اور خود أفلح وأبیه فرما کر (معاذ اللہ) شرک کیا۔ ولا حول ولا قوة إلا باللہ العلی العظیم۔

(۲) اعلیٰ حضرت قدس سرہ فتویٰ کے آخر میں اکثر یوں اپنا نام نامی تحریر فرماتے تھے: کتبہ: عبیدہ المذنب الفقیر احمد رضا عنہ محمد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ۔ اور کبھی اس طرح: فقیر احمد رضا غفرلہ۔ جس طرح سوال میں نقل کیے ہیں یہ طرز حضور قدس سرہ کا نہ تھا، کاتب کا ایجاد ہے اور یہ بھی سوئے ادب نہیں کہ جہاں مہر نبوت سے یہ ادب معلوم ہوا کہ اسم جلالت بالا مکتوب تھا اس ترتیب پر مہر اقدس پشت مقدس پر تھی محمد رسول اللہ وہاں قرآن عظیم میں یوں بھی ہے: محمد رسول اللہ تو معلوم ہوا کہ یہ بھی سوئے ادب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صالحین کے جوار میں بخشش کی امید زیادہ ہوتی ہے

(۹۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

- (۱) اللہ تعالیٰ کی بخشش ہر جگہ ہوتی ہے یا کسی خاص خاص جگہ پر۔
- (۲) اولیا اللہ کا سایہ اپنی اولاد پر یا عام طور پر بصورت اعتقاد صوفیائے کرام ہر جگہ رہتا ہے یا اپنی خانقاہ یا مقبرے کی چار دیواری تک محدود رہا ہے۔

الجواب

- (۱) وہ جہاں چاہے اپنی بخشش اپنی رحمت اپنی برکت نازل فرمائے مگر بعض جگہ امید بخشش زائد ہوتی ہے کسی جوار صالح میں اس صالح کی برکت سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۲) اولیا کے مراتب متفاوت ہیں اولیا سے فیض ان کے مزار ہی پر نہیں ملتا دور سے بھی ملتا ہے مگر دور رہنے اور نزدیک حاضر ہونے میں زیادت توجہ کا فرق ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۹) تقلید

امام اعظم کے تلامذہ کے اقوال بھی امام اعظم ہی کے اقوال ہیں

(۹۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید جو حنفی المذہب ہے اختلافی مسائل میں اگر قول امام ابوحنیفہ کے سوا امام ابو یوسف کا قول مانے تو حنفی المذہب رہے گا یا نہیں۔ اگر نہیں رہے گا تو مسائل اختلافی میں صدہا جگہ قول امام ابوحنیفہ کو چھوڑ کر قول امام ابو یوسف کو علما نے کیوں اختیار کیا ہے؟

از شہر۔ محلہ کسگران مسئولہ جناب مولوی حکیم عزیز غوث صاحب۔ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ

الجواب

قول امام ابو یوسف یا قول امام محمد یا ان کے سوا امام زفر وغیرہ تلامذہ حضور امام الائمہ کاشف الغمہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عمل سے حنفی، یوسفی یا زفری وغیرہ نہ ہو جائے گا کہ مذہب نہیں مگر امام اعظم کا۔ ان کے اقوال امام اعظم ہی کے اقوال ہیں۔ جو جس سے مروی ہو اس کی طرف منسوب ہوا۔ جس مسئلہ میں امام کا کوئی قول نہیں ملتا امام ابو یوسف مضطرب ہوتے اور حیران رہتے، خود ان سے یہ منقول ہوا۔ علامہ محقق ابن نجیم مصری بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں فتاویٰ ظہیریہ سے ناقل:

”کل مالم یرو عن ابي حنيفة رحمه الله تعالى فيه قول بقى كذلك مضطرباً الى يوم القيامة۔ وحكي عن ابي يوسف۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ أنه كان يضطرب في بعض المسائل و كان يقول كل مسألة ليس لشيخنا فيها قول فنحن فيها هكذا.“ (۱)

ہر وہ امر جس میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کوئی قول مروی نہ ہو قیامت تک مضطرب ہی رہے گا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حکایت ہوا کہ وہ بعض مسائل میں مضطرب حیران و پریشان ہوتے اور فرمایا کرتے: ہر وہ مسئلہ جس میں ہمارے شیخ کا کوئی قول نہیں ہمارا اس میں یہی حال ہے۔ (م) ایسی جگہ کبھی یہ امام ابو یوسف یا امام کے اصحاب سے کوئی صاحب جو فرمائیں وہ بھی امام ہی کا

(۱) [البحر الرائق شرح كنز الدقائق: باب الأكل والشرب في الصلاة، ۲/۱۴]

ارشاد ہے کہ جو کچھ فرماتے ہیں آخر انہی اصول و قواعد سے جن پر امام اعظم کے مذہب کی بنا ہے۔ یہ حادثہ اگر امام اعظم کے عہد میں حدوث پاتا، امام کے حضور پیش ہوتا، انہی اصول سے امام کا بھی یہی ارشاد ہوتا۔ قول دو طرح کا ہوتا ہے: صوری و ضروری۔ صوری وہ جو منقول ہو، ضروری وہ جس کا قائل نصاباً قائل نہیں لیکن ضمناً ضرور قائل ہے۔ جیسے: کوئی اپنے خدام کو کسی شخص صالح کے اکرام کا حکم دے اور بار بار یہ تکرار اس سے کہے کہ: ان کی تعظیم کیا کرو، اور تعظیم فاسق سے انہیں روکے کہ کسی فاسق کی تعظیم کبھی ہرگز نہ کرنا۔ پھر وہی شخص جو صالح تھا معاذ اللہ فاسق ہو کر آئے تو خدام پر اس کی تعظیم ان کے آقا کے اس ممانعت عام سے ممنوع ہے، اگرچہ ان کے آقا نے اس شخص کے اکرام پر نص کی تھی اور یہاں اس کے ترک تعظیم پر نص نہیں، خدام پر اس عام ممانعت کی بنا پر اس خاص کی ترک تعظیم لازم۔ اگر وہ باوجود اس ممانعت کے اس کی تعظیم کریں گے اپنے آقا کی اطاعت نہیں۔ نافرمانی کریں گے۔ خدام اس ممانعت کی بنا پر اس کا اکرام و تعظیم نہ کریں تو کون عاقل ہے جو یہ کہے گا کہ اس کے خدام نے اس کی نافرمانی کی۔ ظاہر ہوا کہ قول وہی نہیں جو منقول ہو نصاباً بلکہ قول وہ بھی ہے جو ضمنی ہو۔

العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”القول قولان: صوری و ضروری۔ فیالصوری: هوالمقول المنقول۔ والضروری: مالمنقله القائل نصاباً بالخصوص، لکنه قائل به فیضمن العموم الحاکم ضرورة بأن لو تکلم فی هذالخصوص لتکلم کذا۔ وربما یخالف الحکم الضروری۔ الحکم الصوری و حینئذ یقضي علیه الضروری۔ حتی أن الأخذ بالصوری یعد مخالفة للقائل، والعدول عنه إلى الضروری موافقة أو اتباعاً له۔ كما كان زید صالحاً فأمر عمر و خدامه بإکرامه نصاباً جهاراً و کرر ذلك علیهم مراراً وقد كان قال لهم إیاکم أن تکررموا فاسقاً أبداً۔ فبعد زمان فسق زید علانية فإن أکرمه بعد خدامه عملاً بنصه المکرر المقرر لکانوا عاصین وإن ترکوا إکرامه کانوا مطیعین.“ (۱)

قول کی دو قسمیں ہیں: (۱) قول صوری۔ (۲) قول ضروری۔

قول صوری وہ جو کسی نے صراحتاً کہا اور اس سے نقل ہوا، اور قول ضروری وہ ہے جسے قائل نے

صراحت اور خاص طور پر نہ کہا ہو مگر وہ کسی ایسے عموم کے ضمن میں اس کا قائل ہو جس سے ضروری طور پر یہ حکم برآمد ہوتا ہے کہ اگر وہ اس خصوص میں کلام کرتا تو اس کا کلام ایسا ہی ہوتا، کبھی حکم ضروری حکم ضروری کے خلاف بھی ہوتا ہے، ایسی صورت میں حکم ضروری کے خلاف حکم ضروری راجح و حاکم ہوتا ہے، یہاں تک کہ ضروری کو لینا قائل کی مخالفت شمار ہوتا ہے، اور حکم ضروری چھوڑ کر حکم ضروری کی طرف رجوع کو قائل کی موافقت یا اس کی پیروی کہا جاتا ہے، مثلاً زید نیک اور صالح تھا تو عمرو نے اپنے خادموں کو صراحتاً علانیہ زید کی تعظیم کا حکم دیا اور بار بار ان کے سامنے اس حکم کی تکرار بھی کی اور اس سے ایک زمانہ پہلے ان خدام کو ہمیشہ کے لیے کسی فاسق کی تکریم سے ممانعت بھی کر چکا تھا، پھر کچھ دنوں بعد زید فاسق معلن ہو گیا، اب اگر عمرو کے خدام اس کے مکرر ثابت شدہ صریح حکم پر عمل کرتے ہوئے زید کی تعظیم کریں تو عمرو کے نافرمان شمار ہوں گے، اور اگر اس کی تعظیم ترک کر دیں تو اطاعت گزار ٹھہریں گے۔ (مترجم)

اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ ایسے حوادث جن میں امام کا کوئی قول منقول منقول نہیں، حضرت امام ابو یوسف یا کسی اور امام اصحاب امام الائمہ کا قول ہے تو وہ منقول ان کا ہے ضروری اور قول امام ہے ضمنی ضروری۔

درر الحکام میں ہے:

”إذا حکم الحنفی بما ذهب إليه أبو یوسف أو محمد ونحوهما من أصحاب الإمام فلیس حکماً بخلاف رأیه.“ (۱)

جب حنفی امام ابو یوسف، امام محمد و دیگر اصحاب امام کے مذہب پر حکم کرے تو وہ اس کے مذہب حنفی ہی کا حکم ہے۔ (مترجم)

علامہ شامی درر سے عبارت مذکورہ ”ردالمحتار“ میں نقل کر کے فرماتے ہیں:

”أفاد أن أقوال أصحاب الإمام غیر خارجة عن مذهبه - فقد نقلوا منهم أنهم ما قالوا قولاً إلا هو روي عن الإمام، كما أوضح ذلك في شرح منظومتي في رسم المفتي“ (۲)

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تلامذہ امام کے اقوال آپ کے مذہب سے باہر نہیں، علمائے ان

(۱) [درر الحکام شرح غرر الأحکام: باب ما تقضي فيه المرأة، ۲/ ۴۱۰]

(۱) [ردالمحتار: کتاب القضاء، مطلب حکم الحنفی بمذہب أبي یوسف أو محمد حکم بمذہب: ۸/ ۸۹]

سے روایتیں نقل کیں، وہ حضرات جو مسئلہ بھی بیان کریں تو وہ امام ہی سے مروی ہوتا ہے، جیسا کہ میں نے اپنی منظوم شرح رسم المفتی میں، اس کی وضاحت کی ہے۔ (م)

نیز جلد چہارم رد المحتار میں بھی ایسا ہی فرمایا کہ حنفی، مذہب ابو یوسف یا مذہب امام محمد پر جو حکم کرے وہ اس کے مذہب حنفی ہی کا حکم ہے۔

اگر یہ صوری و ضروری اقوال مختلف ہوں تو یہ مطلب نہ ہوگا کہ: امام کا مذہب کچھ ہے اور ان کے اصحاب سے اس قائل کا مذہب کچھ ہے۔ بلکہ ویسا ہی ہے جیسے خود اقوال مقولات امام میں اختلاف۔ اختلاف عصر و زمان اختلاف ہی نہیں، ایسے وقت جو یہ فرما رہے ہیں امام بھی یہی فرماتے ہیں۔ تو ان کا یہ قول امام ہی کا ارشاد ہے، جیسے احادیث میں عورتوں کو مساجد سے روکنے کی حضور نے ممانعت فرمائی:

((لا تمنعوا إماء الله مساجد الله)) (۱)

اللہ کی باندیوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکو۔ (مترجم)

عورتوں کو حاضری کا حکم تھا یہاں تک کہ حائضات کو بھی کہ وہ عید گاہ میں علیحدہ حاضر رہیں اور دعا میں شریک ہوں۔ یہاں تک کہ بعض نے عرض کیا کہ ہمارے پاس جلاباب (چادر) نہیں۔ ارشاد ہوا چادر والی اپنی ساتھی کو بھی اپنی چادر میں لے لے۔ او کما قال علیہ الصلاة والسلام۔

مگر باوجود ایسے حکم اور اس نبی کے حضرت سیدنا عمر امیر المؤمنین فاروق اعظم نے عورتوں کو مسجد سے نکالا اور انہیں روک دیا۔ وہ شکایت لیکر حاضر خدمت حضرت ام المؤمنین صدیقہ ہوئیں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلاة والسلام ہم میں اگر وہ ملاحظہ فرماتے جو ہم دیکھتے ہیں تو وہ بھی عورتوں کو مسجد سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو مسجد سے روک دیا تھا۔ کیا معاذ اللہ حضرت صدیقہ اور حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور کے ارشاد کے خلاف کیا۔ لا واللہ بلکہ وہی کیا جو حضور فرماتے۔ تو ان کا یہ قول و فعل حضور ہی کا قول و فعل ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

العطایا النبویۃ میں عبارت منقولہ بالا سے آگے فرمایا:

”و مثل ذلك يقع في أقوال الأئمة، إما لحدوث ضرورة، أو حرج، أو عرف، أو تعامل، أو مصلحة مهمة تجلب، أو مفسدة مسلمة تسلب، وذلك؛ لأن

(۱) [سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب ماجاء في خروج النساء إلى المسجد: ۵۶۵—۱/۱۵۵]

استثناء ضرورات، و دفع الحرج، و مراعات المصالح الدينية الخالية عن مفسدة تربو عليها، ودرء المفسد، و الأخذ بالعرف، والعمل بالتعامل، كل ذلك قواعد كلية معلومة من الشرع، ليس أحد من الأئمة إلا ما ثللاً إليها و قائللاً بها و معمولاً عليها، فإذا كان في مسألة نص للإمام ثم حدث أحد تلك المغيرات علمنا قطعاً أن لو حدث على عهدہ لكان قوله على مقتضاه لا على خلافه و رده۔ فالعمل حينئذ بقوله الضروري الغير المنقول عنه هو العمل بقوله، لا الجمود على المأثور من لفظه۔ وقد عد في العقود مسائل كثيرة من هذا الجنس ثم أحال بيان كثير آخر على الأشباه، ثم قال: فهذه كلها قد تغيرت أحكامها لتغير الزمان، إما للضرورة و إما للعرف، و إما للقرائن الأحوال۔ قال: و كل ذلك غير خارج عن المذهب؛ لأن صاحب المذهب لو كان في هذا الزمان لقال بها، ولو حدث هذا التغير في زمانه لم ينص على خلافها۔ قال: وهذا الذي جرت مجتهدين في المذهب و أهل النظر الصحيح من المتأخرين على مخالفة المنصوص عليه من صاحب المذهب في كتب ظاهراً الرواية بناء على ما كان في زمنه كما مر تصریحهم به الخ“ (۱)

اور اس قسم کی چیزیں اقوال ائمہ میں ہوتی ہیں، اور ان کے اسباب یہ ہو سکتے ہیں:

(۱) ضرورت (۲) حرج (۳) عرف (۴) تعامل (۵) اہم مصلحت (۶) فساد،

اور یہ اس لیے کہ ضرورتوں کا استثناء حرج کا دفع کرنا اور مصالح دینیہ کی رعایت جو زیادہ مفاسد سے خالی ہوں اور مفاسد کو دور کرنا، عرف کو اختیار کرنا، اور تعامل پر عمل کرنا۔ یہ ایسے شرعی قواعد کلیہ ہیں جو سب کو معلوم ہیں، اور ائمہ یا تو ان کی طرف مائل ہیں یا ان کے قائل ہیں، یا ان پر اعتماد کرتے ہیں۔ اگر کسی مسئلے میں امام کی نص موجود ہو اور پھر یہ مغیرات پائے جائیں تو ہم قطعاً طور پر یہ جان لیں گے کہ اگر یہ امور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عہد میں ہوتے تو آپ کا قول ان کے مقتضاً ہوتا، نہ کہ ان کے خلاف، تو ایسی صورت میں ان کے ضروری قول پر عمل جو آپ سے منقول نہ ہو یہ آپ ہی کے قول پر عمل ہے، نہ یہ کہ آپ کے منقول قول پر جمود ہے، اور عقود میں اس طرح کے بہت سے مسائل گنائے ہیں اور بہت سے مسائل کے لیے اشباہ کا حوالہ دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان تمام کے احکام زمانہ کے تغیرات کی وجہ

(۱) [الفتاویٰ الرضویہ طبع قدیم، کتاب الطہارۃ، باب المیاء: ۱/۳۸۵-۳۸۶]

سے بدل گئے ہیں، یا تو صرف ضرورت کی وجہ سے یا عرف کی وجہ سے اور یا احوال کے قرآن کے باعث۔ اور فرمایا کہ: ان میں سے کوئی چیز مذہب سے خارج نہیں، کیوں کہ اگر صاحب مذہب خود اس زمانے میں ہوتے تو یہی قول کرتے، اور اگر یہ تغیر آپ کے زمانے میں واقع ہوتا تو وہ اس کے خلاف تصریح نہ کرتے۔ فرمایا: اسی نے مجتہدین فی المذہب کو جرأت دی ہے، اور متاخرین صائب الرائے نے ظاہر مذہب کی کتب سے ثابت شدہ مذہب کی جو مخالفت کی ہے، وہ اپنے زمانے کے اعتبار سے ہے، جیسے کہ خود انھوں نے اس کی تصریح کی ہے۔ (مترجم)

”أقول: بل ربما يقع نظير ذلك في نص الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم فقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا استأذنت أحدكم امرأته إلى المسجد فلا يمنعها. وفي لفظ: لا تمنعوا إماء الله مساجد الله. وقد أمر صلى الله تعالى عليه وسلم بإخراج الحيض وذوات الخدور يوم العيد فيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم وتعزل الحيض المصلى؛ قالت امرأة: يا رسول الله! إحدنا ليس لها جلباب، قال صلى الله تعالى عليه وسلم: لتلبسها صاحبتهما من جلبابها؛ ومع ذلك نهى الأئمة الشواب مطلقاً والعجائز نهياً، ثم عموماً النهي عملاً بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: الضروري المستفاد من قول أم المؤمنين الصديقة رضي الله تعالى عنها: لو أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رأى من النساء ما رأينا لمنعهن من المسجد كما منعت بنو إسرائيل نساءها.“ (۱)

میں کہتا ہوں: اس کے نظائر خود شارع کے نصوص میں موجود ہیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو تم اس کو منع نہ کرو، اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ: ”تم اللہ کی بندویوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو“۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حائض عورتوں اور پردہ نشین عورتوں کو عیدین کے دن نکلنے کا حکم دیا ہے، تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں حاضر ہوں اور حائض عورتیں نماز پڑھنے کی جگہ سے دور رہیں، ایک عورت نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: اس کو اس کی سہیلی اپنی چادر اڑھا دے۔ اس کے باوجود ائمہ نے جو ان عورتوں کو مطلقاً اور بوڑھیوں کو دن میں مسجد میں آنے سے منع کیا

ہے پھر نبی کو عام کر دیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول ضروری پر عمل کرتے ہوئے جو ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول سے مستفاد ہے کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کی وہ حالت دیکھ لیتے جو ہم نے دیکھی ہے تو ان کو مسجد میں آنے سے اس طرح روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔ (مترجم)

پھر خود یہی مسئلہ خروج نساء الی المساجد لیجیے۔ اب مذہب یہی ہے کہ مطلقاً عورتوں کا خروج ممنوع ہے، شواب ہوں یا عجز، جماعت سے نماز کے لئے حاضر ہونا چاہیں اگرچہ جمعہ کی یا عید کی یا وعظ کے جمع میں۔ حالانکہ صاحبین عجز کے لئے حضور مطلقاً مباح فرماتے تھے اور امام غیر ظہر و عصر و جمعہ میں ان کا حضور جائز رکھتے تھے۔ کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ یہ امام و صاحبین کے خلاف ہے اور ان کا مذہب اب بھی اباحت حضور نسا ہے اور ان علما کا مذہب وہ ہے جو امام کا مذہب نہیں؟، بلکہ علما نے جو کہا وہ امام ہی کا قول ہے، انہی کے قول سے ماخوذ ہے۔

العطا یا النبو یہ میں فرمایا:

”قال في التنوير والدر (بكره حضور هن الجماعة) ولو لجمعة وعيد ووعظ (مطلقاً) ولو عجوزاً ليلاً (على المذهب) المفتى به لفساد الزمان - واستثنى الكمال بحثاً العجائز المتفانية اه والمراد بالمذهب مذهب المتأخرين - ولما رد عليه البحر بأن هذه الفتوى مخالفة لمذهب الإمام وصاحبه جميعاً، فإنهما أباحا للعجائز الحضور مطلقاً والإمام في غير الظهر والعصر والجمعة، فالافتاء بمنع الكل في الكل مخالف للكل. فالمعتمد مذهب الإمام اه بمعناه أجاب عنه في النهر قائلاً: فيه نظر بل هو ماخوذ من قول الإمام، وذلك أنه إنما منعها لقيام الحامل وهو فرط الشهوة بناء على أن الفسقة لا ينتشرون في المغرب؛ لأنهم بالطعام مشغولون وفي الفجر والعشاء نائمون، فإذا فرض انتشارهم في هذه الأوقات لغلبة فسقهم كما في زماننا بل تحريمهم إياها كان المنع فيها أظهر من الظهر اه-“ (۱)

تنویر اور در میں ہے: (عورتوں کا جماعت میں آنا مکروہ ہے) اگرچہ جمعہ، عید یا وعظ کے لیے ہو (مطلقاً) خواہ بوڑھی ہوں، رات میں (مذہب) مفتی بہ کے مطابق، کیوں کہ زمانہ خراب ہو چکا ہے، اور

کمال نے بحث کرتے ہوئے بوڑھیوں کا استثناء کیا ہے جو بہت زیادہ بوڑھی ہوں۔ اھ۔ اور مذہب سے مراد متاخرین کا مذہب ہے، اور جب اس پر بحر نے رد کیا کہ یہ فتویٰ مذہب امام اور مذہب صاحبین سب کے خلاف ہے، کیوں کہ صاحبین نے بوڑھیوں کو مطلقاً اجازت دی ہے، اور امام اعظم نے ظہر و عصر و جمعہ کے علاوہ نمازوں میں اجازت دی ہے، تو ہر نماز میں ہر عورت کو منع کرنا ان تمام حضرات کی مخالفت ہے، تو قابل اعتماد مذہب امام ہے۔ اھ۔ یہ روایت بالمعنی ہے۔ اس کا جواب نہر میں یہ ہے کہ اس میں نظر ہے، بلکہ تمام نمازوں میں منع امام صاحب کے قول سے ماخوذ ہے، وہ یوں کہ ظہر و عصر میں روکنے کا سبب فاسق لوگوں کا غلبہ شہوت ہے، جب کہ مغرب میں کھانے میں مشغول اور عشا اور فجر میں سونے میں مصروف ہونے کی وجہ سے باہر نہیں گھومتے، اور جب فرض کیا جائے کہ غلبہ فسق کی وجہ سے باقی اوقات میں بھی گھومتے ہوں جیسا کہ ہمارے زمانے میں ان اوقات کو وہ اپنے فسق کے لیے موزوں سمجھتے ہیں، تو ان اوقات میں ممانعت کا حکم بدرجہ اولیٰ ہونا چاہیے۔ اھ۔ (مترجم)

علمائے کرام نے جہاں کہیں قول ظاہر امام سے عدول کیا اور قول صاحبین اختیار کیا اس کے وجوہ فتاویٰ رضویہ کی عبارت منقولہ بالا میں گزرے (۱) ضرورت (۲) دفع حرج (۳) عرف (۴) تعادل (۵) کسی دینی ضرورت مصلحت کے حامل یا کسی فساد موجود یا مظنون بظن غالب کے زائل کرنے کے لیے۔ نیز ضعف دلیل نظر آنا۔ ان وجوہ سے قول ظاہر امام سے عدول جائز ہے۔ اگر اختلاف صوری نہیں واقعی ہو اور وجوہ مذکورہ سے کوئی وجہ نہ پائی جائے، تو بے وجہ امام کے قول ظاہر سے عدول ناجائز ہے۔ کما نصوا علیہ قاطبہ۔ جیسا کہ تمام علمائے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ (مترجم)

بحر الرائق میں ہے: ”قد صححوا أن الإفتاء بقول الإمام، فينتج من هذا أنه

يجب علينا الإفتاء بقول الإمام وإن أفتى المشايخ بخلافه.“ (۱)

علمائے تصحیح فرمائی ہے کہ: فتویٰ قول امام پر ہی دیا جائے، اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ ہمارے لیے

قول امام پر ہی فتویٰ دینا واجب ہے اگرچہ مشائخ اس کے خلاف فتویٰ دیں۔ (مترجم)

خیر یہ میں ہے: ”المقرر أيضاً عندنا أنه لا يفتى ولا يعمل إلا بقول الإمام الأعظم، ولا يعقل

عنه إلی قولهما أو قول أحدهما أو قول غيرهما إلا لضرورة من ضعف دليل أو تعامل بخلافه.“ (۲)

(۱) [البحر الرائق، کتاب القضاء: ۶/۴۵۳]

(۲) [مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: باب وقت العشاء والوتر، ۱/۷۰]

ہمارے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ قولِ امام اعظم پر ہی فتویٰ دیا جائے اور وہی قابل عمل ہے، لہذا قولِ امام سے صاحبین یا کسی ایک یا ان کے علاوہ حضرات کے قول کی طرف عدول نہیں کیا جائے گا، ہاں اگر کوئی ضرورت ہو، مثلاً: ضعف دلیل نظر آنا، یا آپ کے قول کے برخلاف تعامل پایا جائے تو اب عدول جائز ہوگا۔ (مترجم)

امام العلماء مقدم الفقہاء شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ ”تجنیس“ میں فرماتے ہیں:

”الواجب عندي أن يفتى بقول أبي حنيفة علي كل حال.“

میرے نزدیک بہر حال قولِ امام پر ہی فتویٰ دینا ضروری ہے۔ (مترجم)

علامہ طحطاوی علامہ نوح افندی سے ناقل:

”لا يرجح قولهما علي قوله إلا بموجب من ضعف دليل أو ضرورة أو تعامل

أو اختلاف زمان ، وإن لم يوجد شيء من ذلك فالعمل علي قوله . والله تعالى أعلم.“

قولِ امام پر صاحبین کے قول کو ترجیح نہ دی جائے گی، ہاں اگر کوئی ضرورت ہو، مثلاً: ضعف دلیل

نظر آنا، ضرورت شرعیہ، تعامل یا اختلاف زمانہ پایا جائے تو صاحبین کے قول کو ترجیح دی جائے گی۔ اور

جب اس میں سے کچھ نہ پایا جائے تو عمل قولِ امام پر ہی ہوگا۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

(۱۰) متفرق

مسلمان ہونا عزت اور کافر ہونا ذلت ہے

(۹۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ...

(۱) مسلمانوں کی کون کون قومیں رذیل ہیں۔ جواب بحوالہ کتب اور مدلل مرحمت ہو؟

(۲) اصل اور کم اصل کی تعریف کیا، اور ان کی شناخت کیا ہے؟

(۳) محمد بن عبد الوہاب نجدی۔ مولوی نذیر حسین۔ مولوی اسماعیل مقتول۔ رشید احمد گنگوہی۔

خلیل احمد بیہوشی۔ اشرف علی تھانوی۔ ثناء اللہ امرتسری۔ عبد اللہ چکڑالوی۔ سرسید احمد خاں نیچری۔ مرزا

غلام احمد قادیانی۔ مرزا حیرت دہلوی۔ عبد المجید خاں وغیرہم جنہوں نے فرق باطلہ کی بنیادیں ڈالیں۔ یا

ان کی تبلیغ کی۔ دعویٰ نبوت کیا۔ یہ سب اور ان کی قومیں رذیل ہیں یا نہیں؟۔

(۴) اصل طیب کے اکثر یا چند افراد بد مذہب ہو جائیں، تو وہ اور ان کی ساری قومیں رذیل

کہلانے کی مستحق ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ جواب مدلل مع کتب مرحمت ہو۔

از پبلی بھیت مرسلہ حبیب احمد صاحب رضوی قادری پبلی بھیت۔ ۲۸ رزی الحجہ ۱۳۳۸ھ۔

الجواب

الجواب :- مسلمان سب بہ عزت اسلام معزز ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ﴾ (۱)

عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لیے ہے۔

اسلام عزت ہے۔ کفر ذلت۔ کافر ذلیل بلکہ ذلیل تر ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ﴾ (۲)

(۱) [سورة المنافقون: ۸]

(۲) [سورة المجادلة: ۲۰]

وہ سب سے زیادہ ذیلیوں میں ہیں۔

پھر تقویٰ و طہارت، عزت و کرامت ہے۔ اور فسق و فجور ذلت و حقارت و رذالت۔

قال تعالیٰ:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَىٰ﴾ (۱)

بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

اس خالص دینی عزت اسلام پھر عزت تقویٰ میں سب برابر نہیں، جو اتنی از روے ایمان اتوی ہے، وہ زیادہ معزز اعز المؤمنین اکرم المتقین ہے۔ جس کو ایمان و تقویٰ سے جس قدر حصہ ملا ہے اتنا ہی وہ عزت والا ہے۔ یوں ہی دنیوی عزت میں چھٹائی بڑائی ہے، خدا نے بادشاہ کو عزت دی، اس کی دولت اس کی عزت اس کی حکومت۔ فقیر محتاج اس عزت، دولت، کرامت سے بے نصیب ہے۔ بیچ میں جو جتنی دولت و حکومت و امارت رکھتا ہے اتنا ہی معزز ہے۔ اس میں چھٹائی بڑائی ہے۔ یوں ہی باعتبار اخلاق فرق مراتب ہے۔ یوں ہی باعتبار انساب۔ یہ ہو سکتا ہے اور ہوا ہے، اور ہوگا کہ ایک فقیر جو عزت دنیا سے بالکل بے نصیب ہو وہ بہ عزت دینی و قوت ایمانی و کرامت تقویٰ سے عند اللہ بادشاہ وغیرہ معززین سے اعز ہو۔

پھر ایک عزت و شرافت شخصی ہے، ایک نوعی، ایک جنسی و صنفی۔ تو اگر کوئی نوعی یا جنسی شرافت نہیں رکھتا تو شخصی سے بے نصیب ہونا کیا ضرور ہو سکتا ہے کہ شخصی شرافت کے اعتبار سے اعز ہو، اگرچہ دوسری قسم کی شرافت اور عزت سے خالی ہو۔ سوائے عزت و شرافت و کرامت ایمانی و دینی اور اقسام عزت و شرافت و کرامت کا انکار عقل و نقل سب کو پیٹھ دینا ہے۔ اس کی کیا ضرورت ہے، کہ تعیین سے کہلوا یا جائے کہ مسلمانوں کی کون کون سی قومیں رذیل ہیں، اس قسم کے سوال کا جواب حضور پر نور قاسم عزت و ہر نعمت سرکار عالی شان شہنشاہ نبوت و رسالت کے کلام معجز نظام: ”خیار کم خیار کم فی الجاہلیۃ۔“ سے روشن۔ قرآن و حدیث و فقہ کے خدام پر تو ظاہر ہی ہے مگر ہر ذی عقل پر یہ روشن ہے کہ ”خدا پنچ انگشت یکساں کر دے۔“

﴿فَلَا أُنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ﴾ (۲)

تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک۔

(۱) [سورة الحجرات: ۱۳]

(۲) [سورة المؤمنون: ۱۰۱]

﴿وَاتَّبَعَكَ الْأَرْضَ ذُلُونًا﴾ (۱)

اور تمہارے ساتھ کھینے ہوتے ہیں۔

اور ﴿إِنَّا جَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ﴾ (۲)

اور تمہیں شاخیں اور قبیلہ کیا کہ آپس میں۔

اس کی تفاسیر اور حدیث:

((عن أنس ابن مالك قال: قيل يا رسول الله! متى نترك الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر؟ قال: إذا ظهر فيكم ما ظهر في الأمم قبلكم قالوا: يا رسول الله! وما ظهر في الأمم قبلنا؟ قال: الملك في صغاركم، والفاحشة في كباركم، والعلم في رذالتكم. (۳))

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، کہ ہم امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینا) اور نہی عن المنکر (برائی سے روکنا) کب ترک کریں؟۔ آپ نے فرمایا: جب تم میں وہ امور ظاہر ہو جائیں جو تم سے پہلی قوموں میں ظاہر ہوئے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگلی امتوں میں کون سے امور ظاہر ہوئے، آپ نے ارشاد فرمایا: اقتدار و حکومت چھوٹوں میں اور برائی تمہارے بڑوں میں اور علم تمہارے ذلیل لوگوں میں پہنچ جائے۔ (مترجم)

اور حدیث: ((إذا كان الحفاة العراة رؤس الناس فذلك من أشراطها)) (۴) جب ننگے پیر، ننگے بدن (گھٹیا اور کم درجہ والے) لوگوں کے سردار بن جائیں، تو یہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے۔ (مترجم)

وغیرہ کثیرا حدیث و اقوال صحابہ و علما سے ظاہر۔

اصل طیب وہ جو فضائل کی حامل اور اخلاق حسنہ طیبہ رکھتی ہو۔ کم اصل وہ جو اس سے خالی ہو۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جو باعتبار نسب کم اصل ہو، مگر خود فضائل اور عمدہ خصائل کا حامل ہو، کہ شخصی عزت سے

(۱) [سورة الشعراء: ۱۱۱] (۲) [سورة الحجرات: ۱۳]

(۳) [سنن ابن ماجه: باب قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا عليكم انفسكم، سورة لمائدة: ۱۰۵، ۱۳۳۱/۲]

(۴) [السنن لابن ماجه . كتاب الفتن . باب الاشرط الساعة، حديث:

اعلیٰ درجہ کا معزز ہو۔ مگر یوں معزز ہو کر جنسی و نوعی عزت کا اگر منکر ہوگا تو عقل و نقل سب سے روگرداں ہوگا۔ پان باعتبار اپنی نوع کے معزز ہے اگرچہ کسی عارض سے کوئی پان کڑوا ہو۔ اس کی کڑواہٹ کو دیکھ کر کوئی کہے کہ پان کی نوع اچھی نہیں ہوتی۔ اس میں اور نیم میں کیا فرق ہے؟ تو ایسا شخص عقل سے عاری کہا جائے گا، یا معاند۔ کھٹے آم کے درخت میں کوئی پھل خوشبودار خوش مزہ ہو اس سے کوئی عاقل اس درخت کو شیریں آموں کے درخت کے برابر نہ ٹھہرائے گا۔ یہ ہوا، اور ہے اور ہوگا کہ اصل طیب کے بعض افراد بگڑ کر کسی اور عزت کے مستحق نہ رہے ہوں، اور ان کی وہ عزت نسبی وغیرہ لائق اعتبار نہ رہی ہو۔ یوں ہی کم اصل کے بعض افراد فضائل سے آراستہ، عمدہ خصائل، اچھے اطوار، بہتر شمائل کے حامل ہوں اور ان فضائل کو دیکھتے ان کی کم اصلی، ان کے آفتاب فضائل کی تجلی میں گم ہو جائے۔ شرافت نسبی وغیرہ کا اعتبار عقلاً و شرعاً ہر طرح بہت جگہ ہوتا ہے، اور بعض مواقع پر نہیں کیا جاتا۔

امام فخر الرازی زیر آیت کریمہ: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَى﴾ (۱)

فرماتے ہیں: ”فإن قيل: هذا مبني على عدم اعتبار النسب، وليس كذلك، فإن للنسب اعتباراً عرفاً وشرعاً حتى لا يجوز تجويز الشريف بالنبطي، فنقول: إذا جاء الأمر العظيم لا يبقى الأمر الحقيق معتبراً، وذلك في الحس والشرع والعرف۔ أما في الحس فلأن الكواكب لا تری عند طلوع الشمس، ولجناح الذباب دوي ولا يسمع عند ما يكون رعد قوي۔ وأما في العرف فلأن ما جاء مع الملك لا يبقى له اعتبار، ولا إليه التفات۔ إذا علمت هذا فهما ففي الشرع كذلك إذا جاء الشرف الديني الالهي لا يبقى الأمر هناك اعتبار، لا نسب ولا نصب، ألا ترى أن الكافر وإن كان من أعلى الناس نسباً والمؤمن وإن كان من أدنهم نسباً لا يقاس أحدهما بالآخر، وكذلك ما هو من الدين مع غيره، لهذا يصلح للمناصب الدينية كالقضاء والشهادة كل شريف وضيع إذا كان ديناً صالحاً عالماً، ولا يصلح لشيء منها فاسق وإن كان قرشي النسب وفاروقی النسب، ولكن إذا اجتمع في اثنين الدين المتين وأحدهما نسيب ترجح بالنسب عند الناس لا عند الله، لأن الله تعالى يقول: ﴿وإن ليس للانسان إلا ما سعى﴾ وشرف النسب ليس مكتسباً ولا يحصل بسعي“ (۲)

اگر یہ کہا جائے کہ یہ تو اس امر پر مبنی ہے کہ نسب کا اعتبار ہی نہیں، حالاں کہ معاملہ ایسا نہیں ہے، اس لیے کہ عرف و شرع میں نسب کا اعتبار ہے، یہی وجہ ہے شریف سید کا نکاح نبطی سے جائز نہیں، تو ہم اس کا جواب دیں گے کہ جب عظیم شی آگئی تو اب امر حقیر باقی نہ رہے گا، اور یہ چیز عرف شرع اور حس و عقل سب میں پائی جاتی ہے، جس کی مثال یہ ہے کہ طلوع شمس کے وقت ستارے نظر نہیں آتے، اسی طرح کبھی کے پیروں میں آواز ہوتی ہے، لیکن بجلی کی سخت کڑک کے وقت سنائی نہیں دیتی، اور عرف کی مثال یہ ہے کہ جب کوئی بادشاہ کے ساتھ آئے تو اس دوسرے شخص کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا، اور نہ اس کا کوئی اعتبار ہوتا ہے، جب یہ بات تم نے محسوسات اور عرف میں سمجھ لی تو یہ بھی جان لو کہ شریعت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ جب کسی کو دینی شراقت حاصل ہوگی، تو اب دوسری چیز کا اعتبار ہی نہ ہوگا، نہ نسب کا اور نہ پیشہ کا، جیسا کہ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ کافر اگر چہ نسب کے اعتبار سے لوگوں میں اعلیٰ ہو اور مومن نسب کے حساب بالکل ادنیٰ ہو لیکن ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، یہی حال دینی شی کا غیر دینی کے ساتھ ہے، لہذا دینی مناصب اور عہدوں کا مثلاً قضا، شہادت وغیرہ کا ہر شریف، (سید) اور نچلی ذات کا شخص اہل ہو سکتا ہے جب کہ وہ دین دار اور صالح ہو، اور ان مناصب کا اہل فاسق نہ ہوگا، اگر چہ وہ نسب میں قریشی، اور فاروقی ہو، لیکن اگر دو شخصوں میں دین پایا جائے لیکن ایک کا نسب اعلیٰ ہو تو عند الناس اعلیٰ نسب والے کو ترجیح ہوگی نا کہ عند اللہ، اس لیے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: کہ انسان کے لیے صرف اس کی کوشش ہے، اور نسبی شرافت ایسی نہیں کہ محنت و مشقت سے حاصل ہو سکے۔ (مترجم)

ملا علی قاری مکی لکھتے ہیں:

”المدار علی العلم والتقوی لا علی مجرد النسب المعتبر فی الدنیا لا العقبی.“
مدار علم و تقویٰ پر ہے محض نسب پر نہیں، کیوں کہ اس کا اعتبار صرف دنیا میں ہے آخرت میں نہیں۔ (مترجم)
مواہب لدنیہ کی شرح زرقانی میں ہے: ”إنما ينظر الأصل والعنصر عند التحلی بالفضائل والتخلی عن الرذائل.“ (۱)

بے شک فضائل کے ظہور اور برائیوں سے کنارہ کشی کے وقت اصل اور عنصر (مادہ) کو دیکھا جائے گا۔ (مترجم)

اشخاص مذکورین فی السؤال اگر چہ نسباً اور مال و دولت کے اعتبار سے کیسے ہی زیادہ گنے جاتے

ہوں، مگر جب وہ کفر و ارتداد وغیرہ ذلتوں کے گڑھے میں گرے، اور نجاسات فسق وابتداع و کفر و ارتداد سے ملوث ہوئے، تو ان کی وہ فانی عزتیں ساقط اور بے اعتبار ہو گئیں، مگر ان اشخاص کے اپنی عزت پھونک دینے سے ان کی قومی عزتیں نہ جاتی رہیں۔ اصل طیب کے بعض افراد اگر گمراہ یا بد مذہب ہو جائیں، یا معاذ اللہ یوں ہی فرض کیجیے کہ سب ایسے ہو جائیں تو اس سے ان کی اصل میں خرابی نہ ہوگی۔ وھذا ظاہر واللہ تعالیٰ اعلم۔ قیامت کے قریب جب کوئی لایالہ إلا اللہ کہنے والا نہ رہے گا، تو کیا ان سب افراد کے کفر کے سبب شرافت انسانیت و کرامت آدمیت ہی جاتی رہے گی، اس وقت بھی جو کفار رہیں گے، اگرچہ وہ اپنے کفر کے سبب اذلیلین میں ہیں مگر شرافت انسانیت و عزت آدمیت رکھتے ہیں، اگرچہ کفر کے سبب کہیں وہ اعتبار نہیں کی جاتی اور کہیں اس حال میں بھی اس کا اعتبار موجود۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آیت سلام کا مطلب اور چند مبہم سوالات کے جواب

(۹۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ...

چند امور مندرجہ ذیل سوالات پر عمل کرنے والا کافر ہو گا یا نہیں؟

قرآن حکیم آیت کریمہ: ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَقِيَ الْيَكْمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ (۱) کا صحیح مطلب کیا ہے؟ مفسرین کی اس آیت کے متعلق کیا رائے ہے، اور حدیث شریف سے کیا شہادت ہے؟ منصل اور مدلل جواب کی ضرورت ہے۔

(۲) کسی مسلمان کے خلاف نہ ہونا اور اپنے بڑے کا کہنا ماننا۔

(۳) سب ہمسایہ طاقتوں سے رواداری رکھنا۔

(۴) مجاہدانہ اور سپاہیانہ قابلیتیں پیدا کرنا اور ورزش کرنا۔

(۵) اللہ اور اسلام کی راہ میں ہر وقت اپنا مال و جان حتیٰ کہ فرزندوں کو قربان کرنے کی طاقت پیدا کرنا۔

(۶) پابندی وقت کرنا۔

(۷) خدا کے سوا کسی طاقت سے خوف نہ کھانا۔

(۸) روئے زمین کی بادشاہت اور اسلام کا اجتماعی غلبہ پیش نظر رکھنا۔

(۹) روحانی جذبات کو پیدا کرنا، شیطانی اور نفسانی جذبات کو کچل دینا۔

- (۱۰) خدمت خلق بغیر کسی اجرت کرنا۔
- (۱۱) نماز پر قائم رہنا اور باقی ارکان اسلام پر جمار ہونا۔
- (۱۲) صف میں برابر کھڑے ہو کر مسلمانوں کی اونچ نیچ کو برابر کرنا۔
- (۱۳) تمام غفلتوں اور سستیوں کو دور کرنا۔
- (۱۴) ہر مسلمان کو ایک لڑی میں پرو کر بنیان مرصوص بنانے کی سعی کرنا۔
- (۱۵) سننے والا اور عامل ہونا کہنے والا اور نہ کرنے والا نہ ہونا۔
- (۱۶) حتی الوسع مسلمانوں سے سودا خریدنا۔

از بریلی محلہ، مسؤلہ، ۱۶/صفر مظفر ۱۳۵۸ھ

الجواب

آیت میں سلام یا بمعنی انقیاد ہے۔ یا سلام سے مراد سلام تحیۃ اسلام ہے۔ شان نزول آیت یہ ہے: کہ مرد اس بن نہیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے، ان کی قوم مسلمان نہ ہوئی۔ اس قوم پر غازیان اسلام کو روانہ فرمایا گیا، وہ ان کے آنے کی خبر سن کر بھاگ گئے اور مرد اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں باقی رہ گئے کہ اپنے اسلام سے اپنے آپ کو قتل سے بچالیں گے۔ جب غازیان اسلام کو دیکھا، بایں خیال کہ یہ کوئی اور قوم ہو، اپنی بکریاں لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ جب غازی وہاں تک پہنچے اور تکبیر کہی تو انھوں نے تکبیر کہی، اور پہاڑی سے اترے اور کلمہ شہادت پڑھا، اور ولیکم السلام کہا۔ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں قتل کر دیا۔ یہ خیر حضور پر نور علیہ الصلاۃ والسلام کو پہنچائی گئی۔ حضور نے فرمایا: تم نے انہیں مال غنیمت کے لیے قتل کیا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص (ایسا جس کے اصرار علی الکفر سے تم ناواقف ہو) اظہار اسلام کرے اسے قتل نہ کرو۔ اس کے قتل سے رو، یہاں تک کہ اس کے حال کی تفتیش کر کے اس پر وقوف پاؤ۔ اگر محض زبانی ہو جیسے منافقوں کا اظہار اسلام اور وہ سچے دل سے اسلام نہ لائے، قابل قتل ہوگا۔ اگر جزیہ نہ دے گا۔ اور اگر بعد تفحص یہ کھلے کہ وہ سچے دل سے اسلام لایا ہے تو مسلمان ہے۔ ناحق اس کا قتل حرام، اشد کبیرہ ہوگا۔

سیاق و سباق آیت دیکھو فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَىٰ إِلَيْكُمْ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمٌ كَثِيرَةٌ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِّن قَبْلُ فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾ (۱)

اے ایمان والو! جب تم جہاد کو چلو تو تحقیق کر لو۔ اور جو تمہیں سلام کہے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ (یعنی جس میں اسلام کی کوئی علامت پاؤ اس سے ہاتھ روکو، اس کے قتل میں جلدی نہ کرو۔ جب تک اس کا کفر ثابت نہ ہو جائے) تم جیتی دنیا کا اسباب چاہتے ہو، تو اللہ کے پاس بکثرت غنیمتیں ہیں۔ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے۔ (یعنی جب تم اسلام لائے تھے تو تمہاری زبان سے کلمہ شہادت ہی نے تمہاری جان مال محفوظ کر دیے تھے۔ تمہارا یہ اظہار اسلام نالائق اعتبار نہ ٹھہرایا گیا تھا) پھر اللہ نے تم پر احسان کیا، تو تم پر تحقیق کرنا لازم۔ بے شک اللہ تمہارے کرمات سے خبردار ہے۔

تفسیرات احمدیہ میں حضرت عارف باللہ ملا احمد جیون قدس سرہ استاذ سلطان عالم گیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”معنی الآیة ﴿یا ایہا الذین آمنوا اذا ضربتم﴾ أي سرت ﴿فی سبیل اللہ﴾ فی طریق الغز ﴿وفتینوا﴾ أي: اطلبوا بیان الأمر وثباتہ، ﴿ولا تقولوا لمن ألقى السلام الیکم لست مؤمناً﴾ والسلام هو الانقیاد، أو التسليم الذي هو تحية أهل الاسلام حال کونکم ﴿تبتغون﴾ بهذا القول ﴿عرض الحیوة الدنیا﴾ أعنی: المال والغنیمة التي هي سریع النقاد، ﴿ف عند اللہ مغانم كثيرة﴾ تغنیکم عن قتل رجل یظهر الإسلام ویتعوذ به من التعرض، یعنی: أن رجلاً إذا ألقى الیکم السلام ویدعی الإسلام فلا تقبلونه، بل تقتلونه لأجل متاع الدنیا وهو الغنیمة، فلا تفعلوا كذلك، بل توقفوا حتی تعلموا إیمانہ۔ وقال۔ أغناکم اللہ تعالیٰ بالغنائم الكثيرة لا احتیاج لکم إلى غنیمة رجل مسلم، وإن تدعوا أنه لا یوافق لسانہ قلبہ ﴿کذلك کنتم من قبل﴾ أي: أول ما دخلتم فی الإسلام سمعت من أقوالکم کلمة الشهادة، فحصنت دمائکم وأموالکم من غیر اطلاع علی مواطاة قلوبکم لألستکم ﴿فمن اللہ علیکم﴾ بالاستقامة والاستشهاد بالإیمان، فافعلوا بالداخلین فی الإسلام كما فعل بکم، ﴿فتبینوا﴾ فی ذلك ولا تهافتوا فی القتل، وهذا مضمون الآیة بحسب ما ذکره فی المدارک، وقال هو فی نزوله روي مرداس بن نهیک أسلم ولم یسلم من قومه غیره، فغزتهم سرية رسول اللہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ فهربوا وبقي مرداس لیتقه بإسلامه، فلما رأى الخیل أُلجاء غنیمته إلى مسوح من الجبل وصعد، فلما تلاحقوا وکبروا کبر ونزل وقال: لا إله إلا اللہ محمد رسول اللہ. علیکم السلام،

فقتله أسامة بن زيد واستاق غنيمته. فأخبروا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فوجد وجدداً شديداً وقال: قتلتموه إرادة مامعه ثم قرأ الآية. (۱)

آیت کا معنی یہ ہے کہ اے ایمان والو! جب جنگ کے لیے نکلو تو تحقیق کر لو، یعنی معاملہ کی خوب چھان بین کر لو، اور جو تمہیں سلام کہے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں، اور سلام کے معنی فرماں برداری، مسلمانوں کا سلام کرنا، جب کہ تم اس قول سے، تم جیتی دنیا کے اسباب چاہو یعنی مال غنیمت، جو کہ جلد ہی ختم ہو جاتا ہے، بے شک اللہ کے یہاں بکثرت غنیمتیں ہیں، جو تم کو اسلام ظاہر کرنے والے شخص کے قتل سے بے نیازی کر دیں گی جو اس کے ذریعہ جنگ و جدال سے بچنا چاہتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جب تم کو کوئی سلام کرے اور اسلام کا دعویٰ کرے تو تم اس کی بات نہ مانو بل کہ دنیاوی مال و متاع یعنی غنیمت کی وجہ سے قتل کر ڈالو تو ایسا نہ کرو، بل کہ توقف کرو یہاں تک کہ اس کے ایمان کا پتہ نکالو، اور فرمایا کہ اللہ عز و جل تمہیں بہت ساری غنیمتوں (مال و دولت) سے تمہیں بے نیاز کر دے گا، تمہیں مسلمان شخص کے مال غنیمت کی حاجت ہے اگرچہ تمہارا دعویٰ یہ ہو کہ اس کے دل اور زبان میں مطابقت نہیں یعنی ظاہر و باطن یکساں نہیں، تو تم بھی ابتدا میں ایسے ہی تھے، تمہارے زبان و منہ سے کلمہ شہادت سنا گیا، تو تمہارے خون اور مال (جان و مال) محفوظ ہو گئے دل و زبان میں موافقت دیکھے بغیر۔ تو اللہ عز و جل کی طرف سے تم پر استقامت اور ایمان کی شہادت لازم ہے، لہذا اسلام میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی ویسا ہی سلوک کرو جو تمہارے ساتھ کیا گیا، پس اس سلسلے میں تحقیق کر لو، اور قتل کے درپے نہ ہو۔ آیت کا یہ مفہوم مدارک کے بیان کے مطابق ہے، اور صاحب مدارک نے اس کے نزول کے تعلق سے فرمایا:

روایت کیا گیا ہے کہ مرداس بن نہیک تنہا ایمان لے آئے جب کہ ان کی قوم کے دوسرے لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا، لشکر اسلام نے ان کے قبیلے والوں سے جہاد کیا، تو وہ سب بھاگ گئے صرف مرداس رہ گئے اس امید پر کہ وہ اسلام کی وجہ سے بچ جائیں گے، لہذا جب انہوں نے گھوڑ سواروں کو دیکھا تو اپنا مال پہاڑ کے دامن میں چھپا دیا، اور خود اس پہاڑ پر چڑھ گئے، جب فوج والوں نے پہنچ کر تکبیر کہی تو انہوں نے بھی تکبیر کہی اور نیچے اتر آئے، اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے، لوگوں کو سلام کیا لیکن اسامہ بن زید نے ان کو قتل کر دیا اور مال غنیمت لے لیا، پس اس واقعہ کی خبر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دی گئی تو آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا: کہ تم نے ان کے مال کی خاطر انہیں قتل کر ڈالا اس کے بعد یہ

آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ (مترجم)

حدیث میں ہے کہ حضور جب لشکر روانہ فرماتے، فرمادیتے اگر تم مسجد دیکھو، یا اذان سنو تو قتل نہ کرنا۔ آیت کا سابق و سیاق بتا رہا ہے اور حدیث وفقہ سب شاہد ہیں کہ آیت کا یہ مطلب نہیں کہ جو کوئی اسلام کا اظہار کرے، تم پر سلام کرے وہ مسلمان ہے۔ لا اِلهَ اِلاَ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ یہود و نصرانی کوئی اہل کتاب اگر کہے کہ میں مومن ہوں، تو اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا، کہ وہ اپنے دین ہی کو ایمان سمجھتا ہے۔ نہ کہ صرف ”السلام علیکم“ کہنے پر اسے مسلمان سمجھ لیا جائے، بلکہ اگر کلمہ شہادت بھی پڑھے تو بھی اسے صرف اتنا نفع نہ دے گا جب تک اپنے دین باطل کو باطل نہ کہے، اور اس سے اظہار بے زاری نہ کرے۔ یوں ہی مدعیان اسلام سب اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، بلکہ اپنے آپ ہی کو مسلمان کہتے ہیں، تو ان کا ”السلام علیکم“ کہنا، کلمہ شہادت پڑھنا، اور طرح طرح اظہار اسلام کرنا انہیں کیوں کر نافع ہو سکتا ہے۔ باوجود ان کے ان کفروں کے جنہیں انہوں نے اسلام سمجھا ہے۔

آج بہت ہندو جب مسلمانوں سے ملتے ہیں ”السلام علیکم“ کہتے ہیں۔ کیا وہ اس سے مسلمان ہو جاتے ہیں؟ تحریف کلام مسلمان کا کام نہیں۔ خصوصاً کلام الہی میں۔ یہ تو یہود کی صفت ہے۔

قرآن عظیم میں فرمایا: ﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ﴾ (۱)

بات کو اس کے محل اس کے موضع سے پھیرتے، کہیں سے توڑ کر کہیں جوڑتے ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ آیت کے یہ معنی ہوں تو جو کوئی بھی کسی مسلمان پر سلام کرے مسلمان ہو جائے۔ حاشا نہ یہ دین اسلام کا حکم ہے نہ عقل ہی کا مقتضی۔ بت پرست بتوں کو پوجتا رہے۔ مجوسی آگ کی پرستش میں مبتلا رہے۔ نصرانی تین خدا اور عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتا رہے۔ یہودی حضرت عزیز کو ابن اللہ کہتا رہے۔ اور کفریات کرتا رہے۔ بس مسلمان پر سلام عرض کرے اور پکا مسلمان۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

یوں ہی رافضی قرآن کو قرآن نہ مانے، بیاض عثمانی کہتا رہے۔ تغیر و تبدیل اور کمی بیشی کا قائل رہے۔ مولیٰ علی و اہل بیت کرام کو سوائے حضور علیہ الصلاۃ والسلام تمام انبیاء عظام سے افضل و اعلیٰ، بلند و بالا بتاتا رہے۔ مولیٰ علی میں خدا کا معاذ اللہ حلول مانتا رہے۔ مولیٰ علی کو خدا جانتا رہے۔ جبرئیل امین کو نبوت و رسالت پہنچانے میں خاٹی و غلط ٹھہراتا رہے، کہ خدا نے نبوت بھیجی مولیٰ علی کے لیے تھی جبرئیل نے (معاذ اللہ) غلطی کی کہ حضور کو دے گئے۔ دنیا میں رجعت اموات کا قائل رہے۔ خدا کو کہتا رہے کہ

خدا ایک حکم دیتا ہے پھر معاذ اللہ کچھ بتاتا رہتا ہے، وغیرہ وغیرہ ہدایاں۔

وہابی، دیوبندی اللہ ورسول۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کی توہین و تنقیص کرتا رہے، امکان کذب باری ہی نہیں معاذ اللہ وقوع کذب کا قائل رہے۔ حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتاتا رہے۔ حضور کے علم کو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم جن میں کتا سور بھی داخل، کی طرح کہے، اور علم ناپاک سے تشبیہ دیتا رہے۔ حضور کے لیے کہتا رہے کہ انہیں دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ بلکہ اپنے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں۔ وہ (معاذ اللہ) مرکز میں مل گئے، وغیرہ وغیرہ خباثات۔

قادیانی مرزا کو نبی اور مجدد مانتا رہے۔ قادیانی عیسیٰ کلمۃ اللہ علی نبینا وعلیہ السلام کی طرح طرح توہین کرتا رہے۔ قادیانی کہتا رہے، ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ قادیانی قرآن کو جھٹلاتا رہے۔ نبی کی تکذیب کرتا رہے، قادیانی اور دوسرے رسل۔ علیہم الصلاۃ والسلام۔ کی توہین کرتا رہے، وغیرہ وغیرہ خرافات۔

یوں ہی مشرقی اور اس کے اقوال بدتر از ابوال کو ماننے والا بکتا رہے کہ مشرقی نبائے عظیم لایا جسے تذکرہ ص: ۵۰ پر سچی نبوت کہا۔ وہ بکتا رہے تذکرہ ص: ۹۰ ”لوگ انبیاء کی وساطت سے قانون خدا کی تعمیل کرنے اور ان کو ذریعہ علم سمجھنے کے بجائے ان کے پیچھے لگ گئے، فرقہ بند بن گئے۔ خدا کو تسلیم کرنے اور مسلم بننے کے بجائے (تا) محمدی بن گئے۔ ان کو سراہنا اور اپنے افعال، اعمال میں بت بنا لینا جزو دین جانا۔“ اس کا صاف کھلا مطلب ظاہر کہ جو مسلمان کہے جاتے ہیں یہ مسلمان نہیں ہیں، یہ خدا کو تسلیم نہیں کرتے۔ مسلمان نہیں بنے۔ انہوں نے خدا کو ماننے اور مسلمان ہونے کے بجائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سراہنا، اپنا جزو دین اور انہیں بت بنا لیا، یہ ان کے نتیجے ہوئے۔ محمدی بن گئے تو مسلم نہیں، مشرک ہوئے۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ۔

حضور کی اتباع اور حضور کے سراہنے اور حضور کے سنن پر عمل کرنے کو کفر و شرک بتایا، اور خدا کو نہ ماننا ٹھہرایا۔ نماز، روزے، حج، زکاۃ، ارکان اسلام، اور شعائر دین اور سنن سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ استہزا کرتا رہے۔ نماز وغیرہ فرائض کے عبادت ہونے کا انکار کرتا رہے۔ ہنود کی پوجاؤں سے انہیں ملاتا رہے۔ انہیں بے نتیجہ بے مطلب رسم بتاتا رہے۔ نماز کو اسلام نہ مانے۔ پتھر کی پرستش کو کفر نہ جانے۔ تذکرہ ص: ۹۰ ”مسلمانوں نے داڑھیوں، تہموں، مسواکوں، کو اسلام سمجھ لیا۔“ ص: ۹۰ ”حج جاتری نماز، زکاۃ، روزے برت وغیرہ وغیرہ سب کے سب بے مطلب رسوم اور بے نتیجہ شعار ہو گئے۔“ اگر آج اسلام کسی بڑی بگڑیوں والے مولوی حضرات، یا گزگز بھر لمبی داڑھی والے فقہوں کی کم نگہی کے

باعث مساو کوں، ڈھیلوں، استنجاؤں، پانچاموں، عماموں اور داڑھیوں کے اندر گھس چکا ہے، اگر اس کی اشد شدید حکمت اور مبلغ علم حیض و نفاس کے مسئلوں، گردن مروڑی مرغیوں کی تشریحوں، آمین بالجبر، رفع یدین کی بحثوں پر ختم ہو چکے ہیں، ص: ۹۱، قرآن کی الصلاۃ صرف نو کر کا پنج وقتہ سلام ہے۔ مگر عبادت قطعاً نہیں۔ ص: ۹۹، اصل دین میرے نزدیک توحید ہے، اور توحید قلوب کے اندر پیہم بت شکنی کرتے رہنا ہے۔ یہی عبادت خدا ہے۔ صوم و صلاۃ، حج و زکاۃ، اور سماعاً عادتاً تعظیماً ادا کر لینا، یا کلمہ شہادت کو بصحت تمام پڑھ لینا میرے نزدیک قطعاً کوئی عبادت نہیں، ص: ۹۹، پتھر کی رسی پر ستش، یا خدا کے آگے رسی سجدہ کر لینے سے کسی قوم یا فرد کے عابد یا عابد ما سوا ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، اس کے مشرک یا موحد ہونے کا معاملہ طے نہیں ہو سکتا۔ وغیرہ اہلیسابت بکتار ہے۔ بس مسلمان پر عرض سلام کر لے پکا مسلمان۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سلام نہیں! اگر دن رات کلمہ اسلام رٹتا ہے، اور سارے ارکان اسلام بجالاتا رہے، جب تک ان اقوال اور ان جیسے ہادم دین بیخ کن اسلام، اقوال بدتر از ابوال سے توبہ نہ کرے ہرگز مسلمان نہ ہوگا۔ پھر کس نے مشرقی اور اس کے متبعوں کی تکفیر ان سولہ (۱۶) باتوں پر، جو سوال میں مذکور ہیں کہ جس کے لیے فتویٰ طلب کیا جاتا ہے؟ یہ بھی وہی تحریف کلام ہے۔ مشرقی کے ان ہولناک نجس ناپاک اقوال پر تکفیر ہے۔ اور اس کے ماننے والوں پر اس شرط پر کہ اس کے ان اقوال بدتر از ابوال پر مطلع ہو کر اسے مسلمان جانیں، نہ اس سولہ پر، ان سولہ (۱۶) امور (جو بیس سے سائل نے دکھائے آٹھ بچائے ہیں) کے ۲/۲ کا کیا مطلب ہے؟ ”کسی مسلمان کے خلاف نہ ہونا“۔ مسلمان سے واقعی مسلمان مراد ہے، یا ہر مدعی اسلام قادیانی رافضی، وہابی، دیوبندی، نیچری وغیرہ۔

بہر حال یہ ایک بے ہودہ محض لغو و لالی یعنی باطل معنی بات ہے۔ شرعاً عقلاً ہر طرح، کہ ہر اختلاف سے تحرز ناممکن۔ یہ جن کا اصول ہے وہ خود اس پر کبھی کار بند نہ ہیں نہ ہو سکتے ہیں۔ جو مسلمان واقعی ہو اس سے بھی اختلاف کبھی شرعاً عقلاً ضروری ہوتا ہے۔ نہ کہ غیر واقعی اور محض نام کے مسلمان سے۔ نام کے مسلمان سے واقعی مسلمان کا اختلاف تو ہر وقت ہے۔ اس وقت تک جب تک کہ وہ نام کا مسلمان سچا مسلمان نہیں۔ اس کے خلاف نہ ہونا کیا معنی؟ سنی مسلمان سے ہزار اختلاف ہو سکتے ہیں۔ عقائد میں نہیں اعمال میں۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر جو فرض ہے، اس فرض کا ادا کرنے والا بے شمار بار بد اعمال لوگوں، بد دینوں بد مذہبوں کے خلاف ہوگا۔ سیکڑوں، اختلاف دنیوی ہوتے ہیں۔ ہزاروں دعویٰ محض باطل ہوتے ہیں، تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ باطل سے باطل بات کہنے والے مسلمان اور مدعی اسلام سے کبھی

اختلاف نہ کیا جائے گا، ہر باطل و ناحق کو حق، غلط کو صواب۔ کذب کو صدق مانا جائے گا، کہ ایسا نہ ہوگا تو مسلمان (اور مدعی اسلام نام کے مسلمان) کے خلاف ہوگا، اور نہ خلاف ضا، بطہ خلاف قاعدہ، خلاف اصول ہوگا۔ پھر مسلمان کے مسلمان سے ہزار ہا اختلاف موجود ہیں۔ اور مسلمان اور نام کے مسلمان سے تو دینی اختلاف ہے۔ اور اصول ٹھہرایا کہ کسی مسلمان کے خلاف نہ ہوگا۔ تو بتایا جائے کہ کس طرح سب سے اتفاق ہوگا، کسی سے اختلاف نہ ہوگا؟۔

مشرقی کے تبعین پر اپنے اس اصول سے بھی لازم کہ وہ مسلمانوں سے خلاف نہ ہوں۔ مشرقی کے ہادم اساس دین و ایمان، بیخ کن مسلمانان یقین کرنے میں مسلمانوں کے ساتھ اتفاق کریں۔ نیز اپنی یہ خاکساری چھوڑیں۔ اور ہر وہ بات جو اس کے متعلق مسلمان کہتے ہیں اسے مانیں، عمر میں اپنے سے چھوٹے اور برابر والے کا بحیثیت اس کے کہ وہ مسلمان ہیں، اور عمر یا علم و فضل یا مال و دولت کسی طرح مسلمان بڑے کا بحیثیت اس کے بھی کہ وہ بڑا ہے، بڑے کا ہر کہا ماننا چاہیے۔

حدیث میں ہے:

((لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق)) (۱)

خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ (مترجم)

اگر یہ عبارت یوں ہوتی کہ ”کسی سنی مسلمان کے بے سبب معقول اور بے وجہ مقبول خلاف نہ ہونا اور اپنے بڑے کا ہر جائز کہا ماننا“ تو کوئی خرابی نہ ہوتی۔

اگر عبارت یوں ہوتی تو سائل کا مطلب نہ بنتا کہ سادہ لوح مجیب سے اسے عبارت کے اس طرح ہوتے ہوئے جواب اپنے حسب مرضی ملنے پر اسے تو اپنی دستاویز بنانے کی امید تھی کہ مشرقی پر ڈھال سکے، کہ فلاں مفتی صاحب نے فتویٰ دے دیا ہے۔ ہم ان کے فتویٰ سے مشرقی کا کہنا مانتے، اس کے خلاف نہیں ہوتے ہیں۔ انہوں نے ہمارے اس اصول (۲) کو پسند کیا، مسلمان کے خلاف نہ ہونا اچھی بات ہے۔ بڑے کا کہنا ماننا عمدہ بات ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ لطف یہ کہ مشرقی کے طور پر اسلام کفر ہے، اور سارے مسلمان کافر۔ اور اس کے قول سے خود وہ بھی مسلمان نہیں ٹھہرتا، تو یہ اصول بے معنی ہے۔ ہاں وہ جو اس نے یورپی اقوام کے لیے کہا کہ وہ متقی اور محبوب خدا ہیں، اگر ان کے خلاف نہ ہونا مراد ہے تو اس صورت میں بے معنی تو نہ ہوگا۔

(۱) [مشکاۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء، حدیث: ۳۶۶۵-۲/۵۹]

(۲) اصول ۲ کا کیا مطلب ہے۔ یعنی جو کچھ وہ کریں کرنے دینا، چاہے الٹی چھری سے اسلام کو ذبح کریں، اور کرتے رہیں۔ بابائے خلافت کی طرح صاف کہہ دینا کہ میں ہندو بھائی سے نہ لڑوں گا چاہے وہ میری ماں کو بے عزت کریں۔ چاہے وہ میرے قرآن کو پھاڑ ڈالیں۔ پھر ۳ میں مجاہدانہ اور سپاہیانہ قابلیتیں پیدا کرنا کس لیے؟ ہاں اگر ہم سایہ طاقتوں سے رواداری رکھی جائے اور یہ قابلیتیں اس لیے بہم کی جائیں کہ موسلینی اوز ہٹلر کے ساتھ لندن و اسپین وغیرہ پر گولے برسائے جائیں۔ بم پھینکے جائیں۔ یا ملک سے باہر کہیں اور اپنے ہم سایہ طاقت کا نگر لیس کے ساتھ افغانستان و ترکستان و عراق وغیرہ پر، یا ہندوستانی ریاستوں پر جہاد کرنے کا خیال ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ہم سایہ طاقتوں سے رواداری برتی جائے گی، وہ اسلام کے ساتھ کیسی ہی کچھ عداوتیں ظاہر کریں، اس کی بیخ کنی میں دقیقہ اٹھانہ رکھیں، پھر بھی ہر وقت اپنا مال و جان حتیٰ کہ فرزندوں کو قربان کرنے کا موقع۔ اللہ اور اسلام کی راہ میں کب ہوگا؟ کیا وہی مشرقی کے متقی اور محبوب خدا لوگوں اور اس کے گڑھے ہوئے اسلام کی راہ میں؟ کہ ہمارے اسلام کو تو اس کے اقوال کفر بتاتے ہیں۔

جزیہ کفر کی سزا ہے کہ دارالاسلام میں رہتے ہوئے قتل سے امان کا بدلہ ہے

(۹۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

جزیہ جو اسلامی حکومت میں غیر مسلم اقوام سے لیا جاتا تھا وہ کیا تھا اور کیوں لیا جاتا تھا۔ جزیہ ایک قسم کا فوجی ٹیکس تھا جو کسی قوم سے لڑنے کے بعد لڑائی کا نقصان پورا کرنے کی غرض سے لیا جاتا تھا، یا وہ ایک ایسا محصول تھا جو غیر مسلم اقوام سے محض اس لیے کہ وہ اسلامی حکومت میں رہتی تھیں لیا جاتا تھا۔ ازراہ مراحم عالمانہ اس مسئلہ کا جواب پوری تفصیل اور دلائل کے ساتھ عنایت فرمایا جاوے۔ اور اگر کوئی کتاب جس میں جزیہ کے متعلق کافی دلائل اور شرح ہو، تو براہ مہربانی اس کا نام بھی تحریر فرمایا جاوے۔ فقط۔ بینوا توجروا۔
مرسلہ پروفیسر سید شاہد علی میرٹھ کالج۔

الجواب

جزیہ عقوبت علی الکفر ہے۔ کفر پر رہتے ہوئے دارالاسلام میں رہنے پر ہے، قتل سے چھٹکارے کا بدلہ ہے کہ یا اسلام لاؤ یا قتل کیے جاؤ گے۔ یا ذلت سے رہو کہ ذلت کے ساتھ حاضر ہو کر جزیہ حاضر کرو، جو ہر کافر پر واجب ہے، مگر مرتد پر اور عربی مشرک بت پرست پر۔ ان سے جزیہ نہ لیا جائے گا اسلام نہ لائیں

گے تو قتل کیے جائیں گے، ان سے قتل ساقط نہ ہوگا۔ اور فقیر جو کسی وجہ سے عمل پر قادر نہیں اور اپنا بیج، مفلوج، لولا، لنگڑا بہت بوڑھا جو بالکل عاجز ہو چکا ہے، اندھا اور راہب جو لوگوں سے انقطاع رکھتا ہو کسی سے ملتا جلتا نہ ہو، اور بچہ اور غلام اور نسا۔ مگر بنی تغلب کی عورتیں کہ ان پر جزیہ ہے۔ بات یہ ہے کہ جزیہ نہیں مگر وجہ اسقاط قتل اور فقیر اپنا بیج وغیرہ مذکورین قتل سے حکماً مامون۔ غلام میں مکاتب و مدبر و ابن ام ولد سب داخل۔ ہاں اگر ان مذکورین سے کوئی ذی راعے ہو، اپنی راعے سے کافروں کی اعانت کرتا یا مال دار ہو اپنے مال سے انہیں مدد پہنچاتا ہو تو وہ قتل کیا جائے گا، ورنہ اس پر اسقاط قتل کے سبب جزیہ مقرر ہوگا۔

جزیہ دو قسم ہے: ایک وہ جو صلح سے وضع کیا جائے۔ یہ من جانب الشرع معین نہیں، جتنے صلح واقع ہوگی وہ لیا جائے گا، اور اس میں تغیر نہ ہوگا، کچھ کم و بیش نہ ہو سکے گا۔ اور ایک وہ جو بعد غلبہ و فتح مقرر کیا جائے گا اس کی تین صورتیں ہیں، حسب حال ناس ہوں گی۔ فقیر معتمل جو کسی طرح کسب پر قادر ہو اس سے سال میں بارہ درہم، ایک درہم ماہوار، اور متوسط الحال سے سال میں ۲۴ درہم، ہر مہینہ دو درہم، اور غنی مال دار رئیس پر سال پر ۴۸ درہم، ہر ماہ چار۔ چاہے سال پر لیا جائے یا ہر ماہ دے دے۔ کم از کم دس ہزار درہم کا مالک غنی اور دو سو درہم کا متوسط الحال اور جو کسی چیز کا مالک نہ ہو فقیر ہے۔ یوں ہی وہ جو دو سو درہم سے کم کا مالک ہو۔ اور جہاں عرف میں دس ہزار درہم سے کم کے مالک کو ملکر کہا جاتا ہو وہاں کے اعتبار سے وہ ہی ملکر ٹھہرنا چاہیے۔ بعض ائمہ نے اس میں عرف کا اعتبار فرمایا۔

اور جب ظاہر الروایۃ میں کوئی تحدید نہیں بیان ہوئی ہے تو راعے امام و سلطان کی جانب تفویض کرنا چاہیے کہ وہ جسے جیسا سمجھے اس پر اس کے حسب حال مقرر فرمائے۔ ان اوصاف کا لحاظ آخر سال ہوگا کہ: وہی وقت و وجوب ادا ہے اور اہلیت و عدم اہلیت میں وقت وضع معتبر ہوگا کہ اگر مثلاً وقت وضع نابالغ تھا یا مجنون تھا بعد وضع الامام اسی سال بالغ ہو گیا، مجنون صحیح ہو گیا، تو ان پر جزیہ مقرر نہ فرمایا جائے گا۔ آئندہ سال اگر یہ اہل ہوں گے تو وضع کیا جائے گا، مگر فقیر کہ وہ اگر وقت وضع فقیر غیر معتمل تھا پھر موسر ہو گیا۔ تو اس پر وضع فرمادیا جائے گا، اگر ابھی اکثر حول باقی ہے۔ امام ہر سال تجدید وضع فرماتا رہے گا۔ یہ غلط ہے کہ جزیہ فوجی ٹیکس تھا جو لڑائی کا نقصان پورا کرنے کی غرض سے لیا جاتا تھا۔ جزیہ کے کچھ مسائل تو یہاں ذکر ہوئے، انہی سے روشن کہ وہ ہرگز فوجی ٹیکس کسی طرح نہیں۔ خاص جزیہ کے متعلق تمام مسائل کی کتاب اردو فارسی میں ہماری نظر میں نہیں۔

درمختار میں فرمایا:

”الموضوع من الجزية بصلح لا يقدر ولا يغير تحرزاً عن الغدر، وما وضع

بعد ما قهروا وأقروا علی أملاكهم یقدر فی كل سنة علی فقیر معتمل یقدر علی تحصیل النقدين بأي وجه كان ، اثنا عشر درهماً فی كل شهر درهم ، وعلی وسط الحال ضعفه فی كل شهر درهمان ، وعلی المكثّر ضعفه فی كل شهر أربعة دراهم ، وهذا للتسهيل لا لبيان الوجوب ؛ لأنه بأول الحول بنایة ، ومن ملك عشرة آلاف درهم فصاعداً غني ، ومن ملك مائتي درهم فصاعداً متوسط ، ومن ملك ما دون المائتين أو لا يملك شيئاً فقير ، قاله الكرخي وهو أحسن الأقوال وعلیه الاعتماد ، واعتبر أبو جعفر العرف وهو الأصح ، ويعتبر وجود هذه الصفات في آخر السنة ، فتح ؛ لأنه وقت وجوب الأداء. وتوضع علی كتابي ومجوسي ولو عربياً ووثني عجمي لجواز استرقاقه ، فجاز ضرب الجزية عليه لا علی وثني عربي ؛ لأن المعجزة في حقه أظهر فلم يعذر ، ومرتد فلا يقبل منهما إلا الإسلام أو السيف ، وصبي وامرأة وعبد ومكاتب ومدبر وابن أم ولد وزمن نقص بعض أعضائه أو تعطل قواه فدخل المفلوج والشيخ والعاجز أعمى وفقير غير معتمل وراهب لا يخالط ؛ لأنه لا يقتل والجزية لإسقاطه ، والمعتبر في الأهلية وعدمها وقت الوضع ، فمن أفاق أو عتق أو بلغ أو برئ بعد وضع الإمام لم توضع عليه بخلاف الفقير إذا أيسر بعد الوضع حيث توضع عليه ؛ لأن سقوطها لعجزه ، وقد زال. وهي أي : الجزية ليست رضاً منا بكفرهم كما طعن الملحدة بل إنما هي عقوبة لهم علی إقامتهم علی الكفر . فإذا جاز إمهالهم للاستدعاء إلى الإيمان بدونها فبها أولى“ (۱)

وقال تعالى: ﴿حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ﴾ (۲)

ایک جزیہ وہ ہے جو صلح سے وضع کیا جائے ، یہ شریعت کی طرف سے معین نہیں (کہ کتنے پر صلح واقع ہو) اور اس میں تغیر نہ ہوگا ، عہد شکنی سے بچنے کے لیے۔ اور ایک جزیہ وہ جو غلبہ و فتح کے بعد مقرر کیا جائے ، یہ شرع کی جانب سے معین ہے ، فقیر معتمل پر جو کسی طرح کسپ مال پر قادر ہو ، سال میں بارہ درہم ، ہر ماہ ایک درہم۔ متوسط الحال پر اس کا دو گنا ، ہر ماہ دو درہم۔ اور غنی مال دار رئیس پر اس کا دو گنا ہر ماہ

(۱) [الدر المختار ، کتاب الجهاد ، فصل ، فی الجزية : ۶ / ۲۳۹ - ۲۴۴]

(۲) [سورة التوبة : ۲۹]

چار درہم و دینار مقرر ہیں۔ یہ آسانی پیدا کرنے کے لیے ہے بیان و وجوب کے لیے نہیں، کہ اس کا تعلق آغاز سال سے ہے۔ جو دس ہزار یا زیادہ کا مالک ہو غنی ہے۔ دو سو درہم یا اس سے زیادہ کا مالک متوسط اور جو دو سو درہم سے کم یا کسی چیز کا مالک نہ ہو فقیر ہے۔ اسی بات کو امام کرنی نے کہا ہے اور یہ عمدہ اور بہتر بات ہے اور یہی معتمد علیہ ہے۔ امام ابو جعفر نے عرف کا اعتبار کیا ہے اور یہ اصح ہے۔ ان اوصاف کا لحاظ آخر سال میں ہوگا۔ فتح۔ کہ یہی وجوب ادا کا وقت ہے۔ کتابی، مجوسی اگرچہ عربی ہو اور عجمی بت پرست پر جزیہ مقرر ہوگا کہ اسے غلام بنانا ممکن ہے تو اس پر جزیہ بھی مقرر کیا جاسکتا ہے، ہاں عربی بت پرست پر جزیہ مقرر نہ ہوگا، کیوں کہ معجزہ یعنی نزول قرآن نے اس کے حق میں حق کو واضح کر دیا ہے تو اب یہ معذور نہیں سمجھا جائے گا، اسی طرح مرتد پر بھی جزیہ نہ ہوگا، یہ دونوں یا تو اسلام قبول کریں یا پھر تلوار فیصلہ کرے گی۔ اسی طرح بچہ، عورت، غلام، مکاتب، مدبر، ابن ام ولد اور زمین پر بھی جزیہ نہ ہوگا، زمین وہ شخص ہے جس کے کسی عضو میں کمی ہو۔ یا قوی بے کار ہو کر رہ گئے ہوں، لہذا افالج زدہ، بوڑھا، عاجز اور نابینا کا زمین میں شمار ہوگا۔ فقیر غیر مستعمل (جو کسی وجہ سے عمل پر قادر نہیں) اور راہب، جو لوگوں سے انقطاع رکھتا ہو کسی سے ملتا جلتا نہ ہو، ان تمام سے جزیہ نہ لیا جائے گا، کیوں کہ یہ قتل سے مامون ہیں، اور جزیہ وجہ اسقاط قتل ہے۔ اہلیت و عدم اہلیت میں اعتبار وقت وضع ہوگا، لہذا امام کے جزیہ مقرر کرنے کے بعد مجنون کو افاقہ ہو گیا، غلام آزاد ہو گیا، نابالغ بالغ ہو گیا، بیمار شفا یاب ہو گیا، تو ان پر جزیہ مقرر نہیں کیا جائے گا، ہاں فقیر کہ وقت وضع غیر مستعمل تھا پھر بعد وضع موسر ہو گیا تو اس پر جزیہ وضع کیا جائے گا، کہ جزیہ کا سقوط ادائیگی سے عجز کی بنیاد پر تھا اور اب وہ زائل ہو گیا، جزیہ لینا ہماری طرف سے کفار کے کفر پر رضامندی نہیں ہے، جیسا کہ بعض ملحدین نے اعتراض کیا ہے بلکہ ان کے کفر پر قائم رہنے کی سزا ہے، دلیل یہ ہے کہ دعوت۔ الہی الایمان۔ کے مقصد کے پیش نظر بدوں جزیہ انہیں تاخیر و ڈھیل دینا جائز و درست ہے، تو پھر جزیہ کے ساتھ تو یہ مقصد (دعوت الہی الایمان) بدرجہ اولیٰ حاصل ہوتا ہے (تو جزیہ لینا ان کے کفر پر رضامندی کیوں کر ہو سکتا ہے)۔ (مترجم)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ﴾ (۱)

جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر۔ (مترجم)

ردالمحتار میں ہے:

”قوله: لا يقدر ولا يغير أي: لا يكون له تقدير من الشارع بل كل ما يقع الصلح عليه يتعين ولا يغير بزيادة ولا نقص - قوله: واعتبر أبو جعفر العرف، حيث قال ينظر إلى عادة كل بلد في ذلك، ألا ترى أن صاحب خمسين ألفاً يبلخ يعد من المكثرين، وفي البصرة وبغداد لا يعد مكثراً. قوله: وهو الأصح، صححه في اللؤلؤ الحية أيضاً - قال: في الدر المنتقى: والصحيح في معرفة هؤلاء عرفهم كما في الكرمانی، وهو المختار كما في الاختيار وذكره القهستاني واعترف في المنح تبعاً للبحر بأنه أي: التحديد لم يذكر في ظاهر الرواية - ولا يخفى أن الأول أي: اعتبار العرف أقرب لرأي صاحب المذهب وأقره في الشرنبلالية وفي شرح المجموع وغيره ينبغي تفويضه للإمام أي: كما هو رأي الإمام - وفي التاترخانية أنه الأصح فتبصر اه. يعني أن رأي الإمام أن المقدرات التي لم يرد بها نص لا تثبت بالرأي بل تفوض إلى رأي المبتلى - قوله:؛ لأنه لا يقتل، الأصل أن الجزية لإسقاط القتل فمن لا يجب قتله لا توضع عليه الجزية إلا إذا أعانوا برأي أو مال فتجب الجزية - قوله: لم توضع عليه؛ لأن وقت الوجوب أول السنة عند وضع الإمام، فإن الإمام يجدد الوضع عند رأس كل سنة لتغير أحوالهم ببلوغ الصبي وعتق العبد وغيرهما - فإذا احتلم وعتق العبد بعد الوضع فقد مضى وقت الوجوب فلم يكونا أهلاً للوجوب - قوله: بخلاف الفقير، أي: غير المعتدل إذا أيسر بالعمل فإنها توضع عليه - قوله: لأن سقوطها لعجزه؛ لأن الفقير أهل لوضع الجزية لكونه حراً مكلفاً لكنه معذور بالفقر، فإذا زال أخذت منه لكن إن بقي من الحول أكثره. والله تعالى اعلم.“ (۱)

”قوله: لا يقدر ولا يغير“

یعنی جزیہ کی شرع کی طرف سے کوئی تعین نہیں بلکہ جتنے پر صلح ہو جائے گا وہی متعین ہوگا، اس میں زیادتی و کمی نہ ہوگی۔ ”قوله: واعتبر أبو جعفر العرف“ انھوں نے فرمایا: اس سلسلے میں ہر شہر کا عرف

(۱) [ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الجهاد، فصل الجزية، مطلب الزندیق إذا أخذ

قبل الوتبة يقتل ولا تؤخذ منه الجزية: ۶/۲۳۹-۲۴۴]

دیکھا جائے گا، کیا آپ نے نہ دیکھا کہ: پچاس ہزار کا مالک ”بلخ“ میں مکثر مانا جاتا ہے، جب کہ بصرہ و خنداد میں نہیں۔

”قوله وهو الأصح“

”ولو بالحمیہ“ میں بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ”الدر المنثور“ میں فرمایا: یہ لوگ مکثر ہیں یا غیر مکثر اس بات کی معرفت صحیح طور پر عرف سے ہی ہوگی، جیسا کہ کرمانی میں ہے۔ یہی مختار ہے جیسا کہ اختیار میں ہے، اور اس بات کو قہستانی نے ذکر فرمایا ہے، اور بحر کی اتباع میں ”مخ“ میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ یہ تحدید ظاہر روایت میں مذکور نہیں ہے، واضح رہے کہ اول یعنی عرف کا اعتبار صاحب مذہب کی رائے کے زیادہ قریب ہے، اور شرنبلالیہ میں اسے برقرار رکھا، شرح الجمع وغیرہ میں ہے: اسے رائے امام کی جانب تفویض کر دینا چاہیے، تاثر خانہ میں ہے: یہی اصح ہے، یعنی رائے امام، کہ وہ جسے جیسا سمجھے اس پر اس کے حسب حال مقرر فرمائے، کیوں کہ وہ تحدیدات جن پر نص وارد نہیں تو وہ رائے سے ثابت نہیں ہوں گی، بلکہ مبتلی کے رائے کے سپرد کر دینا چاہیے۔ (مترجم)

”قوله: لأنه لا يقتل“ اصل یہ ہے کہ جزیہ اسقاط قتل کی وجہ سے ہے، تو جو قتل سے مامون ہے اس سے جزیہ نہیں لیا جائے گا، ہاں اگر ان میں سے کوئی ذی رائے ہو، اپنی رائے سے یا مال دار ہو، اپنے مال سے کافروں کی اعانت کرتا ہو تو اس پر اسقاط قتل کے سبب جزیہ مقرر ہوگا۔ (مترجم)

”قوله: لم توضع عليه“ کیوں کہ وجوب جزیہ کا وقت آغاز سال ہے، جس وقت سے امام وضع کرے گا، امام ہر سال تجدید وضع کرتا رہے گا کیوں کہ احوال بدلتے رہتے ہیں، نابالغ بالغ اور غلام آزاد ہو جاتا ہے۔ بعد وضع الامام بچہ بالغ ہو گیا، غلام آزاد ہو گیا تو اب وقت وجوب ختم ہو گیا، لہذا یہ دونوں وجوب جزیہ کے اہل نہ ہوں گے۔ (مترجم)

”قوله: بخلاف الفقير“ یعنی وہ فقیر جو کسی وجہ سے عمل پر قادر نہیں، پھر بعد وضع موسر ہو جائے تو اس پر جزیہ وضع کیا جائے گا۔ ”قوله: لأن سقوطها للعجزه“ کیوں کہ فقیر وضع جزیہ کا اہل ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ آزاد و مکلف ہے لیکن فقر کی وجہ سے معذور سمجھا گیا، تو جب فقر نہیں رہا تو اب جزیہ لیا جائے گا، لیکن شرط یہ ہے کہ اکثر حول باقی ہو۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

صرف کرنے والا اور بذریعہ قرعہ گیتا کا پچھیا تلے اور پچھیا کا گیتا کے نیچے لگانے والا کون۔
 چندہ مختلف ہوگا مثلاً کسی کے دو پیسے، کسی کے دو آنے، کسی کے چار کسی کے آٹھ، کسی کا روپیہ کسی کے دو روپیہ، کسی کے دس کسی کے بیس، کسی کے پچاس کسی کے سو۔ سب مثلاً ہزار روپیہ چندہ ہوا، اب پانچ سو روپیہ مثلاً پانچ آدمی کی معین تعداد پر بذریعہ قرعہ روکے گئے تو کچھ ضرور نہیں کہ یہ پانچ قرعہ سے وہی نکلیں جنہوں نے سو سو روپیہ دیئے تھے، کہ ہر ایک کو سو روپیہ اس کے مل جائیں۔ بسا اوقات یہ ہوگا کہ وہ پانچ نکلیں جنہوں نے ۱۰۰/۱۰۰/۱۰۰/۱۰۰/۱۰۰ روپیے تو رے لے کر زیادہ سے زیادہ آٹھ آنے خرچ کرنے والے کو سو روپیہ مل گئے اور (کیا) جوے کے سرسینگ ہوتے ہیں؟ واپس کرتا تو مالک کو کرتا کسی کی ملک کسی کو دینا کیوں کر روا ہو سکتا ہے۔ رہا اس کو اس کا علم ہونا کہ ایسا ہوگا تو کیا سو دینے والے رشوت دینے والے جو کھیلنے والے کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میرا اتنا اتنا روپیہ اس صورت میں جائے گا، بلکہ اگر یہ صورت بھی ہو کہ چندہ مختلف نہ ہو ہر کسی سے مثلاً ۸ یا ۸ روپیہ لیا گیا اور ہزار روپے ہوئے تو بھی یہی صورت ہوگی۔ اس صورت میں تو یہ بھی ممکن تھا کہ پانچ شخص وہ ہی نکل آتے جن سے سو روپیہ لیے گئے تھے، اور اس صورت میں یہ بھی ممکن نہیں یہاں ۸ یا ۸ روپیہ والے ہی سب ہیں اور ۸ یا ۸ روپیہ ہی میں سو سو روپے ملتے ہیں۔

پھر جس صورت میں سو سو روپے والے پانچ قرعہ سے نکلے اس میں بھی نہ امین انہیں ان کا روپیہ واپس دے رہا ہے نہ انہی کے خیال میں یہ ہے کہ ہم اپنا روپیہ لے رہے ہیں، بلکہ اتفاقاً یہ صورت ہوگئی، انہوں نے جتنا روپیہ دیا تھا اتنا انہیں پہنچ گیا وہ مگن ہیں کہ: ”ہلدی لگی نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا آیا۔ سو سو روپے ہمارے نیک کام میں لگے ہوئے ہیں اور ہمیں گھر بیٹھے سو سونے بھی گئے ہمارے نیک کام میں گئے اوروں کے ہمیں مل گئے اور سب کو یہ حال معلوم ہی ہے۔ لہذا اس میں کوئی حرج نہیں“ پھر در حقیقت یہ دینا اس نیک کام کے لیے نہیں کام کا نام ہی نام ہے، وہ تو محض برائے نام ہے دینے والوں کی اصل غرض یہی جو ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ کہ ۸ یا ایک روپیہ سو روپیہ کے ملنے کے امید پر دیا جاتا ہے قسمت سے مل گئے تو پو بارے ورنہ سمجھ لئے کہ ۸ یا روپیہ نیک کام میں صرف ہو جائے گا۔

مگر قسمت کہ وہ بھی کچھ ضرور نہیں کہ ممکن کہ اس کا روپیہ اس نیک کام میں صرف ہی نہ ہو، اس نصف چندے میں ان پانچ کے پاس پہنچ جائے تو اولاً وہ امید ہے اور ثانیاً یہ امید ثواب۔ جیسے کسی بڑھیا کی روٹیاں کوئی جانور لے بھاگا اس نے اول تو بہت کوشش کی کہ اس سے چھین لے جب دور پہنچ گیا اس کا کوئی قابو نہ رہا تو بولی جائیں نے خدا کی راہ میں دیں، پھر تقرب کو خلوص نیت درکار، یہاں خلوص کہاں۔

اول ہی سے نیت بد ہے، اسے نیک کام سمجھنا حرام حرام حرام ہے۔ اے عزیز یہ پوچھتا ہے کہ یہاں اس میں کچھ قباحت ہے، یہ پوچھ کہ عین قباحت کی کس قدر عظیم شامت ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

(۲) ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ غیر مسلم قومیں سود کے منافع تبلیغ وغیرہ امور میں جنہیں وہ کار خیر جانتی ہیں صرف کرتی ہیں، یہ پوچھنا ایسا ہی ہے کہ کوئی یہ پوچھے کہ غیر قومیں سود سے جو نفع اکھٹا کرتی ہیں اور مسلمان بھی اس میں حصہ لیتے ہیں تو کیا مسلمانوں کو جائز نہ ہوگا کہ وہ سود کاروپہ جمع کر کے دینی کاموں میں صرف کریں؟ اے عزیز قرآن کا ارشاد سن: ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ﴾ (۱) شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔

اسلام قبول کرنے والوں نے اس کو حق جان کر ہی قبول کیا

نہ کہ محض تلوار کے خوف سے

(۱۰۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

حکیم عبدالستار صاحب عفی عنہ ۲۵ نومبر ۱۹۳۲ء

بخدمت المکرم ذوالمجد والکرم جناب مولوی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: مزاج شریف! بعد سلام مسنون یہ تحریر بغرض تجویز فیصلہ ارسال خدمت ہے کہ بریلی کے دو شعرا میں اس امر کی بحث ہے کہ زید کہتا ہے: کہ اسلام بسبب اپنی حقانیت اور اخلاقیات کے دنیا میں پھیلا۔ اور بکر کہتا ہے کہ: اسلام تلوار سے پھیلا اگر آج تلوار مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اسلام روز افزوں ترقی کرے، آیا جناب کے نزدیک ان دونوں مسلم شاعروں کے حق میں کیا فیصلہ ہے اور زید و بکر میں کون صحیح الرائے پر ہے۔ بینوا تو جو روا۔

الجواب

اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے، اسلام کی روشن و پاک تعلیم اور اس کے بہتر سے بہتر صحیح اصول نے عاقلوں کو اس کا بندہ بنایا۔ جو ذرا بھی سمجھ رکھتے تھے اور مرض عناد میں گرفتار نہ تھے انہوں نے بصدق دل نہایت شوق و رغبت سے اس کا کلمہ پڑھا۔ ہاں جو احمق مرض عناد میں گرفتار تھے باوجودے کہ اس کی

حقانیت ان کے دل پر آشکار ہو چکی تھی وہ جب کسی طرح اسلام کی ضرر رسانی سے باز نہ آئے تو اسلام نے اپنے حلقہ بگوشوں کے ہاتھوں تلوار دی۔ جن کے حق میں اس طریقہ سے ہدایت ہونا تھی اور کسی طرح نہ سمجھ سکتے تھے تو وہ اس ذریعہ سے حق سمجھے کہ اگر یہ مذہب حق نہ ہوتا تو اس کے مٹھی بھر آدمی دنیا بھر کو فتح نہ کر لیتے۔ ان کا عناد یوں تلوار کے گھاٹ اتر اور وہ سچے دل سے اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے۔ اور جن کے حق میں ہدایت نہ تھی وہ یوں بھی نہ مانے اگرچہ دل سے اس کی حقانیت کے معترف ہوئے۔ تو یہ غلط ہے، کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اسلام یقیناً اپنی حقانیت ہی سے پھیلا۔ اس کی مثال نہ ملے گی کہ تلوار کے ڈر سے اسلام قبول کیا ہو تلوار دیکھ کر بھی جس نے اسلام قبول کیا اس نے اسلام کو حق جان کر ہی قبول کیا۔ اسلام کی تلوار ہی اس کے لیے اسلام کی حقانیت کا روشن ثبوت بنی۔

ہاں ابتدا میں منافقین بھی جو بظاہر کلمہ پڑھتے تھے اور باطن میں کافر تھے انہیں اسلام قبول ہی نہ ہوا وہ ویسے ہی کافر رہے تو ان میں اسلام کہاں پھیلا۔ وہ انہیں معاندین میں تھے جنہیں کسی طرح اسلام قبول نہ ہوا، اگرچہ طرح طرح اسلام کی حقانیت ان پر روشن ہوئی۔ منافقین کو اسی زمانہ میں چھانٹ چھانٹ کر جماعت مسلمین سے نکال دیا گیا، جنہوں نے براہ چالاکی یہ راہ اختیار کی تھی کہ مسلمانوں کی غنیمت میں شریک، ادھر کافروں سے حصہ بانٹ، ان سے ملتے تو ان کی کہتے، ان میں جاتے تو ان کی کہتے کہ دونوں طرف سے حصہ پائیں۔ اس شخص کو اپنے اس قول سے رجوع لازم کہ یہ آریہ بکا کرتے ہیں، اور اس سے بے وقوف لوگوں کو بہکاتے ہیں۔ اسلام آج بھی ترقی کر رہا ہے، جب کہ ان کے ہاتھ میں نہ تلوار ہے نہ پہاں کوئی اور زور۔ اول کفار سے اس کی ترقی پوچھو جو کروڑوں روپیہ اور ہزاروں عورتیں لالچ میں دیتے اور اپنے مذہب باطل کی تبلیغ میں اندھا دھند صرف کرتے اور بعض تلوار کا زور بھی رکھتے ہیں۔ دلا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ اس کا خیال ہے کہ اسلام کے ہاتھ میں جب تلوار ہوگی جب ترقی کرے گا۔ اسلام تو اس وقت بھی باعتبار تعداد ترقی پر ہے، ہاں جب تلوار ہاتھ میں ہوگی تو آج کی سی حالت مسلمانوں کی نہ ہوگی ان کو دنیوی عزت اس سے زائد ہوگی اور ان کی شوکت و حشمت بھی کچھ بڑھ جائے گی، وہ شخص جو دل سے مسلمان نہ ہو مسلمانوں کے ڈر سے تلوار کے خوف سے اسلام ظاہر کرے اسلام اسے مسلمان کب ٹھہراتا ہے؟ اسلام تو اسے منافق کافر فرماتا ہے۔ تو اسلام کی ترقی ہرگز تلوار سے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مداریوں کے سلسلہ سوخت کے بارے میں سوال کی اصلاح

(۱۰۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
خاندان مداریہ کے سلسلہ جاری ہیں یا سوخت ہیں؟ بینوا بالذلیل و توجروا۔
جوگیان ڈاک خانہ ایجنٹ نگر مرسلہ مسلمانان قصبہ مذکورہ۔ ۱۱ جمادی الثانیہ ۵۲ھ۔

الجواب

بے کار سوال کیے جاتے ہیں، نماز روزے وغیرہ ضروری مسائل تو پوچھے نہیں جاتے، یہ بے کار باتیں دریافت کی جاتی ہیں اور پھر ایک بار نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔
کتنی بار یہ سوال آیا ہے۔ لوگ برابر اس سلسلہ میں بیعت کرتے مرید ہوتے ہیں، انہیں یہ ثابت نہیں کہ یہ سلسلہ سوخت ہو چکا ہے۔ جن بزرگوں کو اس کی اطلاع ہے انہوں نے ایسا تحریر فرمایا ہے۔ اس میں اس درجہ جاہلوں کو پڑنا کہ ایک دوسرے کا دشمن ہو جائے، تکفیر و تفسیق تک نوبت پہنچ جائے ہرگز جائز نہیں۔ جو مداری سلسلہ میں ہوتے ہیں ان سے تعرض نہ کریں کہ اس بے کار بحث کا نتیجہ سوا فساد اور کچھ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ کے قتل کی نسبت آپ کی بیوی جعدہ

کی طرف بے سرو پا حکایت نہیں

(۱۰۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

حضور والادامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک استفتا حاضر کرتا ہوں اس کی وجہ سے یہاں سخت بے چینی ہے کہ: حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قاتلہ آپ کی زوجہ جعدہ ہے، کیا اس کا ثبوت ہے؟۔ یہاں علما کی جماعت میں دو گروہ ہو گئے ہیں: ایک وہ جس کے چند افراد کہتے ہیں کہ: جعدہ کا زہر دینا ثابت نہیں اس لیے خواہ مخواہ الزام نہیں لگا سکتے، اور ثبوت میں سوانح کر بلا پیش کرتے ہیں۔ جس میں لکھا ہے کہ: یہ روایت غیر معتبر ہے اور اس کی بنا پر امام کے قتل کا الزام جعدہ کے سر نہیں لگا سکتے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ خارجی گروہ کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا۔ امام کی (قرین) کے ذمہ الزام لگا کر خود گالی دیں اور سنیوں سے دلوائیں ملخصاً۔ دوسرا گروہ جس میں بمبئی کے تمام مولوی خواہ شہادت نامہ پڑھنے والے ہوں یا

فاضل سب کہتے ہیں کہ: بلاشک جعدہ اور ثبوت میں وہی مؤرخین کی روایات..... جب کہا گیا کہ قتل مومن بالعمد کا الزام بغیر ثبوت کسی پر لگانا کب درست ہے؟ تو جواب دیا کہ: پھر تو معلوم ہوا کہ امام کو زہر دیا ہی نہیں گیا آپ کی شہادت ہی نہیں ہوئی اور نہ قاتل کا نام بتاؤ۔

غرض کہ ایسی ہی باتیں ہو رہی ہیں، ارشاد فرمائیں کہ جعدہ نے زہر دیا ہے یا نہیں؟ شرعاً جعدہ کو قاتلہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا بالکتاب تو جروا یوم الحساب۔

از بمبئی کھوکھ بازار مکان ۲۴، دوسرا مالہ پوسٹ ۳، مرسلہ جناب حافظ سید نور الحق صاحب قاسمی برکاتی قادری ۲۹ محرم الحرام ۱۳۵۳ھ

الجواب

علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیز محترم

میں مکان پر موجود نہ تھا واپسی کے بعد اب جواب حاضر کرتا ہوں، تکلیف انتظار ہوئی۔ جعدہ کی طرف قتل امام عالی مقام کی نسبت کو علمائے اعلام اور ائمہ کرام نے مقرر رکھا ہے تو وہ محض بے سرو پا حکایت نہیں کہ کسی مؤرخ نے یوں ہی اپنے ظن و تخمین سے اختراع کی ہو اور قیاسی ڈھکوسلوں سے گڑھی ہو، اور پھر عوام میں مشہور ہوئی ہو کہ اگر ایسا ہوتا تو علماء و ائمہ ہرگز اسے مقبول نہ ٹھہراتے مقرر نہ رکھتے۔ اپنی تصانیف میں خود جعدہ کی جانب نسبت نہ کرتے۔ بلکہ وہ یقیناً اسی زمانہ سے مشہور و مستفیض خبر کی حیثیت سے منقول ہوئی۔ اس لیے علماء و ائمہ نے اس کا اعتبار فرمایا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفسار کہ کس نے آپ کو زہر دیا اس کے کچھ منافی نہیں، شہرت و استفاضہ کے لیے کچھ وقت درکار ہوتا ہے اسی وقت شہرت ہو جانا ضرور نہیں خصوصاً ایسا معاملہ جس کے اخفا کی شدید کوشش کی جائے، ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک حضرت امام حسین کو اس کی اطلاع نہ ہو پھر ہوئی ہو۔ یا یہ کہ حضرت کو اطلاع ہو گئی ہو مگر مزید اطمینان کے لیے دریافت فرماتے ہوں۔ یا یہ کہ: یہ استفسار محض دریافت منشا کے لیے ہو کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس میں کیا منشا ہے معاملہ سخت نازک تھا۔

ادھر برادر محترم کی جان ادھر جعدہ زوجہ امام تھی۔ اگر قصاصاً قتل کی جائے تو اپنے برادر محترم اور خود اپنی اور گھر بھر کی عزت۔ ممکن کہ قاتل معلوم ہوتے ہوئے بھی حضرت کا منشا اس نازک مسئلہ میں دریافت کرنا ہو۔ اس لیے یہ ذکر یوں چھیڑا کہ استفسار فرمایا کہ: آپ کو کس نے زہر دیا۔ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب پر اگر نظر کی جائے تو اس سے ظاہر ہے کہ حضرت کے خیال مبارک میں زہر دینے والا ہے اور حضرت کسی مصلحت سے اس سے بدلہ لیے جانے پر رضامند نہیں ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت نے جواب فرمایا:

اللہ أشد نقمة إن كان الذي أظن وإلا فلا يقتل بي والله بري. (۱)
اگر وہ ہے جسے گمان کرتا ہوں تو اللہ عزوجل اس سے بڑا انتقام لینے والا ہے، اور اگر وہ نہیں تو
میرے خون بہا میں بری کیوں قتل ہو۔ (مترجم)
دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا:

”يا أحمي! حضرت وفاتي ودنا فراقك لك، وإني لاحق بربي وأجد كبدي
تقطع وإني لعارف من أين دهيت فإننا أخاصمه إلى الله تعالى فبحقي عليك لا
تكلمت في ذلك بشيء وأقسم عليك بالله أن لا ترين في أمري محبة دم.“ (۲)
برادر! میری وفات قریب آگئی اور جلد ہی تم سے جدا ہو کر اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاؤں
گا۔ میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے، میں اس آفت کے پرکالے کر بے شک خوب پہچانتا ہوں، میں اس
سے اللہ کے حضور مخاصمہ کروں گا، تمہیں میرے حق کی قسم! اس بارے میں کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالنا، اور
میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے معاملہ میں کوئی قطرہ خون نہ بہانا۔ (مترجم)
نیز ایک روایت میں ہے:

”يا أحمي! سقيت السم ثلاث مرات لم أسقه مثل هذه المرة، فقال: من
سقاك قال: ما سؤالك عن هذا تريد أن تقاتلهم، أكل أمرهم إلى الله (۳)
برادر! مجھے تین بار تک زہر دیا گیا ہے، اس جیسی تلخ چیز اس سے پہلے مجھے نہیں دی گئی (نہیں
پلائی گئی) امام حسین نے عرض کیا: کس نے آپ کو زہر دیا؟ آپ نے جواب دیا: کیا تم اس بارے میں پوچھ
کر ان کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ میں نے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا ہے۔ (صواعق محرقة) (مترجم)
پہلی روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت کو کسی کی طرف گمان ہے، لہذا محض گمان پر نہیں فرمانا چاہتے
کہ فلاں نے زہر دیا، فرماتے ہیں: اگر وہ ہے جسے میں گمان کرتا ہوں تو اللہ عزوجل اس سے بڑا انتقام لینے
والا ہے۔ اور اگر وہ نہیں تو میرے خون بہا میں بری کیوں قتل ہو۔ دوسری اور تیسری روایت سے ظاہر ہے
کہ حضرت کو معلوم ہے کہ قاتل کون ہے، زہر کس نے دیا ہے؟ زہر بھی ایک بار نہیں تین بار دیا گیا، کہاں

(۱) [الصواعق المحرقة. ص ۱۴۱] (۲) [الصواعق المحرقة. ص ۱۴۱]

(۳) [الصواعق المحرقة. ص ۱۴۱]

تک زہر دینے والا ایسی صورت میں پوشیدہ رہ سکتا، فرماتے ہیں: برادر میں اس آفت کے پرکالے کو بے شک خوب پہچانتا ہوں۔ میں اس سے اللہ کے حضور مخاصمہ کروں گا۔ تمہیں میرے حق کی قسم اس بارے میں کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالنا اور میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے معاملہ میں کوئی قطرہ خون نہ بہانا۔

اور دونوں روایتوں میں توفیق کی صورت ایک ہی ہے وہ یہ ہے کہ: ہر روایت کو ایک ایک وقت پر محمول کیا جائے کہ جس وقت تک یقین نہ تھا محض گمان تھا وہ فرمایا، اور جب یقین ہو گیا تو یہ فرمایا کہ: میں خوب پہچانتا ہوں۔ حضرت کا قسمیں دے دے کر انتقام سے روکنا بلکہ اس بارے میں کوئی کلمہ زبان سے نکالنے کو قسم دے کر منع فرمانا جو کچھ کہہ رہا ہے ظاہر ہے، حضرت جانتے ہیں کہ برادر خورد کے علم میں بھی قاتل ہے، یہ سوال محض دریافت منشا کے لیے ہے، یا یہ کہ یہ بات چھپی رہنے والی ہے، اگر برادر خورد کو اس وقت اس کا علم نہیں ہوا، اور اب ہوا۔ لہذا قسمیں دے کر ارادہ انتقام سے روکا۔ اگر جعدہ قاتل نہ ہوتی تو قسمیں دینے کی حاجت نہ ہوتی، اتنا بلیغ اہتمام منع نہ فرمایا جاتا، اگر کوئی اور قاتل ہوتا جو اہل بیت سے نہ ہوتا اور حضرت اس سے دنیا میں انتقام نہ چاہتے، تو بس اتنا فرماتے:

”اللہ أشد نقمة أكل أمره إلى الله.“

اللہ عزوجل اس سے بڑا انتقام لینے والا ہے، میں نے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا ہے۔

(مترجم)

یہ قسمیں نہ دی جاتیں۔ یہ قسم دے کر اس معاملہ میں کوئی کلمہ زبان سے نکالنے ہی کو منع نہ فرماتے۔ جو علما جعدہ کی جانب قتل امام کی نسبت سے راضی نہ ہوں، نہ ہوں، نہ نسبت کنندہ علما کو ان پر کسی طعن کا موقع ہے، نہ انہیں ان پر۔ جو جعدہ کی جانب نسبت نہیں کرتے وہ اپنے زعم میں اسے احتیاط جانتے ہیں کہ قتل وہ بھی قتل امام حسن جرم اشد و اعظم ہے، اور بے قطع کسی مسلم کی جانب ایسے جرم کی نسبت جائز نہیں۔

اور جو نسبت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ صحیح ہے مگر شہرت اور علما و ائمہ کا قبول ایسی چیز نہیں جو نظر انداز کی جاسکے، وہ ائمہ بھی یہ جانتے تھے کہ بے قطع کسی جرم کی نسبت کسی مسلم کی جانب نہیں کی جاسکتی تھی، انہوں نے اس نسبت کو قبول کیا، برقرار رکھا، خود اپنی تصانیف میں یہ جرم جعدہ سے منسوب کیا، ہمارے لیے وہ قدوہ ہیں۔ آج تیرہ سو برس بعد ہم اس کی تحقیقات نہیں کر رہے ہیں کہ کوئی قطعی بات معلوم ہو۔ جب تو نسبت کرنا جائز جائیں۔ ورنہ حرام۔ یوں تو یزید ہی کی طرف امام حسن کے قتل کرانے اور امام

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مظالم قتل و غارت کی نسبت نہ کریں۔ ابن زیاد بدنہاد اور شمر مردود اور نخس ابن سعد اور ان کے ہم راہیان کسی پر کوئی الزام نہ رکھا جاسکے سب کو یہی کہہ دیا جائے کہ خارجیوں کا یہ پروپیگنڈا ہے، انھوں نے خود قتل کیا اور بادشاہ اور اس کے حکام عمال سے منسوب کر دیا۔ یا کوئی روافض نے خود دھوکے دے کر بلایا اور قتل و غارت کیا، اور ان لوگوں سے منسوب کر دیا۔ سوانح کربلا میں جو یہ لکھا کہ یہ روایت غیر معتبر ہے اپنا عندیہ لکھا۔ اور یہ لکھا کہ اس کی بنا پر امام کے قتل کا الزام جمعہ کے سر نہیں لگا سکتے یہ بھی اپنا عندیہ ہے اور وہ اسی میں احتیاط سمجھے۔ رہا یہ کلمہ کہ: خارجی گروہ کا اس سے بڑھ کر کیا تبرا ہوگا اٹخ: بہت گراں ہے۔ ہمارے ائمہ و علماء یہی فرماتے آئے، اپنی تصانیف میں اسی کو ذکر فرمایا۔ یہ خارجیوں کا تبرا ہو تو ان علماء پر (ان کے) عدم اعتنا و قلت تدبر کا الزام ہوگا ہی۔ ہمارے سامنے خارجیوں کی کوئی تصنیف نہیں، ہمارے پیش نظر تو ائمہ و علماء اہل سنت کی تصانیف ہیں، جن میں جمعہ ہی کی طرف اسے منسوب کیا ہے، اور اس طرح کہ اسی روایت پر اقتصار کیا ہے، کوئی دوسرا قول لکھا ہی نہیں۔

صواعق محرقة امام علامہ ابن حجر الہیتمی دیکھیے وہ لکھتے ہیں: ”کان سبب موته أن زوجته جعدة بنت الأشعث بن قيس الكندي دس إليها يزيد إن تسمه يتزوجها وبذل لها مائة ألف درهم ، ففعلت فمرض أربعين يوماً ، فلما مات بعثت إلى يزيد تسأله الوفاء بما وعدھا فقال لها: أنا لم نرضك للحسن أفرضاك لأنفسنا.“ (۱)

امام کی موت کا سبب آپ کی زوجہ جعدة بنت اشعث بن قيس کندی ہے۔ يزيد نے سازش رچی اگر وہ امام کو زہر دے دے تو وہ اس سے نکاح کر لے گا، اور اس کے لیے ایک لاکھ درہم صرف کرے گا، جمعہ نے ایسا کر ڈالا، امام چالیس روز تک مرض میں مبتلا رہے، جب آپ وفات فرما گئے تو جمعہ نے يزيد کے پاس قاصد بھیجا اور اس سے ایفائے وعدہ کا مطالبہ کیا يزيد نے جواب دیا: میں حسن کے بارے میں تجھ سے راضی نہیں تو اپنے لیے کیوں کر رضامند ہو سکتا ہوں۔ (مترجم)

تاریخ الخلفاء امام جلال الدین سیوطی میں ہے: ”توفي الحسن۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بالمدينة مسموماً سمته زوجته جعدة بنت الأشعث بن قيس دس إليها يزيد بن معاوية إن تسمه فيتزوجها ففعلت فلما مات الحسن بعثت إلى يزيد تسأله الوفاء بما وعدھا فقال : أنا لم نرضك للحسن أفرضاك لأنفسنا.“ (۱)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینے شریف میں زہر کے اثر سے وفات پائی، آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس نے آپ کو زہر دیا، یزید بن معاویہ نے چال چلی، اگر وہ امام کو زہر دے دے تو وہ اس سے نکاح کر لے گا، تو جعدہ نے ایسا کر ڈالا، جب امام حسن وفات پا گئے تو جعدہ نے یزید کے پاس قاصد بھیج کر ایفائے وعدہ کا مطالبہ کیا، یزید نے جواب دیا: میں حسن کے بارے میں تجھے پسند نہیں کرتا تو اپنے لیے کیوں کر پسند کر سکتا ہوں۔ (مترجم)

سر الشہادتین جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی میں ہے: ”سبب موتہ ان زوجته جعدہ بنت الأشعث بن قیس سمتہ باغواء یزید بن معاویة و كان یزید ضمن لها أن یتزوجها ففعلت فمرض الحسن۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ أربعین یوماً ثم مات فبعثت جعدة إلى یزید تسأله الوفاء بما وعدھا فقال : إنا لم نكن نرضاک للحسن أفرضاک لأنفسنا.“
انہوں نے تو اس کے بعد یہاں تک لکھا: ”فصارت ممن خسر الدنيا والآخرة . ذلك هو الخسران المبين.“

امام کی موت کا سبب آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس ہے، اس نے یزید کے ورغلانے سے امام کو زہر دیا، اور یزید نے اس بات کی یقین دہانی کرائی کہ وہ اس سے نکاح کرے گا، جعدہ نے ویسا ہی کر ڈالا، اس کے نتیجے میں امام چالیس روز تک بیمار رہ کر انتقال فرما گئے، اس کے بعد جعدہ نے یزید کے پاس قاصد بھیج کر ایفائے وعدہ کا مطالبہ کیا اس نے جواب دیا: میں حسن کے بارے میں تجھے پسند نہیں کرتا تو اپنے لیے کیوں کر پسند کر سکتا ہوں۔ تو یہ دنیا و آخرت دونوں کا گھانا اٹھانے والوں میں سے ہو گئی، یہی ہے صریح نقصان۔ (مترجم)

آئینہ قیامت تصنیف حضرت عمی جناب استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ میں بھی یہی لکھا۔ یہ کتاب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی دیکھی اور مجالس میں کتنے ہی بار سنی ہوئی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

ہجرت اچھی چیز ہے مگر بوقت ضرورت و مناسب حال

(۱۰۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
یزید کے پاس کچھ جائیداد ہے جو اس کے والدین کے ترکہ سے پہنچی ہے اس کے کرایہ سے اس کی

گذراوقات ہوتی ہے۔ اب اس کے ایک خاندانی بزرگ نے یہ مشورہ دیا ہے کہ تم اپنی جائیداد فروخت کر کے حج کو چلو اور وہاں ہی اپنی سکونت اختیار کرو۔ یہ امر بھی ظاہر کرنا ضروری ہے کہ حکومت حجاز ان لوگوں سے جو وہاں سکونت اختیار کرتے ہیں اور مالدار بھی ہوتے ہیں بطور قرضہ روپیہ حاصل کرتی ہے جس کی واپسی مشکل ہو جاتی ہے۔ زید کے پاس بجز جائیداد کے اور کوئی ذریعہ خورد و نوش کا نہیں ہے اور شادی اس کی ابھی نہیں ہوئی ہے۔ نو جوان ۱۶۔۱۷ سال کی عمر ہے اور فراز و نشیب زمانہ سے ہنوز ناواقف ہے۔ اس صورت میں اعزاء کے مشورہ سے بھی محروم ہو جائے گا۔ زید کی ہمشیرگان و دیگر عزیز و قریب و ہمدردان پر جدائی کا خاص اثر ہے۔ بجز مشورہ دہندہ کے اور کوئی عزیز زید کے اس فعل میں مؤید نہیں ہے اور مشورہ دہندہ ہی زید کے ساتھ رہے گا۔ کیا صورت مذکورہ بالا میں زید کو اس خاندانی بزرگ کے مشورہ پر عمل کرنا چاہیے؟

از شہر محلہ گڑھیہ۔ مسئلہ سوداگر محمد خلیل صاحب۔ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ

الجواب

خداوند خیر سے ہجرت کالائے مدینہ تری آنکھوں کو دکھائے

ہجرت خدا نصیب فرمائے۔ سبحان اللہ۔ اس پاک ارادہ ہجرت کا کیا کہنا مگر ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ اچھا کام تو اچھا کام ہے مگر وقت برانہ ہونا ضرور ہے۔ نماز وقت مکروہ میں پڑھنا برا ہے اگرچہ نماز بہترین عبادت ہے۔ روزہ کیسی عظیم عبادت ہے مگر ایام ممنوعہ میں۔ مسجد میں نماز باجماعت پڑھنا کار ثواب عظیم ہے مگر جب مسجد کے چار طرف دشمن ہوں، خود نفس مسجد میں ڈاکوؤں نے ڈیرے ڈال رکھے ہوں، ایسے وقت اگر کوئی اپنی متاع لے کر مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کی نیت سے جائے تو اس کا جو حال ہوگا ظاہر ہے۔ اور عند اللہ بھی اس کا یہ فعل محمود نہ ہوگا۔

۱۶۔ ۱۷ سالہ بچے کا اپنے ذریعہ معاش کو فروخت کر کے اپنی ساری پونجی لے کر وہاں جانا جہاں نہ صرف مال کے لیرے پڑے ہیں بلکہ دین و ایمان کے ڈاکو ابلے گیلے ہر وقت ہر گھڑی پھر رہے ہیں جیسا ہے ظاہر ہے:

ع عاقلان نیک مردانند

جو لوگ اس بچے کو اس سے روکتے ہیں درحقیقت وہ مطلقاً ہجرت سے نہیں روکتے۔ ہجرت کو برا نہیں جانتے بلکہ وہ اس کی خیر خواہی کر رہے ہیں کہ یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ تو بچپن سے طفلانہ ضد اور ہٹ کے سبب اپنی پونجی فروخت کر دے اور کسی کے بھروں میں آکر بے سوچے سمجھے وہ کام کر بیٹھے جس سے عمر بھر پچھتائے، اور پھر کچھ بنائے نہ بنے۔ بے وقوف سے اپنا مطلب کبھی اچھی راہ دکھا کر بھی نکالا جاتا ہے۔ ہرگز یہ وقت ہجرت کا نہیں وہ بھی اس طرح کہ اپنا ذریعہ معاش ختم کر کے۔ جب تک وہاں وہ موذی

جو مال ہی کے لٹیرے نہیں دین و ایمان پر چھاپہ مارنے والے ہیں موجود ہیں، آہ یہ تو ایسا وقت ہے کہ خود وہاں کے مسلمان اس پر نور بقعہ ظاہرہ کو باہزاروں ہزار افسوس چھوڑنے پر مجبور ہو کر چھوڑ آئے، اور شہر بشہر کوچہ کوچہ بکوچہ گلی درگلی خاک چھانتے پھرتے ہیں۔ یہ تکالیف اور گونا گوں مصائب سفر کیا انہوں نے بے مجبوری اختیار کئے ہیں؟ حاشا آہ حرمین محترمین کی ایک کثیر آبادی مجبورانہ اس ارض حرم کو چھوڑ چکی ہے اور گھڑیاں گن رہی ہے کہ کب یہ دین و ایمان کے لٹیرے وہاں سے دفع ہوں۔ مولیٰ عزوجل جلد تران کو دفع کرے اور ان مسلمانوں کو جو فراق کے مصائب جھیل رہے ہیں اس محبوب ترین وطن میں پہنچائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسلمان کو اسلام نے مسلح رہنے کا حکم دیا، اس کی تفصیل فتوے میں مذکور

(۰۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

حضرت سر ایا برکت دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

باعث تصدیق یہ امر ہے کہ بواپسی ڈاک قرآن کریم احادیث مبارکہ وغیرہ ہم سے یہ امر ثابت فرمادیتے ہیں کہ تلوار رکھنا مسلم کے لیے ضروری ہے؟ ایک انگریزی اخبار نے چھاپا ہے کہ تلوار رکھنا مسلمانوں کا مذہبی شعار نہیں، لفظ تلوار صاف صاف آنا چاہیے۔

ازلاہور دفتر ایڈیشن ٹائمزمرسلہ عنایت محمد خاں صاحب غوری۔ ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۵۴ھ

الجواب

علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیز محترم

والحمد للہ تعالیٰ

بخیر وعافیت ہوں

آپ کا عافیت خواہ محبت نامہ ملا۔ اپنے دشمنوں سے محفوظی، دین کے لیے قوت رکھنا، اپنے دین اپنی جان مال کی دفاع کے لیے تیار رہنا اور سامان رکھنا مسلمانوں کا دین ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور خدا کی راہ میں کوشش کرنا۔ آہ مسلمانوں نے جہاں اپنے اور فرانس چھوڑے وہاں یہ بھی، جو بکجوری چھوٹے تھے وہ تو چھوٹے ہی تھے سخت افسوس کی بات یہ ہے کہ اپنے اختیار سے بھی چھوڑ بیٹھے ہیں، کتنے مسلمان ہیں جو نماز نہیں پڑھتے، روزہ نہیں رکھتے، زکاۃ نہیں دیتے، حج نہیں کرتے، داڑھی سنت ہی نہیں شعار دین ہے کتنے مسلمان اسے موٹتے کترتے ہیں۔

قرآن عظیم کا ارشاد ہے:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهِ وَعَدُّوا اللَّهُ وَعَدُّوا كُمْ﴾ (۱)

اور ان کے لیے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ ان سے ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں۔

یہ خدا کی رحمت ہے کہ اس نے کسی خاص چیز کا رکھنا فرض نہ فرمایا۔ قوت کی جو چیز رکھنے کی قدرت ہو اس کے رکھنے کا حکم فرمایا۔ تلوار رکھنا اگر شعار نہیں ہے تو ممکن قوت جس کی استطاعت ہو اس کا رکھنا تو قرآن عظیم و حدیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے ثابت ہے، اس کا تو دینی حکم ہے، خاص کر رمی کہ تیر و کمان اور گولی بندوق سے ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے:

((ألا إن القوة الرمي، ألا إن القوة الرمي، ألا إن القوة الرمي)) (۲)

خبردار! قوت تیر اندازی، خبردار! قوت تیر اندازی۔ خبردار! قوت تیر اندازی ہے۔ (مترجم)

اشعة اللمعات شرح مشکاة میں شیخ علامہ عبدالحق دہلوی قدس سرہ حدیث:

((عن عقبه بن عامر قال سمعت رسول الله - صلى الله تعالى عليه وسلم -

وهو على المنبر يقول: ألا إن القوة الرمي الحديث))

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کو برسر منبر فرماتے ہوئے سنا: خبردار! قوت تیر اندازی ہے۔ (مترجم)

کے نیچے لکھتے ہیں:

گفت شنیدم آں حضرت را و حالانکہ آں حضرت بر منبر می گفت می خواند ایں آیت را:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ (۳)

وآمدہ سازید مر جنگ کافراں را آں چه تو انید از قوت وزور تو انائی، می گفت مکر رسہ بار ایں کلام

(۱) [سورة الأنفال: ۶۰]

(۲) [مشکاة شریف، کتاب الجهاد، باب احداث آلة الجهاد، حدیث: ۳۸۶۱-۹۳/۲]

(۳) [سورة الأنفال: ۶۰]

را. ألا إن القوة الرمي، ألا إن القوة الرمي، ألا إن القوة الرمي. داناؤا گاہ باشید مراد بقوت درین آیت کہ امر کردہ اندباعداد آں تیر اندازی سے مکرر گفت سہ بار۔ رواہ مسلم
وزمخشری و بیضاوی تفسیر کردہ اندقوت را بہرچہ قوت یافتہ شود بدان در حرب، و بیضاوی گفتہ شاید کہ تخصیص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمی را بذکر بجهت بودن اوست اقوی۔ (۱)
راوی کہتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بر سر منبر فرماتے ہوئے سنا اور آپ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی۔

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ (۲) اور ان کے لیے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے۔
کافروں سے جنگ کرنے کے لیے وہ قوت تیار کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو، اور تین بار فرمایا: خبردار! قوت تیر اندازی ہے۔ جاننا چاہیے کہ مراد قوت سے جس کے تیار کرنے کا تمہیں آیت میں حکم دیا گیا، تیر اندازی ہے۔ جسے آپ نے تین بار ارشاد فرمایا۔ اسے امام مسلم نے روایت فرمایا۔ زمخشری اور بیضاوی نے قوت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ: ہر وہ چیز جس سے جنگ میں طاقت حاصل کی جائے۔ امام بیضاوی نے کہا: ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص طور پر تیر اندازی کا ذکر اس لیے فرمایا ہو کہ یہ زیادہ قوت والا عمل ہے۔ (مترجم)

دوسری حدیث میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((ستفتح علیکم الروم ویکفیکم اللہ فلا یعجز أحدکم أن یلہو باسہمہ۔)) (۳)
عنقریب تم پر روم فتح کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ تمہیں کفایت کرے گا، لہذا چاہیے کہ تم میں سے ایک شخص اپنے تیروں کے ساتھ کھیلنے سے عاجز نہ ہو۔ (مترجم)

اشعة اللمعات میں زیر حدیث مذکور ہے: باید کہ عاجز نیاید یکے از شماز بازی کردن تیر ہائے خود یعنی عادت کنید شہابہ تیر اندازی و پیاموز آں را و اہتمام نمائید بہ شان آن و بعضیے گفتہ اند کہ ترک نہ کنید تیر اندازی را و احتیاد آں را و اومت نمائید بر آن بعد از فتح نیز و مغرور نہ شوید کہ احتیاج بہ تیر اندازی دائم ست الخ مختصراً۔ (۴)

(۱) [اشعة اللمعات ترجمة المشكاة: ۳/۳۶۲]

(۲) [سورة الانفال: ۶۰]

(۳) [مشكاة شريف كتاب الجهاد باب اعداد آلة الجهاد، حدیث: ۳۸۶۲/۲: ۹۳]

(۴) [اشعة اللمعات، كتاب الجهاد، باب اعداد آلة الجهاد، الفصل الأول: ۳/۳۶۲]

تم میں سے ایک شخص اپنے تیروں کے ساتھ کھیلنے سے عاجز نہ ہو، اس لیے تمہیں تیر اندازی سیکھنا چاہیے، اس کی تیاری اور مشق کرو۔ بعض شارحین نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ: روم کی فتح کے باوجود تیر اندازی ترک نہ کرو، اور اس کی مشق مسلسل جاری رکھو، اور اس بات پر مغرور نہ ہو جاؤ کہ روم فتح ہو گیا ہے، اب تیر اندازی کی حاجت نہیں ہے، کیوں کہ اس کی حاجت دائمی ہے۔ عبارت اختصار کے ساتھ ختم ہوئی۔ (مترجم)

اس حدیث میں تو فتح روم ہی کا ذکر ہے کوئی کہنے والا کہہ دے کہ شرح حدیث نے مداومت بتائی ہم شرح کی نہیں مانتے۔ لہذا ہم وہ حدیثیں کیوں نہ پیش کر دیں جن میں فتح دنیا کا مشرودہ دیا گیا اور پھر بھی ارشاد ہوا ہے کہ تیر اندازی کی مشق سے کوئی عاجز نہ آے۔ حدیث میں فرماتے ہیں: صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

((ستفتح علیکم الروم ویکفیکم اللہ فلا یعجز أحدکم أن یلہو باسہمہ۔)) (۱)
عنقریب تم پر روم فتح کیا جائے گا اور اللہ تمہیں کفایت کرے گا، لہذا چاہیے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے تیروں کے ساتھ کھیلنے سے عاجز نہ ہو۔ (مترجم)
ایک حدیث میں:

((ستفتح مشارق الأرض ومغاربہا علی امتی۔)) (۲)
ارشاد ہوا۔

عنقریب پوری روئے زمین، مشرق و مغرب میری امت پر فتح کی جائے گی۔ (مترجم)
حدیث میں ہے:

((ستفتحون منابت الشیح۔)) (۳)
عنقریب تم منابت الشیح (اقطار بعیدہ) کو فتح کر لو گے۔ (مترجم)
ایک حدیث میں: ((ستفتح علیکم الدنیا۔)) (۴)

(۱) [مشکاة شریف کتاب الجہاد باب اعداد آة الجہاد، حدیث: ۳۸۶۲: ۲/۹۳]

(۲) [التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۵۶/۲]

(۳) [التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۵۶/۲]

(۴) [التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۵۶/۲]

عقرب تم پر پوری دنیا فتح کی جائے گی۔ (مترجم)

فرمایا گیا۔

منابت الشیخ سے مراد اقطار بعیدہ ہیں۔

تیسیر شرح جامع صغیر میں سیدی علامہ عبدالرؤف منادی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”أشار به إلى أنه يفتح لهم الأقطار البعيدة مما يظهر به الدين ويشرح

صدور المؤمنين.“ (۱)

اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کے لیے اقطار بعیدہ فتح ہو جائیں گے جس سے دین

کو غلبہ ہو جائے گا اور مسلمانوں کے دل مطمئن اور خوش ہو جائیں گے۔ (مترجم)

آیہ کریمہ سے ہر قوت کے رکھنے کا دینی حکم معلوم ہوا، ایک تلوار ہی نہیں۔ یوں ہی علمائے مفسرین

و محدثین و شرح حدیث کے ارشادات سے حدیثوں میں خاص کر رمی کا حکم معلوم ہوا، اور رمی تیر اندازی

اور بندوق چلانے دونوں کو شامل۔ تو تیر کمان، گولی بندوق، تینچہ سب کچھ رکھنے کا حکم معلوم ہوا۔

نیز قرآن عظیم کا ارشاد کریم ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانفِرُوا تَبَاتٍ أَوْ انْفِرُوا جَمِيعًا﴾ (۲)

اے ایمان والو! ہوشیاری سے کام لو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو۔

تفسیرات احمدیہ میں ہے:

”قالوا: إن الحذرو الحرز بمعنى التحرز، فالمعنى احذرو واحترزوا من

العدو.. و قيل الحرز ما يحرز به كالحزم والسلاح أي: خذوا سلاحكم.“ (۳)

علمائے فرمایا ہے کہ: آیت کریمہ کے لفظ ”حذر“ اور لفظ ”حور“ دونوں بچاؤ کے معنی رکھتے

ہیں۔ لہذا معنی یہ ہوگا: اے مومنو! دشمن سے احتراز کرو، دشمن سے بچو، اور کہا گیا ہے کہ: ”حور“ اسے کہتے

ہیں جس سے بچاؤ ہو سکے، جیسا کہ احتیاط اور ہتھیار وغیرہ، یعنی اپنے اسلحہ جات کو پکڑو۔ (مترجم)

کیا جب کہ قرآن و حدیث و قول علماء سے سلاح رکھنے کا حکم دینی ہے گورنمنٹ پنجاب کے

(۱) [التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۵۶/۲]

(۲) [سورۃ النساء: ۷۱]

(۳) [التفسیرات الاحمدیہ: ۱۹۳]

مسلمانوں کو تلوار کے لئے بھی آزادی نہ دے گی، خصوصاً اس صورت میں کہ یوپی وغیرہ میں تلوار بھالا چھڑی کی آزادی دے چکی ہے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ پنجاب کی ایک قوم کو کرپان رکھنے کی اجازت دے چکی ہے، سکھوں کو کرپانیں رکھنے کی اجازت ان کے مذہبی حکم کے ادعا ہی پر ہم نے سنی ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ ایک قوم کو اس کے ادعا کے بنا پر کرپانیں دی جائیں اور مسلمانوں کو قرآن وحدیث کا واضح حکم ہوتے ہوئے تلوار بھی نہ دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جس کا کل مال خبیث ہے وہ کسی سے قرض لے کے

خیرات کرے تو اس کا لینا درست

(۱۰۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ... ایک رنڈی جو کہ دودھ پیسہ میں حرام کراتی ہے، وہ اپنے یہاں کوئی کار خیر کرے یعنی ختنہ یا بزرگ کی فاتحہ یا نکاح وغیرہ تو وہ اس وقت دس روپیہ قرض لے کر اپنا کام کرائے اور بعد میں اپنی خرچی سے وہ اس کو دس روپیہ دے دے تو ایسا پیسہ کوئی نمازی آدمی یا طالب علم کھائے تو جائز ہے یا ناجائز؟ از بریلی متصل سرائے خام مرسلہ حشمت اللہ حلوائی مورخہ ۱۶/۱۱/۵۶ھ

الجواب

فتاویٰ مولوی عبدالحی لکھنوی میں ہے ”اگر وہ شخص کہ کل مال اس کا حرام ہے وہ اگر خیرات کرنا چاہے تو قرض لے لے اور اپنے مال خبیث سے اس قرض کو ادا کرے اور قرض لے کر وہ جو دے گا اس کا ثواب اس کو ملے گا، اور نذر و تحفہ وغیرہ لینا بھی اس سے درست ہوگا۔“

”فی الخلاصة قال في شرح حبل الخصاب لشمس الأئمة أن الشيخ أبا القاسم كان ممن يأخذ جائزة السلطان، وكان يستقرض لجميع حوائجه ويقضى دينه بما يأخذه من الجائزة.“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ: خلاصہ میں ہے: ”ابوالقاسم سلطان کی طرف سے عطیہ لیتے اور اپنی ضرورت کی تکمیل کے لیے قرض لیتے اور سلطان کے دیے ہوئے عطیے سے اپنا قرض چکاتے۔ (قرض ادا کرتے) (مترجم)

حرره الراحي عفو ربه القوي أبو الحسنات محمد عبد الحي تجاوز الله عن

ذنبہ الجلی والخفی۔

فتاویٰ عزیز یہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب میں ہے:

سوال:- اگر کسی نے قرض لیا کہ مشروع ست گرفتہ مسجد احداث نماید بعدہ از زرشوت وغیرہ کہ غیر

جائز ست زرقرض ادا نماید شرعا احداث ایں قسم مسجد درست ست یا نہ؟

جواب:- ایں قسم احداث کردن مسجد درست ست حکم مسجد دارد و امید ثواب برآں متوقع ست

زیرا کہ از مال کہ قرض گرفتہ بنا ساخته در وقت اداے دین ایں قرض اگرچہ از مال خبیث ادا نماید خبث ایں

در مالے کہ اول قرض گرفتہ است تاثیر نمی کند۔

جو مال حلال اس نے لے کر صرف کیا وہ کھانا حلال مگر طالب علم اور مقتدا شخص کو اس کے یہاں

جانا دعوت پر یا بے دعوت نہیں چاہیے کہ انگلیاں اٹھیں گی۔

تفسیرات احمدیہ میں ہے:

”إن كان مقتدى يخرج ألبنة ولا يأكل لئلا يقتدى الناس به وإن لم يكن

مقتدى فإن قعد وأكل جاز والأولى تركه اه مختصراً.“ (۱)

اگر خود وہ شخص ”مقتدی“ ہے تو فوراً نکل جائے اور اس دعوت کا کھانا نہ کھائے، تا کہ لوگ اس کی

اقتدا میں ایسا کرنے سے باز آجائیں، اور اگر وہ ”مقتدی نہیں“ پھر بیٹھ جاتا ہے اور کھالیتا ہے تو جائز ہے

لیکن بہتر و اولیٰ یہ ہے کہ اسے چھوڑ دے۔ اھ۔ مختصراً۔ (مترجم)

عالمگیری میں ہے: ”لا يجيب دعوة الفاسق المعلن ليعلم أنه غير راضٍ بفسقه

و كذا من كان غالب ماله من حرام ما لم يخبر أنه حلال وبالعكس يجيب مالم

يتبين عنده أنه حرام. كذا في التمر تاشي. والله تعالى اعلم.“ (۲)

فاسق معلن کی دعوت قبول نہ کرنا چاہیے تا کہ اسے پتہ چلے کہ وہ اس کے فسق کی وجہ سے ناراض

ہے، اور یوں ہی جس کا غالب مال حرام ہو جب کہ یہ نہ بتائے کہ وہ حلال ہے۔ اور اگر معاملہ برعکس ہو تو

دعوت قبول کر سکتا ہے، جب کہ اس کے نزدیک حرام ہونا ظاہر نہ ہو، ایسا ہی تمر تاشی میں مذکور ہے۔ اللہ

تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

(۱) [التفسيرات الأحمديه: ۲۵۵]

(۲) [الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا: ۵/۱۹۵]

حضور کی اولاد امجاد کے بارے میں چھہ پر اتفاق ہے

(۱۰۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحب زادہ تین تھے یا چار، اور ان کے اسمائے مبارکہ کیا کیا ہیں؟

از محلہ قروان مسؤلہ سید احمد شاہ صاحب ۱۰/رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ

الجواب

اس بارے میں روایات بہت مختلف ہیں ان چھہ اولاد پر تو سب کا اتفاق ہے: حضرت سیدنا قاسم و سیدنا ابراہیم اور چار صاحبزادیاں: حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ زہرا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما و عنہم۔ صاحب زادے کسی روایت سے تین اور کسی روایت سے تین سے زائد بھی معلوم ہوتے ہیں۔ قاسم۔ عبداللہ۔ طیب و طاہر، مطہر۔

فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

”سئل رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن عدد اولاد الکرام علیہ و علیہم أفضل الصلاة والسلام فأجاب بقوله: المتفق علیہ منهم ستة ذکر: أن القاسم و ابراهیم و أربع بنات: زینب و رقیہ و أم کلثوم و فاطمہ و هؤلاء الأربع هاجرن معہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ و اختلف فیما سوی هؤلاء الستة فضم إلیہم ابن إسحاق الطیب و الطاهر فتكون ثمانية، أربعة ذکور و أربع أناث. و الزبیر بن بکار: عبد اللہ، مات صغيراً بمكة قال: و هذا یقال له الطیب و الطاهر عند أكثر أهل النسب۔ قال الدار قطنی: و هو لا یثبت و سمي بهما؛ لأنه ولد بعد النبوة فعلى هذا هم سبعة: ثلاث ذکور و أربع أناث، و قيل هو غیرهما فجملتهن تسعة، خمسة ذکور و أربع أناث۔ و اللہ تعالیٰ أعلم.“ (۱)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد امجاد کی تعداد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو

جواب دیا: ان چھ اولاد پر تو سب کا اتفاق ہے، حضرت سیدنا قاسم و سیدنا ابراہیم اور چار صاحب زادیاں: حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہما و عنہن، ان مذکورہ چار صاحب زادیوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کا شرف حاصل کیا۔ مذکورہ چھ اولاد کے علاوہ میں اختلاف ہے، ابن اسحاق نے ان کے ساتھ طیب و طاہر کو بھی ضم کیا ہے، تو اب آٹھ اولادیں ہو جائیں گی۔ چار مذکورہ اور چار مؤنث۔ اور زبیر بن بکار نے عبد اللہ کو بھی شامل کیا ہے، جو مکہ مکرمہ میں بچپن میں انتقال فرما گئے تھے۔ فرمایا: انہی کو طیب و طاہر کہا جاتا ہے، اکثر اہل نسبت حضرات کے نزدیک دار فطنی نے فرمایا کیوں کہ یہ اعلان نبوت کے بعد پیدا ہوئے۔ تو اس تقدیر پر اولادیں سات ہوں گی، تین مذکورہ اور چار مؤنث، کہا گیا ہے کہ عبد اللہ طیب و طاہر کے علاوہ ایک اور ہیں، تو اب کل نو ہو جائیں گے، پانچ مذکورہ اور چار مؤنث۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (۱۲م)

شراب پیشاب کی طرح عین نجاست ہے

(۱۰۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
زید کہتا ہے کہ: شراب تھوڑی مقدار میں کہ حد سکر کو نہ پہنچے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس کا پینا جائز و حلال ہے۔ یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو مع حوالہ کتب جواب عنایت ہو؟ بیسوا
توجروا۔

الجواب

زید کا یہ قول حضرت سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر افترا ہے، اس پر پہلی آن میں اپنے اس افترا سے توبہ و رجوع لازم۔ اس نے اس جلیل الشان، رکن دین، امام مسلمین پر کفر کا افترا کیا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ شراب پیشاب کی طرح عین نجاست ہے۔ جسے قرآن عظیم نے رخص فرمایا:
قال تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنتَهُونَ﴾ (۱)

اے ایمان والو! شراب اور جو اور بت، اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام، تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوادے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔

اور جس پلیدی محرم العین، جس کے دماغ میں عقل کا چراغ کچھ بھی روشنی دے رہا ہو وہ بھی یہ نہ کہے گا کہ کسی پلیدی کا کوئی قلیل حصہ حلال ہے کثیر حرام ہے، بلکہ جوشی عین نجاست ہو، نجاست کا کوئی ذرہ یا کوئی قطرہ پڑ جانے سے پاک شی ناپاک ہوگی جب تک وہ ناپاک رہی، اس وقت تک کوئی صحیح دماغ والا انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ: اس کا کثیر حرام۔ قلیل حلال ہے۔ شراب حرام قطعی ہے، اس کی حرمت کتاب و سنت اور امام امت سب سے ثابت، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس کی تھوڑی مقدار کی حلت کا قول نری تہمت ہے۔ ان کے نزدیک شراب کا حکم زیادہ سخت ہے کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب مہذب پر اسے سرکہ: بالینا جائز ہے، ان کے نزدیک یہ بھی ناجائز ہے۔ فسوس کہ اس وقت سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب (کی) کوئی ایسی کتاب جس میں حکم شراب ہو مجھے نہیں مل سکی کہ میں اس سے نقول پیش کرتا۔

حضرت عارف باللہ سیدی ملا احمد چوہدری قدس سرہ العزیز تفسیرات احمدیہ میں زیراً یہ مذکور تحریر فرماتے ہیں:

”عندنا عينها حرام غير معلول بالسكر ولا موقوف عليه - ومن الناس من قال: إن السكر منها حرام؛ لأن به يحصل الفساد وهو الصد عن ذكر الله والصلاة وهذا كفر عندنا؛ لأنه إنكار عن الكتاب فإن الله سماها رجساً حيث قال: رجس من عمل الشيطان، والرجس ما هو محرم العين، وعليه انعقد إجماع الأمة وبه توارثت السنة فنهى حرام بعينها، ثم هو نجس نجاسة غليظة كالبول لثبوتها بالدليل القطعي، ويكفر مستحلها لإنكاره الدليل القطعي، ويسقط تقومها في حق المسلم حتى لا يضمن متلفها وغاصبها ولا يجوز بيعها؛ لأن الله تعالى لما نجسها فقد أهانها والتقوم مشعر بالعزلة وإن كان مالا على الأصح - ويحرم الانتفاع بها؛ لأن الانتفاع بالنجس حرام، ولأن الله تعالى أمر بالاجتناب عنها حيث قال: فاجتنبوه، وفي الانتفاع بها اقتراب عنها، ويحد شاربها وإن لم يسكر منها ولا يؤثر فيها الطبخ يعني بعد ما صارت خمر إلا ترفع حرمتها بالطبخ. ولكن جائز تخليلها عندنا خلافاً للشافعي.“ (۱)

ہمارے نزدیک خمر کی حرمت ایسی ہے کہ وہ بعینہ حرام ہے، اس کی حرمت کی علت ”نشہ دینا“ نہیں اور نہ ہی نشہ آور ہونا اس کا موقوف علیہ ہے، اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس میں سکر (نشہ آور ہونا) وجہ حرمت ہے، کیوں کہ اسی وجہ سے فساد ہوتا ہے، فساد یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منع کرنا اور نماز سے منع کرنا ہے، ہمارے نزدیک یہ قول ”کفر“ ہے، کیوں کہ اس سے اسی وجہ سے فساد ہوتا ہے، دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو ”رجس“ کہا ہے، فرمایا:

﴿رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾ (۱)

ناپاک شیطانی کام ہیں۔

اور ”رجس“ اسے کہتے ہیں جو ”محرم العین“ ہو، اور اسی پر امت کا اجماع منعقد ہے اور اسی کی سنت متواترہ تاکید کرتی ہے، لہذا ”خمر“ حرام بعینہ ہے۔ (یہ نہیں کہ جب نشہ سے خالی ہو تو پاک کہلائے) پھر خمر کی نجاست از قبیلہ نجاست غلیظہ ہے جیسا کہ پیشاب نجس غلیظہ ہے، اس لیے کہ ”خمر“ کی نجاست کا ثبوت دلیل قطعی سے ہے، اور اس کو حلال سمجھنے والے کی تکفیر کی جاتی ہے، کیوں کہ اس کی حلت کا قائل ”دلیل قطعی“ کا انکار کرتا ہے، (اور دلیل قطعی کا منکر کافر ہوتا ہے) شراب کا مال متقوم ہونا (جس کا لین دین قیماً ہوتا ہو) مسلمان کے حق میں ساقط ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ کسی کی شراب کو ضائع کر دینے والے اور اس کو غصب کرنے والے پر تاوان نہیں پڑے گا، اور اس کی خرید و فروخت بھی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جب اسے ”نجس“ کہہ دیا تو یقیناً اسے ناقدر کر دیا، اور کسی چیز کا قیمتی (قیمت والی) ہونا اس کی عزت و قدر کی طرف اشارہ کرتا ہے، اگرچہ ”اصح“ قول کے مطابق اس میں ”مالیت“ کی صفت باقی رہتی ہے، اور شراب سے نفع اٹھانا حرام ہے، اس لیے کہ ”نجس“ سے نفع اٹھانا حرام ہوتا ہے اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اجتناب کا حکم دیا ہے، وہ فرماتا ہے: ﴿فاجتنبوه﴾ (لہذا ان سے اجتناب کرو) اور اس سے نفع اٹھانے میں (اجتناب نہیں بلکہ) قریب ہونا پایا جاتا ہے، اور شراب پینے والے کو حد لگائی جائے گی، اگرچہ اس کے پینے سے وہ نشہ میں نہ آیا ہو، اور انگوروں کا رس جب شراب بن جائے تو اسے مزید پکانا ”موثر“ نہ ہوگا، یعنی مزید پکانے سے اس کی حرمت ختم نہ ہو جائے گی، ہاں ہمارے نزدیک اس کا ”سرکہ“ بنانا جائز ہے، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں ہم سے اختلاف رکھتے ہیں، (ان کے نزدیک سرکہ بنانا بھی جائز نہیں) (مترجم)

غیر محرم استاد اور پیر ہو جانے سے محرم نہیں ہو جاتا

(۱۰۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
مستورات کو اپنے پیر و مرشد قبلہ سے پردہ کرنا چاہیے یا ان کے سامنے آنا چاہیے اگر بزرگان دین کا معمول بھی کچھ ارشاد ہو تو بہتر۔ بینوا توجروا۔
از میرٹھ مستفتی مولوی محمد حسین صاحب موجد طلسمی پریس۔ ۲۷ شوال المکرم ۱۳۵۷ھ۔

الجواب

عورت پر ہر غیر محرم سے پردہ فرض ہے۔ پیر، استاد محرم نہیں ہوتا محض اجنبی ہے جو بزرگان دین ہیں وہ پردہ کو لازم ہی جانتے ہیں۔ شرعاً اجانب سے پردہ لازم۔ ملا علی قاری کی ”مسلک منقسط“ میں ہے، فرماتے ہیں:

”ستر الوجه عن الأجانب واجب علی المرأة.“ (۱)

عورت کے لیے اجنبیوں سے چہرہ چھپانا ضروری ہے۔ (مترجم)

جو عورتیں خود بے پردہ پھرتی ہیں ان کو ہدایت کرنا پیر کا کام ہے، اگر وہ پردہ نہ کریں خود سامنے آئیں اور ان کی طرف دوسری نگاہ قصدی نہ ڈالی جائے، تو اس پر الزام نہیں۔ بزرگان دین عورت کی آواز کو بھی عورت بتاتے ہیں اور اس کی آواز بھی سننا جائز نہیں جانتے۔ سیرالاولیا شریف میں ہے:

”گفت اگر امامے در نماز باشد و جماعتی در عقب او مقتدی شوند و در ایں جماعت عورات باہم باشند۔ پس اگر امام را سہو افتد مردمانے کہ اقتدا کردہ باشند یکے بہ تسبیح اعلام دہد بگوید سبحان اللہ۔ و اگر زنی واقف شود او چگونہ امام را آگاہاند۔ سبحان اللہ بگوید زیرا کہ نشاید آواز شنودن پس چہ کند پشت دست بر کف دست زند و کف دست بر کف دست نہ زند کہ بلہومی ماند۔“

یعنی حضور نظام الملۃ والدین سلطان المشائخ نے فرمایا: کہ اگر جماعت ہو رہی ہو اس جماعت میں عورتیں بھی ہوں اور امام کو سہو ہو۔ مردوں سے کوئی امام کو سہو سے تسبیح کہہ کر مطلع کرے۔ اور اگر عورت سہو پر وقوف پائے تو وہ تسبیح نہ کہے کہ عورت کی آواز سننا جائز نہیں، وہ کیا کرے کس طرح سے اعلام سہو

کرے، وہ پشت دست کف دست پر مارے، تالی نہ بجائے کہ تالی لہو و لعب میں بجائی جاتی ہے۔ [مترجم] پردہ کا حکم حکم شرع ہے اور بزرگ کا کوئی قدم شرع سے ہٹ نہیں سکتا، اس کی بزرگی باقی رہنے کے لیے ضروری ہے اتباع شریعت علی وجہ الکمال۔ اور پیروی سنن بروجہ کافی۔ تو بزرگوں کا معمول پوچھنا ہی زائد سوال ہے۔ بزرگوں کا معمول اتباع شرع جب ٹھہرا، اور پردہ کا حکم حکم شرع، تو خود ظاہر کہ بزرگوں کا معمول پردہ رہا اور ہے اور رہے گا۔

بعض اولیائے کرام کے مرید جو خود بھی درجہ ولایت پر فائز تھے ایک نہایت حسین جمیل خوب صورت پر نظر پڑی جو بے پردہ جا رہی تھی، ساتھ ہی اسی آن میں اس کا جہنمی ہونا مکشوف ہوا، آپ نے دوسری نظر بالقصد متأسفانہ ڈالی کہ کیسی حسین و جمیل ہے اور اس کا کیا برا ٹھکانہ۔ جب مرشد حق کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام عرض کیا، روئے اقدس پھیر لیا۔ دوسری جانب حاضر ہو کر سلام عرض کیا، ادھر سے ادھر وجہ شریف پھیر لیا۔ انہیں اس سے یقین ہو گیا کہ آج کوئی گناہ میں نے کیا ہے، کوئی جرم مجھ سے ہوا ہے کوئی خطا کوئی قصور ضرور مجھ سے سرزد ہوا، غور کیا تو یہی سمجھ میں آیا کہ اس نامحرم عورت کی طرف میں نے نگاہ کی تھی۔ عرض کی حضور وہ نگاہ تأسف تھی وہ نگاہ شہوت نہیں تھی، ارشاد ہوا کہ: مگر شرع نے دوسری نگاہ کی اجازت تو نہیں دی۔ اللہ اللہ آج کل کے لوگ بے پردگی پر راضی رہتے ہیں وہ کہنے کے بزرگ ہیں۔ بزرگ صورت ہونا اور ہے اور بزرگ ہونا اور۔ حقیقتاً وہ بزرگ نہیں، ہرگز وہ بزرگ نہیں، جو تبع شریعت نہیں، کیسا ہی بظاہر بزرگ صورت بلکہ صاحب کشف و کرامت ہو۔

”الاستقامة فوق الكرامة“۔ (۱)

استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے۔ (مترجم)

شریعت پر استقامت ہے اور کشف و کرامت نہیں تو ہزار کرامت سے زائد کرامت استقامت ہے۔ اور لاکھ کرامت دکھائے شریعت سے برکراں ہے تو سب مردود۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ و هو تعالیٰ اعلم۔

یہ حکایت اس وقت سمجھ میں نہیں آتی کہ کس کتاب میں کن کن بزرگوں کے متعلق دیکھی، غالباً اسی سیرالاولیا شریف میں ہے اور حضور سلطان المشائخ اور ان کے مرید ہی کا واقعہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بھلائی کا حکم اور برائی سے روکنا بقدر استطاعت فرض ہے

(۱۱۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک ایسی ریاست ہے جس کا رئیس اول سنی المذہب تھا اور جن افواج کی امداد سے یہ ریاست حاصل کی گئی وہ بھی کلیتاً سنی المذہب تھیں۔ چند سنی المذہب رئیسوں کے بعد بعض رئیسوں نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا اور رئیس حال یہی شیعہ مذہب رکھتا ہے، اس ریاست میں ہمیشہ سے حنفی مذہب کا احترام کیا جاتا تھا۔ حنفی قوانین جاری تھے، افطار صوم کے وقت صرف ایک توپ اعلان افطار کے لیے چلائی جاتی تھی جو سنی قاضی کے حکم سے سینوں کے افطار کے وقت چلتی تھی اور کوئی کام ایسا نہ کیا جاتا تھا جو حنفی مذہب کے احترام کے خلاف ہو۔ رئیس حال نے حنفی قانون کو ترک کر کے اس کی جگہ خود ساختہ قوانین جاری کرائے۔ شرع شریف کی جگہ خود ساختہ قوانین پر عمل ہونے لگا۔

دسویں محرم کو بازار سوگ میں بند کر دیئے جانے لگے۔ دلدل وغیرہ کے جلوس آبادی اور بازار میں سے گزرنے لگے اور افطار کے لیے دو توپیں سر ہونے لگیں۔ ایک سنی افطار کے وقت دوسری شیعہ افطار کے وقت۔ سنی آبادی کے وہ لوگ جو اتفاق سے سنی افطار کی توپ نہ سن سکے یا دیہات کی آبادی جو پہلی توپ کے سننے سے عاجز رہے وہ شیعہ اوقات پر روزے افطار کرنے لگے۔ ایسی حالت میں حنفی المذہب کو ان جدید جدتوں کے خلاف احتجاج کرنا مذہباً لازم ہے یا نہیں اور بالخصوص سنی علما کا فرض دینی ہے یا نہیں کہ وہ ان جدتوں کے خلاف آواز بلند کریں، اگر احتجاج میں اندیشہ نقصان اٹھانے یا قید و بند ہونے کا ہو تب بھی احتجاج کرنا علما کے لیے ضروری ہوگا یا نہیں؟ بینوا بالصدق و الصواب تو جروا۔

ازرام پور مسئولہ علی حسین خان صاحب معرفت مولوی عزیز احمد خاں صاحب وکیل۔ ۱۰ شوال المکرم ۱۳۵۶ھ

الجواب

امر بالمعروف وازالہ منکر بقدر قدرت و استطاعت فرض ہے۔

حدیث میں ہے: ((من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه،

فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان)) (۱)

(۱) [مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۲/۳۰۰]

جو تم میں برا کام دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے، اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو دل سے، اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔ (مترجم)

امر بالمعروف وازالہ منکر میں اگر ضرر لاحق ہو، تو ایسے وقت اگرچہ ترک موجب آثم نہ ہوگا مگر امر بالمعروف کرنا منکر کا مٹانا بہت عظیم کارثواب ہوگا۔ یہاں تک کہ اس میں اگر کسی کی جان جائے تو افضل شہدا ٹھہرے۔ پھر پر امن رہتے ہوئے محض احتجاج پر لائق ضرر کا کسی ایسے شخص سے جو کتنا ہی ظالم ہو مگر اگر اس کی بے حیائی اس حد تک نہ پہنچی ہو کہ وہ ظالم کہے جانے اور بدنام ہونے کی پرواہ نہ کرے ہرگز کوئی اندیشہ بھی نہیں ہو سکتا۔ علمائے کرام وغیرہم سائر اناام خواص اور عوام نسب پر ہر ایک فرد پر اپنے حسب قدرت واستطاعت تحریر و تقریر، ہر تدبیر سے ان مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا شرعاً عقلاً ہر طرح لازم۔ اور ظلم پر مظلوموں کی آہ بلند ہونا ایک فطری بات ہے جو ہرگز کسی ذی انصاف کے قانون کی زد میں نہیں آسکتی، اور جو اس پر بھی دفعہ ۱۴۴ نافذ کرے وہ ہرگز کسی عاقل کے نزدیک ذی انصاف ہستی نہیں ٹھہر سکتی۔ وہ جفا کارستم شعار ایسا ہوگا کہ ظالم مارے اور رونے نہ دے (اہل سنت کی ریاست پر رافضی کا قبضہ ہی خود بڑا ظلم اور تمام مظالم کی جڑ ہے۔ پھر ظلم بالائے ظلم یہ کہ) اہل سنت کے مذہب مہذب کے خلاف احکام جاری کرنا۔

سوگ حرام ہے۔ بجز سوگ کرانا۔ ان کے مذہب کے احکام کو مٹانا۔ قوانین شریعت یکسر اٹھا کر ان کی جگہ خود ساختہ غیر شرعی قوانین جاری کرنا یہ تو نہ صرف اہل سنت بلکہ ہر اس شخص کے نزدیک بھی اشد ظلم ہے جو اسلام کا نام لیا ہو۔ ہر سنی مسلم کا فرض اہم ہے کہ وہ ان مظالم حکام روافض پر پر زور صدائے احتجاج بلند کرے اور ان کی اصل کی بیخ کنی چاہے۔ پوری سچائی کے ساتھ یک دل یک زباں ہو کر احتجاج کریں اور جب تک دم میں دم ہے برابر احتجاج کرتے رہیں۔ رئیس اگر توجہ نہ کرے گورنمنٹ کے کانوں تک اپنی چیخ پکار پہنچائیں۔ وہ گورنمنٹ جو اپنے خود ساختہ قانون کا احترام اور اس کا لحاظ پاس اتنا ضروری جانتی ہے کہ ایڈورڈ ہشتم کو اس کی خلاف ورزی کے ارادہ پر تخت سے اتار دیتی اور ملک بدر ہونے پر مجبور کر دیتی ہے کیا وجہ وجیہ ہو سکتی ہے کہ وہ گورنمنٹ اہل سنت کے احتجاج پر کہ روافض کی سنیوں پر حکمرانی ہی دین و مذہب کے خلاف ہے ان کے یہ مظالم نہ ہوتے تو ایک یہی وجہ واجب العزل کرنے کے لئے بہت کافی وجہ تھی۔ روافض کو برسر حکومت و اقتدار رہنے دے اور سنیوں کے دینی ایمانی مطالبہ کو ٹھکرا دے۔ اگر گورنمنٹ سنیوں کے اس مذہبی مطالبہ کی پرواہ نہ کرے اور ان کی صدائے احتجاج پر کان نہ دھرے تو ہر ذی انصاف کی نظر میں اس کے ادعاے انصاف کی جو قدر ہوگی محتاج بیاں نہیں خصوصاً ان مظالم واضحہ فاضحہ پر بھی اگر

کچھ شنوائی نہ ہو اور ستم زدوں مظلوموں کی چیخ پکار نہ سنی جائے۔ معمولی اوقاف کا متولی جب دیانت کے خلاف کرتا ہے شرعاً عقلاً ہر طرح ذی ہوش اور عقل سلیم سے ذرا سا واسطہ رکھنے والے کے نزدیک بھی واجب العزل ہو جاتا ہے نہ کہ ایسے ظالم جابر حاکم۔

ریاست و بادشاہت اور حکومت و امارت سے کوئی شخص کسی ذی انصاف کے نزدیک مالک نہیں ہو جاتا کہ جو چاہے جیسا چاہے تصرف کرے۔ انگریزوں نے اپنے خود ساختہ قوانین پر جسے بادشاہ، امیر، رئیس، حاکم مانا اس کے لئے لازم ہے کہ وہ ان قوانین کا احترام کرے اور جو حدود مقرر ہیں ان کے دائرے سے قدم باہر نہ ڈالے، اگر تجاوز کرے گا، اس حد بندی کو توڑے گا، نہیں نہیں توڑنا چاہے گا، تو تاج و تخت سے محروم کر دیا جائے گا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کی ریاست میں جہاں ان کے شرعی حدود و قوانین جاری تھے، جسے حدود شرعیہ کے اندر حاکم مانا جاتا تھا وہ حدود شرعیہ کو توڑے اور حد سے تجاوز کرے پھر بھی اسے تو اسے اس کے بنائے ہوئے ایسے حکام کو جو سراسر ستم پر ستم، ظلم پر ظلم کرتے رہیں، مسلمانوں کے سر پر بلائے بے درماں کی طرح مسلط رکھا ہی جائے۔ مسلمانوں کی چیخ پکار کچھ نہ سنی جائے۔ مسلمانوں کے کاندھوں پر ان کے دین و مذہب کے خلاف زبردستی ایسے ظالموں کی حکومت کا جو رکھا ہی جائے، خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ ان محکوموں کے دین و مذہب کی علی الاعلان بیخ کنی اور ان کے نزدیک جو مذہب باطل ہو اس کی پیروی کے لیے انہیں مجبور کرتے ہوں۔ اہل سنت کے دینی و مذہبی احکام ان عبارات سے ظاہر ہیں۔ اوپر حدیث گزری۔ ((من رأى منكم منكراً فليغيره بيده۔)) (۱)

اس کی شرح تیسیر شرح جامع صغیر میں حضرت سیدی عبدالرؤف مناوی قدس سرہ وغفرلنا بہ المساوی نے یوں فرمائی: "من رأى، أى: علم منكم معشر المسلمين المكلفين القادرين منكراً، أى: شيئاً قبحه الشرع فعلاً أو قولاً فليغيره بيده وجوباً شرعاً أو عقلاً، فإن لم يستطع الإنكار بيده بأن ظن لحقوق ضرره فبسلانه أى: بالقول كاستغاثة، أو توبيخ أو إغلاظ بشرطه، فإن لم يستطع ذلك بلسانه، لوجود مانع كخوف فتنة أو خوف على نفس أو عضواً ومال فبقلمه ينكره وجوباً، بأن يكره به ويعزم أنه لو قدر فعله - وذلك أى الإنكار بالقلب أضعف الإيمان، أى: خصاله فالمراد به الإسلام أو آثاره وثمراته" (۲)

(۱) [کنز العمال: ۳/۳۴- حدیث: ۵۵۵۳]

(۲) [التیسیر شرح الجامع الصغیر: ۲/۴۱۸]

جو مسلمان، مکلف برائی سے روکنے پر قادر تم میں ناجائز بات کو دیکھے یعنی علم ہو جائے ایسی ناجائز بات کا جسے شرع نے عملاً و قولاً مذموم و ناپسند فرمایا ہے، تو اس کو ہاتھ سے روکے، یہ روکنا شرعاً و عقلاً واجب ہوگا، اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا ہے اس لیے کہ اسے لائق ضرر کا ظن غالب ہے تو زبان سے منع کرے یعنی کہہ کر مثلاً: استغاثہ کرنا، ملامت و اظہار ناراضگی اور سخت و ست کہنا، سخت کلامی کرنا، یہ بھی شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ اور اگر زبان سے منع کرنے کی اس کی طاقت نہیں کہ کوئی مانع موجود ہے مثلاً: کسی فتنے یا خود اپنی جان یا عضو یا مال کا اندیشہ ہے تو دل سے برا جانے یعنی دل سے برا جاننا واجب ہے۔ دل سے برا جاننے کا مطلب ہے کہ اس کو ناپسند کرے اور قصد کرے کہ اگر منع کرنے پر قادر ہوتا تو ضرور ایسا کرتا، اور یہ یعنی دل سے برا جاننا ایمان کا کمزور حصہ ہے، یعنی ایمان کی خصلت، ایمان سے مراد اسلام ہے یا اس کے آثار و ثمرات۔ (مترجم) تیسیر ج ۲ ص ۳۱۸ مطبوعہ مصر

رواہ الامام احمد بن حنبل و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و النسائی عن سیدنا ابي سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابوداؤد و ابن ماجہ و ترمذی و امام نسائی نے حضرت سیدی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ (مترجم)

فتاویٰ خلاصہ میں فتاویٰ صغریٰ سے ہے:

”الأمر بالمعروف یحل وإن کان یلحقه الضرر غالباً أو یعلم یقیناً۔ وفي الفتاویٰ للقاضی الإمام: إذا رای الرجل منکراً من قوم وهو یعلم أنه لو نها هم عنه قبلوا منه فإنه لا یسعه أن یتک و یتک، وإن کان یعلم أنه لو نها هم لا یمتنعون و سعه أن یتک و النهی أفضل، وإن علم أنهم یضربون أو یشتمون لو نها هم و سعه أن یتک۔“ (۱)

امر بالمعروف کرنے میں اگرچہ ضرر پہنچنے کا ظن غالب یا یقین ہو تب بھی جائز ہے، فتاویٰ قاضی میں ہے: جب کوئی لوگوں میں برائی دیکھے اور اسے معلوم ہے اگر انھیں روکا جائے تو مان جائیں گے، تو اب خاموش رہنا اور ترک امر جائز نہ ہوگا، اور اگر یہ معلوم ہے کہ نبی کے باوجود باز نہیں آئیں گے تو ترک نہی کر سکتا ہے، جب کہ نبی افضل ہے، اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ لوگ اس کو ماریں گے یا وہ لوگ سب و شتم سے کام لیں گے تو ترک نہی جائز ہوگا۔ (مترجم)

رد المحتار (۲) ج ۳ ص ۳۴۲ باب الجہاد میں ہے

”ذکر فی شرح السیر: إنه لا بأس أن يحمل الرجل وحده وإن ظن أنه يقتل إذا كان يصنع شيئاً يقتل أو بجرح أو بهزم، فقد فعل ذلك جماعة من الصحابة بين يدي رسول الله صلى الله تعالى عليه و سلم يوم أحد ومدحهم على ذلك. فأما إذا علم أنه لا ينكى فيهم فإنه لا يحل له أن يحمل عليهم؛ لأنه لا يحصل بحملته شيء من اعزاز الدين بخلاف نهى فسقة المسلمين عن منكر إذا علم أنهم لا يمتنعون بل يقتلونه فإنه لا بأس بالإقدام وإن رخص له السكوت۔ الخ“ (۱)

شرح السیر میں مذکور ہے: تنہا آدمی حملہ کرے اگرچہ قتل ہو جانے کا ظن ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں جب کہ کچھ کر سکتا ہو، مثلاً: قتل کرنا، زخمی کرنا یا شکست دینا، کیوں کہ یہ کام صحابہ کرام نے جنگ احد کے روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں کیا تھا اور آپ نے اس پر ان کی ستائش بھی فرمائی۔ لیکن جب یہ معلوم ہو کہ دشمنوں کو زہر نہیں کر سکے گا تو اب تنہا حملہ کرنا درست نہ ہوگا، کہ اس کے حملے سے دین کو کوئی اعزاز و افتخار حاصل نہیں ہوگا، ہاں فساق کو کسی برائی سے منع کر سکتا ہے، اگرچہ یہ معلوم ہو کہ وہ باز نہیں آئیں گے، بلکہ قتل کر ڈالیں گے تو یہ اقدام کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر نہی نہ کرے تو اس کی رخصت ہوگی۔ (مترجم)

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ ج ۲ ص ۲۹۴ میں ہے:

”حمل الناس على الطاعة واجتناب المعصية فهو الحسبة۔“ (۲)

لوگوں کو طاعت خداوندی اور گناہ سے احتراز پر ابھارنا ہی احساب ہے۔ (مترجم)

اسی میں ج ۲ ص ۱۹۶ پر ہے:

”الجهاد في سبيل الله تعالى لا يجوز للمسلم عند تيقن القتل من أهل الحرب والبغى وعند عدم النكايه للكفرة المحاربين۔ وتجاوز الحسبة من الإنسان عند تيقن القتل له ممن يحتسب عليه و عدم النكايه فيه، ولا يرتفع جوازها بسبب ذلك ولا يخفى أن الصبر على القتل في هذه الحالة ليس بمعصية فلا يمنع جواز الحسبة وتبقى

(۱) [رد المحتار، کتاب الجہاد، مطلب إذا علم أنه يقتل: ۱۵۷/۶]

(۲) [الحدیقہ الندیہ شرح الطریقہ محمدیہ: ۲/۲۹۴]

مشروعة معه ، و كذلك عدم النكابة ، والتاثير لا يمنع لجواز ويكون ذلك المحتسب إذا قتله من احتسب عليه من أفضل شهداء عند الله تعالى اه. مختصراً۔“ (۱)

اہل حرب اور باغیوں سے قتل ہونے اور جنگ کرنے والے کفار کو زیر نہ کر پانے کا یقین ہو تو اس وقت اللہ کی راہ میں جہاد کرنا مسلمان کو روا نہیں، لیکن احتساب جائز ہے، اگرچہ محتسب علیہ کے قتل کر ڈالنے اور اسے زیر کرنے کا یقین ہو، اور اس اندیشہ کے پیش نظر جواز احتساب زائل نہ ہوگا، واضح رہے کہ اس حالت میں قتل ہونے پر صبر کرنا گناہ نہیں، لہذا جواز احتساب ممنوع نہ ہوگا، اور اس اندیشہ کے باوجود مشروعیت باقی رہے گی، یہی حکم عدم نکایت کی صورت میں ہے۔ اور محتسب علیہ کا اثر و رسوخ جواز کے لیے مانع نہیں۔ اور جب محتسب علیہ محتسب کو قتل کر ڈالے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا شمار افضل الشہدائے میں ہوگا۔ عبارت اختصار کے ساتھ ختم ہوئی۔ (مترجم)

کوئی یہ نہ سمجھے کہ غیر حکام کے لئے یہ احکام ہیں حکام کے لئے نہیں۔

اسی حدیقہ ندیہ میں ج ۲ ص ۱۹۷ حاکم جابر ظالم جائز پر احتساب کرنے والے اور اس پر مظلوم محتسب مقتول کی نسبت حدیث نقل فرمائی: ((سید الشهداء حمزة بن عبد المطلب ورجل قام إلى إمام جائر فأمره ونهاه فقتله)) (۲)

حضرت امیر حمزہ بن عبد المطلب سید الشہدائے ہیں اور وہ شخص جو کسی حاکم ظالم کے خلاف امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرے (تو اس کا شمار بھی افضل الشہدائے میں ہوگا) (مترجم)

رواه الحاكم باسناده عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ حدیقہ ندیہ میں یہ مع شرح یوں ہے: ((عن جابر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أنه قال: سید الشهداء أي: أفضلهم عند الله سبحانه وتعالى عم النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حمزة بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ورجل من المسلمین والمراد إنسان لتدخل المرأة والنخشي قام إلى إمام أي: حاکم جائر إلى ظالم متعدد فأمره بالعدل والإنصاف ونهاه عن الجور والظلم فقتله أي: قتل الإمام الجائر ذلك الرجل الذي أمره ونهاه، فإنه يكون من أفضل الشهداء حيث بذل نفسه في سبيل الله تعالى۔)) (۱)

(۱) [الحدیقہ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیة: ۲/۲۹۶]

(۲) [الحدیقہ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیة: ۲/۲۹۴]

(۳) [الحدیقہ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیة: ۲/۲۹۴]

حضرت جابر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نزدیک شہدا میں افضل ترین نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا محترم حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور وہ مسلمان اس سے مراد انسان ہے تاکہ عورت و خنثی بھی شامل ہو جائے۔ جو کسی حاکم جابر ظالم کے خلاف اٹھ کھڑا ہو، اور عدل و انصاف کا حکم دے، ظلم و جور سے روکے، پھر وہ اس کی پاداش میں اسے قتل کر ڈالے تو یقیناً اس کا شمار بھی افضل الشہدہ میں ہوگا، کیوں کہ اس نے اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کر دی ہے۔ (مترجم)

نیز اسی میں دوسری حدیث نقل فرمائی ص ۱۹۷ ج ۲:

((قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر أو عند أمير جائر - رواه أبو داود بإسناده عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه)) (۱)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ظالم حکمراں و امیر کے پاس کلمہ حق بول دینا بہترین جہاد ہے۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسناد کے ساتھ روایت فرمایا ہے۔ (مترجم)

یہ مع شرح اس طرح ہے:

”أفضل الجهاد في سبيل الله تعالى كلمة عدل أي: حق وإنصاف قالها رجل مسلم يريد بها وجه الله تعالى عند سلطان أي: ملك له سلطنة على الناس جائر أي: ظالم أو عند أمير أي: حاكم جائر أي: ظالم۔“ (۲)

اللہ کی راہ میں بہترین جہاد کسی مسلمان کا ظالم حکمراں جو لوگوں پر ظالمانہ، جابرانہ حکومت کرتا ہو، یا ظالم امیر کے پاس کلمہ حق بلند کرتا ہے جس سے اس کا مقصد اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ (مترجم)

نیز اسی میں اسی ج ۲ ص ۱۹۷ پر یہ حدیث نقل فرمائی:

((قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: لا تزال كلمة لا إله إلا الله تنفع من

(۱) [الحديثه النديه شرح الطريقة المحمدية: ۲/۲۹۶]

(۲) [الحديثه النديه شرح الطريقة المحمدية: ۲/۲۹۷]

قالها، و ترد عنهم العذاب والنقمة مالم يستخفوا بحقها، قالوا: يا رسول الله! وما الاستخفاف بحقها؟ قال: نظر العبد معاصي الله فلا ينكر ولا يغير۔ رواه الأصبهاني بإسناده عن أنس رضي الله تعالى عنه۔ ((۱))

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کلمہ طیبہ کے کہنے والا ہمیشہ نفع میں ہے اور یوں ہی تکلیف و سزا ملتی رہتی ہے جب تک کہ کلمہ طیبہ کے حق کو کم تر اور حقیر نہ سمجھا جائے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کلمہ طیبہ کے حق کو حقیر سمجھنے کا مطلب کیا ہے؟۔ ارشاد فرمایا: بندہ لوگوں کو اللہ کی نافرمانیوں میں مشغول دیکھے تو نہ منع کرے اور نہ بدلے۔ اس حدیث کو اصہبانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (مترجم)

مشکاۃ شریف باب الامر بالمعروف میں یہ حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إنه تصيب أمتي في آخر الزمان من سلطانهم شدايد لا ينجو منه إلا رجل عرف دين الله فجاهد عليه بلسانه ويده وقلبه، فذلك الذي سبقت له السوابق۔ ورجل عرف دين الله فصدق به۔ ورجل عرف دين الله فسكت عليه۔ فإن رأى من يعمل الخير أحبه عليه وإن رأى من يعمل بباطل أبغضه عليه فذلك ينجو على أبطانه كله۔)) (۲)

آخری زمانے میں میری امت کو اپنے حکمرانوں سے سخت تکلیفیں پہنچیں گی، ان سے نجات نہیں پائے گا مگر وہ شخص جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس پر اپنی زبان، ہاتھ اور دل کے ساتھ جہاد کیا، یہ وہ شخص ہے جو پوری طرح سبقت لے گیا، دوسرا آدمی وہ جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس کی تصدیق کی، تیسرا وہ آدمی جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس پر خاموش رہا، اگر کسی کو نیکی کرتے دیکھا تو اس سے محبت کرنے لگا اور اگر کسی کو غلط کام کرتے دیکھا تو اس سے ناخوش رہا، یہ سب اپنی اندرونی حالت کے باعث نجات پائیں گے۔ (مترجم)

”اشعة الممعات“ میں حضرت شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ اس حدیث کی شرح یوں فرماتے

ہیں:

(۱) [الحديثه النديه شرح الطريقة المحمدية: ۲/۲۹۷]

(۲) [مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الامر بالمعروف، حدیث: ۵۱ ۵۱ - ۲/۳۰۳]

بدستی کہ شان میں است کہ می رسد امت مراد آخر زمان از ارباب سلطنت و پادشاہان محسنہا و بلاہائے سخت در دین از مشاہدہ منکرات و استماع باطل کہ نجات نمی یابد از ازل بلائے یا از سلطان کہ این بلا ازوے می رسد مگر مردے کہ شناخت دین خدا را بکمال و تمام و استقامت گزید بر آں پس کارزار کرد بر دین یا بر آن بلا و بزبان و بدست و بدل خود پس آں مردے است کہ پیش رسیده است اورا سابقہا از سعادت در دنیا و در آخرت و بشارت بخیر و مشوبت و توفیق طاعت و عبادت و قول حق سبحانہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ

مِنَ الْحَسَنَاتِ﴾ (۱)

اشارات بآنست۔ و سابقہ ہر خصلتے فاضلہ را گویند۔ فلاں را سابقہ است دریں امر یعنی سبقت کردہ و پیشی گرفته است بر مردم دریں کار۔ و مردے دیگر کہ وے شناخت دین خدا را اما بیک درجہ کمتر از اول پس تصدیق کرد بدین و راست دانست آں را یعنی جہاد کرد بزبان و دل نہ بدست بقرینہ مقابلت چون تصدیق کار دست و زبان ترجمانست تعبیر ازین دو تصدیق کرد۔ و مردے دیگر کہ شناخت دین خدا را فی الجملہ پس خاموش گزید بر آن و جہاد نہ کرد مگر بدل۔ پس از ان بیان حال و صفت این مرد کرد و فرمود پس اگر می بیند این مردے کہے را کہ کار ہائے نیک می کند دوست می دارد اورا بنا بر اں و اگر می بیند کہے را کہ عمل بغیر حق می کند دشمن می دارد اورا بنا بر آں پس آں مرد نجات می یابد بنا بر پوشیدہ داشتن وے محبت خیر و بغض باطل باہم۔ پس این ہر سہ قسم از مردان عارف و شناسا بدین اند در مرتبہ متفاوت اول سابق و ثانی مقتصد و ثالث ظالم۔ چنانکہ در آیہ کریمہ: ﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ﴾ (۲) آمدہ است۔ ثالث را بجهت زیادت تفسیر ظالم خواند و ثانی را میانہ رو، و اول را سابق و ہر سہ از بر گزیدہ ہائے درگاہ اند چنانکہ در اول آیت فرمود۔ (۳)

تحقیق یہ ہے کہ میری امت کو آخری زمانے میں ان کے حکمرانوں اور بادشاہوں سے سخت تکلیفیں پہنچیں گے، برائیوں کے مشاہدہ اور استماع باطل کے بارے میں، ان سے نجات وہی شخص پائے گا جسے اللہ تعالیٰ نے دین کی پہچان دی ہوگی، دین الہی کو بہ تمام و کمال جانتا ہوگا، اور اس پر استقامت کرے گا۔ پس اس نے اپنی زبان، ہاتھ اور دل کے ساتھ اس پر جہاد کیا۔ یہ وہ شخص ہے جو پوری طرح سبقت

(۱) [سورة الأنبياء: ۱۰۱]

(۲) [سورة الفاطر: ۲۲]

(۳) [اشعة اللمعات، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف: ۴/۱۸۲]

لے گیا، اسی شخص کو دنیا و آخرت کی سعادت حاصل ہوگی، جزا، ثواب، توفیق و طاعت و عبادت میں وہ سبقت لے جائے گا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں:

﴿إِنَّ الدِّينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَ الْحَسَنَىٰ﴾ (۱)

بے شک وہ جن کے لیے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا۔

اس طرف اشارہ ہے، سابقہ ہر فضیلت فاضلہ کو کہتے ہیں جو شخص کسی کام سے دوسروں سے سبقت لے جائے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ فلاں اس کام میں سابقہ ہے۔ اور زبان و دل سے جہاد کرتا ہے نہ کہ ہاتھ سے، اس پر قرینہ یہ ہے کہ لفظ تصدیق آیا ہے جو دل کا عمل اور زبان کی ترجمان ہے، ان دونوں کو تصدیق سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور تیسرا وہ آدمی جس نے اللہ کے دین کو پہچان لیا اور اس پر خاموش رہا، وہ صرف دل سے جہاد کرتا ہے، اس کے بعد اس مرد کا حال بیان کر کے فرمایا: تو اگر اس نے کسی کو نیکی کرتے دیکھا تو اس سے محبت کرنے لگا اور اگر اس نے کسی کو دیکھا برائی کرتے ہوئے وہ اس سے ناخوش ہوا، تو یہ سب اپنی اندرونی حالت، محبت خیر و بغض باطل کے باعث نجات پا جائیں گے، یہ تینوں افراد دین کی معرفت رکھنے والے مختلف درجات رکھتے ہیں، اول سابق۔ دوسرا مقتصد۔ تیسرا ظالم، جیسا کہ آیت کریمہ ہے:

﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ﴾ (۲)

تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو بھلائیوں میں سبقت لے گیا۔

تیسرے کو بہت زیادہ تقصیر کرنے والے ظالم، دوسرے کو درمیانہ اور اول کو سابق فرمایا۔ یہ تینوں برگزیدہ درگاہ ہیں، کیوں کہ آیت کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔ (مترجم)

﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ﴾ (۳)

پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو۔

شرح فقہ اکبر میں ہے کہ فسق و ظلم کے سبب مستحق عزل ہے۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ فاسق

(۱) [سورة الانبياء: ۱۰۱]

(۲) [سورة فاطر: ۳۲]

(۳) [سورة الفاطر: ۳۲]

اہل ولایت سے ہے یا نہیں۔ امام محمد سے اس میں دو روایتیں ہیں اور امام شافعی سے بھی۔ امام اعظم کے نزدیک وہ خلیفہ ہو سکتا ہے مگر وہ قاضی امیر اور خلیفہ اتفاقاً سب کے نزدیک مستحق عزل ہے۔

علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: "عن الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ أن الإمام ینعزل بالفسق و الجور و کذا کل قاض و أمیر۔ و منشاء الخلاف أن الفاسق لیس من أهل الولاية عند الشافعی؛ لأنه لا ینظر لنفسه فکیف ینظر لغيره۔ و عن أبی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ هو أهل الولاية حتی یصح للأب الفاسق تزویج ابنته الصغیرة۔ و المسطور فی کتب الشافعیة أن القاضي ینعزل بالفسق بخلاف الإمام۔ و الفرق فی انعزاله و وجوب نصب غیره اثاره الفتنة لما له من الشوكة بخلاف القاضي۔ و قيل: عدم انعزال الإمام هو المختار من مذهب أبی حنیفة و الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنهما۔ وعن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ روایتان، لکن ینعزل اتفاقاً۔" (۱)

امام شافعی فرماتے ہیں: فسق و ظلم کے سبب امام معزول ہو جائے گا، اسی طرح قاضی و امیر۔ منشأ اختلاف اس بات میں ہے کہ: فاسق، امام شافعی کے نزدیک اہل ولایت نہیں کیوں کہ جب وہ اپنے ہی حال پر رحم نہیں کھاتا تو دوسرے کی نگرانی کیا کرے گا، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: فاسق ولایت کی اہلیت رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ فاسق باپ کا اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح کرنا صحیح ہے۔ کتب شافعیہ میں جو مذکور ہے یہ ہے کہ: قاضی تو فسق کی وجہ سے معزول ہو جائے گا البتہ امام نہ ہوگا۔ فرق یہ ہے کہ: امام کے معزول ہونے اور پھر اس کی جگہ دوسرے کو مقرر کرنے میں اشتعال انگیزی اور فتنہ کا خطرہ ہے کیوں کہ اسے طاقت و بدبہ حاصل ہوتا ہے، اور قاضی کے معزول ہونے میں ایسا نہیں۔ کہا گیا ہے کہ فسق کے سبب امام معزول نہ ہوگا، یہی امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کا مختار مذہب ہے۔ امام محمد سے دو روایتیں ہیں، لیکن مستحق عزل تو بالاتفاق ہے۔ (مترجم)

در مختار میں ہے: "إن با یع الناس الإمام ولم ینفذ حکمہ فیہم لعجزہ عن قهر ہم لا بصیر إماماً، فإذا صار إمام فجاز لا ینعزل إن کان له قهر و غلبة لعودہ بالقهر فلا یفید، وإلا ینعزل به؛ لأنه مفید۔" (۲)

(۱) [شرح الفقہ الاکبر: ۱۴۸]

(۲) [الدر المختار . کتاب الجهاد، مطلب الإمام یضیر إماماً بالمبايعة: ۶/۳۱۸]

لوگوں نے امام کی بیعت تو کر لی لیکن لوگوں کے غلبہ و زور کے سبب اپنا حکم جاری و نافذ کرنے سے عاجز ہو گیا تو یہ شرعاً امام نہیں ہوگا، لیکن جب امام ہو جائے پھر لوگوں پر ظلم کرے تو اسے قہر و غلبہ حاصل ہو تو معزول نہ ہوگا کیوں کہ پھر سے دبدبہ قوت کے ذریعے غالب آجائے گا، تو معزول ہونے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا، اور اگر یہ صورت نہ ہو معزول ہو جائے گا کہ اب عزل مفید ہوگا۔ (مترجم)

ردالمحتار میں ہے:

”قوله و إلا ينعزل به أي: إن لم يكن له قهر و منعة ينعزل به أي: بالجور قال في شرح المقاصد: ينحل عقد الإمامة بما يزول به مقصود الإمامة كالردة و الجنون المطبق و صيرورته أسيراً لا يرجى خلاصه، و كذا بالمرض الذي ينسيه المعلوم و بالعمى و الصمم و الخرس و كذا بخلعه نفسه لعجزه عن القيام بمصالح المسلمين، و إن لم يكن ظاهراً بل استشعره من نفسه (إلى قوله: و كذا في انعزاله بالفسق و الأكترون على أنه لا ينعزل و هو المختار من مذهب الشافعي و أبي حنيفة رحمهما الله تعالى، و عن محمد روايتان، و يستحق العزل بالاتفاق اه و قال في المسأرة: و إذا قلد عدلاً، ثم جار و فسق لا ينعزل و لكن يستحق العزل إن لم يستلزم فتنة اه و في المواقف و شرحه أن للأمة خلع الإمام و عزله بسبب يوجب مثل أن يوجد منه ما يوجب اختلال أحوال المسلمين و انتكاس أمور الدين كما كان لهم نصبه و اقامته لانتظامها و إعلانها و إن دعا خلعه إلى فتنة احتمال أدنى المضرتين۔“ (۱)

”قوله: و إلا ينعزل به“ یعنی اگر امام کو قوت و غلبہ نہ ہو تو ظلم کے سبب معزول ہو جائے گا، شرح المقاصد میں فرمایا: جس چیز کے سبب مقصود امامت زوال پذیر ہوتا ہو اس کے ہوتے عقد امامت ختم ہو جائے گا، مثلاً: ردت، جنون مطبق (کامل دیوانگی جو الگ نہ ہوتی ہو) قیدی ہو جانا اور نجات کی امید نہ ہو، ایسے ہی وہ مرض جو یادداشت کھو دے، نابیناپن، بہراپن، گونگا پن، (ان تمام چیزوں کے پائے جانے کے سبب عقد امامت ختم ہو جائے گا) اور یوں ہی خود کو معزول کر دینے سے (امام معزول ہو جائے گا) جب کہ مصالح المسلمین کو صحیح طور پر انجام دینے سے عاجز ہو، اگرچہ یہ بات ظاہر نہ ہو بلکہ اس کے دل میں ہی پیدا ہوئی ہو، (تب بھی معزول ہو جائے گا) (إلى قوله) یہی حکم فسق کے سبب معزول ہونے میں

(۱) [ردالمحتار، کتاب الجهاد مطلب فيما يستحق به الخليفة العزل: ۶/۳۱۸]

ہے۔ اکثر فقہا فرماتے ہیں: فسق کے سبب معزول نہ ہوگا، یہی امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کا مختار مذہب ہے، اور امام محمد سے دو روایتیں ہیں، اور فسق کے سبب مستحق عزل تو بالاتفاق ہو جائے گا۔ اہ۔ مسایرہ میں فرمایا: جب امام کی بیعت کی تو وہ عادل تھا پھر ظلم و ستم اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا تو وہ معزول نہ ہوگا، ہاں مستحق عزل ضرور ہے، اگر فساد انگیزی کا خطرہ ہو، موافق و شرح موافق میں ہے: کوئی ایسا سبب جو موجب عزل ہو پایا جائے تو لوگ امام کو معزول کر دیں اور عہدہ امامت سے برطرف کر دیں۔ مثلاً: ایسی چیز پائی جائے جس سے مسلمانوں کے حالات ناگفتہ بہ اور دین کے امور ابتر ہو جائیں (تو امام کو معزول کر دیا جائے گا)۔ جس طرح لوگوں کو مسلمانوں کے احوال کے نظم و ترتیب اور اعلا و ترقی کے لیے ”امام“ مقرر کرنے کا حق ہے، (اسی طرح عہدہ امامت سے برطرف کرنے کا بھی حق ہے) اور اگر عزل امام سے فتنہ انگیزی کا خوف ہو تو دونوں مضرتوں میں سے ادنیٰ مضرت کو اپنایا جائے گا۔ (مترجم)

جب ظلم و جور اور فسق و فجور سے خلیفہ امام انام بھی مستحق عزل ہو جاتا ہے تو یہ حکام جو کہ ظالم جابر فاسق فاجر ہی ہیں ان کا عزل تو یقیناً واجب لازم (تو متغلب وہ بھی نہ صرف ظالم فاسق فاجر بلکہ مرتد کافر۔ کیونکہ واجب العزل نہ ہوگا) اس کے معزول کرانے کی کوشش اور پیہم سعی جتنی جو کر سکے اس کے ذمہ کیوں ضروری نہ ہوگی۔ خلیفہ بھی بوجہ فسق خود وہ معزل نہ کہا جائے گا جو قہر و غلبہ رکھتا ہو اس کے مقابلہ کی لوگوں میں طاقت و قوت نہ ہو، اور اگر ایسا خلیفہ مرتکب ظلم و جور و فسق و فجور ہوا ہو جو لوگوں پر کافی قہر و غلبہ نہ رکھتا ہو، لوگوں میں طاقت و قوت ہو کہ وہ ان کا مقابلہ نہ کر سکے تو خود ہی معزل ہو جائے گا۔

مجمع الانہر ج ۱ ص ۶۳۷ باب البغاة میں ہے: ”إذا صار إماماً فاجراً لا ینعزل إن کان

لہ قہر و غلبۃ و إلا ینعزل“ (۱)

امام، فاسق و فاجر ہو جائے تو معزول نہ ہوگا اگر اسے قوت و غلبہ حاصل ہو، ورنہ معزول ہو جائے گا۔

اور مجمع الانہر ج ۱ ص ۶۳۷ باب البغاة میں ہے: ”إذا خرج قوم مسلمون عن طاعة الإمام

أي: الخليفة العدل لا عن أمير ظلم بهم فلو خرجوا عليه لظلم ظلمهم فليسوا ببغاة كما في أكثر الكتب (إلى قوله) وفي القهستاني وفيه رمز إلى أنه يشترط أن يكون الإمام والقوم مسلمين وإلى أن الإمام لا يطاع في معصيته بالنص والإجماع اه مختصراً“ (۲)

(۱) [مجمع الأنهر، باب البغاة: ۲/۳۳۸]

(۲) [مجمع الأنهر باب البغاة: ۲/۳۳۸]

مسلمانوں نے امام برحق کے خلاف بغاوت کر دی، ظالم کے خلاف بغاوت نہ کی ہو (تو ایسے لوگ باغی کہلائیں گے) اور اگر ظالم و جابر کے جو رستم کی وجہ سے بغاوت کی ہو تو ایسے لوگ شرعاً باغی نہ کہلائیں گے، جیسا کہ اکثر کتابوں میں لکھا ہے۔ ”السی قولہ“ قہستانی میں ہے: اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ امام قوم کا مسلمان ہونا شرط ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس چیز کا معصیت ہونا نص و اجماع سے ثابت ہو اس میں امام کی اطاعت نہ کی جائے گی۔ اھ۔ مختصراً۔ (مترجم) ردالمحتار ج ۳ ص ۴۷۹ میں ہے:

”تجب طاعة الإمام عادلاً كان أو جائراً إذا لم يخالف الشرع۔“ (۱)
امام کی اطاعت واجب ہے امام خواہ عادل ہو یا ظالم۔ جب کہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔ (مترجم)

جب خلیفہ امام انام کے بارے میں یہ احکام ہیں تو ایسے حکام وہ بھی متغلب وہ بھی رافضی ظالم جائز کا کیا پوچھنا، اس کے متعلق حکم ظاہر۔ پھر یہاں جب کہ ان پر خروج کی قوت و استطاعت مفقود ہے تو خروج کی ایسی حالت میں اجازت ہی نہیں، نہ کوئی کر سکتا ہے نہ کوئی کرے گا۔ یارب اگر طاقت ہوتی اور ان پر خروج کیا جاتا جب بھی تو اس سے لوگ باغی نہ ٹھہرتے تو محض احتجاج کو جو بغاوت ٹھہرائے اس سے بڑھ کر ظالم طاغی کون ہوگا۔ اے ملکی و غیر ملکی کی بحث اٹھانے والو! اور اس پر قید و بند کی کڑیاں جھیلنے والو! اور طرح طرح کی اذیتیں برداشت کرنے والو! ذلتوں خوار یوں رسوائیوں میں پڑنے والو! بلکہ اپنے سینوں پر اس کے لیے گولیاں کھانے والو! آج تمہیں کیا ہوا کہ تم ایسے کھلے مظالم کس پر جو تمہاری جانوں ہی پر نہیں مذہب پر بھی، ان پر تم فتویٰ پوچھنے بیٹھے ہو کہ ایسے مظالم جو کرے تو صدائے احتجاج بلند کرنا لازم ہے یا نہیں۔ غیرت۔ غیرت، غیرت، ضرور ضرور پر زور صدائے احتجاج بلند کرو۔ ایسی کہ نہ صرف ہندوستان کی حکومت ہی کے ایوانوں میں گونجے بلکہ ایسی کہ سات سمندر پار لندن میں زلزلہ انگن ہو، قصر برنگھم کو لرزاں اور دارالحکومت کو ہلا دے۔

قید و بند کی پروا نہ کرو، ظالموں کو ظلم کرنے دو، تم صبر کرو یعنی تمہارا ہاتھ نہ اٹھے۔ ہاں ظلم پر چیختے جاؤ، ہر ستم پر چلائے جاؤ۔ ظالم جائز حاکم جابر۔ ستم گار جفا کار بھی اگر نہ کہہ سکو تو اپنی مظلومی کی داستانیں تو سناے جاؤ، گورنمنٹ کے کان تک اپنے گریہ و نغاں کی آواز پہنچاؤ۔ میں تمہیں جو تم نہیں کر سکتے اس کا حکم

نہیں دیتا، نہ ایسا امر کر سکتا ہوں (جب کہ تم میں خروج کی طاقت و قوت جہاد کی استطاعت نہیں یہ حکم نہیں دیتا کہ تم ایسا کرو، ایسے وقت تمہیں ایسا نہ چاہیے) مگر فقط اپنی داستانِ مظلومی سنانے کی طاقت و استطاعت تو رکھتے ہو۔ جو کر سکتے ہو وہ کرو۔ بات ایسی کہ جس کی زد تمہارے مذہب پر پڑتی ہو حتی الامکان اس کی زد سے مذہب کو بچاؤ، اپنے مقدور بھر زد اپنے سر لو مگر مذہب کو محفوظ رکھنا چاہو۔ واللہ الہادی واللہ تعالیٰ اعلم۔ رافضیوں کے شہر میں جہاں سنی کی حکومت ہو، اگر سنی ان کے ساتھ ایسا ہی پیش آتے اور ان کے مذہب کی ایسی ہی بیخ کنی کرتے تو کیا رافض کا مذہب ایسے سنی حکام کے متعلق ایسے احکام نہ دیتا جو ہم نے تحریر کیے، اگر دیتا تو معلوم ہوا کہ رافضی مذہب پر بھی ایسے ظالم جارحانہ حکم، جابر کا حکم یہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فاسق و فاجر پیر نہیں ہو سکتا

(۱۱۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) زید سید و عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث:

”اوفرُوا اللہیۃ الیٰ آخرہ۔“ داڑھیاں کثیر وافر رکھو۔ (مترجم)

پر عامل نہیں ہے یعنی اس کی داڑھی بالکل منڈی ہوئی اور موچھیں بے حد بڑی بڑی؟

(۲) بظاہر تارک الصلاۃ ہے، یعنی اس صورت میں کہ جماعت ہو رہی ہے اور وہ جماعت میں

بالکل شریک نہیں ہوتا؟

(۳) دعویٰ عشق و محبت اللہ و رسول بھی ہے اور اپنے آپ کو مخمور است سمجھتا ہے۔

(۴) پیری مریدی کا سلسلہ زوروں پر جاری رکھتا ہے مگر بظاہر معتقدین کے سامنے اپنی

خاکساری ان لفظوں میں ظاہر کرتا ہے کہ: بھائی ہم داڑھی منڈے ہیں اور موچھیں بڑی بڑی ہیں تم لوگ

سمجھ کر مرید ہو، مگر لوگ اپنی عقیدت سے مجبور ہو کر مرید ہوتے ہیں تو کیا ایسے شخص کا مذکورہ بالا فعل از روے

شریعت و طریقت جائز و روا ہے؟

(۵) ایسے پیر پر شرعاً و طریقتاً کیا حکم صادر ہوتا ہے اور یہ بیعت شرعاً روا اور جائز ہے، اگر ناجائز

ہے تو ایسی صورت میں مریدوں کو کیا کرنا چاہیے؟۔ جواب ارسال فرما کر ماجور ہوں؟ بینوا تو جو روا۔

از مقام سداڈاک خانہ نبلو بھولع شاہ آباد آ رہ مسئلہ حکیم بشیر الدین احمد صاحب۔

الجواب

داڑھی حد شرع سے کم رکھنے والا فاسق و فاجر ہے، یوں ہی بے عذر شرعی تارک جماعت فاسق مستحق اہانت ہے، اس کی تعظیم حرام ہے۔
غنیۃ وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے:

”لو قدموا فاسقاً یا ثموناً؛ لأن فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ

شرعاً.“ (۱)

اگر لوگوں نے فاسق کو امامت کے لیے مقدم کر دیا تو گنہ گار ہوں گے، کہ مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے، حالاں کہ فاسق کی اہانت شرعاً ضروری ہے۔ (مترجم)
شرائط پیری سے یہ بھی ہے کہ فاسق معلن نہ ہو ایسے شخص سے بیعت نہ کرے۔ مریدوں کو کسی سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق ایسے شخص سے جو اپنی ضرورت کے مسائل جانتا، اور یاد نہ ہونے پر کتاب سے نکال سکتا ہو۔ جس کا سلسلہ متصل اور صاحب اجازت ہو، بیعت ہونا چاہیے۔

حضرت میر سید عبدالواحد بلکرامی قدس سرہ السامی ”سبع سنابل شریف“ میں فرماتے ہیں:

”اے برادر از پیری مریدی رسمے واسے پیش نمائندہ است۔ و آن رسم واسم نیز مبنی بچند شرائط می
داں کہ بے آن شرائط اصلاً پیری و مریدی درست نیست۔ اما نخست از شرائط پیری یکے آن است کہ پیر
مسک صحیح داشته باشد۔ دوم: از شرائط پیری آنست کہ پیر در ادبے حق شریعت قاصر و متہاون نہ
باشد۔ سوم: از شرائط پیری آنست کہ پیر را عقائد درست بود موافق مذہب اہل سنت و جماعت۔ پس ایں
رسمے کہ از پیری و مریدی ماندہ است بے ایں سه شرائط اصلاً درست نیست و ایں ہر سه شرائط را بیانے مختصر
واضح کنم، اما شرط اول: کہ مسک صحیح است مرید صادق را تفحص سلسلہ درست باید کرد۔ در اکثر جاہا خلط
و خبط گشتہ است۔ نوعی ازان آنست درویشی کہ در حالت حیات بسبب غفلت و یا بسبب دیگر فرزند خود را
خلافت نمی دہد و مردمان را وصیت ہم نمی کند کہ بعد از من باید کہ خرقہ من فرزند مرا بہ پوشانید و اورا بجائے من
بنشانید، فاما مردمان آں مقام روز سوم خرقہ پیر پسر را می پوشانند و اورا بجائے پدر می نشانند و از صحت و غیر
صحت ایں کار نمی دانند۔ خلقی بہ بیعت او اسیر می گردد و اورا بے رخصت و اجازت پدر پیری شود ہمہ ضلالت در
ضلالت است، چہ اگر چہ خرقہ متروکہ پیر بسبب ارث ملک پسر شد و لیکن شرط صحت بیعت رخصت

واجازت پدرست نہ بجز خرقہ پدر۔ مؤلف راست۔“

قطعہ: اے پسر شرط صحت بیعت
در طریقت اجازت سلف ست
بدغل سکہ بے نہرہ مزن
کال رہ کا سدان ناخلف ست

اے برادر! پیری اور مریدی سے سوائے رسم اور نام کے کوئی اور چیز باقی نہیں رہی اور وہ نام و رسم بھی چند شرطوں پر مبنی ہے کہ بغیر ان شرطوں کے پیری اور مریدی درست ہی نہیں ہو سکتی۔ تو پیری کی بنیادی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ پیر صحیح مسلک رکھتا ہو۔ دوسری شرط یہ کہ پیر شریعت کے حقوق کی ادائیگی میں پیچھے رہ جانے والا اور سستی برتنے والا نہ ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ پیر کے عقیدے اہل سنت و جماعت کے موافق درست ہوں۔ لہذا پیری اور مرید کی جو رسم ابھی باقی ہے، ان تینوں شرطوں کے بغیر درست نہیں ہو سکتی، اب ان تینوں شرطوں کی میں مختصر وضاحت کرتا ہوں: پہلی شرط یہ کہ پیر کا مسلک صحیح ہو، اس کی توضیح یہ ہے کہ سچے مرید کو صحیح سلسلہ تلاش کرنا چاہیے کہ اکثر جگہ خلط اور خبط ہو گیا ہے۔ انہیں میں سے ایک صورت یہ ہے کہ جس درویش نے اپنی غفلت یا کسی اور سبب سے اپنے بیٹے کو خلافت نہیں دی اور لوگوں کو وصیت بھی نہیں کی کہ میرے بعد میرے فرزند کو میرا خرقہ پہنا دینا اور اسے میرے قائم مقام کر دینا، اس جگہ کے رہنے سہنے والے تیسرے روز اس درویش کا خرقہ اس لڑکے کو پہنا دیتے ہیں، اور اپنی اس حرکت کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا مطلقاً خیال نہیں رکھتے، اب ایک کثیر مخلوق اس کی بیعت کے جال میں پھنس جاتی ہے، اور یہ رخصت و اجازت کے بغیر پیر بن جاتا ہے، حالانکہ یہ گمراہی درگمراہی ہے اس لیے کہ اگرچہ باپ کا متروکہ خرقہ وراثت کی وجہ سے اس کے ہاتھ چڑھا لیکن بیعت کی صحت کے لیے باپ کی رخصت اور اجازت شرط ہے، نہ کہ صرف باپ کا خرقہ پالینا۔ قطعہ:

اے پسر، شرط صحت بیعت
در طریقت اجازت سلف ست

اے بیٹے! بیعت صحیح ہونے کی شرط طریقت میں سلف کی اجازت ہے۔

بدغل سکہ بے نہرہ مزن
کال رہ کا سدان ناخلف ست

دھوکے سے کھوٹے سکوں کو مت چلاؤ اس لیے کہ یہ ناخلف اور بگڑے ہوئے لوگوں کا راستہ

ہے۔ (مترجم)

نوع دیگر آنست اولیای اسلاف کہ قطب و غوث بودند فرزندان ایشان بے صحت اسناد و بے رخصت و اجازت بجز نسبت فرزند خلی ر امریدی کنند و خلق می دانند کہ ما بخانوادہ فلاں قطب و غوث پیوند درست کردیم و انا بت آوردیم سر بسرگم را ہی ست۔ شرط دوم: از شرائط پیر آنست کہ عالم و عامل باشند بر جملہ

عبادات از فرائض و واجبات و سنن و نوافل و مستحبات و در ادائے این احکام قاصر متہاون نبود، چنانچہ در ہر وضو مسواک کند و شانہ در محاسن بگرداند کہ این ہر دو سنت ست۔ و ہر پنج نماز با بانگ نماز و اقامت با جماعت ادا کند، و تعدیل ارکان نگاہ دارد و آنچه بدین ہاماند، و اگر بر انواع عبادات عالم نہ بود عامل نتواند شد و از حد شرع بیفتد۔ پس پیری را نشاید زیرا کہ ہر کہ از مقام حقیقت بیفتد بر طریقت قرار گیرد، و ہر کہ از طریقت بیفتد بر شریعت قرار گیرد، و ہر کہ از شریعت بیفتد گم راہ گردد و مرد گم راہ پیری را نشاید۔ اما در ویشے مرجع خلأق بود چنانچہ اکثر خلأق بر بیعت و انابت اور جوع دارند اور احتیاط در جزئیات شریعت فرض لازم ست، باید کہ یک دقیقہ از دقائق شرع از فوت نہ شود کہ وسیلہ گم راہی مریدانست تا نجات گویند کہ پیر ما این چنینس کار کردہ است پس اوضال و مضل گردد۔ شرط سوم از شرائط پیری: آنست کہ پیر را عقائد درست بود موافق مذہب سنت و جماعت و سنی بتعصب باشد کہ رسول علیہ الصلاۃ والسلام از جملہ ہفتاد و سہ گروہ یک گروہ را رنگار فرمودہ است و از ہفتاد و دو گروہ احترام و اجتناب نمودہ و آن یک گروہ قومے باشند کہ بر کتاب و سنت و اجماع صحابہ پیروی دارند۔ مرید چون پیر را بایں ہر سہ شرائط موصوف یا بد بیعت با او کند کہ جائز و مستحسن ست، و اگر در پیر از این ہر سہ شرط یکے مفقود بود بیعت با او جائز نہ باشد و اگر کسے از سبب نادانی با او بیعت کردہ باشد باید کہ از ان بیعت بگردد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

دوسری صورت یہ ہے کہ گزشتہ اولیا کہ قطب اور غوث تھے ان کی اولاد سند کے بغیر اور بلا رخصت اور اجازت، محض فرزند کی نسبت کی بنیاد پر مخلوق کو مرید کرتے ہیں اور مخلوق یہ سمجھتی ہے کہ ہم تو فلاں قطب اور غوث کی سرکار سے تعلق رکھتے ہیں، اور ہم تو ان کے نائب ہیں حالانکہ یہ سراسر گمراہی ہے۔ پیری کی دوسری شرط یہ ہے کہ: پیر عالم و عامل ہو جملہ عبادات کا، فرائض اور واجبات اور سنتوں اور نفلوں اور مستحبات کا، اور ان احکام کی پابندی میں کوتاہ اور ست نہ ہو۔ ہر وضو کے لیے مسواک کرے، داڑھی میں کنگھا کرے کہ یہ دونوں سنتیں ہیں۔ پانچوں نمازیں، اذان، اقامت اور جماعت کے ساتھ ادا کرے۔ تعدیل ارکان کا خیال رکھے اور اسی قسم کی دوسری باتیں نگاہ میں رکھے۔ اور اگر وہ ان عبادتوں کا عالم نہ ہوگا تو ان پر عمل نہ کر سکے گا تو حد شرع سے گر جائے گا، لہذا پیر نہیں بن سکتا۔ اس لیے کہ جو شخص حقیقت کے مقام سے گر جاتا ہے وہ طریقت پر آکر رک جاتا ہے، اور جو طریقت سے گر جاتا ہے شریعت پر ٹھہر جاتا ہے، اور جو شریعت سے گرا، گمراہ ہوا، اور گمراہ شخص پیر بننے کے لائق نہیں، اور وہ درویش جس کی جانب مخلوق جھکی پڑتی ہو مثلاً: اکثر مخلوق اس کی بیعت اور ارادت پر رجوع رکھتی ہے اس پر تو شریعت کے جزئیات میں بھی احتیاط فرض اور لازم ہے، اسے چاہیے کہ شریعت کے دقائق میں سے ایک شتمہ بھی فوت نہ

میں سے روپیہ زید نے عمر کو دیا تھا دوسرے روز نامچہ میں کسی کی گواہی نہیں ہے..... تیسرے روز نامچہ شرعاً مصدقہ نہیں، ان امور کے علاوہ زید کو انتقال کیے ہوئے بیس سال کا عرصہ گذر گیا کبھی زید کے بڑے لڑکے یا لڑکوں نے جن کے قبضہ میں ان کے باپ کا جملہ مال و متاع اور روز نامچہ ہے اپنے چچا عمرو سے نہیں کہا، کہ تمہارے ذمہ ہمارے باپ کا اتنا روپیہ واجب الادا ہے۔ پھر ایک مرتبہ زید کے لڑکے نے اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے لاہور آ کر اپنے منجھلے چچا عمرو کو روپیہ سے مبلغ چار سو روپیہ قرض لیے اس وقت بھی زید کے بڑے لڑکے نے عمرو سے یہ نہیں کہا کہ: اس کے باپ کے اتنے روپیہ اس پر ہیں۔ پھر جب زید کے لڑکے نے اپنے چچا عمرو کا قرض چار سو روپیہ ادا کر دیا اس وقت بھی اس نے اپنے باپ کے اس روپیہ و نیز روز نامچہ کا تذکرہ نہیں کیا، لیکن دس پندرہ دن کے اندر زید کے بڑے لڑکے اور اس کے بھائیوں نے اپنے باپ کا روز نامچہ مجھے یعنی عمرو کو دکھلایا اور مجھ سے بکر جو زید اور عمرو کا چھوٹا بھائی ہے جس کا نام روز نامچہ میں لکھا ہے وہ اور زید کے لڑکے جھگڑا کر رہے ہیں کہ زید کا روپیہ ادا کر دے، عمرو نے خدائے تعالیٰ کی قسم کھائی کہ اس پر ایک پیسہ زید کا نہیں اس قسم و حلف کے بعد بھی وہ لوگ نہیں مانتے۔ لہذا آپ سے گزارش ہے کہ کیا وہ روپیہ عمرو زید کے لڑکوں کو شرعاً دے سکتا ہے، اور کیا وہ روز نامچہ کی جھوٹی اور دغا بازی کی وصیت پوری کی جاسکتی ہے؟ بینوا بالکتاب تو جروا من اللہ الوہاب۔

از مہمئی بھنڈی بازار۔ مانکا منزل۔

مرسلہ حکیم مولوی سید فضل رحیم مولوی محسن صاحبان اجمل فارمیسی

الجواب

روز نامچہ میں لکھا ہونا شرعی ثبوت نہیں جو لوگ مدعی ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ دعویٰ کو شرعی طور پر رسید سے ثابت کریں اور جب وہ بینہ نہ لاسکیں تو ”باطل ست آں چہ مدعی گوید“ دعویٰ بلا دلیل قبول خرد نہیں ان کا دعویٰ محض باطل۔ شرعاً بینہ ذمے مدعی ہے اور منکر پر حلف۔

”البینة علی المدعی والیمین علی من أنکر.“ (۱)

گواہ مدعی پر لازم ہے اور قسم انکار کرنے والے پر۔ (مترجم)

جب ان کا ہاتھ بینہ سے خالی ہے اور عمرو قسم کھا کر انکار کرتا ہے تو اس کا دعویٰ خارج ہوگا، عمرو کا

انکار معتبر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

روزنامچہ میں تو مدعا علیہ کی تحریر بھی نہ ہوگی اگر مدعی خود مدعا علیہ کی سی تحریر پیش کرتا اور مدعا علیہ کو اس سے انکار ہوتا جب بھی مدعی کا دعویٰ ڈگری نہ ہو سکتا۔

خانیہ میں ہے:

”رجل ادعی علی رجل مالا فأنکر المدعی علیہ فأخرج المدعی خطأ بإقرار المدعی علیہ بذلك المال وقال: هذا خط المدعی علیہ فأنکر المدعی علیہ أن یكون خطه، فاستکتب فکتب وکان بین الخطین مشابہة ظاهرة اختلفوا فیہ، قال بعضهم: یقضي القاضي علی المدعی علیہ بذلك المال۔ وقال بعضهم: لا یقضي وهو الصحیح.“ (۱)

ایک شخص نے کسی کے اوپر مال کا دعویٰ کیا، مدعی علیہ نے انکار کر دیا، مدعی نے ایک تحریر دکھائی ”جس میں مدعی علیہ نے اس مال کا اقرار کیا تھا“ مدعی نے کہا یہ مدعی علیہ کی تحریر ہے۔ اس نے اپنی ”تحریر“ ہونے سے صاف انکار کر دیا، اس سے لکھوایا گیا تو اس نے لکھ دیا، دونوں تحریروں کے درمیان مشابہت ظاہر تھی، علما نے اختلاف کیا ہے، بعض فرماتے ہیں: قاضی مدعی علیہ کے خلاف اس مال کا فیصلہ دے دے گا، جب کہ بعض علما فرماتے ہیں: نہیں! یہی صحیح ہے۔ (مترجم)

دفتر بیاع و صرف سمسار میں اسی کا اپنا خط اس پر حجت ہے، یہ نہیں کہ دفتر صرف وغیرہ میں جو کچھ مکتوب ہو جس کا مکتوب ہو وہ سب مہر کامل اس پر اور اس کے لیے حجت ہے۔
ردالمحتار میں ہے:

”ج ۴، ص: ۴۹۱“ اعلم أن هذا كله فيما يكتبه علی نفسه كما قيده بعض المتأخرين وهو ظاهر بخلاف ما يكتبه لنفسه فإنه لو ادعاه صريحاً لا يؤخذ خصمه به فكيف إذا كتبه، ولذا قيده في الخزانة بقوله: كتب علی نفسه كما مر۔ وذكر في شرح الوهبانية أئمة بلخ قالوا: یاد كار البیاع حجة لازمة علیہ، فإن قال البیاع: وجدت بخطی أن علی لفلان كذا لزم، قال السرخسي: وكذا خط السمسار والصراف اه. فقوله: إن علی لفلان، صريح في ذلك۔ وأما قول ابن وهبان في تعليل المسألة؛ لأنه لا يكتب لإماله وعلیه فمراده أن البیاع ونحوه لا يكتب في دفتره

شئاً علی سبیل التجربة للخط أو اللهو واللعب بل لا يكتب إلاماله أو عليه، ولا يلزم من هذا أن يعمل بكتابه في الذي له كما لا يخفى خلافاً لمن فهم منه ذلك، ويجب تقييده أيضاً بما إذا كان دفتره محفوظاً عنده، فلو كانت كتابته فيما عليه في دفتر خصمه فالظاهر أنه لا يعمل به خلافاً لما بحثه؛ لأن الخط مما يزور، وكذا لو كان له كاتب والدفتر عند الكاتب لا احتمال كون الكاتب كتب ذلك عليه بلا علمه فلا يكون حجة عليه إذا أنكره أو ظهر ذلك بعد موته وأنكرته الورثة اهـ. (۱)

جاننا چاہیے کہ یہ تمام گفتگو اس صورت میں ہے جب کہ اس نے اپنے خلاف لکھا ہو جیسا کہ بعض متاخرین نے اسے اس بات سے مقید فرمایا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے۔ برخلاف اس کے جب اپنے موافق لکھے، کہ اگر اس نے اس چیز کا صراحتاً ادعا کیا تو خصم ماخوذ نہ ہوگا، اور کیوں کر ماخوذ ہو سکتا ہے جب کہ وہ اسی نے لکھا ہے، اسی وجہ سے ”خزانة“ میں اپنے قول ”کتب علی نفسه“ (اپنے خلاف لکھے) سے مقید فرمایا، جیسا کہ گزرا۔ شرح وہبانیہ میں مذکور ہے کہ ائمہ بلخ نے فرمایا: بیاع کا روز نامہ اس پر حجت لازمہ ہے، لہذا اگر بیاع کہے: میں نے اپنے خط میں یہ بات پائی کہ مجھ پر فلاں کے اتنے ہیں تو وہ لازم ہوں گے، امام سرخسی نے فرمایا: یہی حکم سمسار و صراف کے خط میں ہوگا۔ اھ تو اس کا ”إن علی لفلان“ (مجھ پر فلاں کے اتنے ہیں) کہنا اس بارے میں صریح ہوگا۔ لیکن ابن وہبان کا مسئلہ کی تعلیل میں ”لأنه لا يكتب إلا ماله وعليه“ (کیوں کہ وہ صرف وہی لکھے گا جو اس کا کسی پر یا اور کسی کا اس پر کچھ آتا ہو) کہنا، اس کا مطلب یہ ہے کہ بیاع وغیرہ اپنے دفتر میں خط کی مشق یا لہو و لعب کے طور پر کچھ نہیں لکھتا بلکہ وہی لکھتا ہے جو اس کا کسی پر یا اور کسی کا اس پر کچھ آتا ہوتا ہے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اپنے موافق صورت میں اپنی کتابت کو بنیاد بنا کر عمل کرے۔ جیسا کہ واضح ہے، ان کے برخلاف جنہوں نے اس سے وہ بات سمجھی، اور اس کو اس بات سے بھی مقید کرنا ضروری ہے کہ وہ مذکورہ حکم اس وقت ہے جب کہ اس کا دفتر اس کے پاس محفوظ ہو۔ تو اگر اس کی کتابت اپنے خلاف کی صورت میں دفتر خصم میں ہو تو ظاہر ہے کہ وہ معمول بہ نہیں، ان کے برخلاف جنہوں نے بحث کی، کیوں کہ خط ایسی چیز ہے جسے پرفریب بنایا جاسکتا ہے، یوں ہی اگر اس کے موافق کوئی لکھنے والا ہو اور دفتر کاتب ہی کے پاس ہو، کیوں کہ احتمال ہے کہ کاتب نے وہ چیز اس کے اوپر بلا اس کے علم کے لکھ دی تو وہ اس پر حجت نہیں ہو سکتا، جب کہ وہ اس کا

انکار کرے۔ یا یہ بات اس کی موت کے بعد ظاہر ہو، اور ورثہ انکار کر دیں۔ (مترجم)
اسی میں ص: ۶۳۰ کتاب الاقرار میں ہے:

”ذکر القاضي ادعی علی آخر مالاً وأخرج خطأ وقال: إنه خط المدعی علیہ بهذا المال فأنکر کونه خطه فاستکتب وکان بین الخطین مشابہة ظاهرة تدل علی أنهما خط كاتب واحد لا یحکم علیہ بالمال فی الصحیح؛ لأنه لا یزید علی أن یقول هذا خطی وأنا حررتہ، لکن لیس علیّ هذا المال وثمة لا یجب کذا هنا إلا فی دفتر السمسار والبیاع والصراف اه. وقال السائحانی وفي المقدسی عن الظہیریة لو قال: وجدت فی کتابی أن له علی ألفاً أو وجدت فی ذکری أو فی حسابی أو بخطی أو قال: کتبت بیدي أن له علیّ کذا کله باطل، وجماعة من أئمة بلخ قالوا فی دفتر البیاع: إن ما وجد فیہ بخط البیاع فهو لازم علیہ؛ لأنه لا یکتب إلا ما علی الناس له وما للناس علیہ صیانة عن النسیان، والبناء علی العادة الظاهرة واجب اه. فقد استفدنا من هذا أن قول أئمتنا لا یعمل بالخط یجری علی عمومہ واستثناء دفتر السمسار البیاع لا یظهر بل الأولی أن یعزى إلى جماعة من ائمة بلخ وأن یقید بکونه فیما علیہ.“ (۱)

امام قاضی نے فرمایا: کسی نے کسی پر مال کا دعویٰ کیا، اور ایک خط پیش کر دیا اور کہا کہ یہ مدعی علیہ کا خط ہے جس میں اتنے مال کا اقرار ہے، مدعی علیہ نے اپنا خط ہونے سے انکار کر دیا، اس سے لکھوایا گیا اور دونوں خطوں کے درمیان مشابہت بالکل ظاہر تھی جو اس بات پر دلالت کر رہی تھی کہ یہ دونوں خط ایک ہی کاتب کے ہیں پھر بھی صحیح مذہب پر اس کے خلاف مال کا فیصلہ نہ دیا جائے گا، کیوں کہ یہ زیادہ سے زیادہ اس بات کو بتا رہا ہے کہ وہ کہے: یہ میرا خط ہے، میں نے اسے لکھا ہے لیکن یہ اس ”مال“ پر دلیل نہیں ہو سکتا، ہاں دفتر سمسار و بیاع و صراف میں اسی کا اپنا خط اس پر حجت ہے۔ اہ۔ سائحانی نے کہا ہے، مقدسی میں ظہیریہ سے منقول ہے: اگر کہے میں نے اپنے رجسٹر میں دیکھا کہ اس کے مجھ پر ہزار ہیں یا میں نے اپنے روزنامہ یا دفتر یا اپنے خط میں دیکھا یا کہا میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا کہ اس کے مجھ پر اتنے ہیں، تو یہ تمام صورتیں باطل ہیں۔ ائمہ بلخ کی ایک جماعت نے دفتر بیاع کے بارے میں فرمایا: جو کچھ اس دفتر میں بخط بیاع پایا جائے تو وہ اس پر لازم ہوگا کیوں کہ وہ اس دفتر میں صرف وہی لکھے گا جو اس کا لوگوں پر یا

لوگوں کا اس پر آتا ہوگا، بھول چوک سے حفاظت کے لیے، اور جو عرف و عادت لوگوں کی ظاہر ہے اسی پر بنا کر نا واجب ہے۔ اھ۔ مذکورہ تقریر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہمارے ائمہ کا قول ”لا یعمل بالخط“ (خط کو بنیاد بنا کر عمل نہیں کیا جائے گا) اپنے عموم پر جاری ہوگا، اور دفتر سمسار و بیاع کا استثناء ظاہر نہ ہوگا، بلکہ بہتر ہے، اسے ائمہ کی ایک جماعت کی طرف منسوب کرنا اور اس بات سے مقید کرنا کہ اس کا خط اس صورت میں حجت ہوگا جب کہ اس کے خلاف ہو۔ (مترجم)

عبارت شامی سے یہ بھی روشن کہ اگر روز نامچہ میں مدعا علیہ کی سی تحریر وصول بھی ہوتی تو بھی وہ معمول بہ نہ ہوتی جب کہ وہ روز نامچہ اس کے فریق کا ہے کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے، بنا لیا جاتا ہے، اور میں کہتا ہوں کہ اگر مدعا علیہ کو وہ تحریر تسلیم بھی ہوتی جب بھی کہ وہ اس قرض کو تسلیم نہیں کرتا ہے، معمول بہ نہ ہو سکتی کہ روز نامچہ کی تحریر اتنا ہی تو بتاتی ہے کہ: مدعا علیہ نے یہ قرض لیا تھا، اس کے ذمہ اس کا باقی ہونا یہ روز نامچہ کی اس تحریر مدعا علیہ سے نہیں ثابت ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرام میں شفا نہیں، مگر طبیب حاذق غیر فاسق اسی کو آخری دوا بتائے

تو استعمال میں حرج نہیں

(۱۱۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

میری ایک عزیزہ مرض تپ دق میں مبتلا ہیں۔ ڈاکٹر صاحبان کی رائے شیر مادہ خرمفید بتاتے ہیں، مگر مریضہ اس چیز کے استعمال کرنے کو منع کرتی ہیں، کیوں کہ وہ حرام خیال کرتی ہیں، ایسی حالت میں آیا اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو روا۔

الجواب

مولیٰ عزوجل انہیں صحت تامہ عطا کرے۔ بہت اچھی نیک خیال بی بی ہیں۔ مادہ خرکا دودھ جائز نہیں، حرام میں شفا نہیں۔ ہاں اگر طبیب حاذق مسلم غیر فاسق کہے کہ اس مرض کی اب یہی دوا ہے، یہی پچھلا علاج ہے تو اس وقت اس کے حق میں وہ حرام نہ ہوگا، یعنی بقدر ضرورت اور اس وقت اس سے شفا کی امید بھی ہوگی۔

فتاویٰ خلاصہ میں ہے:

”التداوی بلبس الأتان إذا أشاروا إليه لا بأس۔ قال الصدر الشهيد في

الفتاویٰ: وفيه نظر، وكذا يكره المعالجة في الجراحة بعظم الخنزير. (۱)
مادہ خر کے دودھ سے علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں جب اطبا مشورہ دیں۔ صدر شہید نے
فتاویٰ میں فرمایا: اس میں نظر ہے، اور یوں ہی آپریشن (زخم) میں خنزیر کی ہڈی سے علاج کرنا مکروہ
ہے۔ (مترجم)
درمختار میں ہے:

”اختلف في التداوي بالمحرم، فظاهر المذهب المنع كما في رضاع
البحر، لكن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوي، قيل: يرخص إذا علم فيه الشفاء
ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتاوى.“ (۲)
تداوی بالحرام میں علما کا اختلاف ہے، ظاہر مذہب میں ممنوع ہے جیسا کہ بحر کی کتاب الرضاع
میں ہے، لیکن مصنف نے حاوی سے نقل فرمایا ہے: کہا گیا ہے: تداوی بالحرام میں رخصت ہے جب کہ شفا
کا یقین ہو اور اس کے علاوہ کسی اور حلال دوا کا علم نہ ہو۔ جس طرح پیا سے کو شرب خمر کی رخصت ہے، اسی
پر فتویٰ ہے۔ (مترجم)

بحال اضطرار مضطر کے حق میں قدر ضرورت حکم حرمت مرتفع ہو جاتا ہے۔ خود حدیث میں
دوائے خبیث سے نہی وارد۔ تداوی بالحرام سے ممانعت فرمائی۔ ان کے ساتھ حدیث عربینین ”جس میں
بول شتر کے دوائے استعمال کا حکم موجود“ بھی نظر میں ہے۔ بات وہی ہے کہ احکام حالت اضطرار احکام حالت
اختیار سے جدا ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

”أجابوا عنه بأن ما في حديث العربيين بأنه قد كان للضرورة فليس فيه
دليل على أنه يباح في غير حال الضرورة الخ.“ (۳)
علمائے حدیث عربینین کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ (بول کا پلانا) ضرورت کے پیش نظر تھا، لہذا اس
میں دلیل نہیں کہ بلا ضرورت مباح و حلال ہو۔ (مترجم)

(۱) [خلاصة الفتاوى: ۵۳۴/۲]

(۲) [الدر المختار، كتاب الطهارة، مطلب في التداوي بالمحرم: ۳۲۵/۱]

(۳) [عمدة القاري، كتاب الوضوء، باب الأبول الإبل والدواب والغنم ومرابضها: ۶۴۹/۲]

اور مثنوی شریف میں بھی فسق پر استہزا کئی جگہ موجود ہے، مثلاً: ع ”گہ شہیدے دیدہ از..... خر۔ اور جان من..... را دیدی و کدورانہ دیدی“ (ملفوظات مبارکہ، اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حصہ اول ص: ۳۸-۳۹) اور خالص الاعتقاد شریف کے حواشی میں بھی ارتداد و یوبندیت پر استہزا جا بجا موجود ہے۔ وقعات السنان شریف و ادخال السنان شریف میں بھی جا بجا کفریات تھا نو یہ پر استہزا موجود ہے۔ ان تینوں اشعار کو بھی کافر عورتوں پر استہزا تصور کرتے ہوئے حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان تقدس کے خلاف نہ سمجھا اور پریس میں کتابت و طباعت کے لیے دیئے جانے والے مسودے میں ساتوں اشعار کو مدحت سیدتنا ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اشعار سے قطعاً علاحدہ لکھا۔ لیکن کاتب کی حماقت یا خیانت کہ ان ساتوں شعروں کو حضرت سیدتنا صدیقہ کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدحت کے اشعار کے درمیان دو جگہ درج کر دیا۔ مولانا موصوف کو جب اس غلطی پر اطلاع ہوئی..... تو پریشانیوں کی بنا پر نیز یہ سمجھ کر کہ کنکروں پتھروں کو اگر کوئی شخص جو اہرات میں خلط کر دے تو کنکر پتھر خود ہی بتا دیں گے کہ ہم جو اہرات نہیں، مسلمانوں کو ان تینوں اشعار کا مضمون خود ہی بتا دے گا کہ ہم کو بارگاہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہرگز کچھ تعلق نہیں پھر بھی اگر بفرض غلط کسی کو کچھ شبہ بھی ہوگا تو حضرات علمائے اہل سنت اس کو سمجھا دیں گے کہ یہ اشعار ہرگز ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں نہیں بلکہ انہیں کافر عروسان حجاز کے متعلق ہیں۔ ان اشعار کی صحیح ترتیب شائع کرنے میں جو تامل و تغافل برتا تھا اس سے کھلم کھلا علی الاعلان صاف لفظوں میں توبہ شائع فرمادی۔

(رسالہ سنی ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ ص: ۱۷-۱۸)

استغنا یہ ہے کہ...

مولانا موصوف نے اپنے تامل و تغافل کو اپنا گناہ مانتے ہوئے اس سے کھلم کھلا کئی بار زبانی و تحریری توبہ شائع فرمادی اور صحیح ترتیب کے ساتھ ورق چھپوا کر بار بار اعلان شائع فرما دیا کہ جس کے پاس کتاب مذکور ہو چاہے وہ کتاب میرے پاس بھیج کر مجھ سے قیمت واپس لے لے ورنہ اس کے ص: ۳۷-۳۸ والا ورق نکال کر میرے پاس بھیج کر یہ صحیح ترتیب کے ساتھ چھپا ہو اور ق مجھ سے طلب کر کے کتاب میں لگا لے، جس میں سے ان ساتوں اشعار کو قطعاً نکال دیا ہے۔ صورت مستفسرہ میں مولانا موصوف کو اپنا امام و خطیب ماننا ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں اور ان پر سب و شتم و طعن و تشنیع سے پرہیز کرنا شرعاً ضروری ہے یا نہیں؟

از مصلیان جامع مسجد مدین پورہ بمبئی ۸، ۱۷، ۱۸ صفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۵ء

الجواب

صورت مستفسرہ میں جب کہ واقعہ یہ ہے کہ مولانا سلمہ ربہ وحفظہ وانجاہ نے ان اشعار کو ام زرع اور اس کی سہیلیوں کے لیے سمجھا اور اسی لیے ان کو مدحت حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے علاحدہ لکھا تو ان پر الزام اہانت اصلاً نہیں ہو سکتا۔ وہ اس سے قطعاً بری۔ قصدی تو ہیں سے تو وہ بری ہیں ہی۔ ایسے فعل سے بھی بری ہیں جو موجب اہانت ہو اگرچہ قصد اہانت نہیں قصد مدحت ہی کا ہو۔ مولانا کا مسلمانوں کے ساتھ یہ حسن ظن تو بجا تھا مگر عوام کا لحاظ پھر بھی ضرور تھا کہ وہ خود تو ان اشعار کو یہ نہ سمجھیں گے کہ وہ متعلق ام المؤمنین ہیں، مگر عوام بہکانے سے بہک سکتے ہیں۔ الٹی پٹی پڑھانے والے بہکانے والے کچھ کا کچھ بتانے والے بہت ہیں، خصوصاً وہابیہ ملاعنہ۔ مولانا سلمہ کو ان کی دہن دوزی کے لیے جیسے ہی انہیں اطلاع ملی تھی ویسے ہی فوراً بے تاخیر صحت نامہ چھاپ دینا چاہیے تھا۔ مولانا سلمہ نے جو مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن فرمایا وہ صحیح، اسی لیے برسہا برس گزرے حدائق بخشش حصہ سوم کو چھپے ہوئے کسی مسلمان نے اب سے پہلے کبھی تحریراً تقریراً نہ جلوت میں نہ خلوت میں کچھ لکھ کر نہ زبانی کہا۔ حتیٰ کہ اتنا بھی نہ کہا کہ یہ اشعار بے موقع درج ہو گئے ہیں، لہذا صحت نامہ چھاپ دیجیے۔ یہاں تک کہ مولانا سلمہ کے جو سنی مخالفین معاندین ہیں جن سے آج اس بارے میں (بے قصد موافقت و معاونت وہابیہ) ہم نوائی و اعانت وہابیہ ملاعنہ تحریراً تقریراً صادر ہو رہی ہے، انہوں نے بھی اس حال سے پہلے کچھ نہ کہا صحت نامہ چھاپ دینے کا بھی مطالبہ نہ کیا۔

مجھے جہاں تک معلوم ہوا ہے کہ غالباً کاظم علی دیوبندی نے کانپور میں اپنی تقریر میں اسے ذکر کر کے فتنہ اٹھانا چاہا۔ پھر جگہ جگہ وہ اس سے سن کر اور وہابی اسے دہراتا رہا، جب بھی لوگوں کو اس کا خیال نہ ہوا۔ یہی سمجھا کئے کہ وہابیہ جیسے اور افتراءات دن رات کرتے پھرتے ہیں ویسے ہی یہ ہے۔ کاش اس وقت ہی مولانا خود صحت نامہ چھاپ دیتے یا انہیں وہابیہ کی افتراءازی فتنہ پردازی کی اطلاع نہ ہوئی تھی تو کوئی سنی صاحب اس وقت مطالبہ صحیح فرماتے خصوصاً مولانا کے مخالف لوگ۔ مولانا سلمہ نے چھاپے میں تساہل کیا تغافل برتا تو وہ صاحبان جنہیں اس پر اطلاع ہوئی انہوں نے بھی مطالبے میں تساہل تغافل کیا، نہ کسی انکے خاص عنایت فرما، اللہ آبادی کو اس سال سے پہلے یہ توفیق ہوئی نہ ان کے خاص الخاص مارہروی بزرگ یا بزرگ زادے نے اب سے پہلے کچھ فرمایا۔ (نہ اب سے پہلے ان بزرگ اور بزرگ زادے نے حدائق بخشش حصہ سوم کے اس مسودے کے اپنے یہاں ہونے سے انکار فرمایا جس کا مارہرہ شریف سے ملنا مولانا محبوب علی صاحب نے ظاہر فرمایا، جسے برسوں گزریں۔) مولانا سلمہ ربہ وحفظہ عن شرور اعداءہ کو محض

اس لیے کہ وہ برادر ہیں شیر پیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی صاحب سلمہ کے، مطالبے میں معتوب ہوئے کئی سال گذر گئے، ان پر عتاب کی اور وجہ تو کوئی خیال میں آتی نہیں اگر اس کا انکار (عہ) فرض یا واجب تھا تو جب ہی فرمایا جاتا۔ یا پہلے فرض نہ تھا، پہلے اس سے دینی دنیاوی اپنے اور اپنے خاندان کے لیے ضرر پیش نظر نہ ہوئے تھے، اب کسی مصلحت کے پیش نظر اس سے انکار فرض یا واجب ہو گیا۔ اگرچہ اس سے دین و مذہب کو کیسا ہی ضرر ہو، کتنا ہی صدمہ پہنچے، وہابی اور ہر مخالف بغلیں بجائے، مولانا سلمہ کے جھوٹ اور محض بے فائدہ جھوٹ کی دستاویز اس کے ہاتھ آجائے، کچھ ہو مگر اپنے معتوب کو نقصان پہنچ جائے وہ بے اعتبار ہو جائے۔ سنی عالم دین رسوائے عام ہو جائے، اس کی پرواہ نہیں، یوں ساری سنی قوم بدنام ہو کہ اس کے علما کا یہ حال ہے، اس کا لحاظ نہیں فرمایا گیا۔

مولوی محبوب علی صاحب نے جب یہ حصہ چھاپا ہے ضرور حاضر خدمت کیا ہوگا کہ جب وہ معتوب نہ تھے محبوب تھے، اور ان کے برادر ان سے زیادہ۔ اگر اس زمانہ اظہار محبت و کرم و عنایت و وداد از جانب بزرگ و اظہار غلامی و انقیاد از جانب مولانا سلمہ میں صحت نامہ چھاپنے کا حکم فرمایا جاتا تو مولانا سلمہ ضرور فوری تعمیل فرماتے۔ اگر اس زمانے میں یہ اشعار اس طرح غلط جگہ ان بزرگ اور بزرگ زادے کو نظر آئے اور جب سے اب تک انہوں نے مطالبہ صحت نہ کیا، تنبیہ نہ فرمائی تو کیوں؟ کیا ان حضرات نے انہیں مدح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جانا اور اسے صحیح سمجھا۔ یا یہ سمجھا کہ یہ ہیں تو متعلق ام زرع وغیرہا، یہاں غلط درج ہو گئے۔ فافہموا و تدبروا۔ اور ہم نے جو کہا کہ عوام کا لحاظ ضرور تھا اس کی صحت خود ظاہر، بہکانے والوں کے بہکانے میں کیسے آگئے، انقلابیوں کے پروپیگنڈے کے کون کون شکار ہوئے؟ یہ سچ ہے کہ اگر محض انقلابی وہابی چیختے رہتے، اپنے گلے پھاڑ ڈالتے تو بھی فتنہ اتنا نہ پھیلتا، شدنی وہ جو بے ہوئے نہ رہے، یہ غفلت یا سہل انگاری ہونا تھی ہو کر رہی۔

ہو سکتا ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے متعلق ام زرع وغیرہا عروسان حجاز ہوں کہ وہ ابتدائی کلام ہے۔ بعض باتیں کسی موقع پر خلاف تقدس سمجھی جاتی ہیں اور وہی بعض موقع پر کچھ منافی تقدس نظر نہیں آتیں۔ سوال میں حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مثنوی کے بعض الفاظ مذکور ہوئے انہیں مثنوی میں سینکڑوں برس سے دیکھنے والوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ سنا گیا کہ حضرت مولانا رومی قدس سرہ کے تقدس پر کوئی حرف رکھتا۔ افضل الصحابہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (غزوہ حدیبیہ میں عروہ بن مسعود ثقفی سے جب کہ وہ حالت کفر میں کفار قریش کے سفیر بن کر آئے تھے) فرمایا تھا: "أمصص بظر اللات" پھر زبان زبان کا بھی فرق ہوتا ہے۔ عربی میں وہی بات اتنی معیوب نہیں

ہوتی اردو میں اس کا ترجمہ جتنا مکروہ و معیوب ہوتا ہے۔ یوں ہی عربی فارسی اردو کو سمجھیے۔ ایسے ہی ”امصص بظر اللات“ کا ٹھیٹھ اردو ترجمہ نہ آپ کر سکیں گے، نہ مہذب دنیا سے سننا گوارا کرے گی۔

حدیث کے لفظ ”ملاء کساء ہا کنایۃ عن امتلاء جسمہا و سمنہا“ اس صورت میں حدیث کے اس لفظ کو دیکھنے کے بعد اگر اس شعر کو متعلق ضررہ و خرام زرع اعلیٰ حضرت کا شعر سمجھا تو مولانا سلمہ پر کوئی حرف نہیں آتا۔ اس صورت میں ان پر کوئی اور الزام تو نہیں۔ بس یہی کہ انہوں نے تساہل کیا تغافل برتا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ جب انہوں نے اس سے کھلم کھلا توبہ بھی کر لی تو اب ان پر یہ الزام بھی نہ رہا۔ سب و شتم و لعن و طعن کا حرام ہونا خود ظاہر۔ سب و شتم و لعن تو کسی صورت میں بھی جائز نہ تھا۔ طعن کا بھی کوئی موقع نہ رہا۔ ان کی اس توبہ کا قبول واجب ہے۔ جو لوگ ان کی توبہ کے بعد بھی ان پر طعن کرتے ہیں وہ حد سے بڑھتے ہیں۔ حق اللہ اور حق العبد میں گرفتار ہوتے ہیں۔ وہ ظالم جفا کار جاڑستم گار ہیں۔ قہر قہار و غضب منتقم جبار سے ڈریں۔ وہ لوگ جو اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں طرح طرح گنہ گار حرام کار ہیں۔

وہ ارشاد الہی: ﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا﴾ سے۔ (۱)

مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور آپاسنبجالا۔ (مترجم)

وہ فرمان رسالت پناہی: ((التائب من الذنب کمن لا ذنب له))۔ (۲)

گناہ سے صدق دل سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی طرح ہے۔ (مترجم)

، نیز ارشاد نبوی: ”ہلا شققت قلبہ۔“ سے غافل یا تساہل ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیا

تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔ (مترجم)

وہ بدگمانی کے جرم عظیم میں مبتلا ہیں جو ان کی بار بار کی توبہ کو توبہ کہہ کر یہ سمجھ کر رد کرتے کراتے ہیں

کہ انہوں نے یقیناً توہین کی اور یہ توبہ محض نمائشی ہے۔ عزل امامت کے خوف سے ہے۔

تفسیرات احمدیہ میں حضرت علامہ عارف باللہ سیدی ملا احمد جیون قدس سرہ زریا یہ کریمہ:

﴿لَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَىٰ إِلَيْكُمْ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ (۳)

(۱) [سورة آل عمران: ۸۹]

(۲) [کنز العمال، کتاب التوبة قسم الافعال: ۴/۱۱۱۔ حدیث: ۱۰۴۲۴]

(۳) [سورة النساء: ۹۴]

جو تمہیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ (مترجم)

فرماتے ہیں: "قال الإمام الزهد: (إلى) قال أسامة: إنه أسلم متعوذاً من سيفي فقال عليه وعلى آله الصلاة والسلام: هلا شققت عن قلبه، فقال: يا رسول الله! لو شققت قلبه هل وجدت إلا دماً غليظاً، فقال عليه وعلى آله الصلاة والسلام: عبر بلسانه عما قلبه." (۱)

امام زاہد کہتے ہیں: (إلى) اسامہ نے کہا: اس نے میری تلوار کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا، اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! اگر میں اس کا دل چیرتا تو مجھے وہاں صرف گاڑھا خون نظر آتا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے جو زبان سے کہا تھا وہ اس نے اپنے دل کی بات کی تعبیر کے طور پر کہا تھا۔ (مترجم)

یہ لوگ ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق بھی یہی اوہام پکاتے جن پر توبہ فرض ہوئی انہوں نے توبہ کی، یا صحابہ ہی کے ساتھ حسن ظن لازم ہے؟۔ انہی کے ساتھ بدگمانی حرام ہے؟۔ اور مسلمانوں کے ساتھ بدگمانی حلال ہے؟۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ کسی مسلم کی طرف کسی گناہ کی نسبت بے ثبوت صحیح شرعی نہیں کی جاسکتی۔ دل کا حال یہ کیسے جانتے ہیں کہ انہوں نے یہ بناوٹی توبہ امامت کے لیے کی ہے، حقیقی توبہ نہیں کی، اخلاص نہیں یہ تو لوگوں پر توبہ کا دروازہ بند کرنا ہے، پھر کوئی مسلمان ہونے آئے تو یہ اسے دھکا دے دیں گے کہ یہ تو فلاں غرض سے اسلام لانا ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ یہ مسلمان نہیں کیا جاسکتا۔ ولا حول ولا قوة إلا باللہ العلی العظیم۔ فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفر اللہ، شب جمعہ، بستم صفر ۱۳۷۵ھ

نوٹ:- یہ فتویٰ کتاب فیصلہ مقدمہ شرعیہ قرآنیہ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ محمد ابرار احمد امجدی

بعض غلط الفاظ کا حکم

(۱۱۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
(۱) زید کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت اپنی کتابوں میں مطابق قرآن و حدیث لکھ گئے ہیں، اس کو قدرت بھی کم و بیش نہیں کر سکتی ہے۔

(۲) قوم پٹھان کا کوئی سلسلہ وثبوت نہیں، بکر کہتا ہے کہ میں نے مولوی اختر رضا خاں صاحب سے معلوم کیا وہ بھی جواب نہ دے سکے، بکر نے کچھ اس پر دوس کیا کہ پٹھان کی قوم حرام ہے۔

(۳) بکر محفل میلاد میں گروناک کی تعریف کر رہا تھا، زید نے منع کیا کہ یہ قوم ناپاک ہے، ایسے موقع اور محل پر یہ قابل تعریف نہیں ہیں، بکر نے جواب دیا کہ اسلام کی معتبر کتابوں سے اس کی تعریف آئی ہے۔

(۴) فتویٰ کا جواب سوال نمبر ۳ زید پر کفر لازم آیا ہے، آج ایک سال کے بعد فتویٰ پیش کیا جاتا ہے، زید کا کہنا ہے کہ ایک سال تک میری بات کو کیوں پوشیدہ رکھا، ایک سال تک مجھ سے اور میرے ساتھیوں سے یہ تاخیر فالی ہوئی، اس کا کون ذمہ دار ہے، مجھے فوراً یہ فتویٰ کیوں نہیں دکھایا تاکہ میں توبہ کر لیتا۔

(۵) زید نے ایک سال پہلے دکھایا تھا کہ اعلیٰ حضرت جو قرآن و حدیث کے مطابق اپنی کتابوں میں لکھ گئے ہیں اس کو قدرت بھی نہیں مٹا سکتی ہے۔

اس پر کفر کا فتویٰ آیا جو شامل ہے، اس کا دوبارہ صحیح مناسب جواب دیجیے گا۔

شمس الدین خاں موضع مسارانی ڈرکی بریلی شریف

الجواب

(۱) زید اپنے اس بے ہودہ انداز سے توبہ و رجوع کرے، قرآن و حدیث کے حکم کے مطابق جو حکم شرع اس کلمہ سے اللہ تعالیٰ پاک ہے کہ اس مطابق کو غیر مطابق کر دے مگر اس کا انداز بیان بے ہودہ ہے اور اس کی ضرورت بھی پیش آسکتی ہے کسی ذی عقل کے نزدیک، اس نے محض بے ضرورت بات کی اور ایسی بے ہودگی سے اس سے پہلے جو سوال مولوی جہانگیر صاحب سے کیا تھا جس پر انہوں نے توبہ و تجدید نکاح وغیرہ کا حکم دیا تھا اس کلام کو بنایا تھا وہ صحیح پر اس سوال میں یہ نہیں تھا کہ مطابق قرآن و حدیث لکھ گئے ہیں۔

(۲) بکر پر توبہ لازم ہے، اسے تاریخی ثبوت نہ ملا تو اس نے قوم کی قوم کو حرامی ٹھہرایا، وہ گنہگار ہے۔ حق اللہ اور قوم پٹھان کے حق میں گرفتار ہے تاریخ دیکھے تو اسے معلوم ہو جائے گا اختر رضا خاں کے پاس یا کوئی شخص جسے کوئی مولوی نہ بتا سکے یہ اس کے نزدیک حرامی ہونے کا ثبوت ہے، ایسا شخص جس کے پاس اس کا شجرہ اس کے نسب کا نہیں اور باپ و دادا سے آگے کا نام یاد نہیں اس سے کوئی پوچھے کہ تمہارے پردادا کا کیا نام ہے اور وہ نہ بتا سکے تو اس کے پردادا کے باپ کو ملزم اس کے سارے باپ داداؤں کو کہدے، یہ ایک ایسا ہی ہے جیسے جس نے سارے پٹھان کو کہدیا۔ والعیاذ باللہ

(۳) اس نے کیا تعریف کی تھی اس کا ذکر نہیں کیا، بکر نے کس بات پر منع کیا تھا، نائک کی بات پر

ساری قوم کو ناپاک بتانے کا کیا مطلب، غیر مسلم شخص یا قوم کی تعریف سے محفل میلاد سے کیا تعلق۔ اور ہو تو کچھ لکھا جائے۔ علی الاعلان ایسی قوم کو ناپاک کہنے سے احتراز چاہئے جس سے فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ (۴) زید صحیح کہتا ہے اگر اس کے ذمہ توبہ تجدید ایمان تجدید نکاح لازم ہے نہیں تو وہ گنہگار ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

بعض غلط الفاظ کا حکم

(۱۱۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
زید جب بھی کسی مولانا سے گفتگو کرتا ہے، توبات بات پر یہ الفاظ استعمال کرتا ہے کہ ملا کی ماری حلال ہے، لہذا یہ الفاظ زید کو استعمال کرنا جائز ہیں یا نہیں، اور ایسے الفاظ کہنے والے کو از روئے شرع کیا کہنا چاہیے؟

سائل عبدالرؤف مورخہ ۱۱/۱۱/۱۳۸۸ھ

الجواب

یہ جملہ بہت سخت ہے، اس کا کہنا سخت حرام ہے، اور قائل توبہ و تجدید ایمان کرے، اور بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ واللہ الہادی وهو تعالیٰ اعلم۔ قاضی عبدالرحیم بستوی
”ملا کی ماری حلال“ یہ مقولہ یا تو کسی کافر کا تھا جو مسلمانوں کے زبان زد ہو گیا، اس نے مولویوں پر طعنہ کے لیے کہا ہوگا، یہ ذبح کرتے ہیں تو حلال بتلاتے ہیں۔ اور جسے خدا موت دیتا ہے اسے حرام بتاتے ہیں، ان کے نزدیک خدا کی ماری حرام اور اپنی ماری حلال۔ یا یہ کسی جاہل مسلمان نے کسی مولوی کے مقابل بکا ہوگا، جاہل نے ذبح کی ہوگی، ذبح صحیح نہ ہوا ہوگا، مولوی نے اسے حرام بتایا ہوگا، اور مولوی نے ذبح صحیح کیا ہوگا، اسے حلال کہا، اس پر اس جاہل نے بطور طعنہ یہ بکا کہ ”ملا کی ماری حلال ہے“ یا یہ کسی واقف حال مسلمان نے کہا جاہلوں سے کہ ذبح کے لیے کسی ملا سے ذبح کیا کرو، جاہل ناواقف ذبح کرتے نہیں، بجائے وہ جانور حرام ہو جاتا ہے، ملا واقف کار کا ذبح کیا ہو حلال ہوتا ہے، پھر جاہلوں میں یہ جملہ علماء پر طعنہ کے لیے ہو گیا۔ جس نے یہ جملہ عالم پر طعنہ کے لیے کہا وہ توبہ کرے۔ علماء حکم شریعت بتلاتے ہیں، اگر کسی حکم شریعت کے بتلانے پر اسے یہ طعن کیا ہو تو وہ رد کی طرح ہے، اس لیے اس شخص پر تجدید ایمان کا بھی حکم ہوگا، تجدید نکاح بھی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

ڈاکٹر اقبال کے بعض اشعار کا حکم

(۱۱۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ... علامہ اقبال نے جو شکوہ لکھا ہے اس سے ان پر کفر عائد ہوا، اور جواب شکوہ سے کوئی توبہ ظاہر نہیں ہوتی، زبانی لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے توبہ کی، کیا ایسی کوئی کتاب ان کی ہے کہ جس سے توبہ ثابت ہوتی ہو، یا علمائے اہل سنت کے علم میں کہ توبہ انہوں نے کی؟۔ جواب سے مطلع فرمائیں عین کرم ہوگا۔

بینوا تو جرو فقط
سائل خادم حاجی مظفر علی بریلی

الجواب

شکوہ کے جواب میں جواب شکوہ لکھا، اس میں اور کفریات بکے، شکوہ سے توبہ تو نہ کی۔ نئی نسلوں نے ڈاکٹر کے بجائے علامہ کہنا لکھنا شروع کر دیا، اس کی توبہ بعد جواب شکوہ لوگ کہتے ہیں، اس کی کوئی کتاب، اور کوئی مضمون میری نظر سے نہیں گزرا ہے۔ ”کیف وقد قیل“ کے لحاظ سے اگر کوئی اب کف لسان کرے۔ شکوہ اور جواب شکوہ کے کفریات کو کفریات جانے تو اس پر کوئی مواخذہ نہ ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تبلیغی جماعت وہابیوں کی جماعت ہے

(۱۱۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ... (۱) اکثر علمائے اہل سنت والجماعت بیان فرماتے ہیں کہ تبلیغی جماعت جس کے بانی مولوی محمد الیاس صاحب مرحوم میواتی دیوبندی تھے، جس تبلیغی جماعت کا مرکز دہلی میں قائم ہے، جہاں چالیس دن کی تربیت حاصل کرنے کے لیے تبلیغی جماعت کے ہم دردان جاتے ہیں، یہ جماعت اس کے بانی ذمہ داران سب کے سب نجدی اور وہابی عقیدہ کے ہیں، اور بظاہر کلمہ نماز روزہ اور احکام شرع کی تبلیغ کے لیے اس تبلیغی جماعت کی ٹولیاں شہر شہر اور دیہات دیہات گشت کرتی ہیں، اور اجتماع کے نام سے اپنے جلسے قائم کرتی ہیں، اور قیام فی المسیلا کو بدعت کہتی ہیں، اور سلام و قیام سے گریزاں نظر آتے ہیں، و نیز سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانیت اور ان کے علم غیب کے منکر ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی عظمت نہیں کرتے جس عظمت کے قائل مسلمانوں کا سواد اعظم ہے، و نیز

تبلیغی جماعت عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلوس و جلسہ نعت خوانی نذر و نیاز، فاتحہ کو شرک بدعت کے نام ہے، پھر تبلیغی جماعت کے لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فاتحہ، سبیل، لنگر اور ذکر شہادت و نذر و نیاز کے مخالف ہیں، اولیا اللہ و بزرگان دین کی مزارات درگاہوں پر حاضری اور عرسوں کو بے دینی سے تعبیر کرتے ہیں، اور مزارات کے احترام کے منکر ہیں، اس کو قبر پرستی اور شرک کا نام دے کر اولیا اللہ کی توہین کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ بیانات صحیح ہیں؟ یا ان پر الزام ہے اور یہ جماعت محمد ابن عبد الوہاب نجدی اور عبدالعزیز ابن سعود کے متبع ہیں یا نہیں جنہوں نے صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ علیہم کے مزارات و قبہ جنت البقیع مدینہ منورہ میں واقع تھے منہدم کرادیئے؟۔

(۲) اس تبلیغی جماعت کے اجتماعات میں سنی حنفی خوش عقیدہ مسلمانوں کو شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) تبلیغی جماعت کے کارکنوں، ان معاونین اور ہم دردوں کی امامت میں جمعہ و عیدین کی نماز

پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۴) تبلیغی جماعت کے لٹریچر کتابوں وغیرہ کا پڑھنا، اور مساجد میں سننا خوش عقیدہ سنی حنفی اور

قائلین اولیا اللہ کے لیے جائز ہے یا نہیں؟۔ المستفتی رفیع احمد صدیقی محلہ ہزارہ

الجواب

(۱) بیانات بالکل صحیح ہیں، کسی پر الزام نہیں ہے، تبلیغی جماعت واقعی وہابی فرقہ کی ہے جو نجدی

مذہب کے عقائد کی اشاعت کے لیے نئے رنگ و روپ میں نیا لباس پہن کر ظاہر ہوئے، نجدی وہابیوں

کے گندے عقیدے اس قابل نہ تھے جن کو عام مسلمانوں کے سامنے منظر عام پر اصلی شکل میں پیش

کیا جاسکے، لہذا بہت ہوشیاری سے خوب سوچ سمجھ کر اس دور میں یہ فرقہ نماز و کلمہ کا نام لے کر برآمد

ہوا ہے، تاکہ لوگ ہم کو وہابی نہ سمجھیں اور آسانی سے نجدی مذہب کی اشاعت اس پردے میں کر سکیں، تبلیغی

جماعت کا سنگ بنیاد مولوی الیاس صاحب کاندھلوی نے رکھا، حکومت نے الیاس صاحب کو اس تحریک تبلیغ

کے لیے روپیہ دیا، اور اس جماعت کی پرورش کی تاکہ مسلمانوں کے شیرازہ کو منتشر کیا جائے، مولوی الیاس

صاحب کو حکومت سے روپے ملنے کا ثبوت مولوی حفیظ الرحمن صاحب ناظم جمعیت علمائے ہند کا وہ بیان ہے

جو انھوں نے دیوبند میں دیوبندی علماء کے مجمع میں دیا، جس کے الفاظ یہ ہیں ”مولوی الیاس صاحب کی تبلیغی

تحریک کو بھی ابتداء حکومت کی جانب سے بھی کچھ روپے بذریعہ حاجی رشید احمد ملتا تھا“ (۱)

مولوی الیاس صاحب نے روپیہ لے کر نماز اور کلمہ کے نام پر کام شروع کیا، اور اندرونی طور پر وہابیت پھیلانی شروع کی، اس وجہ سے یہ وہابی کہیں کا ہو تبلیغی جماعت کا شریک کا نظر آتا ہے، مولوی الیاس صاحب نے یہ روپیہ حکومت انگریز سے لے کر اس کا مقصد مسلمانوں میں پھوٹ کا ضرور پورا کیا، اس جماعت کا مقصد نجدی وہابی عقائد کے تبلیغ اور مذہب اہل سنت و جماعت کو عالم سے مٹانا ہے، ان لوگوں کا طریقہ کار یہ ہے کہ پہلے پہلے یہ لوگ کلمہ و نماز کے نام پر عوام کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں، نماز کے نام پر جب عام مسلمانوں کو ان سے رغبت ہوتی ہے، تو دوسرا سبق یہ ملتا ہے کہ تبلیغ میں بڑا ثواب ہے، جو اس کام میں شرکت کرے اس کو صحابی کا مرتبہ ملتا ہے۔

بھولے بھالے مسلمان صحابیت حاصل کرنے کے شوق میں اپنا نام تبلیغی جماعت کے ہم راہ باہر جانے کے لیے لکھوا دیتے ہیں، اس طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ جماعت کی آمد و رفت شروع ہو جاتی ہے، ان لوگوں میں کچھ مستقل تنخواہ دار اور کرایہ کے شکاری ہوتے ہیں، اور کچھ بھولے بھالے تو گرفتار شدہ نماز کے نام پر دھوکہ کھانے والے ہوتے ہیں، پھر باہر لے جا کر لوگوں کے دلوں پر نجدی وہابی عقائد کے ایسے انجکشن لگائے جاتے ہیں کہ لوگ اپنے پرانے معمولات مثلاً ذکر و میلاد کی محفل، فاتحہ ایصال ثواب تیجہ وغیرہ اور انبیاء علیہم السلام کی تعظیم و توقیر سب کو کفر و شرک و بدعت کہنے لگتے ہیں، مولوی الیاس وہابی تھے، وہابیوں کے شاگرد وہابیوں کے مرید وہابیوں کے مدرسے میں پڑھا، اور پڑھایا۔ اور حکومت انگریز کے دیئے ہوئے روپے سے اس جماعت کو چلایا، زکوٰۃ و خیرات کافی روپیہ نماز و کلمہ کے نام پر یہ لوگ وصول کرتے ہیں۔ حکومت نجد کے لوگ ان کی پوری پوری مالی امداد کر رہے ہیں، جن کی مذہب کے یہ لوگ اشاعت کر رہے ہیں، ورنہ بتلایا جائے کہ یہ بے حساب روپیہ جو صرف کیا جا رہا ہے کہاں سے آرہا ہے۔ تبلیغی جماعت کا مقصد نماز کی تحریک ہرگز نہیں ہے، بلکہ نماز کے نام پر دھوکا دینا ہے۔

مولوی الیاس صاحب کا ایک فرمان ”دینی دعوت“ کے ص ۲۰۵ پر موجود ہے، انہوں نے قسم کھا کر کہا ہے کہ ”یہ تحریک نماز کے تحریک نہیں ہے“ مولوی الیاس صاحب نے اپنے ایک عزیز ظہیر الحسن سے ایک روز کہا ”ظہیر الحسن میرا مدعا کوئی نہیں پاتا، لوگ سمجھتے ہیں یہ تحریک صلاۃ و نماز ہے، میں قسم سے کہتا ہوں کہ یہ ہرگز تحریک صلاۃ نہیں۔ پھر کہا بلکہ ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے“ مولوی الیاس صاحب کے اس فرمان سے تبلیغی جماعت کی قلعی کھل گئی، مسلمان اب خود غور کریں کہ جن لوگوں کے ایسے عقائد ہوں، ان میں شامل ہونا، ساتھ رہنا کس قدر خطرناک ہے، تبلیغی جماعت والے تقیہ باز بھی ہیں، اپنے اصل مذہب کو چھپاتے ہیں اور مولوی الیاس صاحب کی طرف سے اس تقیہ بازی کی ہدایت ہے۔

مکاتیب مولوی الیاس میں تحریر ہے: ص ۱۴۳۔ ”بہر کیف تحریر و تقریر میں نہ ایسے الفاظ نکلیں جن سے اندیشہ و خطرہ ہو فساد کا، اور نہ ایسے خیالات کا اظہار ہو جن سے بدگمانی اور بدظنی بڑھے۔“

مولوی الیاس نے اس تحریر میں صاف صاف ظاہر کر دیا کہ اے تبلیغی جماعت والو! اگر تم نے اپنے مخصوص عقیدوں کا اظہار عام مسلمانوں کے سامنے کر دیا، تو لوگ بدظن ہو جائیں گے، اور ہماری وہابیت کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ اس لیے شروع شروع میں اپنے خیالات مذہبی کا اظہار کرنا مناسب نہیں ہے، لہذا اس زمانہ پر فتن میں جب کہ بے دینی کی زہریلی ہوائیں ہر طرف سے چل رہی ہیں، بد عقیدگی کا طوفان اٹھتا نظر آرہا ہے، گمراہی و لادینی کے تند جھونکے گلشن ہدایت سے ٹکرانے کی بے جا کوشش کر رہے ہیں، ظلمت باطل شمع نوری کو بجھانے کی کوشش کر رہی ہے، وقت کا تقاضا ہے کہ اہل سنت و جماعت ہوشیار و خبردار ہو جائیں، دوست دشمن کی تمیز کریں، حق و باطل کو پہچانیں، دولت ایمانی کی حفاظت جان و مال سے بھی زیادہ ضروری ہے، ان گمراہ فرقوں کے جبہ و دستار کے قریب میں نہ آئیں، ان کے ظاہر میٹھی میٹھی باتیں دل خوش کن باتیں ان کے ظاہر خوش اخلاقی آپ لوگوں کے قلب و دماغ پر اثر نہ کرنے پائے، زمانہ قدیم ہی سے اہل باطل دعوت و پکار کا یہی انداز رہا ہے کہ پہلے وہ اپنی گمراہی کا آغاز ایسے انداز سے شروع کرتے ہیں جو عام طبقہ انسانی کی نظر میں پسندیدہ ہو۔

دیکھو اس جماعت کے بانی مولوی الیاس صاحب کا وہی عقیدہ ہے جو مولوی اشرف علی تھانوی کا تھا جنہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب جانوروں پاگلوں بچوں کی مثل اپنی کتاب ”حفظ الایمان“ میں لکھا ہے۔ مولوی اشرف علی کے مذہب کی تعلیم دینے کا اظہار مولوی الیاس صاحب نے اپنے ملفوظات میں اسی طرح فرمایا ہے: ملفوظات ص ۵۰ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے بہت بڑا کام کیا ہے، پس میرا دل چاہتا ہے کہ تعلیم ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے۔ مولوی الیاس نے اس عبارت میں صاف اقرار کیا ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی کی تعلیم نجدی عقائد کی تعلیم ہے، میں اپنے طریقہ تبلیغ نماز و کلمہ کے نام پر عام کرنا چاہتا ہوں لہذا مسلمان اس گمراہی کی تعلیم سے دور رہیں۔ نماز و کلمہ کے نام پر ہرگز دھوکہ نہ کھائیں، نہ ان کے کسی جلسہ میں جائیں نہ ان کے ہم راہ دہلی وغیرہ جائیں، نہ اپنا نام لکھائیں۔

حدیث شریف میں ہے جو ابن عسا کرنے روایت کی ہے: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ برے ساتھی سے دور رہو۔ اس جماعت کی کسی طرح بھی اعانت کرنا یا ان کے اجتماع میں شرکت کرنا شرعاً منع ہے، ہر مسلمان اس شرکت سے پرہیز کرے۔

حدیث شریف میں ہے:

((إياكم وإياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم)) (۱)
تم ان سے دور رہو، انھیں اپنے سے دور رکھو کہ کہیں وہ تمہیں گم راہ نہ کر دیں، فتنہ میں نہ ڈال دیں، (مترجم) بلکہ رب تبارک و تعالیٰ کا ارشاد۔

((وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ)) (۲)
تفسیرات احمدیہ میں حضرت سیدی علامہ ملا احمد جیون قدس سرہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں:
((إن القوم الظالمين هم الفاسق والمبتدع والكافر والقعود مع كلهم ممتنع)) (۳)

قوم ظالم عام ہے، فاسق و مبتدع اور کافر کو اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ بیٹھنا منع ہے، (مترجم) و ما علینا الا البلاغ

من آں چه شرط بلاغ است با تومی گفتیم
تو خواہ از سختم پند گیر خواہ ملال

والله الهادی وهو تعالیٰ اعلم

(۳) جواب اول سے ظاہر کہ تبلیغی ٹولی وہابی کی جماعت ہے، وہابیت پھیلاتی ہے، ان سے دور نفور رہنا بہ حکم قرآن و حدیث فرض ہے۔ تو اس جماعت کے کارکنوں اور ان کے معاونین وہم دردوں کو امام بنانے کی اجازت کیوں کر ہوگی، کسی کو امام بنانا اس کی اعلیٰ درجہ کی تعظیم کرنا ہے، اور کافر مبتدع بلکہ فاسق عملی کی بھی تعظیم درکنار ان کی توہین کرنا مسلمانوں پر شرعاً واجب ہے۔
تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے:

((قدموا فاسقاً یا تمون بناء علی أن فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم

إهانته شرعاً)) (۴)

(۱) [صحیح مسلم، باب: فی الصغفاء والکذابین - ۱/۱۲]

(۲) [سورة الأنعام: ۶۸]

(۳) [تبیین الحقائق:]

(۴) [تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، باب: الأحق بالإمامة - ۱/۱۳۴]

لہذا سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ کسی بد مذہب و فاسق کو اپنا امام کسی نماز میں ہرگز ہرگز نہ بنائیں۔ جو واقف حال اس پر ہو کر اس کو اپنا امام بنائے گا وہ اپنی نماز کو خطرے میں ڈالے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ و هو تعالیٰ اعلم

(۴) ان کے لٹریچر و کتاب پڑھنے کا وہی حکم ہے جو ان کی تقریر سننے اور ان کے پاس بیٹھنے کا ہے، مسجدوں میں ان کے لٹریچروں ان کی کتابوں کا سنانا اور سخت منع ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتنہ سے بچائے، ان کا ایمان سلامت رکھے آمین ثم آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ

۶۸۷: فی الواقع تبلیغ کلمہ و نماز یہ ایک ٹٹی بنائی ہے، اس ٹٹی کی آڑ میں یہ ٹولی سنیوں کا شکار کرتی ہے، انہیں چلا کرتی ہے، انہیں چلوں میں رفتہ رفتہ وہا بیت پلاتی ہے۔ دیوبندی عقیدہ والے وہابی ہی ہیں، وہابیوں کی دوسری دھرم پستک ”تفویت الایمان“ ان دیوبندیوں کے امام گنگوہی کے نزدیک ایسی ہے جس کا رکھنا عین ایمان ہے۔ تبلیغی جماعت کا بانی اس گنگوہی کا مرید شاگرد ہے، نیز انیسویں کا جس نے امکان کذب باری تعالیٰ مانا، نہ صرف امکان ہے بلکہ اس کے ایک فتوے میں تصریح ہے کہ وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے، العیاذ باللہ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

علم غیب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منکر ہے، جو حضور کے لیے مانے وہ اس کے نزدیک مشرک ہے، اپنے فتاویٰ میں اس نے صراحت کی ہے کہ اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو مشرک صریح ہے۔ براہین قاطعہ میں صاف کہا کہ ”فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعاً ہے، جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک مشرک ثابت کرتا ہے“ حالاں کہ یہ خود مشرک ہوا، جس علم کا ثابت کرنا فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے مشرک کہا اسی کو اسی عبارت کے شروع میں شیطان کے لیے ثابت مانا، خود مشرک ہو بیٹھا۔ مجلس میلاد پاک کے لیے کہا: کسی طرح جائز نہیں بلکہ اسے کنہیا کے جنم سے بدتر کہا، و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، اشرف علی نے حضور کے علم کے متعلق وہ ناپاک کتاب لکھی، اس کا مقصد واضح ہے، اس نے حضور کے علم غیب سے مطلقاً انکار ہی کو یہ لکھا پھر یہ کہ ”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب الخ“ علم غیب کے انکار کے لیے اس نے کہا: ایسا علم غیب تو الخ اس نے مطلقاً انکار کیا، یوں بھی اہل سنت کے نزدیک خارج از اسلام ہوا اور حضور کی وہ گندی توہین کی یوں بھی، اور وہابی دھرم پر بھی وہابیوں کے اسلام سے خارج کہ وہابی دھرم یہ ہے کہ جو غیر خدا کے لیے علم غیب مانے اگرچہ خدا کے دیے سے ہو، وہ اور ابو جہل مشرک میں برابر ہیں۔ اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو مشرک صریح ہے، اور اس

نے اسی کتاب حفظ الایمان میں مانا کہ علوم متعلقہ نبوت حضور کو تمامہ حاصل تھے، گنگوہی اور انبیاءؑ میں بھی وہابی دھرم پر بھی خارج از اسلام کتنے بچے مشرک، براہین قاطعہ میں جس علم کو حضور کے لیے ثابت ماننا شرک کہا، شرک نہیں کون سا ایمان کا حصہ ہے، اس کو شروع میں شیطان کے لیے نص سے ثابت بتایا کہ ”شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔“ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس کے بعد وہ کہا کہ ”فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے، شرک نہیں تو کون سا حصہ ایمان کا ہے۔“ اسرعی کی بہشتی زیور دیکھئے، وہی تفویت الایمان کا شرک اس میں ملے گا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

۲۶ رمضان المبارک ۹۲ھ

چند اشعار کے بارے میں سوال

(۱۱۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

منزل لا ہوت را کر دم عبور کر دم از جبروت امی ہم مرور (۱)
شیخ رالا ہوت با خود منزلش شد فنا ذات بقا شد حالش (۲)

خدا خود میر مجلس بود اندر لا مکاں خسرو محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم (۳)

حسب ذیل اشعار کے مطابق حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضور سیدنا خواجہ غریب

نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طائر لا ہوتی، یا شہ باز لا مکاں کہنا درست ہے یا نہیں؟۔

۶۸۷۔ الجواب درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہ ہے مرا عقیدہ ایماں مرا یہی ہے بے میم کے ہوا احمد بے عین کے عرب ہو

اشعار کے معنی اگر مجازاً مراد ہوں تو ان اشعار کا پڑھنا درست ہے یا نہیں، بعض منع کرتے ہیں اور

(۱) (مثنوی شریف جلد ۶)

(۲) (بوعلی شاہ قلندر)

(۳) (حضرت امیر خسرو)

کہتے ہیں کہ یہ شعر بے مہم کے ہو احمد بے عین کے عرب ہو۔ صوفی۔ کانہیں بلکہ سونی کا ہے۔ بینوا تو جو وا۔
المستفتی بشیر احمد انصاری رضوی مصطفوی، احمد گڑھ، ۱۶/رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

الجواب

آخری شعر ٹھیک نہیں، اس کے کہنے والے اور اس کو صحیح ماننے والوں پر توبہ واستغفار اور ایسا شعر کہنے سے
احترام لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ رضوی دارالافتاب ریلی شریف

الجواب صحیح: واللہ تعالیٰ اعلم

جو حضور کو خدا جانے، رب کہے، خدا کا نام احد (حقیقی) دے، انہیں ایسا سمجھے وہ مسلمان
نہیں، اس پر توبہ تجدید ایمان، بیوی والا ہو تو تجدید نکاح فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

جاہل پیروں سے دور رہو

(۱۲۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) کیا شیوخ کا یہ بھی عمل ہو سکتا ہے کہ ظاہر میں وہ اپنے مرید کو خلاف شرع کام کرنے کو
کہیں، اور باطن میں اس کا مطلب بہتر ہو جس کو وہ سمجھ سکتے ہیں، یا ان کے مثل اور حضرات اور ایسا دیکھا
بھی گیا ہے اور اگر آپ ضرورت سمجھیں گے تو میں تحریر کر دوں گا۔

(۲) اور مرید متقی و پرہیزگار ہے اور اس سے جہاں تک ممکن ہوتا ہے اتنا کرتا ہے، اور اگر اس کا
شیخ خلاف شرع کام کرنے کو کہتا ہے اور وہ نہیں کرتا ہے تو ایسے مرید کا کیا حکم ہے؟ شریعت میں جو کہ اپنے
شیخ کا کہنا نہ مانے چاہے وہ کیسا ہی ہو۔

(۳) اور اگر خلاف شرع کسی بھی حالت میں جائز نہیں ہے تو اگر اس شیخ زبردستی مار پیٹ کر، یا کسی قسم
کی دھمکی دے کر کوئی کام کرانا چاہتا ہے تو اس وقت مرید کو کیا کرنا چاہیے، اور ایسے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۴) اور روحانیت اور حرام کاری یک جا جمع ہو سکتی ہیں یا نہیں۔ اگر جمع ہو سکتی ہے تو کیوں کر مع
مثال۔ اور اگر نہیں جمع ہو سکتی ہیں تو کیوں کر مع مثال۔ افسح قول علمائے متقدمین بحوالہ کتب معتبرہ۔

(۵) اور اگر آپ حضرات شاہ کملی والے بابا صاحب مدظلہ العالی کو جانتے ہوں، تو ان کے بارے
میں آپ کا کیا خیال ہے؟ پیری و بزرگی و شیخی کے اعتبار سے یعنی وہ کیسے آدمی ہیں، یہ میں اپنی اصلاح کے

لیے پوچھ رہا ہوں، ریا کاری کے لیے نہیں، آیا ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے فائدہ حاصل ہوگا یا نہیں؟
(۶) مطلق دست غیب کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اگر جائز ہے تو کس معنی کر، اور اگر ناجائز ہے تو کس معنی کر؟

(۷) اور علم کیمیا کا کیا حکم ہے شریعت میں؟ اگر کسی طرح سے معلوم ہو جائے تو کرنا چاہیے یا نہیں، اگر کرنا چاہیے تو کیوں؟ اور اگر نہ کرنا چاہیے تو کیوں؟
محمد انس، معلم مدرسہ قرأت اعلیٰ مدرسہ تجوید القرآن دریا ٹولہ پاننانامہ لکھنؤ۔

الجواب

مرشد کامل سے احیاناً اگر کوئی بات خلاف شرع دیکھنے میں آئے تو اس پر اعتراض نہ کرے، یہ چیز علماء عرفا کے اقوال سے تو ثابت ہے، قرآن سے بھی ثابت ہے، اور اس پر حضرت موسیٰ و حضرت خضر۔ علی نبینا وعلیہما الصلاة والسلام۔ کا واقعہ قرآن سے دلیل ہے کہ حضرت خضر نے غریبوں کی کشتی توڑی، ایک بچہ کو قتل کر دیا۔ کیا یہ بظاہر شرابیں پیئیں، بھنگ چرس میں بدست پڑے رہیں، جب ان کو امر بالمعروف نہی عن المنکر، کہا جائے تو کہیں شریعت تو راستہ ہے، ہم منزل پر پہنچ گئے ہیں، راستہ کی کیا حاجت؟ یا یوں کہیں: شریعت اور ہے طریقت اور ہے، ان کے لیے تو وہی حکم ہے کہ ان سے بھاگو، ایسے جیسے شیر سے، سانپ سے۔ اس کی جلیل تفصیل امام اہل سنت، مجدد مائتہ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ شیخ الاسلام و المسلمین اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے رسالہ مبارکہ ”مقال العرفا باعزاز الشرع والعلما“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۴) ہرگز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) دست غیب کے لیے دعا کرنا محال عادی کے لیے دعا کرنا ہے، جو مثل محال عقلی و ذاتی کے لیے حرام ہے۔ والمولیٰ تعالیٰ اعلم

(۷) ”کیمیا“ تضحیح مال ہے اور مال کا ضائع کرنا حرام ہے، اور آج تک یہ ثابت نہیں ہوا کہ کسی نے بنالی ہو۔ ﴿کبایسٹ کفیہ الی الماء لیبلغ فاه و ما هو ببالغہ﴾ (۱)
جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے پانی کی طرف بیٹھا ہو، اور وہ پانی کسی طرح اسے پہنچنے

والانہیں) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

کتبہ: قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ ۱۴ ربیع الاول ۸۷ھ
فی الواقع ایسے لوگوں سے بچنا چاہیے جن کا ظاہر خلاف شرع ہو، نہ ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے،
نہ ان پر اعتراض کرے، مگر وہ متصوفہ ملاحظہ جو شریعت کی پیروی سے انکار کریں اور وہ کہیں جو جواب میں
مذکور ہوا، مقال عرفاً ملاحظہ کیجیے۔ کملی والے کون ہیں، کیسے ہیں؟ ان سے ہم واقف نہیں، مجازیب سے بچنا
ہی چاہیے، اگر وہ مجذوب ہوں، تو ان سے دور دور رہا جائے، اور جو متصنع ہو اس سے بھی۔ واللہ تعالیٰ
هو الہادی وهو تعالیٰ اعلم۔

”لا طاعة لأحد في معصية الخالق“ (۲) یہ ارشاد پیش نظر ہے، شیخ مرشد راہ ہے، رہبر شرع ہے،
اس کا عالم و عامل ہونا ضروری ہے، جاہل و فاسق کو پیر بنانا حرام، حرام، حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جھوٹا مقدمہ قائم کرنا کیسا ہے

(۱۲۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
ایک مرید کا تعلق اپنے پیر سے کیسا ہونا چاہیے؟ ایک شخص اپنے بڑے بھائی سے مرید ہے، اور
ان کے خلاف جھوٹا مقدمہ چلاتا ہے، اور پیر کے خلاف حلفیہ جھوٹا الزام لگاتا ہے، اور پیر کے خلاف جھوٹی
گواہی دیتا ہے، لوگوں کے سمجھانے پر جواب دیتا ہے کہ ہم نے بھائی پر مقدمہ چلایا ہے، پیر پر نہیں، جواب
طلب امر یہ ہے کہ مرید کا قول و فعل کس حد تک درست ہے؟ اور جھوٹی گواہی دینے والا، اور جھوٹا الزام
لگانے والا، اور جھوٹی قسم کھانے والا فاجر و فاسق ہے یا نہیں، اور اپنے پیر کی بیعت سے خارج ہے
یا نہیں، اور اس مرید کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے یا نہیں، اور مرید کے اس فعل سے پیر کی عزت و احترام میں
فرق آتا ہے یا نہیں؟۔ شاہ حسین قادری، محلہ درگاہ حضرت شاہ ارزاں پٹنہ ۶

الجواب

جھوٹ خود ملعون ہے، جھوٹا مقدمہ دائر کرنا، اور زیادہ اشد ہے، جھوٹا وہ بھی حلفیہ الزام لگانا اور
زیادہ حرام بد کام ہے، پیر تو پیر کسی مسلمان کے ساتھ بدی جائز نہیں، جھوٹی گواہی بھی اشد حرام ہے۔

حدیث میں ہے: کہ جھوٹی گواہی دینے والا اس جگہ سے علاحدہ نہیں ہوتا کہ جہنم اس کے لیے واجب ہو جاتا ہے، اس کا وہ انکار کہ پیر پر نہیں، محض غلط ہے، وہ سخت گنہ گار، ظالم، مستحق عذاب نار، مستوجب غضب جبار، بتلائے قہر قہار، حق اللہ وحق العباد میں گرفتار ہے، وہ سخت فاسق ہے، اس کے ہاتھ پر بیعت جائز نہیں، اس پر فرض ہے کہ فوراً توبہ کرے، اور بڑے بھائی سے معافی چاہے، پیر پیر ہے، واجب التعظیم والا احترام ہے، اس کے ساتھ ایسی ناروا و ناشائستہ حرکتیں سخت ناجائز و حرام ہیں۔ مرید تو ارادت سے ہے، اس کی یہ ناجائز حرکتیں بتاتی ہیں کہ اسے ارادت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ، ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح: بیعت تو مجاز سے جائز ہوتی ہے، پیر نے اگر اسے مجاز کیا تھا، اس کا یہ حال پا کر اس اجازت کو منسوخ کرنا لازم، اگر اجازت نہ ہوگی اس سے بیعت ہونا جائز نہیں، اور اگر اجازت ہو جب بھی اس کا جب یہ حال ہے کہ وہ طرح طرح فاسق و فاجر مرتکب کبائر ہے، اسے پیر بنانا حرام حرام حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

تائب گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے

(۱۲۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ... چھٹن پر توبہ لازم تھی، جس کا فتویٰ حضرت مفتی اعظم ہندوستان بریلی مدظلہ العالی سے حاصل کیا گیا تھا، اور جس کی تحریر پر ذمہ دار لوگوں کا مثلاً حاجی مولانا شمس الحسن صاحب، منشی عبدالحمید صاحب، سعید احمد صاحب، عبدالرحمن صاحب، مولانا خلیل صاحب رضوی اور محمد عمر وغیرہم کو اتفاق تھا۔ لہذا چھٹن نے توبہ کر لی، لیکن بابو محمد حسین صاحب، سعید احمد صاحب رضوی، منشی عبدالحمید، انو ماسٹر، مشتاق صاحب وغیرہ وغیرہ نے اس بنا پر کہ کل چھٹن نے ہمارے کہنے سے توبہ نہیں کی، اور اب مفتی اعظم ہند کے فتویٰ کی روشنی میں چھٹن توبہ کرنے پر آمادہ ہیں، اس لیے آج ہم چھٹن کی توبہ کو تسلیم نہیں کرتے، اس پر مولانا خلیل نے کہا کہ: اب تک چھٹن نے توبہ نہیں کی تھی، اس لیے ہم کو ان سے قطع تعلق تھا، لیکن آج وہ مفتی اعظم ہند کے فتویٰ کی روشنی میں توبہ کر رہے ہیں، تو ہم چھٹن کے شریک ہیں، اس پر بابو محمد حسین صاحب اور سعید صاحب نے نعرہ بلند کر دیا کہ مولانا خلیل بھی شرعاً گنہ گار ہو گئے، حالانکہ مولانا محمد خلیل نے اس کے بعد بھی بار بار سمجھایا کہ شرعاً بات یہ نہیں، یہ آپ گھریلو بات کہہ رہے ہیں، اور اگر ایسا ہی ہے تو جو کچھ آپ کہہ رہے

ہیں اس کی بھی تحریر دے دو، اور اس پر مفتی اعظم ہند سے فتویٰ حاصل کر لیا جائے، اور اتفاق کر لیا جائے، مگر بابو محمد حسین نے ہر بات سے انکار کر دیا، اور اپنی بات پر ڈٹے رہے، اب برابر پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ مولانا محمد خلیل اور ان کے خاندان والے شرعاً بند ہیں، اور کوئی ان سے تعلق رکھے گا وہ بھی بند کر دیے جائیں گے، برخلاف اس کے اس نے عقل میں جہاں مولانا محمد خلیل کو بقیہ حضرات سے رجوع کیے ہوئے بابو محمد حسین صاحب، اور سعید احمد صاحب اور ان کے رفقا نے اعلان کر دیا کہ شرعاً بند کیے جاتے ہیں۔ مسماۃ سعیدہ بنت کلو ساکن فرید پور کو جو غیر لازمی ہے، اور میں اس کے دوسرے نام نہاد شوہر کے جو، ہو کے یہاں ٹھہرا ہوا تھا، خوشامد کر کے ان لوگوں کو بلایا، اور اپنے یہاں شادی میں شریک کیا، اور اس کے متعلق کچھ اعتراض بھی کہیں کرتے، جب تک وہ عورت پہلے بھی کئی ناجائز شوہر کر چکی ہے، لہذا دریافت امر یہ ہے کہ بابو حسین اور سعید احمد وغیرہ کا مولانا محمد خلیل کے خلاف پروپیگنڈہ درست ہے، یا غلط؟ اور ایسے لوگوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

المستفتی: ماسٹر محمد عمر وادریس بریلی

الجواب

جس نے شرعاً توبہ کر لی خواہ مفتی اعظم ہند مدظلہ العالی کے فتویٰ پر، یا کسی کے کہنے سے، اس کی توبہ ہوگئی۔

حدیث میں ہے: ((التائب من الذنب کمن لا ذنب له)) (۱)
توبہ کرنے کے بعد جن لوگوں نے ناحق اس کا حقہ پانی بند کیا ہے اور توبہ کرنے والے کا ساتھ دینے والوں کا حقہ پانی بند کیا ہے، وہ خطا کار ہیں، توبہ کریں، اور ان لوگوں کا حقہ پانی کھول دیں، ورنہ یہ لوگ ان کا حقہ پانی بند کر دیں، جب تک وہ لوگ ان کا حقہ پانی نہ کھولیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: مظفر حسین ۲۸/ ذی قعدہ ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح:

جس نے یہ کہا کہ فلاں کل ہمارے کہنے سے توبہ نہیں کی تو حضرت کے فتویٰ کی روشنی میں وہ آج توبہ کرنے پر آمادہ ہیں، اس لیے آج ہم چھٹن کی توبہ تسلیم نہیں کرتے، وہ ظالم ہے اور اس کا ظلم پر ظلم یہ ہے کہ جنہوں نے یہ کہا تھا کہ ہم اب چھٹن کے شریک ہیں جب اس نے توبہ کر لی، اس پر ان لوگوں کو بند

کرنے کا نعرہ لگایا، اور یہ کہا: اور سب سے بڑھ کر ظلم یہ کہ اس ظلم عظیم کی بندی کو شرعی بندی ٹھہرایا کہ کہا: ”شرعاً بند“ اس پر اور جو جو اس کے اس میں ساتھ ہیں سب پر توبہ فرض ہے، یہ لوگ اگر اپنے اس ظلم قوی فعل سب سے توبہ نہ کریں تو برادری اور غیر برادری سب سے بند، جو جوان کے اس خبیث قول و فعل سے واقف ہو اس پر لازم ہے کہ اس سے میل، جول، سلام، کلام بند کریں، یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

مسلمان ہونا عزت

(۱۲۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
ایک شخص کہتا ہے: اعلیٰ حضرت قبلہ نور اللہ مرقدہ نے اپنے فتویٰ کتاب النکاح میں جو لاہوں و نائیوں و موچیوں وغیرہم کو ذلیل لکھا ہے کہ یہ لوگ ذلیل ہیں۔ تو کیا واقعی یہ لوگ ذلیل ہیں اور یہ کہاں تک سچ ہے۔ اور حضور ان لوگوں کو کیا سمجھتے ہیں۔ بینوا تو جو را۔

الجواب

مسلمان ہونا عزت ہے، اور کافر ہونا ذلت، بھنگی چہار جنہیں وہ جو اپنے آپ کو شریف کہتے ہیں۔ یعنی شیخ مغل پٹھان وغیرہ اور وہ جوان اقوام مذکورہ سے اپنے آپ کو خود بھی چھوٹا جانتے ہیں۔ یعنی دھن، جو لاہے، نائی، موچی وغیرہ۔ آج اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو وہ اس پٹھان، اس شیخ، اس مغل، بلکہ اس مدعی سیادت، سے بہت زیادہ عزت والے ہیں جو معاذ اللہ کفر کرے وہابی یا رافضی یا قادیانی وغیرہ ہو جائے بلکہ حقیقہ وہی عزت والا اور بڑی عزت والا ہے:

قال تعالیٰ: ﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ﴾ (۱)

وہ ان عزیزوں میں داخل جن کو اللہ نے اپنے اور اپنے رسول کے بعد عزت والا فرمایا۔ بنص قرآنی عزت کا مسلمانوں میں حصر ہے کسی کافر کو عزت سے ادنیٰ واسطہ نہیں وہ کافر اصل ہو یا مرتد کہ اسلام کا مدعی ہو۔ اور کفار ہی ذلیل ہیں۔

قال تعالى: ﴿أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ﴾ (۱)
مسلمانوں میں عزیز و بزرگ تر وہ ہے: جو متقی و پرہیزگار ہو جو جتنا اتلی ہو زیادہ تقویٰ والا ہوگا اسی کا مرتبہ زیادہ بلند و بالا ہوگا۔

قال تعالى: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (۲)
بھٹی، چہار مسلمان ہو کر تقویٰ اختیار کرے، عالم دین بنے، وہ جاہل شیخ، مغل، پٹھان، فاسق مغل پٹھان سے اللہ و رسول کے نزدیک زیادہ عزت والا ہے۔ اور جاہل فاسق مدعی شرافت اپنے فسق و فجور کے سبب ذلیل ہے، رہا عرف تو اس میں یہ چار تو میں شریف گنی جاتی ہیں باقی کسی حیثیت سے ان سے کمتر، اسی پر شریعت نے کفایت کا اعتبار فرمایا۔

شریعت پاک کے بعض مسائل کا مدار عرف پر ہے۔ اگر ہندوستان میں پٹھان اور مغل اور شیخ عالم دین کو حضرات سادات اپنے برابر کا نہ شمار کرتے اور عرفان کی سیدوں کی بہ نسبت کم نسبی کا وزن شرافت علم سے پورا نہ ہوتا۔ تو ہرگز وہ بھی ان کے کفو نہ ہو سکتے۔ فتاویٰ رضویہ میں جہاں جو لا ہوں وغیرہ کو تحریر فرمایا کہ: وہ عالم ہو کر بھی سیدوں کے کفو نہیں ہو سکتے وہاں یہ بھی تحریر فرمایا: کہ اس وقت تک جب تک ان سے عار باقی ہے۔ جہاں وہ تحریر فرمایا کہ مغل پٹھان وغیرہ عالم دین ہو کر ان کے کفو ہوتے ہیں وہاں وجہ بھی لکھ دی کہ اس ملک میں مغل پٹھان وغیرہ علماء سے سادات کو عار نہیں ہوتی۔

اعلیٰ حضرت پر افتراءے محض ہے کہ انہوں نے جو لا ہوں، نائیوں، موچیوں کو ذلیل لکھا ہے۔ خداے تعالیٰ کے ارشاد:

﴿وَقَدْ نَحَابَ مَنِ افْتَرَى﴾ (۳)

سے مفتری کو ڈرنا چاہیے اور پھر وہ بھی ایسے امام جلیل پر وہ بھی بعد وصال ولا حول ولا قوة إلا باللہ۔ پیشہ کی دنایت حقیقتہ مستلزم و دنایت شخص نہیں۔ کما هو ظاہر۔ جب یہ اس شری کذاب کا محض دروغ بے فروغ ہے۔ حضرت نے ان لوگوں کو کہیں ذلیل نہ تحریر فرمایا۔ بلکہ اس مفتری کذاب کی دروغ بانی خود اسی فتوے مبارکہ کتاب النکاح حصہ سوم سے ظاہر۔ ص: ۱۲۰ ملاحظہ ہو:

(۱) [سورة المجادلة: ۲۰]

(۲) [سورة الحجرات: ۱۳]

(۳) [سورة طه: ۶۱]

اگر کوئی چہار مسلمان ہو تو مسلمانوں کے دین میں اسے حقارت کی نظر سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے۔ وہ ہمارا دینی بھائی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ (۱)

اور فرمایا: ﴿فَيَاخُوتَانُكُمْ فِي الدِّينِ﴾ (۲)

پھر اسی صفحہ پر فرمایا..... کہ ان کے سوا جو قومیں رہ گئیں کہ بادی عرف میں ذلیل سمجھی جاتی ہیں الخ..... بلکہ اسی صفحہ ۱۱ پر جس کی عبارت دکھا کر اس کذاب مفتری نے یہ جیتا بہتان باندھا وہ ہیں تھا: ”پٹھان، مغل یہاں اپنے آپ کو شرفائے اصحاب سے شمار کرتے ہیں۔“

ان عبارات سے اس کذاب کا کذب واضح ہو گیا اور کھل گیا کہ حضرت قدس سرہ نے کہیں جولا ہوں، نائیوں وغیرہ کو ذلیل نہیں تحریر فرمایا، اور وہ جو ذلیل پیشہ ورتحریر ہوا وہ پیشہ کی عرفی ذلت ہے۔ ان عبارتوں میں ہر ذرا سا پڑھا ہوا بادی تامل جان لے گا کہ عرف پر کلام ہے۔ کیا جگہ جگہ پٹھان وغیرہم کو نہ فرمایا کہ: وہ اپنے آپ کو شریف شمار کرتے ہیں، یہ تو میں شریف گنی جاتی ہیں۔ یونہی یہ کہ: جولا ہے، نائی وغیرہ کے پیشہ ذلیل عرفی ہیں۔ رہی عزت حقیقی وہ اسلام اور حسن عمل سے ہے، جو ص: ۱۲۰ کی عبارت سے ظاہر ہے۔ ص: ۱۲۱ پر فرمایا: کہ شرافت قوم پر منحصر نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ﴾ (۳) تم میں زیادہ مرتبہ والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔

جب حضرت قدس سرہ نے یہ نص فرمادی، تو ظاہر ہو گیا کہ حضرت کے نزدیک ہر وہ جولا ہہ و نائی وہ دھنیا، وہ موچی، وہ چھپی، وہ قصائی، بلکہ وہ چہار، وہ بھنگی جو بعد اسلام نیک عمل کرے، متقی و پرہیزگار بنے شریف ہے اور ہر وہ مغل پٹھان وہ شیخ جو فسق و فجور میں مبتلا ہو ذلیل، اللہ اس مفتری کو توبہ کی طرف ہدایت فرمائے۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔ فقیر محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری عفی عنہ۔

صحیح الجواب واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔ فقیر محمد حامد رضا قادری نوری رضوی خادم سجادہ و گداے آستانہ عالیہ رضویہ بریلی۔

صحیح الجواب واللہ تعالیٰ أعلم۔ سگ بارگاہ عالیہ مدرسہ رضویہ فقیر ابوالعانی محمد ابرار حسین صدیقی غفرلہ۔
الجواب صحیح۔ حضور پر نور مرشد برحق امام اہل سنت مجدد دین و ملت سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ

(۱) [سورة الحجرات: ۱۰]

(۲) [سورة التوبة: ۱۱] (۳) [سورة المجادلة: ۲۰]

فتاویٰ مفتی اعظم / جلد پنجم → ۳۷۳ ← کتاب الحظر والاباحۃ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پر ان قوموں کا ذلیل سمجھنا افتراء محض و کذب بحت ہے۔ ہر شخص جس نے حضور اعلیٰ حضرت قبلہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کی زیارت کی ہے وہ جانتا ہے کہ حضور پر نور کا ان اقوام کے سنی مسلمانوں کے ساتھ کس قدر کریمانہ مشفقانہ رحیمانہ برتاؤ تھا، ان کے یہاں دعوتوں میں تشریف لے جاتے، ان کے یہاں تشریف لے جا کر وعظ فرماتے، ان کی خواہش پر بیعت سے مشرف فرماتے، انہیں اپنے کا شانہ پر تقریبات میلاد شریف و عرس سراپا قدس وغیرہ میں محبت سے بلاتے، اور ان پر انتہائی شفقت فرماتے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اگر معاذ اللہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان بھائیوں کو ذلیل سمجھتے تو کیا ایسا ہی برتاؤ فرماتے، جو شخص کسی کو اپنے سے ذلیل سمجھتا ہے اس سے ایسا ہی برتاؤ کرتا ہے؟ مگر یہ کہ خدا حیا دے ایمان دے۔ آمین۔

فقیر ابوالفتح عبیدالرضا

محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہ ولا بوید ربہ القوی

الجواب صحیح۔ فقیر محمد علی قادری، حامدی، آنولوی غفرلہ

کتاب الوصایا

ابواب

(۳۷۵)

۱۔ وصیت کا بیان



وصیت کا بیان

وصیت وارث کے لیے جائز نہیں

(۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

مندرجہ ذیل وصیت نامہ از روئے شرع مقدس درست ہے یا نہیں؟۔ اگر نہیں تو قرآن کی روشنی میں کیسے ہو؟۔ تترہ (فرضی) اگر بڑا لڑکا سو برس کا ہو اور قارون سے زیادہ امیر اور اس کے چھوٹے بھائی ایک دن اور ۵ ماہ گیارہ دن کے ہوں باپ کے پاس فقط سو روپے ہوں ان کا شرعی حصہ کیا ہوگا؟

نقل وصیت نامہ: منکبہ عبید اللہ..... کا ہوں میں اپنی کامل عقل و ہوش کو برقرار رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل وصیت نامہ تحریر کرتا ہوں تاکہ اگر اچانک کسی وجہ سے میری موت واقع ہو جائے تو میرے بعد میرے لڑکوں میں کسی قسم کے جھگڑے نہ ہوں، خدا کے فضل سے میرے تین لڑکے ہیں۔

اول: لطف اللہ جس کی عمر اس وقت تقریباً ۲۸ سال ہے اور اس کی والدہ بہ تقدیر الہی عرصہ سے فوت ہو چکی ہے۔ لطف اللہ کی تعلیم اور شادی کے حقوق میری طرف سے کلہم ادا ہو چکے ہیں۔ دوم: منت اللہ۔ سوم: حکمت اللہ جن کی عمریں اس وقت نو سال اور ایک سال ہے اور ان کی والدہ خدا کی مہربانی سے باحیات ہے میری وصیت ہے:

(۱) فلاں گاؤں والا مکان جو میرا اور میرے برادر حقیقی میاں فقیر اللہ صاحب کا مشترک ہے اور جو ہمارے والد صاحب مرحوم کی وراثت ہے، اس مکان کے میرے نصف حصے میں میرے تینوں لڑکوں میں سے ہر ایک کا مساوی حق ہے۔

(۲) علاوہ ازیں جو کچھ میری ذاتی پیدا کردہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ ہے جس میں میرا شہر والا مکان واقع فلاں محلہ، میرے پراویڈنٹ فنڈ اور گریجویٹ کی رقوم شامل ہیں اور اگر روپیہ پوسٹ آفس سیونگ بینک میں وغیرہ وغیرہ ان سب کے مالک میرے دونوں چھوٹے بیٹے منت اللہ و حکمت اللہ (زیر سرپرستی ان کی والدہ) ہوں اور ان میں میرے بڑے لڑکے لطف اللہ کو کسی قسم کا دخل یا حق حاصل نہ ہو۔ فقط

عبید اللہ ۲۸ جنوری ۱۹۳۳ء۔

مسئول محمود الرحمن معرفت خان زادہ عنایت محمد خان غوری فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور۔ ارذی القعدہ ۵۷ھ

الجواب

یہ وصیت برسرنا جائز ہے۔ لغو و فضول بھی ہے کہ جو اس کا حصہ ہے اس کے بعد تینوں لڑکے موجود ہوں گے تو خود ہی بحکم شرع مطہر حصہ مساوی پائیں گے اور پھر وصیت بحق و رشہ اس لیے ناجائز ہے کہ وصیت وارث کے لیے جائز نہیں۔ نزول آیت مواریث سے وصیت برائے وارث منسوخ ہو چکی۔

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ عام حجۃ الوداع میں فرمایا:

”إن الله تعالى قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث.“ (۱)

بے شک اللہ عزوجل نے ہر ذی حق کو اس کا حق عطا فرمادیا یعنی اس کو معین کر دیا، پھر وارث کے لیے وصیت نہیں۔ (مترجم) رواہ ابوداؤد وابن ماجہ والترمذی:

((عن أنبي أمامة۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔))

یہ حدیث مشکاة شریف میں بھی سنن ثلاثہ مذکورہ سے نقل فرمائی،

مشکاۃ میں بروایت دارقطنی ہے: ”لا تجوز وصية للوارث“

وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔ (مترجم)

کسی وارث کی میراث قطع کرنا اس کو ضرر پہنچانا حرام ہے، ایسے شخص کے لیے سخت

وعیدیں وارد۔

حدیث میں ہے:

((إن الرجل ليعمل أو المرأة بطاعة الله ستين سنة ثم يحضرهما الموت

فيضاران في الوصية فتجب لهما النار.)) (۲)

بلاشک مرد و عورت طاعت الہی میں ساٹھ برس گذاریں پھر مرتے وقت ایصال ضرر کریں کہ کسی

کو حصہ نہ دیں۔ یا اس کے حصہ سے کم۔ یا بقصد مضارت ثلث پر زیادت کریں تو ان کے لیے جہنم کی آگ

واجب۔ (مترجم)

(۱) [سنن ابی داؤد، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الوصیة للوارث۔ ۲۸۷۰ - ۱۱۴/۳]

(۲) [مشکاۃ المصابیح، کتاب الفرائض والوصایا، باب الوصایا، ۳۰۷۵ - ۱/۵۵۶]

رواه الامام احمد والترمذی و ابوداؤد وابن ماجه كما في المشكاة عن ابی هريرة-رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس حدیث کو بیان فرما کر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:
﴿مَنْ بَعْدَ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ﴾ (الذی قولہ) وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱﴾
میت کی وصیت اور دین نکالا کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو (إلی قولہ) اور یہ ہے بڑی کامیابی۔ (مترجم)

نیز حدیث میں فرمایا:

((من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة.)) (۲)
جو اپنے وارث کی میراث قطع کریگا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی میراث جنت سے قطع فرمادے گا۔ (مترجم)

رواه البغوي في المشكاة وابن ماجه في سننه عن أنس والبيهقي في شعب الإيمان عن أبي هريرة-رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

امام بغوی نے مشکاۃ میں، ابن ماجہ نے سنن میں حضرت انس سے اور بیہقی نے شعب الايمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس حدیث کو روایت فرمایا ہے۔ (مترجم)

لمعات میں زیر حدیث اول فرمایا: ”لما نزلت آية الموارث نسخت الوصية.“
جب آیت میراث نازل ہوئی وصیت کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ (مترجم)

ابن ماجہ میں سیدنا ابو ہریرہ سے یہ روایت ہے:

”قال: صلى الله تعالى عليه وسلم- إن الرجل ليعمل بعمل أهل الخير سبعين سنة فإذا أوصى حاف في وصيته فيختم له بشر عمله فيدخل النار، وإن الرجل ليعمل بعمل أهل الشر سبعين سنة فيعدل في وصيته فيختم له بخير عمله فيدخل الجنة۔ قال أبو هريرة: فافروا إن شئتم، تلك حدود الله (إلى قوله) عذاب مهين.“ (۳)

(۱) [سورة النساء: ۱۲-۱۳]

(۲) [مشكاة المصابيح، كتاب الفرائض والوصايا، باب والوصايا، حديث: ۳۰۷۸-۱/۵۵۷]

(۳) [سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا، باب الحيف في الوصية، حديث: ۲۷۰۳-۱۹۶/۳]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان ستر سال اللہ کی اطاعت میں عمل کرتا ہے، پھر جب موت کے وقت وصیت کرتا ہے تو ظلم سنگ دلی کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس کا خاتمہ گناہ پر ہوتا ہے، اس کے لیے دوزخ کی آگ واجب ہو جاتی ہے، ایک انسان وہ ہے جو ستر سال اللہ کی نافرمانی اور گناہ میں گزار دیتا ہے پھر جب موت کے وقت وصیت کرتا ہے تو عدل و انصاف کا دامن نہیں چھوڑتا تو اس کا خاتمہ اچھے اور نیک عمل پر ہوتا ہے، اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے، حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: اگر چاہو تو پڑھو یہ آیت: یہ اللہ کی حدیں ہیں (إلی قولہ) اور اس کے لیے خواری کا عذاب ہے۔ (مترجم)

(۲) جو کچھ اس کا متروکہ ہے کہ لطف اللہ اور اس کے دونوں بھائیوں سب کا حصہ مساوی ہے اور یہ وصیت ناجائز، ہاں اگر خود ہی لطف اللہ بھائیوں کے حق میں چھوڑ دے باپ کی مرضی کے موافق کرے تو اسے اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہر وصیت کا پورا کرنا لازم نہیں ہوتا

(۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
شرعی طور پر والدین کی وصیت کو پورا کرنا کہاں تک لازمی و ضروری ہے جس میں کسی کا نقصان کسی قسم کا بھی نہ ہو، اور وہ وصیت بھی جائز ہو۔

الجواب

ہر وصیت کا پورا کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب المیراث

البواب

(۳۸۰)

۱۔ وراثت کا بیان

(۸۵)

۲۔ وراثت عاق



وراثت کا بیان

وارثوں میں پوتے پوتیوں کے احوال

(۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے انتقال کیا اور چار بیٹے چھوڑے عمرو۔ بکر۔ خالد۔ انس۔ چاروں فرزند آپس میں مل کر کاروبار تجارت کرتے تھے اور ایک ساتھ کھاتے پیتے تھے، ازاں بعد خالد نے انتقال کیا، ایک بیوی اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑی۔ چند روز بعد بکر کا انتقال ہو گیا اور دو لڑکے چھوڑے۔ اس کے بعد عمرو نے دو لڑکے دو لڑکیاں چھوڑ کر انتقال کیا، اور انس بھی ایک بیوی کو چھوڑ کر لا ولد انتقال کیا۔ بکر کے دونوں فرزند ان نے اپنی بیوی و فرزند ان و دختر ان کو چھوڑ کر یکے بعد دیگران انتقال کیا۔ بموجودگی فرزند و دختر خالد و بیوی، و پوتے و پوتیاں عمرو، و بکر و انس با خود ہا ایک تقسیم جائداد منقولہ و غیر منقولہ نقد و جنس و تجارت و غیرہ کی ہو گئی اور بکر کا ربع حصہ بکر کے پوتے کے حوالہ کیا گیا بکر کے پوتوں نے اپنی بہنوں کو حصہ تقسیم نہیں کیا اور بکر اینڈ سنس کے نام سے تجارت شروع کر دیا، تجارت شروع کرنے کے لیے نہ اپنی بہنوں سے اجازت لی اور نہ اس کی بہنیں مزاحم ہوئیں۔ اب بکر کی ایک پوتی فرم سے علاحدہ ہونا چاہتی ہے اور اپنے حصہ کی طالب اور اصل و انتفاع آج تک کا چاہتی ہے، لہذا شرعاً بکر کی پوتی اپنے والد کی زندگی تک کا یا جس روز تقسیم ہوئی اس روز تک کا یا آج تک کا اصل اور انتفاع دونوں ملا کر پائے گی یا نہیں؟

از بنارس محلہ مدن پورہ ہئیہ مرسلہ حاجی اثر الدین جلال الدین صاحبان ۷۱ محرم الحرام ۱۳۵۰ھ

الجواب

بکر کی پوتی بعد موت والد خود اگر روز وفات والد سے آج تک خود عمل میں شریک رہی یا اس کی نیت سے عمل ہوتا رہا تو جب تک ایسا ہوا، اس وقت تک وہ ربح کی بھی مستحق ہے۔ روز تقسیم تک تو ظاہر ہے کہ اس روز تک کا اس کا ربع حصہ کا زر و مال و تجارت سے بکر کے پوتوں کے حوالہ کیا گیا تو یا تو اس لیے کہ عمل میں جمیع ورثہ خود شریک رہے، یا یوں کہ ان سب کی طرف سے عمل ہوتا رہا اور وہ راضی رہے، تو جو اصل و ربح روز تقسیم تک حاصل ہوا، اس میں اپنے حصہ کی قدر بکر کی پوتی کا استحقاق ہے ہی۔ اب بعد بکر کے پوتوں نے جو دوکان مال مشترک سے کھولی اگر اسے خاص اپنے لیے کھولا ہے تو اس صورت میں بکر کی

پوتی اپنے حصہ کے ذرا اصل ہی کی مستحق ہے۔ اس کے بھائی اس کے حصہ کے غاصب ہیں، ان پر اس کے حصہ کا مال اسے دے دینا لازم ہے۔ ربح صرف ان کا ہے مگر جو ان کے حصہ کا ہے وہ طیب ہے اور اس تجارت میں جو اس کے حصہ کا ہے وہ خبیث۔ اس کے حصہ کا ربح یا وہ تصدق کریں، اور یا تطیباً لقلبہا اس کو اپنی بہن کو دیں اور یہی بہتر ہے۔

اور اگر انہوں نے خاص اپنے لیے تجارت شروع نہ کی بلکہ سب کی نیت سے اور دوکان از نام بکر اینڈ سنس کھولنا یہی بتاتا ہے کہ انہوں نے اسے خاص اپنے لیے نہیں کھولا ہے بلکہ جیسا مال مشترک ہے ایسے ہی دوکان بھی مشترک رکھی ہے اور سوال کے یہ لفظ کہ اب وہ فرم سے علاحدہ ہونا چاہتی ہے یہی بتاتے ہیں کہ وہ اور شرکا سب اسے شریک فرم سمجھتے رہے ہیں تو اس صورت میں بکر کی پوتی آج تک کے ربح کی بھی مستحق ہے مگر جب کہ سنس میں لغتاً و عرفاً لڑکے ہی آتے ہوں، لڑکیاں اس کے نیچے نہ آتی ہوں، اور لڑکے اس کے مدعی ہوں کہ انہوں نے دوکان خاص اپنے لیے کی اس میں لڑکی کا کوئی حصہ نہیں رکھا۔
عقود الدرر یہ میں ہے:

”سئل في اخوة خمسة تلقوا تركة عن أبيهم، فأخذوا في الاكتساب والعمل فيها جملة كل على قدر استطاعة في مدة معلومة وحصل ربح في المدة وورد على الشركة عزيمة دفعوها من المال فهل تكون الشركة؟ وما حصلوا بالاكتساب بينهم سوية وإن اختلفوا في العمل والرأي كثرة وصواباً۔
(الجواب) نعم، إذ كل واحد منهم يعمل لنفسه واخوته على وجه الشركة.“ (۱)

ترجمہ: ایسے پانچ بھائیوں کے بارے میں سوال ہوا جنہوں نے اپنے باپ کا ترکہ پایا اور سب نے مل کر ایک زمانے تک حسب استطاعت شرکت میں کام کیا، اس درمیان کچھ نفع بھی ہوا اور شرکت کے کاروبار پر کچھ واجب حقوق بھی لاگو ہوئے جو اسی مال سے ادا ہوئے۔ تو کیا یہ سب مال وراثت اور اس پر نفع سب کچھ شرکت شمار ہوگا اور جو منفعت اس میں حاصل ہوئی وہ برابر تقسیم ہوگی خواہ کام اور رائے مشورے میں کمی بیشی رہی ہو۔

جواب یہ ہے کہ ہاں اس لیے کہ ہر ایک نے اس میں جو کام کیا وہ اپنے اور بھائیوں کے لیے بطور شرکت ہی کیا۔

اسی میں ہے:

”الظاهر أنها شركة ملك لا يجري فيها تفاوت في الربح بل يكون ما في أيديهم بينهم سوية كما مر ، وهذه المسألة تقع كثيراً خصوصاً في أهل القرى حيث يموت الميت منهم وتبقى تركته بين أيدي ورثته بلا قسمة يعملون فيها وربما تعددت الأموات وهم على ذلك وقد يتوهم أنها شركة مفاوضة وذلك باطل.“ (۱)

ترجمہ: ظاہر یہ ہی ہے کہ یہ شرکت ملک ہے جس کے نفع میں فرق نہیں کیا جاتا بلکہ جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہے وہ سب کا ہے برابر۔ کامر۔ یہ مسئلہ بہت زیادہ پیش آتا ہے خاص طور پر دیہات میں کہ جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اس کا ترکہ بغیر تقسیم ورثہ کے ہاتھ میں رہتا ہے اور وہ اس میں کام کرتے رہتے ہیں، بسا اوقات تو وارثین میں دو چار موتیں واقع ہو جاتی ہیں مگر وہ اسی حال پر رہتے ہیں۔ یہ بھی وہم ہوتا ہے کہ یہ شرکت کا مفاوضہ ہے، مگر یہ وہم باطل ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

”ما يقع كثيراً في الفلاحين ونحوهم أن أحدهم يموت فتقوم أولاده على تركته بلا قسمة، ويعملون فيها من حرث وزراعة وبيع و شراء واستدانة ونحو ذلك، وتارة يكون كبيرهم هو الذي يتولى مهماتهم ويعملون عنده بأمره وكل ذلك على وجه الإطلاق والتفويض، لكن بلا تصريح بلفظ المفاوضة ولا بيان جميع مقتضياتها ولا شك أن هذه ليست شركة مفاوضة، بل هي شركة ملك. فإذا كان سعيهم واحداً ولم يتميز ما حصله كل واحد منهم بعمله يكون ما جمعه مشتركاً بينهم بالسوية وإن اختلفوا في العمل والرأي أي: كثرة وصواباً الخ.“ (۲)

کاشت کاروں میں اکثر یہ صورت پیش آتی ہے کہ جب کوئی انتقال کر جاتا ہے تو اس کی اولاد کے پاس اس کا ترکہ بلا تقسیم موجود رہتا ہے اور وہ اس میں کھیتی، بیع و شرا اور استدانہ (قرض لینا) وغیرہ کرتے ہیں، اور کبھی ان میں کا بڑا تمام اہم امور کا ذمہ دار ہو جاتا ہے، اور بقیہ لوگ اس کے پاس اسی کے حکم سے کام کاج کرتے ہیں، اور یہ سب کچھ بہ طور اطلاق و اختیار ہوتا ہے لیکن لفظ مفاوضہ کی صراحت نہیں ہوتی

(۱) [العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية ، كتاب الشركة : ۱/۱۸۲]

(۲) [ردالمحتار، كتاب الشركة مطلب فيما يقع كثيراً في الفلاحين : ۶/۳۷۲]

ہے، اور نہ تمام مقتضیات کی تفصیل، اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ شرکت مفاوضہ نہیں بلکہ شرکت ملک ہے۔ تو جب ان کی سچی و دوڑ دھوپ ایک اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے عمل سے جو کچھ حاصل کیا اس میں تمیز بھی نہیں ہو سکتی تو اب تمام جمع شدہ مال ان کے درمیان برابر برابر مشترک ہوگا، اگرچہ عمل ورائے میں کثرت و صواب کے اعتبار سے اختلاف ہو۔ (مترجم)

تنقیح حامد یہ فتاویٰ رحیمیہ سے ہے:

”سئل عن مال مشترك بين أيتام وأمهم استبرحه الوصي للأيتام هل يستحق الأم ربح نصيبها أولاً، أجاب لا تستحق الخ.“ (۱)

ایسے مال کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا جو یتیموں اور ان کی ماں کے درمیان مشترک ہے، وصی نے یتیموں کے لیے نفع کا مطالبہ کیا تو ماں اپنے حصہ کے نفع کی مستحق ہوگی یا نہیں؟ جواب دیا: مستحق نہیں ہوگی۔ (مترجم)

فتاویٰ غیاثیہ پھر فتاویٰ ہندیہ میں فرمایا: ”لو تصرف أحد الورثة في التركة المشتركة و ربح فالربح للمتصرف وحده.“ (۲)

اگر کسی ایک وارث نے ترکہ میں تصرف کر کے فائدہ اٹھایا تو نفع تنہا متصرف کے لیے ہوگا۔ (مترجم)

فتاویٰ خیریہ میں ہے: ”سئل في رجل آجر الخ.“

رجل آجر (نوکر رکھنے والا، خدمت لینے والا مرد) کے بارے میں سوال ہوا۔ (مترجم)

قنیہ پھر عقود میں ہے: ”قیل له وهل يلزم الغاصب الأجر لمن له الدار فكتب لا، ولكن يرد ما قبض على المالك، وهو الأولى۔ ثم سئل أيلزم المسئى للمالك أم للعاقد فقال: للعاقد، ولا يطيب له بل يرد على المالك، وعن أبي يوسف يتصدق به اه قال شيخنا قدس سره في حاشية على العقود: قد صرحوا بأن عليه أمرين إما يرد على المالك أو يتصدق على الفقرا الخ“ (۳)

(۱) [العقود الدرية، كتاب الشركة: ۱/۱۸۳]

(۱) [الفتاوى الهندية مع الخانية: ۲/۳۴۶]

(۳) [العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية: ۱/۱۸۳]

ان سے کہا گیا: کیا غاصب کے ذمہ مکان مالک کو اجرت دینا لازم ہے؟۔ تو آپ نے لکھا: نہیں، لیکن جس چیز پر قبضہ کر چکا تھا مالک کو واپس کر دے، یہی بہتر ہے، پھر سوال ہوا: کیا مسکمی مالک کو دینا ہوگا یا عاقد کو؟ فرمایا: عاقد کو۔ اور وہ اس کے لیے جائز نہیں، بلکہ مالک کو لوٹا دے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس کا صدقہ کر دے۔ اھ۔ ہمارے شیخ قدس سرہ نے حاشیہ علی العقود میں فرمایا: علمائے صراحت فرمائی ہے کہ: اس پر دو چیزوں میں سے ایک لازم ہے، یا تو مالک کو لوٹا دے یا پھر فقر پر صدقہ کر دے۔ (مترجم)

اور اگر لڑکوں نے کوئی خاص نیت نہ کی تھی نہ یہ کہ خاص اپنے لئے اسے کھولا نہ یہ کہ لڑکی کے لیے شریک نے شرکت کی بھی نیت نہیں کی بلکہ بے نیت خاص کام شروع کر دیا اور لڑکی سے اجازت نہ لی تو اس صورت میں بھی ربح لڑکوں کا ہے اس میں لڑکی کا کچھ استحقاق نہیں۔ ہاں اس پر رد اولیٰ ہے۔ علامہ شامی نے عقود الدرر میں بعد عبارت تا تاریخانیہ و فتاویٰ رحیمیہ فرمایا:

”أقول أيضاً و يظهر من هذا و مما قبله الخ هذا ما يظهر من هذه العبارات، و العلم بالحق عند ربي الواجب بالذات، وهو تعالیٰ أعلم و علمه أحکم۔“ (۱) میں کہتا ہوں: یہ اور گزشتہ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے الخ۔ یہ ان عبارات سے ظاہر ہے اور صحیح اور حق کا علم میرے پروردگار واجب بالذات کے پاس ہے، وہی زیادہ بہتر جاننے ہے، اسی کا علم زیادہ درست ہے۔ (مترجم)

بیوی کی بدکاری وراثت سے محروم نہیں کرتی

(۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۱ھ

سوال:- مسماة ہندہ اپنے شوہر کے انتقال کے بعد مرتکبہ زنا ہوئی۔ آیا بایں صورت وہ محرومۃ الارث و المہر عند الشرع قرار پائے گی یا نہیں حالانکہ زانیہ منکوحہ کے لئے فطرت اسلام کا پاداشی حکم رجم ہے ساتھ ہی اس کے حکومت حاضرہ بہ ہزار بد کرداری استحقاق ارث و مہر کے لئے نافذہ قانون ہے۔

بینوا ما هو الصواب بالدلیل والکتاب -

از گورکھپور محلہ کہنہ گورکھپور مدرسہ مولوی الفت علی صاحب قادری برکاتی رضوی مصطفوی سلمہ

الجواب

بدکرداری ارث سے محروم نہیں کرتی۔ ورنہ صرف وہی ترکہ پاتا جو ایسا متقی ہوتا جس سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہ ہوتا۔ کفر تو ایسی چیز ہے کہ اس سے حکما رشتہ منقطع ہو جاتا ہے اور یوں ہی ارث سے محرومی ہو جاتی ہے۔ بیشک زنانے محسنہ کے لئے رجم ہے۔ اگر رجم ہوتی اور اس سے مر جاتی تو شوہر کی زندگی میں مرنے سے شوہر کا ترکہ نہ پاتی کہ ترکہ تو شوہر کے بعد ہوگا اور وہ شوہر کے سامنے مر گئی۔ مگر جبکہ یہاں اسے سزائے رجم نہیں دی جاسکتی، وہ زندہ ہے اور شوہر مر گیا۔ تو چونکہ کوئی گناہ ارث سے محروم نہیں کرتا، زنا بھی محرومی ارث کا سبب نہ ہوگا۔ لہذا ترکہ کی مستحق ہے اور مہر وہ تو بہر حال عورت کا دیا ہی جائے گا اگرچہ شوہر کی زندگی میں مرے۔ خود یارجم سے۔ وهذا کله ظاہر واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر امجد علی عفی عنہ

والد کسی بچے کو عاق کر دے تو بھی وہ وارث ہوگا

(۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
زید کے والد نے بوجہ مطہح نہ ہونے کے عاق نامہ لکھ دیا کہ میری جائداد سے کوئی تعلق نہیں۔ تو کیا شرعاً عاق نامہ معتبر ہے اور زید بعد والد کے جائداد کا وارث ہوگا یا نہیں؟
از آنولہ ضلع بریلی مسؤلہ از مولوی عبداللطیف صاحب ۲۴ مارچ ۱۹۳۳ء

الجواب

ضرور وارث ہوگا اگرچہ ہزار عاق نامے لکھ دے، عقوق سے وارث غیر وارث نہیں ہو جاتا اور عاق کر دینا کوئی چیز نہیں۔ جو عاق ہے وہ عاق نامہ لکھنے سے عاق نہیں پہلے ہی سے عاق ہے۔ عاق نامہ لکھے یا نہ لکھے عقوق سخت گناہ ہے مگر گناہ کے سبب سے وراثت سے محروم نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عورت شوہر کو بغیر کسی صراحت کے روپیہ پیسہ دے تو بظاہر وہ ہبہ ہے

(۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کی منکوحہ نے اپنے ذاتی مال سے مبلغ ایک ہزار روپیہ بلا شرط اپنے شوہر زید کو دئے اور یہ کہا کہ یہ رقم لے لو اور جو تمہاری سمجھ میں آئے کرو تمہیں اختیار ہے۔ چنانچہ زید نے وہ رقم لے لی اور تقریباً دو سال بعد زید نے ایک تجارت شروع کی جس میں اپنے روپیہ کے ساتھ یہ روپیہ لگا دئے۔ آٹھ ماہ تک کاروبار کرنے کے بعد دوکان میں آگ لگ گئی جس سے بہت نقصان پہنچا۔ زید کا فرم تقریباً آٹھ ہزار روپیہ کا مقروض ہو گیا لیکن زید نے پھر بازار سے مال قرض لے کر تجارت کو جاری کر دیا اور محنت کر کے تھوڑے عرصہ میں بازار کا کل قرضہ ادا کر دیا۔ بفضلہ اب تک وہ فرم کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ اب زید کی منکوحہ کا انتقال ہو گیا ورثہ میں صرف ماں اور شوہر ہے۔ ماں کا مطالبہ ہے کہ متوفیہ نے جو روپیہ زید کو دیا تھا اس میں شرعاً اب میرا بھی حصہ ہے۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ متوفی اس رقم کی مالک تھی یا نہیں۔ اس طرح بلا شرط دے دینے سے ہبہ ہوتا ہے یا نہیں اور آگ لگنے کے بعد چھتق رہتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ شیخ محمد عبدالقیوم کثرہ پختہ کوچہ چاہ آنولہ ربیع الآخر ۱۳۵۲ھ

الجواب

عورت نے اگر روپیہ بہ نیت ہبہ دیا تھا تو وہ زید کا ہو گیا۔ اگر بطور قرض دیا تھا تو زید اس کا مقروض ہے عورت کے انتقال کے بعد اس کے ورثہ کا ہے جس میں زید بھی ہے۔ عورت جب مر چکی ہے اس کا بیان ہو نہیں سکتا جس سے معلوم ہو اس نے کس نیت سے دیا۔ دونوں باتیں ممکن ہو سکتی ہیں۔ عورتیں ہبہ تو اپنے شوہر کو روپیہ پیسے دیتی ہیں اور قرضاً بھی بلکہ تجارت کے لئے بھی جس میں شوہر بطور مضارب ہوتا ہے یا محض کارکن۔ عورت نے جس نیت سے وہ روپیہ دیا ضرور اس کے آثار ظاہر ہوں گے۔ اس عرصہ میں مرحومہ نے جو کچھ اس روپیہ کی بابت کہا کیا ہو اس سے اس کی نیت کا حال معلوم ہو، اس نیت ہی پر حکم ہوگا اگر خاموش ہی مر گئی تو اس صورت میں ظاہر یہی ہے کہ اس نے ہبہ کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لڑکیوں کو میراث سے محروم کرنا گناہ ہے

(۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے جب کعبہ شریف جانے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنی جائداد کا انتظام اس طرح کیا۔ لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا جو کچھ جائداد تھی لڑکوں کے نام تقسیم کر دی اور بیوی کو اس کا حق سمجھ کر کچھ جائداد کا مالک بنا دیا۔ لڑکیوں کو اس خیال سے محروم رکھا کہ اگر میں مکہ معظمہ سے واپس نہیں آیا یا میری زندگی نے وفا نہیں کی

تو قانون شرع محمدی سے لڑکیوں کو بھی پہنچ جائے گی اور میں لڑکوں اور بیوی کو لکھ جاؤں گا تو ہماری مہربان گورنمنٹ کے قانون کی رو سے میرے بچے قانون اسلام کی زد اور تباہی سے محفوظ رہیں گے اور پھر لڑکیوں کے بنائے کچھ نہ ہوگا۔ اس خیال سے جائداد کو تقسیم کرنے والا کس سزائے شرعی کا مرتکب ہے یا جزا کا مستحق جس جزا اور سزا کا مستحق ہے صاف صاف تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا
از فتح گنج غری اللہ بخش صاحب ۲۹ شعبان

الجواب

وہ شخص جس نے لڑکیوں کو میراث سے محروم کیا وہ بھی ایسا گنہگار ہوا کہ بعض علمائے اسے کبیرہ تک فرمایا۔

حدیث میں ہے:

((من فر من میراث وارثه قطع اللہ میراثه من الجنة يوم القيامة)) (۱)
جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالیٰ روز قیامت جنت سے اس کی میراث قطع فرمادے گا۔ (مترجم)

امام نووی تیسیر شرح جامع صغیر میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں:

”أفاده عنه أن حرمان الوارث حرام وعده بعضهم من الكبائر۔ واللہ تعالیٰ

اعلم۔“ (۲)

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وارث کو وراثت سے محروم کرنا حرام ہے، اور بعض علمائے اسے گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے۔ (مترجم)

مرتبہ عورت مہر کی حق دار ہے ترکہ کی نہیں

(۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
زید اہل سنت والجماعت اور زید کی شادی عورت اہل سنت والجماعت سے ہوئی۔ بعدہ کچھ عرصہ

(۱) [سنن ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب الحیف فی الوصیة، حدیث: ۲۷۰۳-۱۹۶/۳]

(۲) [التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف المیم: ۴۳۳/۲]

قریباً دس سال کے عورت مذکورہ کا دیانی ہوگئی اور ہے۔ اب قریباً دو سال بعد زید کا انتقال ہو گیا۔ اب عورت مذکورہ اور تر کہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

از شہر بریلی محلہ کٹ کوئیاں مسئلہ عبدالحمید خاں مورخہ ۹ رمضان المکرم ۱۳۵۵ھ

الجواب

مرتدہ مذکورہ مہر پائے گی ”فإنه لا يسقط بالارتداد بعد التاكيد“ ترک نہ پائے گی کہ مرتدہ مسلم کی وارث نہیں اگرچہ آج کل مفتی بہ یہی قول ہے کہ وہ ارتداد کے سبب نکاح سے نہ نکلی بدستور زجر رہی مگر میراث نہ پائے گی۔ یہاں بقائے نکاح موجب توارث نہیں جیسے فتاویٰ ہند یہ میں اس صورت میں کہ دونوں معا مرتد ہوں نکاح باقی مانتے ہوئے یہی فرمایا کہ مرتدہ شوہر کی وارث نہیں۔

”إن ارتد الزوجان معاً ثم ولدت منه ثم مات المرتد فلا ميراث لها منه وإن

بقي النكاح بينهما۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“ (۱)

اگر زوجین معاً مرتد ہو جائیں پھر مرتد شوہر کی موت ہو جائے تو مرتدہ شوہر کی وارث نہیں

ہوگی، اگرچہ دونوں میں نکاح باقی تھا۔ اللہ زیادہ بہتر جانے والا ہے۔ (مترجم)

گناہ کا اظہار بھی گناہ ہے

(۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ... کوئی شخص زنا یا اور کوئی گناہ کر کے واپس آ رہا ہو اور راستہ میں دوسرا شخص اس سے دریافت کرے کہ تم کہاں سے آرہے ہو یا کیا کر کے آرہے ہو تو ایسی صورت میں گناہ کے چھپانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہوگا یا نہیں۔ کسی دوسرے شخص کے گناہ کو چھپانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہوگا یا نہیں۔ بینوا تو جروا

۳۱ اگست ۱۹۵۸ء

الجواب

چھپے گناہ کا اظہار بھی گناہ ہے اور جھوٹ بھی ایسا ہی ہے، اس کے جواب میں ایسی بات کہی جو نہ اقرار گناہ ہونہ جھوٹ، مثلاً تمہیں کیا مطلب، کہیں سے آرہے ہیں، کیوں پوچھتے ہیں کہ کیا کر کے آرہے

(۱) [الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الفرائض الباب السادس فی میراث اہل الکفر: ۶/۵۶۶]

ہیں۔ کسی موقع پر اپنے یا دوسرے مسلمان کے لیے دروغ مصلحت آمیز کو حضرت سعدی نے راستی فتنہ انگیز سے بہتر فرمایا مگر حتی الامکان دروغ سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۴/صفر المظہر ۱۳۷۸ھ

تلک لگانے اور کلمہ کفر سے تجدید نکاح لازم

(۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
چند مسلمان باجا بجانے کے لیے غیر مسلم کے یہاں گئے وہاں ان کے تلک یعنی ٹیکہ لگا دیا گیا، ان لوگوں نے مجبوراً اس کو لگوا لیا کہ اگر منع کر دیا تو ہماری رقم وصول نہیں ہوگی یا پھر ہمارا یہ کام بند ہو جائے گا، کیوں کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا کام یاد نہیں ہے۔ تلک لگوانے کے بعد فوراً ان لوگوں کے لیے شرع شریف کیا حکم فرماتا ہے۔
۱۳/فروری ۱۹۶۰ء

الجواب

ان لوگوں پر توبہ لازم ہے، پھر سے کلمہ اسلام پڑھیں، تجدید ایمان کریں اور جو بیوی رکھتا ہو وہ اس سے پھر تجدید نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
زید یہ بیان کر رہا تھا کہ بڑے بھائی پاکستان چلے گئے تھے، اب وہ ہندوستان چلے آئے ہیں، ہندوستان میں مستقل ہونے کا مقدمہ ہو رہا ہے اور بہت سے کیس ان کے خارج بھی ہو چکے، اب پھر اپیل کی ہے اور میں نماز پڑھ کر خدا سے عاجزی کے ساتھ بہت دعا کرتا ہوں اور بزرگان دین کے مزاروں پر جا کر دعا کرتا ہوں، لہذا اگر میری دعا کا کچھ اثر نہ ہو اور میرے بھائی یہاں مستقل نہیں ہوئے اور پاکستان چلے گئے تو میں اسی دن ہندو ہو جاؤں گا، زید نے الفاظ ہندو ہونے کا دل سے نہیں کہا تھا، بھائی کی پریشانی پر جذبہ میں آکر یہ کہہ دیا تھا۔ لہذا اب زید کے لیے شرع شریف کیا حکم صادر فرماتا ہے۔

۱۲/جون ۱۹۶۸

الجواب

زید پر توبہ، تجدید ایمان، اور تجدید نکاح (اگر بی بی رکھتا ہو) فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم